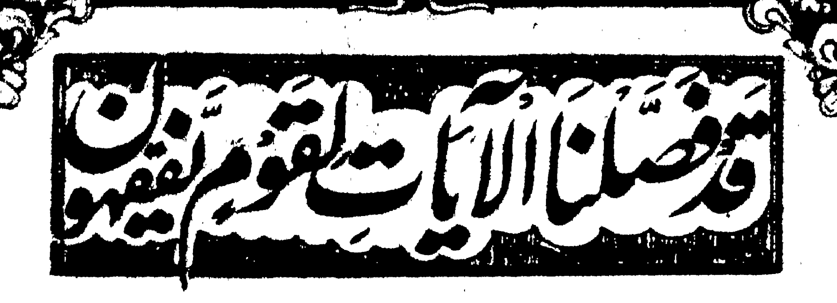


الحمد للہ کہ درین مرتبہ چہارم بعد تصحیح مسائل و تطبیق عبارت اصل نسخہ عربی و اضافہ حواشی جدیدہ







باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان تربیت یافتہ خدمت استاذ معظم محمد مصطفی خان



واضح ہو کہ اس مطبع میں اردو فارسی عربی ہر قسم کی مطبوعہ کتابیں بقیمت ارزان موجود ہیں جنکی تفصیل مطبع ہذا کی فہرست مطبوعہ منگوا کر دیکھنے سے معلوم ہو سکتی ہے لیکن یہاں چند کتابوں کے نام واسطے ملاحظہ شائقین کے درج کیے جاتے ہیں جو کتاب مطلوب ہو طلب کر لیں نیز ہر قسم کی کتاب چھپوانیکا معاملہ اس مطبع میں خط کتابت کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے اور باوجود اہتمام خوشخطی و حسن صحت کے کفایت صاحب فرمائش کی ملحوظ رہیگی۔ المشتہر عاجز محمد عبد الرحمن خان مہتمم مطبع نظامی واقع کانپور محلہ پٹکاپور

قرآن شریف و پارہای قرآن شریف

قرآن شریف متوسط قلم قریب تمامی نظامی۔
قرآن شریف خفی قلم نظامی۔
پارہ عم جلی قلم۔
پارہ عم متوسط قلم۔
پارہ عم خفی قلم۔
پارہ عم مع قواعد بغدادی۔
پارہ الم تیز قلم۔
پارہ سیقول۔
پارہ تلک الرسل۔
پارہ لن تنا۔
پارہ والمحصنت۔
پارہ لا یحب اللہ۔
پارہ واذا سمعوا۔
پارہ تبارک الذی۔
پنج سورہ۔
پنج سورہ مترجم۔
قواعد بغدادی واضح۔
قواعد بغدادی خرد۔

کتب حدیث

جامع الترمذی مطبوعہ دہلی۔
نسائی شریف مطبوعہ نظامی۔
دارمی شریف نظامی۔
مشکوۃ شریف دہلی۔
شرح بلوغ المرام جلد الثانی نظامی۔

کتب درسیہ عربی

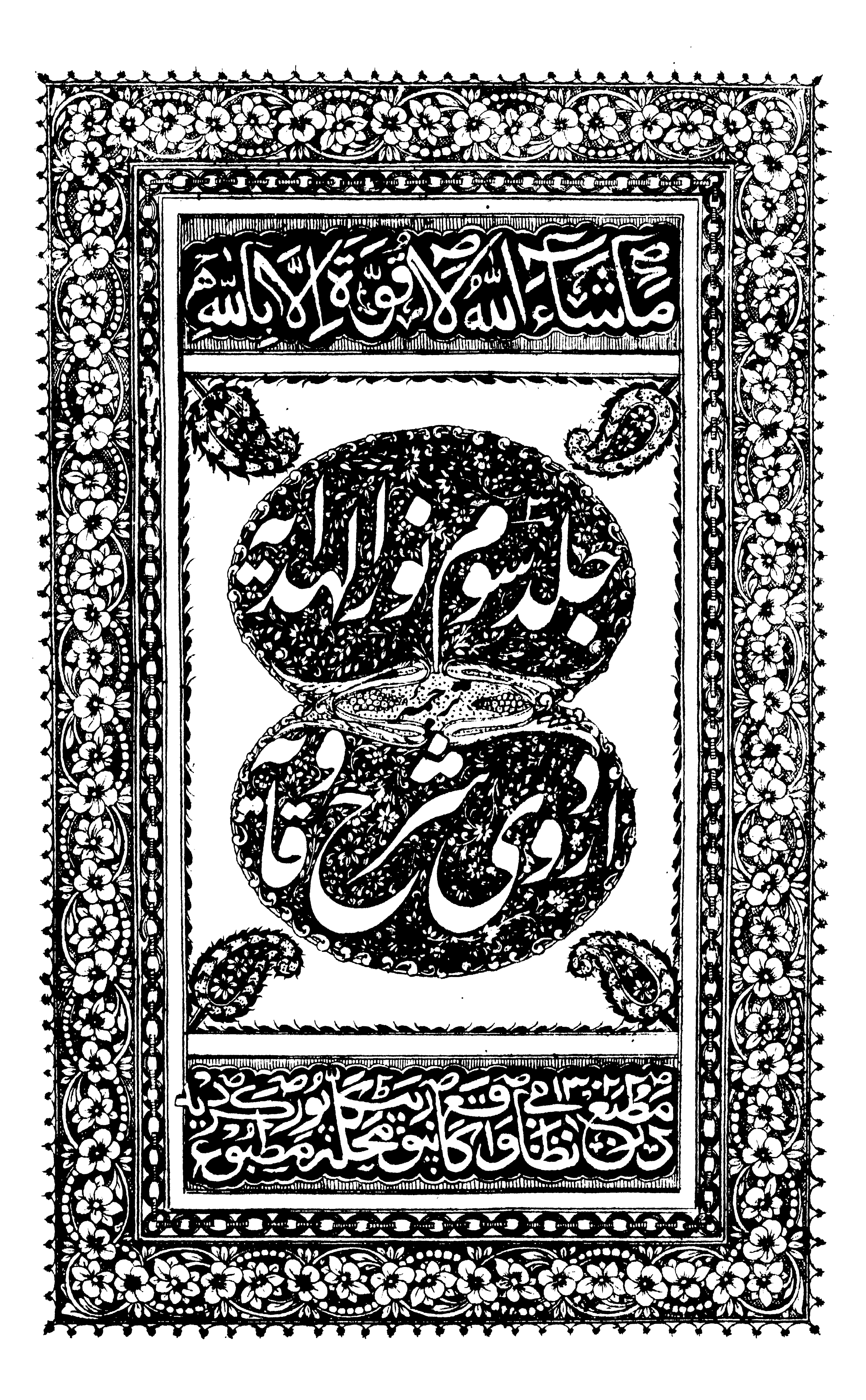
مجموعہ میزان الصرف۔
دستور المبتدی۔
فصول اکبری۔
خلاصہ صرفیہ۔
شرح مائۃ عامل کلان۔ نظامی
مصباح۔
مجموعہ نحو میر۔
قال اقول۔
شرح تہذیب معروف بہ تحفہ شاہجہانی
شرح الشرح قاضی۔
شرح حاشیہ میرزاہد امور عامہ۔
مجموعہ شرح سلم ملا حسن۔

کتب طب

قرابادین اعظم۔
شرح طب یوسفی۔
اکسیر اعظم۔
رکن اعظم۔
شفاء المرضا ترجمہ علاج الغربا۔
مجموعہ میزان الطب اردو
رسالہ تکمرورہ
رسالہ علاج ہیضہ۔
رسالہ ہدایات صحت۔

کتب درسیہ فارسی

الف بای فارسی
کریما
دستور الصبیان
آمدنامہ
خالق باری۔
محمودنامہ
نادر الترتیب
تشریح الحروف
قواعد فارسی
مصدر فیوض
گلستان
بوستان
مینا بازار
مثنوی بلقیس
تعلیم عزیزی
عطائی نامہ
ارمغان بے بہا
گلزار ولایت
ہفت ضابطہ
انشای بہار عجم
انشای خلیفہ


ماشاء الله لا قوة الا بالله
جلد سوم نور الہدایہ
اردو شرح وقایہ
در مطبع نظامی واقع کانپور محلہ پٹکاپور ۱۳۰۲ مطبوع گردید

تتمۃ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ص کتاب البیع

بیع کہتے ہین مال سے مال بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہی ایجاب اور قبول سے دونون ماضی کے صیغے سے ہون
ف جاننا چاہیے کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰو
یعنی اللہ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی امام احمد نے مسند مین اور بزار نے رفاعہ بن رافع سے
کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہی فرمایا آپ نے کمانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور سب خرید و فروخت
جو بھلی ہو وے صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت کی ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے ای گروہ سوداگرون کے تحقیق کہ خرید اور فروخت مین لغو اور قسم ہوتی ہی تو ملا دو اوسکو تم صدقے سے یعنی بیع مین
اکثر بیکار باتین اور جھوٹی قسمین صادر ہو جاتی ہین تو اس گناہ کے اٹھانے کے لیے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم حالانکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہو گیا اوس پر اور عقل بھی یہی چاہتی ہی کہ بیع جائز ہووے کیونکہ
آدمی محتاج ہی کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کے لیے کھیت کا جوتنا پھر اوسمین بیج بونا پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا
کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اوسکی ذات سے متعلق ہووے تو اوس سے ہرگز نہو سکے گا اور
اسیطرح کپڑے مین روئی کے درخت بونا اور اوسمین سے روئی نکالنا اور کاتنا اور بننا یہ سب کام اوس سے بذات خاص ممکن نہین
اسواسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت روائی کے لیے کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے کیونکہ اگر خرید نہوتی تو یا دوسرے کی چیز کو زبردستی
چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا صبر کرکے بیٹھ رہتا اور ہر طرح خرابی ہی کذا فی الفتح اور دونون طرف مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز
مال نہین ہی مثلاً شخص آزاد یا آگ تو اوسکی بیع جائز نہین اور ایجاب کہتے ہین اوس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول جو اوسکے جواب مین
دوسرا کہے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا مین نے بیچا بعد اوسکے مشتری نے کہا مین نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے
مشتری نے کہا مین نے خریدا بعد اوسکے بائع نے کہا مین نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہی کہ دونون

سله بالعربیۃ میں بیچنا ڈالنا کو اور خریدنا دونون کو اور مشتری کو بیع اوس کو کہتے ہین جو کوئی چیز بیچے ۱۲ منہ
سله یعنی منسوخ احکام شرعیہ سے ہی ۱۲

نفظ ماضی کے صیغے ہوں یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کریں تو اگر مشتری نے صیغۂ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا تو اب بیع صحیح نہوگی جب تک پھر مشتری نہ کہے خریدا فتح ص اور رضامندی کی قید بیع میں اسواسطے نہ لگائی کہ بیع مکرہ کی یعنی جس پر زبردستی کیجاوے مال بیچنے پر منعقد ہے ف اور اسکا بیان کتاب الاکراہ میں آویگا ص اور بیع بھی جائز ہو جاتی ہے اسطرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اوٹھا کر دیدے اور مشتری دام اوسکے حوالہ کرے اور زبان سے کچھ نکہیں اور اسکو بیع تعاطی کہتے ہیں اور جائز ہے یہ عمدہ ونفیس چیزوں میں اور ذلیل چیزوں میں بھی اور کرخی رح کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل چیزوں میں جائز ہے اور عمدہ نفیس چیزوں میں جائز نہیں ف ذلیل چیزیں ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھانس وغیرہ اور نفیس بھاری قیمت کی چیزیں جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ ص اور بیع تعاطی میں شرط ہے کہ دونوں جانب سے ہووے اور بعضوں کے نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہووے تو بھی جائز ہے جیسے گیہوں کا نرخ کیا اور مشتری کے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ اوسمیں گیہوں رکھکر لیجاوے بعد اوسکے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہوں اوٹھا لیگیا ف تو اسمیں تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی ص یا پوچھا کہ گیہوں کیونکر بیچتا ہے تو اوس نے کہا ایک پیمانہ ایک درہم کو اور وہ پانچ پیمانے نپوا کر لے گیا تو یہ بیع ہو گئی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہونگے ف تو اسمیں تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی میں بہرحال شرط ہے کہ کسی جانب سے نارضامندی ظاہر نہووے مثلاً اگر مشتری بیچ رو پے دیدیوے اور خربوزے اوٹھائے لیتا ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد نہوگی در مختار ص پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اوسکو اوسی مجلس میں ف یعنی مجلس ایجاب میں اسواسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے لکھا ہے کہ مجلس سے وہ مراد ہے جسمیں وہ قول اور فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہووے جو ایجاب کو فوت کر دیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہووے کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاویگی تو ایجاب مذکور باطل ہو جاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ بدلے ص یعنی کل مبیع کو ساتھہ کل قیمت کے لیوے یا کل کو چھوڑ دیوے مگر جب کئی چیزیں ہوں اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے اور جبتک دوسرے نے قبول نہیں کیا ہے تو ایجاب کرنیوالا اگر پھر گیا یا کوئی اوس مجلس سے کھڑا ہو گیا تو ایجاب باطل ہو جاویگا ف اسواسطے کہ کھڑے ہو جانا دلیل ہے نہ لینے کی ص اور جب ایجاب و قبول دونوں پائے گئے تو بیع لازم ہو گئی اب کسیکو اختیار نہیں مگر خیار عیب یا خیار رویت ف یعنی جب ایجاب و قبول اتنے شرائط کے ساتھہ حاصل ہوا تو بیع لازم ہو گئی اب لینے کا اختیار مشتری کو نہیں رہا اور نہ بیچنے کا بائع کو ختیار رہا سوائے اختیار عیب کے یا رویت کے کہ اون دونوں کا بیان آگے آویگا اور امام شافعی رح کے نزدیک بعد ایجاب و قبول کے خیار مجلس ہر ایک کو رہتا ہے جبتک مجلس سے نہ اوٹھیں اور دلیل شافعی رح کی وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دو مرد خرید و فروخت کریں تو ہر ایک اختیار رکھتے ہیں جبتک جدا نہوں اور تاویل کی ہے اسکی ابراہیم نخعی نے ساتھہ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالی کا یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اے ایمان والو پورا کرو عقدوں کو اور بیع بھی عقد ہے قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالی کا وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ یعنی گواہ کر لو جب باہم بیع کرو تو اس آیت میں حکم ہوا مضبوطی بیع کا ساتھہ گواہی کے

۴
بائع بیچے
اپنے ایجاب
پہلے کلام بائع
رضامندی
کھڑا ہو گیا
اوس مجلس سے

اور بیع صادق آتی ہی بعد ایجاب و قبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہو تو اُن آیتون کا ابطال ہوتا ہی فقہ دوسری دلیل علم حاصل
کی یہ ہی کہ جابر رض نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے کیونکہ اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ بعد بیع خیار مدام ثابت نہین ہوتا ص اور دام اگر سامنے ہون کہ مشتری اوسکی طرف اشارہ کر دیوے تو ضرورت بیان قسما اور وصف
کی نہین اور اگر اشارہ نکرے تو اونکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیے ف یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہووے اور مشتری اشارہ کردے
کہ مین اِن داموںکے عوض یہ چیز لیتا ہون تو ضرورت بیان اونکے تعداد اور اوصاف کی نہین اور جو اگر اشارہ نکرے تو اونکی تعداد کہ دس روپے اور اوصاف
یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری مثلاً بیان کرنا ضرور ہی ص اور درست ہی نقد داموں بیچنا اور اودھار بیچنا بشرطیکہ اودھار کی مدت
معلوم ہووے ف مثلاً کہدیوے کہ ایک ماہ مین اسکے روپیہ مین دون گا اسواسطے کہ مدت اگر معلوم نہو گی تو مشتری اور بائع مین جھگڑا
ہوگا بائع دام جلدی طلب کریگا اور مشتری دیر مین دیگا اور دلیل اسکے جواز کی یہ ہی کہ قول اللہ تعالی کا وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ
الرِّبٰوا مطلق ہی اوسمین یہ قید نہین کہ دام نقد دیوے اور روایت کی بخاری مسلم نے حضرت عائشہ رض سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ
وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کردی اوسکے پاس زرہ اپنی ص اور اگر بیع مین دام کے اوصاف ذکر نہ کیجیے
ف مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہی یا دمشقی ص تو اگر اوس دام کی سب قسمین قیمت مین برابر ہین تو جونسی
قسم چاہے دیوے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہی تو جسکا رواج زیادہ ہو وہ دینا پڑیگا اور اگر رواج مین برابر ہون اور قیمت مین مختلف
تو بیع فاسد ہو جاویگی مگر جو مقرر کردے ایک قسم کو ف اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی بائع اوس قسم کا دام
مانگیگا جو قیمت مین زیادہ ہو اور مشتری کم قیمت دیگا ص اور جائز ہی بیع کھانے کی چیزونکی جیسے گیہون وغیرہ پیمانے مین ناپ کے
ہو ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے ہو ف مثلاً غلہ عوض مین روپیہ یا اشرفی یا پیسون کے بیچے یا گیہون بدلے مین چانول کے یا جو کے اور اگر
ایک جنس سے ہو مثلاً گیہون بدلے مین گیہون کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہین اسواسطے کہ اسمین احتمال ہی زیادتی کا اور زیادتی اسمین
بیاج ہی اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامت رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی
بدلے چاندی کے اور گیہون بدلے گیہون کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر ہاتھ در ہاتھ دے
اور لیوے ہاتھ سے اور خلاف جنس مین اسکا احتمال نہین کیونکہ اوسی حدیث عبادہ مین ہی کہ جب قسمین بدل جاوین تو جس طرح چاہو بیچو
مگر دست بدست ص اور ایک برتن خاص یا معین پتھر سے ناپ تول کر بیچنا درست ہی اگرچہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے اور اگر اناج
کا ڈھیر صاع کے حساب سے بیچے ایک درہم ٹھیرا کر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہوگی مگر جب کل صاع جتنے ہین سب کا ذکر کر دیوے مثلاً
یون کہے کہ بیچا مینے یہ ڈھیر اناج کا کہ دس صاع ہی ہر صاع بدلے ایک درہم کے ف اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین
کل ڈھیر مین بیع جائز ہو جاویگی اور صاع ایک پیمانہ کا نام ہی جسمین تخمیناً پونے چار سیر اناج سماتا ہی اسی روپے کے سیر سے ص
اور اگر بکریونکا گلہ یا کپڑے کا تھان اور ہر بکری یا گز بیچے درہم ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہوگی ف یعنی ایک بکری اور ایک گز کی
بھی صحیح نہوگی اسواسطے کہ یہان افراد بکریوں کے مختلف ہین کیونکہ مشتری موٹی بکری لیگا اور بائع دبلی دیگا بخلاف اناج کے کہ وہان
سب دانے برابر ہین اور صاحبین کے نزدیک اسمین بھی جائز ہی اور یہ مسالہ اوس کپڑے مین ہی جسمین ایک گز جدا کرنا موجب نقصان کا
ہووے اور جو نہووے تو امام صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگی منہ ص اور یہی حکم ہی ہر معدود متفاوت مین ف یعنی جو چیزین

له اور اس دلیل پر یہ نقض ہوتا ہی کہ بعد ایجاب و قبول کے خیار عیب و خیار رویت تو بالاتفاق باقی رہتا ہی اور ابطال آیات مذکورہ اوس سے نہین ہوتا ہی بالاتفاق پس یہی حال ہی خیار مجلس کا فالجواب جوابنا فافہم ۱۲ منہ

عله یعنی [illegible]

شمار کرسکتے ہیں جاتی ہیں اور افراد اونکے بڑائی چھوٹائی میں مختلف ہیں جیسے خربوزہ انار وغیرہ ص اگر بائع نے ایک ڈھیر
اناج کا بیچا یہ کہکر کہ سو صاع ہیں سو درہم کے اور وہ نناوے نکلے تو مشتری چاہے نناوے درہم دیکر لے لے یا راضی نہو
تو واپس کر دے اور جو سو سے زیادہ نکلیں تو وہ بائع کا ہی اسواسطے کہ اوسنے صرف سو صاع بیچے تھے اور اگر ایک کپڑے کے
تھان کو اسطرح بیچا ف یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہیں دس روپیہ کا ص اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان
دس روپیہ کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہی اور بائع کو اختیار نہیں کہ چاہے دے
اور چاہے نہ دے ف اور مشتری کو یہ نہیں پہونچتا کہ نو کو لے لیوے اور دلیل اسکی اصل کتاب میں مذکور ہی ص اور اگر تھان کی
قیمت میں بائع نے یوں کہدیا کہ یہ دس گز ہیں دس روپیہ کو فی گز ایک روپیہ کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہونچتا ہی
کہ حصے رسد سے لیلیا یا واپس کردیا اور ایسا ہی ہی اگر زیادہ نکلا ف مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپیہ کو لے سکتا ہی اور اگر ایک گز
زیادہ نکلا تو گیارہ کو لیسکتا ہی اور دونوں صورتوں میں مشتری کو اختیار ہی فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اوسکا
حکم آگے آتا ہی ص اور اگر ایک گھر سو گز کا ہی اوسمیں سے دس گز زمین بیچی جسکی جگہ معلوم نہو تو بیع فاسد ہی اور اگر مکان کے سو حصے میں سے دس حصے
بیچے تو جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں درست ہی ف اور دلیل سب کی ہدایہ میں مسطور ہی ص
اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر بیچے کہ اوسمیں دس تھان ہیں اور اوسمیں کم زیادہ نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہی
اور اسی صورت میں اگر ہر ہر تھان کے دام کہدیے تو جب دس سے کم نکلیں بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہی چاہے حصہ رسد
دام دیکر لے لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلیں تو بیع فاسد ہوگی اسلیے کہ اس صورت میں معلوم نہیں کہ دس تھان جو بکے ہیں
کونسے ہیں اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہی ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو لیلیوے
بغیر اختیار کے ف یعنی اوسکو پھیر لینے کا اختیار نہیں ہی اسواسطے کہ اس زیادتی میں مشتری کا نفع ہی کچھ نقصان نہیں ص اور اگر ساڑھے نو گز
نکلا تو نو روپیہ کو لے لیوے اگر چاہے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک اگر مشتری چاہے
تو اول صورت میں گیارہ روپیہ کو لیوے اور دوسری صورت میں دس کو اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت میں
ساڑھے دس روپیہ کو اور دوسری صورت میں ساڑھے نو کو لے لیوے ف دُرمختار میں لکھا ہی کہ فتوی امام صاحب کے قول پر ہی لیکن بہت
علمائے بخارا عرف کے قول امام محمد کا اختیار کیا ہی اسواسطے قاضی کو اختیار ہی جس روایت پر فتوی دے ہو سکتا ہی ص صحیح ہی بیچنا گیہوں کا
بالی میں ف اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول میں ناجائز ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے
گیہوں کے بالی میں یہانتک کہ سفید ہو جاوے اور محفوظ ہو جاوے آفت سے روایت کیا اسکو جماعت نے سوای بخاری کے ص اور اسیطرح باقلے
اور چانول کا اور تل کا چھلکوں میں اور اسیطرح اخروٹ اور بادام اور پستے کا پہلے چھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں اور امام
شافعی کے نزدیک درست نہیں اور دوسرے چھلکوں میں یعنی اندر کے پوست میں بالاتفاق جائز ہی اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کار آمد
ہو گیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہو گیا ہو یا نہوا ہو درست ہی اور مشتری پر اسی وقت اوسکا توڑ لینا واجب ہی ف اور دلیل اسکی فتح القدیر میں مذکور
ہی ص اور اگر مشتری نے یہ شرط لگادی کہ میں ان پھلوں کو درخت پر رہنے دوں گا تو بیع فاسد ہوگی جیسے
پھل درخت پر بیچے اور کچھ رطل سے نکال لیے ف مثلاً یہ کہا کہ میں پھل اس درخت کے بیچتا ہوں مگر چار سیر انمیں سے لے لونگا اونکو

نہ بیچونگا تو یہ بیع ناجائز ہی اور ہدایہ اور دُرِّ مختار مین ہی کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہی اور یہی صحیح ہی اسواسطے کہ مشہور حدیث مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مین کچھ نکال لینے کو یہ کہ معلوم ہو یعنی معین کر دے گا اسمین سے اسقدر نہین بیچونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ص** اور بیع مین مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اسباب کی بائع پر ہی اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہی **ف** اور ایک روایت مین روپیہ پرکھنے والے کی اُجرت بائع پر ہی لیکن صحیح اول ہی **خلاصہ ص** اور اگر اسباب کو بدلے روپیہ اشرفی کے خریدا تو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالے کرے بعد اوسکے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے مین اسباب کے یا روپیہ اشرفی کو بدلے مین روپیہ اشرفی کے خریدا تو دونون کو حکم ہوگا کہ معاً ایک دوسرے کو دیوین

باب الخیار

ف یعنی جانکر بیچنے کے بیان مین خواہ بائع کو اختیار ہو یا مشتری کو یا دونون کو **ص** بائع اور مشتری دونون کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہی اور اس سے زیادہ کا درست نہین **ف** اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی ایک مدت معلومہ تک برابر ہی کہ تین دن کا ہووے خواہ ایک مہینے کا یا ایک برس کا اور اس اختیار کو خیار الشرط کہتے ہین دلیل امام صاحب کی وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دارقطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاری دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت مین تو فرمایا واسطے اونکے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہین فریب ہی اور مجھے اختیار ہی تین دن تک اور روایت کی عبد الرزاق نے ابان بن ابی عیاش سے اونھون نے انس سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہی لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہی مگر مرد صالح ہی اور روایت کی دارقطنی نے نافع سے انھون نے ابن عمر سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہی اور اسکی اسناد مین احمد بن میسرہ متروک الحدیث ہی اور صاحبین کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ ابن عمرؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث مین نشان نہین ملتا **ص** تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحب اور زفرؒ کے نزدیک بیع فاسد ہی اور صاحبین کے نزدیک جائز ہی پھر اگر تین دن کے اندر انھون نے اجازت دیدی **ف** یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا **ص** تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہوگی **ف** اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہی **ص** اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن تک دام نہ دونگا تو بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور چار دن کی اگر قید لگاویگا تو درست نہوگی نزدیک شیخین کے اور امام محمدؒ کے نزدیک درست ہوگی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاویگی مسئلہ بائع کا اختیار شئی مبیع کو ملک بائع سے نہین نکالتا بلکہ وہ شئی مدتِ خیار تک بائع کی ملک مین رہتی ہی تو اگر بائع کے اختیار کی صورت مین وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری پر قیمت اوس شئی کی لازم آویگی نہ ثمن **ف** ثمن اسکو کہتے ہین جو بائع اور مشتری کے درمیان ٹھہری ہو اور قیمت جو اوسکا نرخ بازار ہو مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپیہ کو خریدا تو چار روپیہ ثمن ہین اب بازار مین اوسکی قیمت تین حال سے خالی نہین یا چار روپیہ ہین یا کم و بیش اول صورت مین ثمن اور قیمت مقدار مین مساوی ہین اور دوسری صورت مین ثمن زیادہ اور قیمت کم ہی اور تیسری صورت مین ثمن کم اور قیمت زیادہ ہی تو اس مسئلے کی مثال یہ ہی کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار

ابان بن ابی عیاش

رکھا کہ اس عمرو سے یہ مین چاہون تو کپڑا پھیر لون یا اوسکی ثمن دے لون اور عمرو وہ کپڑا لیکر چلا گیا بعد اوسکے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا
عمرو کے پاس تلف ہوگیا تو عمرو پر چار روپیہ ثمن کے لازم نہ آوین گے بلکہ جو کچھ اوس کپڑے کی قیمت از روی نرخ بازار ہووے
وہ دینا پڑیگی اسلیے کہ جب بائع نے خیار کیا تو وہ کپڑا اوسی کی ملک مین رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہین اور مشتری اوسکو بقصد
خریداری لیگیا ہی اور اوسمین قیمت لازم آتی ہی **ص** اور مشتری کو اگر خیار ہو تو وہ شی بائع کی ملک سے نکل جاتی ہی لیکن مدت کے
اندر مشتری کی بھی ملک مین نہین آتی امام صاحب اور صاحبین کے نزدیک بائع کی ملک سے نکلکر مشتری کی ملک مین آجاتی ہی پس صورت مین اگر
وہ شی مشتری کے پاس تلف ہوگئی یا عیبدار ہوگئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی **ف** تو حاصل کلام یہ ہی کہ اگر بائع
کو اختیار ہووے اور وہ شی مشتری کے پاس تلف ہوجاوے تو اوسکو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار ہووے اور
وہ شی اوسکے پاس تلف یا عیبدار ہوجاوے تو ثمن دینی پڑیگی **ص** اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اوسکے مالک
سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحب کے نزدیک نکاح نہین فاسد ہوگا مدت خیار مین اسواسطے کہ انکے نزدیک جب مشتری کو
خیار ہووے تو وہ شی ملک مین مشتری کے نہین آتی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ اوس لونڈی کا
مالک ہوگیا اور اگر بعد خریدنے کے مدت خیار مین خاوند نے اوس سے وطی کی اور وہ لونڈی ثیبہ ہی تب بھی پھیر سکتا ہی اور اگر بکر ہی تو نہین
پھیر سکتا ہی نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت مین نہین پھیر سکتا **ف** اور وجہ اوسکی ظاہر ہی
اور آگے اور آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہین وہ سب بلنی ہین اسی بات پر کہ خیار مشتری مین امام صاحب کے نزدیک وہ شی ملک مشتری مین نہین آتی
اور صاحبین کے نزدیک ملک مین مشتری کے آجاتی ہی **ص** اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اوسکا قریب نکلا **ف**
یعنی ذو رحم محرم جسکا بیان کتاب العتاق مین ہوچکا **ص** تو امام صاحب کے نزدیک مدت خیار مین وہ آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد
ہوجاویگا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہی اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحب کے نزدیک
مدت خیار مین وہ آزاد نہوگا اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوجاویگا **ف** اور اگر یہ قسم کھائی تھی کہ مین کسی غلام کو خریدون تو وہ آزاد ہی تو بعد
خریدنے کے آزاد ہوجاویگا سب کے نزدیک **هدایه** **ص** اور جب لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار مین جو اوسکو حیض آویگا وہ استبرا
مین شمار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اوسکو بائع پر رد کردیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہوگا امام صاحب کے نزدیک
اور صاحبین کے نزدیک واجب ہوگا اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اوسکے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار مین وہ جنی یہ بائع مین تو امام صاحب کے
نزدیک وہ ام ولد نہوگی تو اوسکو پھیر سکتا ہی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کی ام ولد ہوجاویگی تو اب نہین پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری نے ایک شی کو
بشرط خیار خریدا اور اوسپر قبضہ کیا اذن بائع سے بعد قبضے کے پھر وہ شی بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع کے پاس تلف ہوگئی مدت خیار مین
تو امام صاحب کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگا واسطے رفع ہونے قبضے کے بسبب رد کے اور بجہت نہونے ملک کے اور مشتری پر اوسکی ثمن
لازم نہ آویگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اوسپر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد ماذون **ف** یعنی جسکو مولی
نے اذن تجارت کا دیا ہووے **ص** ایک شی بشرط خیار خریدی بعد اوسکے بائع نے ثمن اوسکو معاف کردیا تو امام صاحب
کے نزدیک خیار اوسکا باقی ہی یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دیوے اور صاحبین کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور اگر ایک
ذمی نے ایک ذمی سے شراب خریدی بشرط خیار پھر بعد اوسکے خریدار مسلمان ہوگیا تو صاحبین کے نزدیک خیار اوسکا باطل ہوگیا

یعنی اب اسکو پھیر نہیں سکتا ورنہ لازم آویگا تملیک خمر اور مسلم نہیں مالک ہوتا تملیک خمر کا اور امام صاحب کے نزدیک باطل ہوگی بیع اسلیے کہ اگر بیع باقی رہے تو صورت استقاط خیار مالک ہوگا خمر کا مشتری مسلم اور مالک ہونا خمر کا مسلم کو جائز نہیں پس ثمرہ مسئلے ثمرات اختلاف کے ہین اور جس شخص کو اختیار ہو وہ جائز اور تمام کرسکتا ہے معاملے کو اگرچہ طرف ثانی اوس وقت حاضر نہووے اور فسخ نہیں کرسکتا جبتک طرف ثانی حاضر نہووے اور امام ابی یوسف اور شافعی کے نزدیک فسخ بھی کرسکتا ہے بے اوسکے حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اوسنے فسخ کیا پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار مین طرف ثانی کو خبر فسخ کی پونہچی تو معاملہ فسخ ہوجاویگا اور اگر مدت خیار مین اوسکو خبر فسخ کی نہین پونہچی تو معاملہ تمام ہوجاویگا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہووے اور وہ مرجاوے تو اوسکے وارث کو بھی خیار رہیگا اور اگر اوسکو خیار الشرط یا خیار الرویۃ تھا اور وہ مرگیا تو اوسکے وارث کو نہوگا **ف** خیار الشرط تو معلوم ہوا اور خیار الرویۃ اسے کہتے ہین کہ بن دیکھے ایک چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت مین مشتری کو اختیار ہی پھیر دینے کا اور خیار العیب یہ ہے کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے بیع مین کوئی عیب نکلا تو اس مین بھی پھیرنے کا اختیار ہوتا ہی اور خیار التعیین یہ ہے کہ مثلاً دو غلامون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جو پسند آویگا ہزار کو لے لیویگا اور پھر وہ شخص مرگیا تو اوسکے وارث کو بھی اختیار معین کرکے لے لینے کا باقی رہیگا **ص** اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے **ف** مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کریگا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہوگی **ص** تو درست ہی اور اس صورت مین جو بیع کو جائز یا فسخ کریگا درست ہوگا اور اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر دونوں کی باتین معاً ہووین تو بیع فسخ ہوجائیگی اور اگر دو غلامون کو ساتھ بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام مین مجھے اختیار ہی تو اگر ہر ایک کی قیمت جداگانہ بیان کردی ہی اور جس غلام مین اختیار ہی اوسکو معین کردیا تو بیع جائز ہی ورنہ فاسد ہی **ف** مثلاً قیمت جداگانہ نہ بیان کی اور محل خیار معین نہ کیا یا قیمت جداگانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نہ کیا یا محل خیار معین کیا لیکن قیمت جداگانہ بیان نہیں کی **ص** اور اگر دو یا تین کپڑون مین سے ایک خریدا اس شرط پر کہ جسکو چاہیگا معین کرلیگا تین دن کے عرصہ مین صحیح ہی اور جو شرط معین کرنیکی نہین کی تو جائز نہیں اور جو ایک کو چار کپڑون مین سے اسی شرط پر خریدا تو جائز نہین **ف** یعنی اگر چار کپڑون مین سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ تین مین سے ایک پسند کرکے لونگا تو جائز نہین کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس سمجھا گیا جائز ہوئی ہی بنظر حاجت کے دفع حاجت کے اور تین کپڑون سے حاجت مندفع ہوجاتی ہی اسواسطے کہ غالباً ایک عمدہ ہوگا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہیں **ص** اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار بعد اوسکے مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اوس گھر کے بکا اور اوسنے شفعہ کی راہ اوسکو لیا تو دوسرے گھر کا لینا رضامندی شمار کیجاوے گی پہلے گھر کی خرید مین **ف** اسواسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نکیا تو دوسرے گھر مین شفعے کا دعویٰ کب ہوسکتا ہے **ص** اور اگر دو شخصون نے ملکر ایک چیز مول لی بشرط خیار اور ایک اونمین سے راضی ہوگیا تو دوسرا بھی واپس نہین کرسکتا یعنی اوسکا بھی اختیار جاتا رہا اسلیے کہ جو وہ پھیر دیگا تو مبیع عیب دار ہوجاویگی تبعیض کے سبب اور اسمین ضرر بائع کا ہی اور اسیطرح خیار العیب اور خیار الرویۃ مین **ف** یعنی دو شخصون نے ملکر خریدا بعد اوسکے عیب نکلا ایک راضی ہوگیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہی پھیر نہیں سکتا یا بن دیکھے دونون نے خریدا بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو بھی دوسرا جو ناراض ہی نہین پھیر سکتا اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین جو ناراض ہی رد بیع کرسکتا ہی **ص** اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ وہ نان پز ہی یا خوشنویس ہی اور اوسکے خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن کو لے لیوے یا پھیر دیوے اسلیے کہ یہ امور اوصاف ہین انکے عوض مین ثمن مین نقصان نہوگا

ص فصل خیار رویت کے بیان مین

ف یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان مین ص جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اوسکا خریدلینا درست ہی اور جب اوسکو دیکھے تو اختیار ہی چاہے اوسی دامون کو خرید یوے یا واپس کر دیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہوچکا ہو اوسکے یہ حق فسخ ہی ف اور اسکی کوئی مدت مقرر نہین تو جائز ہی واسطے اوسکے فسخ بیع تمام عمر تک ص جب تک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نکہے یا کوئی فعل ایسا کرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر ف اور بعضون کے نزدیک موقت ہی بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھکے قادر ہو فسخ پر اور فسخ نکرے تو خیار ساقط ہوجاتا ہی لیکن صحیح اول ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک یہ خرید صحیح نہین ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دارقطنی نے ابوہریرہ رض سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز کو کہ نہ دیکھا ہو اوسکو تو واسطے اوسکے اختیار ہی جب دیکھے اور اسناد مین اسکی عمر بن ابراہیم کردی ہی نسبت کیا گیا ہی طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا اوسکو امام ابوحنیفہ رح نے ہیثم سے انھون نے محمد بن سیرین سے انھون نے ابوہریرہ رض سے مثل اوسکے اور بھی مؤید ہی اسکے وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے مکحول سے مرسلاً کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہی جب دیکھے اگر چاہیے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل حجت ہی اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہی امام مالک اور احمد کا ص اور اگر مشتری نے معاملہ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری ہوجاویگا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دیگا تو جائز ہوگی اور جس شخص نے بیچا اپنی شی کو بغیر دیکھے ہوے تو اوسکو اختیار نہین ہی (اسلیے کہ وہ بیع غیر لازم ہی ۱۲) ف اور پہلے امام صاحب کے نزدیک بائع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اوس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی طحاوی نے پھر بیہقی نے علقمہ بن ابی وقاص سے کہ طلحہ رض نے کچھ مال خریدا حضرت عثمان رض سے تو کہا گیا اونسے کہ نقصان پایا تم نے ہمین کہا حضرت عثمان رض نے کہ مجکو اختیار ہی اسواسطے کہ مین نے بیچا ایسی چیز کو جسکو نہین دیکھا تو حکم بنایا اون دونون نے جبیر بن مطعم کو تو فیصلہ کیا انھون نے اس بات پر کہ اختیار طلحہ کو ہی اور نہین اختیار ہی حضرت عثمان رض کو ص اور خیار الرویۃ اور خیار الشرط دونون باطل ہوجاتی ہین جب شی مبیع مین مشتری کے پاس آنکر کچھ عیب ہوجاوے یا مشتری اوس شی مین ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہووے جیسے غلام کو آزاد کر دیوے یا مدبر کر دیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اوس سے متعلق ہو جاوے جیسے بدون خیار کے اوسکو بیچ ڈالے یا گرو رکھدے یا کرایہ مین دیدیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہون یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہوجاتا ہی اور اسیطرح خیار الشرط اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہو جاوے جیسے بشرط خیار اوسکو بیچے ف کیونکہ بیع بشرط خیار مین وہ شی ملک بائع سے نہین نکلتی ص یا بازار مین اوسکا نرخ کراوے یا کسی کو ہبہ کر دیوے بدون تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل نہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہوجاویگا اور غلے کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے منہ کو اور جانور کے منہ اور پٹھے کو اور تہ کیے ہوے کپڑے کے اوپر کی تہ کو اگر اوسمین نقش و نگار نہو دیکھ لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہوجاویگا اور اگر اوس کپڑے مین نقش و نگار ہو تو جس جگہ نقش ہی اوسکا بھی دیکھنا ضرور ہی بغیر اوسکے دیکھے خیار ساقط نہوگا ف اور در مختار مین ہی کہ ہر کپڑے کو اندر سے دیکھنا کھولکر ضرور ہی اور یہی مختار ہی چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہی ص مشتری نے اگر کسیکو مول لینے کے لیے یا مبیع پر قبضہ کرنے کے لیے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہوجاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے ف یعنی اگر

مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پونہچا دے قبضہ کرنیکا یا تسلیم کرنیکا بائع سے اور اوس نے پیام پونہچایا اور مبیع کو
دیکھہ لیا تو یہ دیکھنا اوسکا خیار کو ساقط نکریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شی کے خرید نے کے واسطے وکیل کیا تھا تو اوسکا
دیکھنے سے خیار ساقط ہوجاویگا اور ہدایہ مین ہی کہ اسپر اجماع ہی امام صاحب اور صاحبین کا البتہ وکیل بالقبض مین اختلاف ہی
اور غایۃ الاوطار مین جو اختلاف وکیل خرید مین اور اتفاق وکیل بالقبض مین لکھا ہی بالکل سہو ہی **ص** اور اوس مانے مین
داخل دار یعنی گھر کا دیکھنا اندر سے ضرور ہی کیونکہ زمانہ سابق مین جب دیوارین گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھ
لیتا تھا کافی ہوتا تھا اسواسطے کہ گھر اور باغ اونکے ایکسان تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا **ف** اور امام زفرؒ کے نزدیک
فقط صحن دیکھنا بھی کافی نہین بلکہ اوسکے دالان کوٹھریان کمرے بھی دیکھے اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اس مانے مین اور
اسیطرح حکم ہی باغ کا **در مختار ص** اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہی اور جب خریدے تو اوسکو اختیار رہیگا اور
اگر اوسکو ٹٹول لیگا یا سونگھ لیگا یا چکھہ لیگا تو خیار ساقط ہوگا اون چیزون مین جو ٹٹولے یا سونگھے یا چکھے سے اونکا حال
معلوم ہوجاتا ہی **ف** جیسے بکری عطر حلوا **ص** اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اوسکا خیار ساقط نہوگا جبتک
کہ اوسکے اوصاف بیان نکیے جاوین اور امام ابی یوسفؒ سے مروی ہی کہ اگر ایسی جگہہ مین کھڑا ہوجاوے کہ در صورت بینائی
اوسکو دیکھہ لیتا تو خیار اوسکا ساقط ہوگا **ف** جبتک بھی کہدے کہ مین راضی ہوگیا اور کہا حسن بن زیاد نے کہ اپنا ایک
وکیل بالقبض کردیوے اور وہ دیکھہ لیوے اور یہ مشابہ زیادہ ہی قول امام صاحب کے کیونکہ اونکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا
بمنزلہ موکل کے ہی **هدایه ص** اگر دو کپڑون مین سے ایک کو دیکھہ کے دونون کو ساتھہ خرید کیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب
دونون کو پھیر سکتا ہی نہ ایک کو جسکو نہین دیکھا تھا اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اوسکا حال بدل
گیا ہی تو اوسکو اختیار ہوگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہی اور بائع کہے کہ نہین بدلا ہی تو قول بائع کا معتبر ہی
قسم سے اور اگر دیکھنے مین اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تو نے دیکھہ کے خرید ا ہی اور مشتری کہے کہ مین نے بن دیکھے خرید ا ہی تو قول مشتری کا
ساتھہ قسم کے معتبر ہی اور اگر ایک گٹھری تھانون کی مول لی اور اون مین سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسیکو ہبہ کرکے اوسکے
حوالے کردیا تو خیار الرویۃ اور خیار الشرط ساقط ہوگیا البتہ اگر اوسمین عیب نکلے تو جو باقی رہا ہی اوسکو پھیر سکتا ہی **ف** ہدایہ
مین اور اصل کتاب مین اسکی وجہ یہی لکھی ہی کہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مانع ہین تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور بعض
مبیع پھیرنے مین تفریق صفقہ ہوتی ہی قبل تمام صفقہ کے اور تفریق صفقہ جائز ہی بعد تمام صفقہ کے نہ قبل اوسکے اور خیار عیب
منع کرتی ہی تمامی صفقہ کو قبل قبض کے نہ بعد قبض کے پس صورت مذکورہ مین بسبب خیار عیب کے اگر بعض مبیع کو پھیریگا
تو تفریق صفقہ بعد تمام صفقہ ہوگی نہ قبل تمام صفقہ اور دلیل اسکی شرح وقایہ مین مسطور ہی اور یہی ہدایہ مین لکھا ہی
کہ اگر وہ تھان پھر مشتری پاس لوٹ آیا مثلاً بیع فسخ ہوگئی یا ہبہ مردود ہوگیا تو خیار الرویۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسفؒ
سے مروی ہی کہ بعد سقوط کے پھر عود نکریگا مثل خیار الشرط کے اور اسی پر اعتماد کیا قدوری نے اور در مختار مین ہی
کہ صحیح کہا اوسکو قاضی خان نے اور اگر کوئی چیز خرید سے بدون دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہین طلب کر سکتا
ہی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے

واسطے خیار الرویۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اوس عوض کا جو اوسکو حاصل ہو درمختار طحطاوی

ص فصل خیار عیب کے بیان مین

ف یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جو اختیار ہوتا ہی اوسکے بیان مین ص مشتری اگر مبیع مین ایسا عیب پاوے جس سے اوسکی قیمت تاجرون کے نزدیک کم ہوجاتی ہی تو اوسکو اختیار ہی چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے دامون سے لیوے ف اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہی جو روایت کی بخاری نے تعلیقاً عدا بن خالد سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہین عیب اوسمین اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت ابن شاہین میں ہی بیع المسلم بالمسلم ما کان سلیماً بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہی جو سالم ہو عیب سے اور سنن ابی داؤد مین ہی حضرت عائشہ رض سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خرید ا اور وہ اوسکے پاس رہا پھر اوسمین عیب پایا تو پھیر وا دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو بائع پر ص اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب جو اوسکا نقصان ہوا ہی بائع سے پھیر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اور بچھونے پر موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی کا چھٹپنے مین جب عقل رکھتے ہون عیب ہی اور جب عقل نرکھتے ہون تو عیب نہین اور بڑےپن مین دوسرا عیب ہی ف حاصل اسکا یہ ہی کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہی وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اوسکو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاویگا تو اوس صورت مین خیار نہین مثلاً ص بائع کے پاس چھوٹےپن مین چورایا اور وہ عقل رکھتا ہی اور پھر مشتری کے پاس چھوٹےپن مین تو ایک ہی عیب گنا جاویگا ف اسواسطے کہ سبب چوری کا دونون جگہ ایک ہی وہ نے پروائی جو عہد طفولیت مین ہوتی ہی ص اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹےپن مین چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑےپن مین کی تو یہ دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت مین مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہوگا ف اسواسطے کہ چھوٹےپن کی چوری کا سبب بے پروائی ہی اور بڑےپن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہی ص اور عاقل ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بہت صغیر سن ہووے کہ عقل نرکھتا ہووے تو اوسکی چوری عیب نہین ہی ف اور اسیطرح بھاگنا اوسکا شمار مین نہین بلکہ وہ گمراہ ہی ھدایہ ص اور جنون خواہ چھوٹےپن مین ہووے یا بڑےپن مین ہر طرح ایک عیب ہی تو اگر بائع کے پاس چھوٹےپن مین مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس آکر خواہ چھوٹےپن مین مجنون ہوا یا بڑےپن مین ہر صورت مین اوسکو اختیار واپسی کا ہی اور منہ اور بغل کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی مین عیب ہی غلام مین نہین ف اسواسطے کہ لونڈی سے صحبت اور طلب ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتین اوسمین مخل ہین برخلاف غلام کے کہ خدمت مین یہ باتین قادح نہین الا در صورتیکہ غلام کو عادت زناکی ہووے کیونکہ اس صورت مین خدمت مین حرج ہوگا ھدایہ ص اور کافر ہونا دونون مین عیب ہی ف اسواسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہی کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اوسکی آزادی کفارۂ قتل مین صحیح نہین ہی تو اگر خریدا اس شرط پر کہ وہ کافر ہی اور مسلمان نکلا تو رد نکریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہی اور امام شافعی رح کے نزدیک رد کرسکتا ہی ھدایہ ص اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہی ف سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہی بلوغ کی نزدیک امام ابوحنیفہ رح کے عورت مین اور ان دونون کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دیگا

جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہو یا بعد قبض کے ھدایہ ص اور شترہ برس سے کم سن کو عیب نہین
ف کیونکہ ابھی احتمال ہی بالغہ ہونیکا ص اگر مشتری کے پاس آنکر ایک اور عیب ہوگیا تو جو عیب بائع کے پاس تھا اوسکے موافق
نقصان کے دام پھیر لیوے اور بیع کو رد نہین کر سکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر مثلاً ایک شخص سے ایک کپڑا خریدا اور اوسکو
قطع کیا بعد اوسکے اوسمین عیب معلوم ہوا تو جسقدر عیب سے نقصان ہی اوسکے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہین پھیر سکتا مگر جب
بائع راضی ہوجاوے اوس قطع کیے ہوے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اوس کپڑے کو بعد قطع کے بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض
بائع سے نہین لے سکتا اسلیے کہ بائع کو اختیار تھا کہ بیع عیبدار لے لیتا اور نقصان عیب نہ دیتا پس اب بیع سے مشتری حابس بیع کا ہوگا
تو وہ نقصان نہین لے سکتا اور اگر قطع کرکے اوسکو سلیا یا سرخ رنگا ف اور اگر سیاہ رنگیگا تو بائع اگر راضی ہوجاویگا تو پھیر سکتا ہی
ص یا ستّو خرید کے اوسکو گھی مین ملایا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور بیع کو بائع پھیر نہین سکتا
ف اگرچہ بائع راضی ہوجاوے پھیر لینے پر کیونکہ اوسمین زیادتی ملک مشتری ہوگئی ہی اور وہ جدا نہین ہو سکتی ص اور اگر بعد
عیب معلوم ہونے کے ان چیزون کو بیچ ڈالا اب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہی اسواسطے کہ اس صورت مین مشتری حابس
بیع نہین ہوا کیونکہ قبل بیع کے بھی بائع اوسکو نہین لے سکتا تھا پس حق رجوع بالنقصان باقی رہیگا ف ہدایہ مین ہی کہ اگر
کسی نے کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کرکے اپنے نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہین پھیر سکتا
اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہی ص اگر ایک غلام خریدا اور اوسکو آزاد کر دیا مفت یا مدبر کر دیا یا
لونڈی خریدی اور اوسکو ام ولد بنایا یا مرگیا نزدیک مشتری کے بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلا بائع سے پھیر سکتا
ہی اور اگر مال کے عوض مین اوسکو آزاد کیا یا اوسکو قتل کر ڈالا یا کھانا خریدا اور کل یا بعض اوسمین سے کھا لیا یا کپڑا خریدکے
اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہین سکتا اور اگر انڈا یا خربوزہ یا ککڑی یا کھیرا
یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کارآمد نہووے تو کل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر
کچھ کارآمد ہی تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے ف اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہوجاوے گی
جیسے سو اخروٹون مین ایک یا دو بُرے نکلے ھدایہ ص اور اگر مشتری نے بیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اوسمین
عیب معلوم ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اسمین عیب کا یا انھون نے دیکھا تھا
اس عیب کو جب بیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس عیب نہ تھا اور اوسنے
انکار کیا قسم سے اور قاضی نے بیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروا دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اوس شے کو
پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شے پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہین پھیر سکتا
ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اور جس شخص نے بیع پر قبضہ کیا بعد اوسکے اوسمین عیب کا دعوی کیا تو قاضی
مشتری پر واسطے ادای قیمت کے جبر نکریگا یہانتک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس بیع عیبدار نہ تھی
یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ بیع بائع کے پاس عیبدار تھی ف اسواسطے کہ اول صورت مین قاضی ثمن بائع کو مشتری سے
دلا دیویگا اور دوسری صورت مین وہ شے بائع کو پھروا دیگا تو جبتک ان دونون امرون مین سے کوئی امر نپایا جاوے تحقیق

له یعنی بائع اگر قسم کھاوے کہ اس عورت کا خون [illegible] جاری نہین رہتا تھا یا اسکو حیض [illegible] تھا تو اوس صورت مین رد نہوگا اور اگر قسم نکھاوے اور عورت نے اقرار [illegible]

مشتری سے ثمن نہین دلا سکتا کیونکہ احتمال ہی کہ بائع قسم سے نکول کرے اور یا مشتری گواہ عیب دار ہونے پر قائم کرواوے تو اب قضاے قاضی باطل ہوجاویگی ص اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو ثمن بائع کے حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھالے عیب نہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہوجاویگا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھروا دیجاویگی ف تو اگر بائع نے عیب نہونے پر قسم کھالی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت مین ثمن مشتری سے دلا دیجاویگی اب اگر پھر اوسکے گواہ آگئے اور انھون نے گواہی دی اوس شئی کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لیکر مشتری کو دلا دی جاویگی اور بیع بائع کو کفایہ ص تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کرلینے کے دعوی کیا اس بات کا کہ یہ جھگڑا ہی تو بائع سے قسم نہ لیجاویگی جب تک مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہی اور جب وہ گواہ پیش کردیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اوس نے اوس غلام کو اور سپرد کیا اوسکو مشتری کے اور جب تک کبھی نہ بھاگا تھا ہرگز یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو حق اوسکے رد کا نہین پہونچتا اوپر میرے جس طور سے وہ دعوی کرتا ہی یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس ہرگز ف کیونکہ ان تینون صورتون مین بائع کو گنجائش تاویل اور بات بنانے کی نہین ہی کہ اوس طور پر قسم سے سمجھ لے ص اور اسطرح سے قسم نہ دیوے کہ قسم خدا کی جسوقت اوسنے بیچا تھا اوسوقت غلام مین یہ عیب تھا یا قسم خدا کی جسوقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اوسوقت یہ عیب نہ تھا ف اسواسطے کہ دونون صورتون مین بائع کو گنجایش بات بنانے کی ہی کیونکہ اول صورت مین ممکن ہی کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہوگیا ہو اس صورت مین اوسکا کلام سچا ہوسکتا ہی اور مشتری کا حق رد بالعیب باقی رہتا ہی اور دوسری صورت مین ہوسکتا ہی کہ مراد اوس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونون کے وقت مین نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا ص اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہو وین بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبین کے نزدیک قاضی بائع سے قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ مین نہین جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہی تو اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی مشتری کا لغو ہوگیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دیجاویگی جو بعد گواہون کے پیش ہونے کے دیجاتی تھی ف یعنی اوسی تین طرح سے ص اور امام صاحب کے نزدیک ایک قول مین جب مشتری پاس گواہ نہون تو بائع کو قسم بالکل نہ دیجاویگی ف اسواسطے کہ قسم مرتب ہوتی ہی دعوی صحیح پر اور دعوی صحیح نہین ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہین ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت نکرے بیع مین گواہون سے اور یہان گواہون سے عیب ثابت نہین ہوا پس حلف نلیجاویگی اور اگر دعوی بالغ غلام کے بھاگنے مین ہووے تو قاضی بائع کو اسطور سے قسم دیویگا کہ واللہ نہین بھاگا میرے پاس جبسے یہ مردون مین شریک ہوا ہی یعنی بالغ ہوا ہی اسواسطے کہ چھوٹے پن مین بھاگنا سبب نہین رد کا بعد بلوغ کے ھدایہ ص اور ایک قول مین قسم دیجاویگی موافق مذہب صاحبین کے ف اور یہی مختار ہی ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی پر قبضہ کیا اور بائع نے اوسکے ثمن پر اور بعد قبضہ کرلینے کے مشتری کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیرنے کو لیگیا اور بائع نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسی دامون مین دو لونڈیان بیچی تھین ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہین تو نے یہی اکیلی ان دامون مین بیچی تھی تو قول

ف قید لونڈی کی واسطے مثال کے ہے جو کسی چیز ہو بیع مین یہی حکم ہے ۱۲ منہ

مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیان بیچی تھین لیکن مشتری یہ کہتا ہی کہ میرے قبضے مین ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہی کہ تو دونون لے گیا تھا تب بھی قول مشتری کا قسم سے معتبر ہوگا اسلیے کہ اختلاف قدر مقبوض مین ہی پس قول قابض کا معتبر ہوگا جیسا کہ غصب مین اور اسیطرح اگر قدر بیع مین اتفاق کیا اور اختلاف کیا قدر مقبوض مین مشتری کہتا ہی کہ دونون کو مول لیا تھا مگر ایک ہی پر مین نے قبضہ کیا اور بائع کہتا ہی کہ تو نے دونون پر قبضہ کیا ہی تو بھی قول مشتری کا معتبر ہوگا بحلف اور اگر دو غلامون کو ایک ہی مرتبے مین خریدا اور اونمین سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی مین عیب معلوم ہوا تو چاہے دونون کو رکھے اور چاہے دونون کو پھیر دے **ف** اور یہ نہین کر سکتا کہ ایک کو پھیر دے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقۂ بیع تمام نہین ہوا ہی بسبب عدم قبض مشتری کے دونون غلامون پر تو ایک کے پھیرنے مین تفریق صفقہ لازم آتی ہی قبل تمام کے اور وہ جائز نہین **ھدایہ ص** اور اگر دونون پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہی **ف** اسواسطے کہ یہان صفقہ بسبب قبض کے تمام ہوگیا ہی تو تفریق صفقہ مین کچھ قباحت نہین **ص** جو چیز ناپ یا تولکے بکتی ہی **ف** جیسے غلہ وغیرہ **ص** اگر اوسمین سے کسی قدر مین عیب پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے **ف** مثلاً اگر من بھر گیہون خریدے اور سیر بھر مین اوسمین سے کچھ عیب معلوم ہوا تو چاہے کل کو واپس کر دے چاہے کل کو رکھے اور یہ نہین ہو سکتا کہ جتنا عیب دار ہی اوسکو واپس کر دے اور باقی کو رکھ لیوے **ص** اور بعضون نے کہا یہ جب ہی کہ وہ ساری چیز ایک ہی ظرف مین ہو اور جو دو ظرفون مین علحدہ علحدہ ہووے تو وہ بمنزلے دو عبدون کے ہی **ف** جیسے دو بورے گیہون کے ہون مین من من بھر کے **ص** تو جسمین عیب نکلے اوس ظرف کو پھیر سکتا ہی اور اگر بیع مین کسی قدر دوسرے کا حق نکل آوے اور مشتری بیع پر قبضہ کر چکا ہی تو اوسکو یہ اختیار نہین کہ جسقدر باستحقاق مستحق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہی ہان بیع اگر کپڑا ہووے اور اوسمین تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کر دے **ف** اسواسطے کہ بیع اگر کپڑا نہین ہی بلکہ اناج وغیرہ ہی تو اوسمین تھوڑا نکل جانا مشتری کو ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ اوسکے دام بائع سے پھیر لیگا اور کپڑے مین بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکل جاوے تو ضرر کرتا ہی اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے کے لیے لیا تھا وہ اب نہ بن سکے گی **ص** اگر ایک گھوڑا خریدا کر اوسمین عیب پایا اور پھر اوسکا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اوس پر سوار ہوا تو خیار ساقط ہو جاویگا اسلیے کہ یہ رضا ہی اور اگر سوار ہوا اوسکے پھیرنے کے لیے یا پانی پلانے کے لیے یا چارا خریدنے کے لیے جب بغیر چڑھے چارا خریدنا اور پانی پلانا ممکن نہو **ف** مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار ہوے نہ چلے یا مشتری چال سے عاجز ہو **ص** تو خیار ساقط نہو ویگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آنکر اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض مین گردن مارا گیا تو اول صورت مین مشتری غلام کو پھیر دیوے اور دونون صورتون مین بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکی قیمت دونو حالت کی لگاکر جو بڑھے وہ پھیر لیوے **ف** یعنی اوسی غلام کی اگر سارق نہو تو کیا قیمت ہی اور اگر سارق ہو تو

کیا قیمت ہی لگاکر اول جو ثانی پر بڑھے اوسقدر بائع سے پھیر لیوے اور اسیطرح غیر قاتل معصوم الدم کے ساتھہ قاتل مباح الدم کے ص جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آنکر بسبب جنگی کے مرگئی ف توامام صاحب کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبین کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگاکر اول کی قیمت جتنی بڑھے اوسقدر پھیر لیوے هدایه ص اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ مین بیع کے سب عیبون سے بری ہون اور مشتری نے اوسکو منظور کیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر نسکیگا اگرچہ بائع نے ہر عیب کا نام نلیا ہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک درست نہین اور بائع سب عیبون سے بری رہیگا خواہ وہ عیب وقت بیع سے ہو یا قبل قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسف رہ کے اور امام محمد رح کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوگیا ہو اوس سے بائع بری نہوگا ف اور یہی قول ہی زفر رہ کا اور مختار قول امام ابو یوسف رہ کا ہی

ص باب بیع باطل اور فاسد کے بیان مین

ف شرح بدیع مین ہی کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہی اور اگر سالم نہو اس طرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہی بسبب فوت ارکان بیع کے (یعنی بائع یا مشتری ۱۲) اور اگر ایجاب و قبول و مبیع مین خلل نہ پڑے لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہووے اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سؤر یا یہ خلل ہو کہ مبیع متعذر التسلیم نہو یا اوسمین ایسی شرط ہووے جو مقتضای عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہی نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہی اور اصل کتاب مین ہی کہ مال وہ چیز ہی جسمین آدمیون کی رغبت ہووے اور اوسکو لوگ خرچ کرین تو مٹی اور خون اور جو جانور آپسے مرجاوے اور شخص آزاد وہ مال نہین ہی (یعنی شرح وقایہ مین ۱۲) لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہہ زخمی کرکے قتل کیا جاوے جیساکہ بعض کفار کی عادت ہی اور ذبیحے مجوسی کے مال ہین لیکن شرع میں یہ چیزین متقوم نہین ہین جیسے شراب اور سؤر اور جو مال شرع مین غیر متقوم ہی یعنی نہ اوسکی قیمت اوسکی اہانت اور ذلیل کرنے کا ہمکو حکم ہوا ہی لیکن وہ اور دینون مین مال متقوم ہی تو جو چیزین بالکل مال نہین ہین جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپسے جانور مرا ہوا تو اوسمین بیع بالکل باطل ہی برابر ہی کہ اوسکو مبیع بناوین یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہی ہماری شرع مین جیسے شراب یا سؤر یا ذبیحہ مجوسی تو اوسکو اگر بدلے مین روپے اشرفی کے بیچین تو بیع باطل ہی اور اگر اسباب کے بدلے مین بیچین یا اسباب کو ان چیزون کے بدلے مین بیچین تو اسباب مین بیع فاسد ہی اور ان چیزون مین باطل تو باطل وہ بیع ہی کہ جسکی اصل اور وصف دونون فاسد ہون اور فاسد وہ ہی جسکی اصل صحیح ہو اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک باطل اور فاسد مین کچھہ فرق نہین ہی اور تحقیق اسکی اصول فقہ مین ہی انتہی اور ہدایہ مین ہی کہ بیع باطل مین وہ شی مشتری کے ملک مین کسی طرح نہین آتی تو اگر وہ شی مشتری کے پاس تلف ہوجاوے اوسکا تاوان مشتری پر نہوگا اور بیع فاسد مین جب مشتری اوس شی پر قبضہ کرلیوے تو اوسکا مالک ہوجاتا ہی اور اوس شی کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہی اسکی مثال یہ ہی کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے مین مُردے یا خون کے

م یعنی وہ مال یعنی ایسا مال ہو کہ مال متقوم نہو ۱۲

خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آنکر ہلاک ہوگیا تو اوسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہی اور اگر زید نے ایک گھوڑا
بدلے مین شراب یا سوئر کے خریدا تو زید پر اوسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اوسپر قبضہ کریگا تو وہ گھوڑا زید کی ملک مین آجاویگا
اسواسطے کہ یہ بیع فاسد ہی اس قاعدۂ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہی کہ اس باب کے سب مسائل مذکورہ مین کام آویگا **ص** باطل
ہی بیع اوس چیز کی جو مال نہین ہی جیسے خون یا مُردہ **ف** اسواسطے کہ یہ چیزین مال نہین ہین دوسرے یہ کہ حرام کیا انکو
اللہ تعالی نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی حرام ہی تمپر مُردہ جانور اور خون
اور گوشت سُور کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوای خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے بیشک اللہ تعالی جسوقت حرام کرتا ہی کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہی اونپر قیمت اوسکی روایت کیا اسکو ابو داؤد نے
ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاری اور مسلمؒ نے جابر بن عبد اللہ انصاریؓ سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سال فتح مکہ کے اور آپ مکے مین تھے کہ اللہ اور رسول نے اوسکے حرام کی بیع شراب اور مُردہ اور سُور اور بتونکی سو کسی نے
کہا یا رسول اللہ فرمایئے چربی کو مُردے کی کہ روغن کرتے ہین اوس سے ناؤن کو اور چرب کیجاتی ہین اوس سے کھالین اور روشنی
کرتے ہین اوس سے لوگ سو فرمایا نہین وہ حرام ہی لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالی نے جب حرام کی اونپر چربی جانورون کی
پگھلایا اوسکو پھر بیچا اور کھانے دام اوسکے **ص** اور آزاد شخص کی **ف** اسواسطے کہ آزاد شخص مال نہین ہی اور صحیح
بخاری مین مروی ہی ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہین کہ دشمن ہون گا مین اونکا
دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اوسنے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جسنے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اوسکی
اور ایک وہ شخص جسنے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اوسکو مزدوری اوسکی **ص** اور اسیطرح ان چیزون کے عوض مین
بیچنا بھی باطل ہی اور بھی باطل ہی بیع اُمِّ ولد کی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہؓ کا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپنے کہ آزاد کردیا اوسکو لڑکے نے اوسکے یعنی ابراہیم نے اور روایت کی
بیہقی اور مالک نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت عمرؓ نے بیع سے اُمِّ ولد کے تو کہا کہ نہ بیع کیجاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ
میراث مین آوے خدمت لیوے اوس سے مالک اوسکا جب تک چاہے پھر جب مر گیا تو وہ آزاد ہی **ص** اور مدبر کی **ف** یعنی مدبر
مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہی **ھدایہ** مدبر مطلق اوسکو کہتے ہین جس سے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے
آزاد ہی اور مدبر مقید وہ ہی جیسے مالک کہے کہ اگر مین اس سفر سے آؤن تو تو آزاد ہی یا اس بیماری مین اگر مر جاؤن تو تو آزاد ہی
اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع مدبر مطلق کی بھی جائز ہی اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جو گذری کتاب العتاق مین کہ نہ
بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے **ص** اور مکاتب
کی **ف** اور یہی صحیح مذہب ہی شافعی کا اور بعض مالکیہ کا اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہی اور رہا ایسے
مین ہی کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اوسمین دو روایتین ہین اصح اور اظہر یہ ہی کہ جائز ہی اسواسطے کہ روایت
کی ابو داؤد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے مکاتب غلام ہی جبتک کہ باقی رہے اوسپر ایک درہم
اور نقل کیا اسکو بخاری نے حضرت عایشہؓ اور زید بن ثابتؓ اور عبد اللہ بن عمرؓ سے اور بھی روایت کی بخاری نے

کہ آئی بریرہ مدد مانگتی تھی حضرت عایشہ رضی سے اپنے بدل کتابت مین سو کہا حضرت عایشہ رضی نے کہ اگر تیرے مالک راضی
ہو جاوین اس بات پر کہ سب روپے مین اونکو ایک دفعہ دیدون اور تجکو آزاد کر دون تو مین یہ امر کرونگی تو ذکر کیا بریرہ نے اس بات کا
اپنے مالکون سے کہا اونھون نے نہین راضی ہین ہم اسپر مگر یہ کہ ترکہ تیرا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت عایشہ نے
اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپنے کہ خرید کر لو تم اوسکو اور آزاد کر دو اور ترکہ اوسیکو ملیگا جو آزاد
کریگا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہو جاوے بیع پر درست ہی اور یہی موافق
قیاس کے ہی ص اور باطل ہی بیع اوس مال کی جو شرع مین نے قیمت ہی جیسے شراب یا سور روپے اشرفی کے بدلے مین ف
یعنی اون چیزون کے بدلے مین جو ثمن ہین جیسے روپے اشرفی اور پیسے جنکا چلن ہووے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جس وقت حرام کرتا ہی کوئی شی حرام کرتا ہی ثمن اوسکی روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور
گذر چکی اوپر حدیث جابر رضی کی کہ حرام کی اللہ تعالی نے بیع شراب اور سور اور مردے اور بتونکی ص اور اگر بائع نے آزاد اور
غلام کو ملاکر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مردار کو ف جیسے قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہووے یا اور کسی کے نام پر
ذبح کیا جاوے یا بدون ذبح کے مرگیا ہو ص تو دونون کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ کہدی ہووے ف
مثلاً یون کہے کہ بیچا مین نے ان دونونکو بدلے مین دو روپے کے ایک روپیہ قیمت ہی مذبوحہ کی اور ایک روپیہ مردے کی ص
اور اگر غلام کو مدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملاکر بیچے یا اپنی ملک کو شی وقف کے ساتھ ملاکر فروخت
کرے تو غلام اور اپنی ملک کی بیع درست ہو جاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہوگی ف
اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کی ہووے ھدایہ ص اور اسباب کا بیچنا بدلے مین شراب کے
یا شراب کا بدلے مین اسباب کے فاسد ہی ف یعنی یہ بیع فاسد ہی اسباب مین تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کر لیگا اس
صورت مین اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی اور اوسکا مالک ہو جاویگا لیکن شراب مین باطل ہی یہان تک کہ عین شراب کا
مالک نہین ہو سکتا تو جسکی طرف سے شراب ٹھہری ہی وہ اوسکی قیمت دیگا ص اور باطل ہی بیع مچھلی کی دریا مین قبل
شکار کے اگر روپے اشرفی کے بدلے مین ہووے اور فاسد ہی اسباب کے بدلے مین ف اسواسطے کہ روایت ہی ابن مسعود
رضی اللہ عنہما سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خرید و مچھلی کو پانی مین بیشک اوسمین خطر ہی یعنی دھوکا ہی
روایت کیا اسکو امام احمد نے اور اشارہ کیا اسطرف کہ موقوف ہونا اوسکا صواب ہی اور روایت کی امام ابو یوسف رح نے
کتاب الخراج مین عمر بن خطاب رضی سے کہ فرمایا انھون نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی مین بیشک وہ دھوکا ہی اور نکالا مثل اوسکے ابن مسعود رضی سے
ص اور اگر مچھلی کو شکار کرکے ایسے گڑھے مین ڈال دیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اوسکو پکڑ سکتے ہین تو اوسکی بیع جائز ہی اور اگر بغیر جال
یا شست کے نہین پکڑ سکتے ہین تو فاسد ہی اور اگر مچھلیان دریا سے ایک طرف گڑھے مین آنکر جمع ہو رہین اور اونکی راہ
دریا کی بند کر دی تو بیع اونکی جائز ہی ورنہ باطل ہی اور یہی باطل ہی بیع ہوا مین اوڑتے جانور کی ف اسواسطے کہ قبل
پکڑنے کے وہ ملک مین نہین آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہی تو بھی جائز نہین اسواسطے کہ اوسکی تسلیم پر قادر نہین ہی اور منع کیا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابو ہریرہ رضی سے اور اگر وہ پرند جانور ایسا

ہو کہ بائع سے ہلا ہوا اور اوسکے بلانے سے چلا آتا ہووے بغیر تکلف کے تو جائز ہی بیع اوسکی ورنہ نہین **متن ص** اور باطل ہی بیع بچے کی پیٹ مین **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدنے سے اوس چیز کے جو پیٹ مین چوپایون کے ہی یہان تک کہ جنین روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع سے اوس چیز کے جو نر کی پشت مین ہووے اور مادہ کے شکم مین **ص** اور بچے کے بچے کی **ف** یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہی ویسے ہی اوس بچے کے بچے کی جسکو عربی مین نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کے یعنی ولد الولد کو اور ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبد الرزاق مین بسند صحیح منقول ہین اور یہی موافق ہین لغت کے اور قریب ہین از روی لفظ کے اور اسیطرف گئے ہین امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ اس حدیث کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ کسی چیز کو خریدے اس وعدے پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہووےگا اور پھر بچہ کا بچہ اوس وقت مین دام دونگا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہی قسطلانی **ص** اور جائز نہین بیع دودھ کی تھن مین جانور کے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اوس چیز کی جو تھنون مین جانور کے ہی اور روایت ہی ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہان تک کہ کھانے کے قابل ہووے اور بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودھ تھن مین روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور دارقطنی نے اور نکالا اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین عکرمہ سے اور یہی راجح ہی اور بیہقی نے نکالا اسکو موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اوسکو بیہقی نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین عکرمہ سے انہون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپنے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودھ تھن مین اور گوشت بکری مین یا چربی اوسکی یا سرین اوسکے یا پائے اوسکے یا کھال مین اوسکی جب زندہ ہووے یا آٹا گیہون مین یا گھی دودھ مین **فتح ص** جاننا چاہیے کہ دودھ کی تھن مین بیع جائز نہونے کی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ معلوم نہین کہ تھن کے اندر دودھ ہی یا خون ہی یا ریح تو اس صورت مین بیع باطل ہونی چاہیے اسواسطے کہ اوسکے وجود مین شک پڑ گیا دوسری وجہ یہ ہی کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہی تو بعد بیع دوہنے کے پہلے اگر بڑھ گیا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جاویگی اور یہ وجہ چاہتی ہی کہ بیع فاسد ہو **ف** اسیواسطے ہم نے اوسکو جائز نہین کہا تا دونون صورتون کو شامل ہو جاوے **ص** اور فاسد ہی بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر اسلیے کہ محل قطع مین جھگڑا ہوگا اور جس بیع مین جھگڑا ہو وہ فاسد ہی **ف** اور بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گذری **ص** اور ایک کڑی کی چھت مین اور ایک گز کی کپڑے مین اگرچہ اوسکے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جاویگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے کڑی کو اوکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا اور باطل ہی بیع اوس چیز کی جو شکاری کے ایک بار جال لگانے مین پھنسے **ف** اسواسطے کہ اسمین دھوکا ہی اور منع کیا ہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے اور اسی طرح باطل ہی بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے کی (اسلیے کہ مقصود اکثر مجہول ہی) کیونکہ منع کیا اوس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعید مین روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** اور فاسد ہی بیع مزابنہ اور وہ یہ ہی کہ درخت پر کی کھجور کو بیچے اٹکل سے واسطے شبہ ربا کے **ف** اور اسی طرح سے محاقلہ یعنی گیہون کو بالی مین بیچے اوس گیہون کے بدلے مین جو کٹے ہوئے الگ رکھے ہین اٹکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہی اسواسطے کہ اسمین گمان ربا کا ہی بسبب شبہ زیادتی کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اوسکو مسلم نے

ابوہریرہؓ سے اور روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے جابر سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی نے **ص** اور فاسد ہی بیع ملامسہ اور بیع حصات اور منابذہ کی یعنی وہ بیع جو منعقد ہوتی ہی ساتھ ایک فعل کے ان فعلون سے مثل جو یکے **ف** یہ تینون بیع مروج تھین زمانۂ جاہلیت مین بیع ملامسہ اسے کہتے ہین کہ بائع اور مشتری مشخ کرین ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اوسکو مشتری چھو لیوے تو بیع لازم ہوجاوے اور بیع حصاۃ اسے کہتے ہین کہ مشتری جب وہ پتھر کنکر رکھ دیوے تو بیع لازم ہوجاوے اور بیع منابذہ یہ کہ بائع جب بیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہوجاوے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاری نے حدیث انس مین کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلم اور چارون اصحاب سنن نے ابوہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصات سے **ص** اور نہین جائز بیچنا ایک کپڑے کا دو کپڑون سے بلا تعیین مگر بشرط اسکے کہ لیوے مشتری جسکو چاہے اور باطل ہی بیچنا گھاس کا نہین مین اسواسطے کہ وہ غیر محفوظ و مقبوض ہی اور اوسکو ٹھیکہ دینا اسلیے کہ یہ اجارہ ہی ہلاکی عین پر **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد نے سنن مین جریر بن عثمان سے انھون نے ابی خراش بن حبان بن زید سے انھون نے ایک مرد صحابی سے کہا کہ جہاد کیا مین نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مرتبہ سنتا تھا مین آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھاس اور آگ مین اور روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے مسند مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور اسناد کی ابن عدی نے کامل مین احمدؒ اور ابن معین سے کہ جریر راوی اس حدیث کا ثقہ ہی اور مجہول ہونا صحابی کا مضر نہین فتح **ص** اور باطل ہی بیع شہد کی مکھیون کی مگر جب ایک چھتے مین شہد اور مکھیان دونون ہون تو بیع مکھیون کی بھی بہ تبعیت شہد کے جائز ہوجاویگی
بسبب نہونے مال متقوم کے ۱۲
اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیون کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہون جائز ہی **ف** اور اسی پر فتوی ہی در مختار **ص** اور ریشم کے کیڑون کی اور اوسکے تخم کی **ف** یعنی جسکے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہی **ص** امام صاحبؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب ان کیڑون مین ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑون کی ریشم کی تبعیت مین درست ہی اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت مین درست ہی **ف** اور یہی قول ہی ائمۂ ثلاثہ کا اور اسی پر فتوی ہی در مختار **ص** اور بھاگے ہوے غلام کی بیع فاسد ہی **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگے ہوے غلام کی بیع سے (اسلیے کہ وہ غیر مقدور التسلیم ہی ۱۲) روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** مگر اوس شخص سے جسکے پاس گمان ہو اوس غلام کے ہونے کا **ف** اسواسطے کہ وہ مشتری کے حق مین بھاگا ہوا نہین ہی بلکہ اوسکے قبضے مین ہی **ص** اور باطل ہی بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن مین ہووے اسلیے کہ وہ جز آدمی کا ہی پس نہوگا مال یا لونڈی کا دودھ ہووے اور امام ابی یوسف کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہی واسطے اعتبار جز کے ساتھ کل کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہی **ف** اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہین امام احمدؒ اور مالکؒ فتح القدیر مین ہی کہ نفع اوٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہی (الا بوجہ ضرورت ابتداءً) یہان تک کہ بعض مشایخ نے آنکھ مین ڈالنے کیلیے بھی منع کیا ہی اور بعضون نے جائز رکھا ہی دوا کے واسطے **ص** اور باطل ہی بیع سوئر کے بالون کی **ف** اسواسطے کہ وہ نجس العین

ہی **ص** موزہ بننے کے لیے اوس سے انتفاع جائز ہی **ف** اور اگر کہیں بدون خریدے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے خریدنا اوسکا جائز ہی اور بائع کو اوسکی بیع حرام ہی تو اوسکی قیمت حلال نہیں بائع کے لیے آور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح نجس کر دیتا ہی امام ابی یوسف کے نزدیک بخلاف امام محمد کے درمختار **ص** اور باطل ہی بیع آدمی کے بالون کی اور حرام ہی نفع اوٹھانا اوس سے اور بھی باطل ہی بیع جانور مرے کی کھال کی قبل دباغت کے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عکیم سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اوٹھاؤ مردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اوسکے پٹھون سے **ص** اور بعد دباغت کے اوسکو بیچنا اور کام مین لانا درست ہی **ف** اور دلیلین اوسکی کتاب الطہارۃ مین گذرین اور قوی دلیل یہ ہی کہ روایت کی بخاری مسلم نے عبداللہ بن عباس سے کہ حضرت میمونہ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقے مین اور وہ مر گئی تو گذرے اوسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپنے کیون نہین لی تمنے کھال اوسکی اور دباغت کر کے نفع نہ اوٹھایا کہا صحابہ نے کہ وہ مردہ ہی فرمایا آپنے کہ مردیکا صرف کھانا حرام ہی **ص** اسیطرح مردار جانور کی ہڈی اور اون اور پٹھے اور بال اور سینگ سے نفع لینا اور انکا بیچنا جائز ہی **ف** اسواسطے کہ یہ سب چیزین پاک ہین اور دلیل انکی کتاب الطہارۃ مین گذری کہ موت انمین سرایت نہین کرتی **ص** اور ہاتھی مثل درندون کے ہی اوسکی ہڈی کا بیچنا اور اوس سے نفع اوٹھانا درست ہی مگر امام محمد رہ کے نزدیک جائز نہین **ف** اسواسطے کہ امام محمد رہ کے نزدیک ہاتی مثل سور کے نجس العین ہی اور صحیح ہمارا مذہب ہی اور اوسی کے مؤید ہین بہت سے احادیث جنکا بیان فصل دباغت مین کتاب الطہارۃ سے گذرا **ص** اگر بالاخانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور دونون گر گئے یا بالاخانہ فقط بالکل گر گیا اب بالاخانیکے مالک نے صرف حق بالاخانہ بیچا تو بیع اوسکی باطل ہی اسواسطے کہ سوا اوپر ہونیکے حق کے اور کوئی چیز باقی نہین اور اوپر ہونے کا حق مال نہین **ف** یعنی جب بالاخانہ گر گیا تو کوئی چیز اس قسم کی باقی نہین رہی جو مشاہد ہو موجود ہو صرف ایک حق تعلی یعنی اوپر ہونیکا حق باقی ہی اور وہ مال نہین ہی اور جو مال نہین ہی اوسکی بیع باطل ہی ھدایہ **ص** ایک بردہ اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی ہی بعد اسکے غلام نکلا تو بیع باطل ہی اور اگر ایک مینڈھا خریدا بعد اوسکے بھیڑ نکلی تو بیع جائز ہی لیکن مشتری کو اختیار ہی چاہے رکھے یا پھیر دیوے آور فاسد ہی خریدا اس طور پر کہ مشتری سے بائع اوسی چیز کو پہلی قیمت سے کم مین لیوے قبل وصول قیمت اول کے مثال اوسکی یہ ہی ایک شخص نے ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہین ہوسے تھے کہ مشتری سے پھر اوسکو خرید لی تو دس کی عوض مین دس ہو گئے اور بائع کے پانچ روپے اور مشتری پر باقی رہے **ف** اسواسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہی جو مالک کے ضمان مین نہین آئی اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نفع سے روایت کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن العاص سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے علوم الحدیث مین اور بیہقی روایت کی امام ابو حنیفہ نے مسند مین ابی اسحق سبیعی سے انھون نے عورت سے ابی السفر کی کہا ایک عورت نے حضرت عائشہ رض سے کہ زید بن ارقم نے بیچا میرے ہاتھ ایک لونڈی کو آٹھ سو درہم کے بدلے مین پھر خریدا اوسکو چھ سو درہم کے عوض مین

۱ یعنی پانی قلیل مین جو جاری یا دہ در دہ نہو انگلیان نکالے ... جلدی سے کہ پانی نجس ہو جاویگا ... ۲ اور دلیل و فرق اسکا شرح وقایہ مین ... ۳ و وقع سوی عبدالرزاق نے مسند میں ... معمر والثوری عن ابی اسحق عن امرأته انها دخلت علی عائشة فی نسوة فسألتها امرأة فقالت كانت لی جارية فبعتها من زيد بن ارقم بثمان مائة الى العطاء ثم ابتعتها منه بست مائة ...

توکہا حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے کہ خبر پونہچاوے تو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالی باطل کر دیگا حج اور جہاد تمہارا ساتھ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نکرو گے اور روایت کی امام احمد رحمہ اللہ نے بسند صحیح کہ آئی حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت اور کہا
اوسنے کہ مین نے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے ہاتھہ ایک غلام بیچا آٹھہ سو روپے کو میعاد پر پھر خرید لیا مین نے اونسے چھہ سو روپے کو تو
فرمایا حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے کہ خبر پونہچادے تو زید کو کہ تم نے باطل کر دیا جہاد اپنا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر
توبہ نکرو گے بُرا کیا تو نے جو بیچا اور جو خریدا اور یہ حدیث صحیح ہی اور یہ قول حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کا پہچانا گیا ہی قول سے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور شافعی رحمہ اللہ نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہی اور عالیہ اسکی اسناد مین مجہول ہی باطل ہی اسواسطے کہ عالیہ
ایک عورت جلیل القدر ہی زوجہ ہی ابی اسحق سبیعی کی ذکر کیا اوسکو ابن سعد نے طبقات مین اور کہا کہ سنا ہی اوس نے حضرت
عایشہ رضی اللہ عنہا سے **فتح ص** اور ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی قیمت نہین وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی ایک اور لونڈی کے
ساتھہ ملا کر پندرہ کو خریدی تو پہلی لونڈی مین بیع فاسد ہی اور دوسری مین جائز ہی بقدر حصہ ثمن کے **ف** اسواسطے
کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اوس سے کم کو خریدا ہی تو اوسمین بیع جائز نہوگی اور دوسری لونڈی مین صحیح ہو جاویگی **ص**
تیل کو اس طرح خریدا کہ برتن سمیت تول لیوین گے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کرین گے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا
ہو یا نہو تو یہ فاسد ہی اور اگر اس طور سے خریدا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہی اوتنا حساب مین مجرا کرین گے تو یہ درست
ہی **ف** اسواسطے کہ پہلا قول خلاف دستور اور خلاف مقتضای عقد ہی کیونکہ احتمال ہی کہ برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم و بیش اور
دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضای عقد ہی اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہی اور ہر وزنی چیز مین یہی حکم ہی **ص** اگر
گھی کُپّے مین خریدا اور مشتری جب کُپا پھیر نے گیا تو وہ پنچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کُپا اور تھا اور وہ ڈھائی سیر کا تھا
اور مشتری نے کہا کہ یہی کُپّا تھا تو قول مشتری کا ساتھہ قسم کے معتبر ہوگا **ف** اسواسطے کہ کُپّے پر قابض مشتری تھا
اور قول قابض کا معتبر ہوگا **هد ایه** اور یہان بھی قید گھی کی اتفاقی ہی بلکہ جو وزنی چیز ہو اوسمین یہی حکم ہی **ص** باطل ہی
مسیل یعنی پانی بہنے کی جگہ کی بیع اور ہبہ اوسکا اور صحیح ہی بیع اور ہبہ راہ کا **ف** یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے
کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہی تو جس شخص کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہی اوس نے اوتنی زمین بیع کی تو باطل ہی اور اگر ایک
شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر ہی اور اوسنے راستہ بیچا تو صحیح ہی **ص** بعض علما نے کہا ہی
کہ مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہی یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہی **ف** جیسے نہر یا نالے یا چھت **ص** اور راہ سے بھی رقبہ
راہ مراد ہی یعنی اوتنی جگہ جسمین سے گذرتا ہی تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہی لہذا اوسکی بیع اور ہبہ جائز نہین **ف** یہ جب ہی
کہ اوسکا طول و عرض معین معلوم نہووے اور جب اوسکا طول و عرض بیان کر دیوے اسطرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا
ہو جاوے تو جائز ہی بیع اوسکی جیسا کہ ذکر کیا سرخسی نے یا پانی بہنے کی جگہ کہے لیکن اوسکے حدود اور جگہ بیان کر دیوے
تب بھی جائز ہی ذکر کیا اوسکو قاضی خان نے **چلپی ص** اور رقبہ راہ معلوم ہی اگر اوسکے حدود بیان کرے اور اگر
نہین بیان کیے جب بھی وہ مقدر ہی دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین مین تو جائز ہی اوسمین بیع اور ہبہ اور یا
مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہی تو اگر زمین پر بہے تو مجہول ہی اور اگر چھت پر ہی تو وہ حق تعلی ہی یعنی

ایسا حق ہو کہ متعلق ہو ایسی چیز سے جو باقی نہین رہتا **ف** جب چھت گر جاوے **ص** اور ر راہ سے اگر حق گذر نے کا مراد ہو
تو اوسمین دو روایتین ہین **ف** ایک روایت مین بیع اوسکی صحیح ہو اور دوسری روایت مین باطل ہو در مختار مین ہو کہ اکثر
فقہانے روایت اول سے اخذ کیا ہو اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہو **ص** وجہ بطلان یہ ہو کہ وہ صرف حق ہو
اور مال نہین ہو آور وجہ صحت یہ ہو کہ اسکی طرف احتیاج ہو اور وہ ایک حق معلوم ہو متعلق ہو اوس چیز سے جو باقی ہو **ف**
یہ جب ہو کہ حق گذر نیکا زمین پر ہوگا اور جو چھت پر ہوگی تو باتفاق باطل ہو **ص** اور صحیح ہو وکیل کر دینا مسلمان کا ذمی کو
واسطے بیچنے یا خریدنے شراب و رسور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحب کے **ف**
لیکن مکروہ ہو بکراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہو کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنا دے یا اوسکو بہا دیوے اور سور کو چھوڑ دیوے
اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق کرے **طحطاوی** **ص** اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین **ف** در مختار مین ہو کہ یہی ظاہر ہو
ص یہان پر بیع بالشرط کے قواعد کلیہ مذکور ہوتے ہین **ف** جاننا چاہیے کہ احادیث اور آثار شروط بیع مین مختلف وارد ہوئے
ہین طبرانی نے اوسط مین روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اور شرط
سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونون کا معلوم ہوتا ہو اور حدیث اوپر گذر چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے کہا حضرت عایشہ رض سے کہ خرید لو بریرہ کو اور شرط کر لو اوسکے مالکون کے لیے ولاء کی اور ولا اوسیکو ملیگی جو آزاد کرے اس سے معلوم
ہوتا ہو کہ بیع جائز ہو اور شرط باطل آور پہلی اوپر گذری حدیث خیار الشرط کی اور اوس سے معلوم ہوتا ہو کہ بیع اور شرط دونون جائز ہین
اسواسطے فقہانے شرط کی تقسیم کر دی **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھہ جسکو عقد مقتضی ہو جیسے شرط ملک واسطے مشتری کے یا اوسکو عقد
مقتضی نہووے لیکن اوسمین نفع کسیکو نہووے **ف** یعنی نہ نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جس چیز کی بیع ہو رہی ہو اوسکی مثال
ہدایہ مین لکھی ہو کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اوسکو بیچ نکرے **ص** جائز ہو **ف** اور وہ شرط لغو ہو مثلاً اس صورت مین مشتری کو
اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچ ڈالے **ص** اور بیع ایسی شرط کے ساتھہ جسکو عقد مقتضی نہووے اور اوسمین بائع کو نفع ہووے یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد
اول کی مثال یہ ہو کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت مین بائع کو نفع ہو
دوسرے کی مثال یہ ہو کہ مشتری ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اوسکو قطع کر دیوے یا اوسکی قبا سی دیوے یا چمڑا خریدے
اس شرط پر کہ اوسکی جوتی بنا دیوے یا اوسکا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتون مین مشتری کا نفع ہو مگر جوتی مین شرط تسمہ
لگانیکی جائز ہو استحساناً واسطے تعامل انسانون کے اور قیاساً جائز نہین تیسرے کی مثال یہ ہو کہ بائع ایک غلام اس شرط پر
بیچے کہ مشتری اوسکو آزاد کرے یا مدبر یا مکاتب کرے کیونکہ ان صورتون مین معقود علیہ کو نفع ہو آور فاسد ہو بیع لونڈی
کی بدون حمل کے **ف** یعنی ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہو اور لونڈی تیری ہو تو یہ
بیع فاسد ہو اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہین تو اوسکا استثنا بھی درست نہوگا **ص** اور اگر مشتری نے قیمت
ادا کرنے کے لیے یہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگان تک یا نصاری کے روزون تک یا یہودیون کی عید تک دونگا
اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہون تو یہ بیع فاسد ہو **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین
نزاع ہوگی بائع قیمت جلدی مانگیگا اور مشتری دیر مین دیگا آور اگر ان دنون کو دونون پہچانتے ہون تو جائز ہو در مختار

نوروز اوس دن کو کہتے ہین جب جاڑا ختم ہو کر دن رات برابر ہوتا ہی اور مہرگان وہ دن ہی جب گرمی تمام ہو کر دن رات برابر ہوتا ہی
ص یا یہ کہا کہ حاجیون کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دائین چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانورون کی پیٹھ پر سے اون کاٹنے تک
دہ لگا تو بھی بیع فاسد ہی ف اسواسطے کہ یہ امور کبھی جلدی کبھی دیر مین ہوتے ہین تو بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی ص اور اگر ان
مدتون تک بیع کے اور قبل ان وقتون کے آنیکی مدت کو ساقط کر دیا تو بیع صحیح ہو جاویگی اور اگر ان مدتون تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہی

ف فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان مین

ص بیع باطل مین مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہی بعضونکے نزدیک تو اوسکے تلف ہو جانے سے مشتری پر ضمان نہ واجب ہوگا
اور بعضون کے نزدیک مشتری پر ضمان اوسکی قیمت کا لازم ہوگا ف اور یہی مختار ہی اور اسی پر فتویٰ ہی قنیہ
ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اوسکی صراحۃً ہو ف مثلاً بائع یہ کہے
کہ تو اوسپر قبضہ کر لے ص یا مدلالت حال سے ف مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد مین قبضہ کیا ص اور مبیع اور ثمن دونون مال
ہون تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاویگا اور اگر ہلاک ہو جاوے قبضہ مشتری مین تو مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہوگا خواہ وہ مثل
حقیقۃً ہو یا معنیً ف مثل حقیقۃً اُن چیزون مین جو مثلی ہین جیسے گیہون چانول اور اناج وغیرہ اور مثل معنیً اون چیزون مین
جو غیر مثلی ہین جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزون کا مثل حقیقۃً نہین ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف مین ایک ہونا
دشوار ہی اسواسطے قیمت کو انکا مثل معنوی قرار دیا گیا ہی ص اور واجب ہی ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا
قبل قبض بیع کے اور اسیطرح بعد قبض بیع کے جب تک وہ شی مشتری کی ملک مین ہو اگر فساد ذات عقد مین ہووے یعنی احد
العوضین مین جیسے بیع درہم کی بدلے مین دو درہم کے ف اور اسکے فسخ مین حکم قاضی شرط نہین ہی اگر کوئی فسخ مین انکار کرے
تو قاضی جبراً فسخ کرا دیوے درمختار ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہووے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری
مجکو ایک ہدیہ دیوے تو جسنے شرط لگائی ہووے اوسکو فسخ واجب ہی امام محمد رہ کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک ہر ایک پر واجب ہی
تو اگر مشتری نے بیع فاسد مین بیع کو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا اور تسلیم کر دیا موہوب کو یا بیع غلام تھا اوسکو آزاد کر دیا تو یہ تصرفات
مشتری کے صحیح ہو جاوینگے اور اوسپر قیمت لازم آویگی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا ف اسواسطے کہ بیع سے حق غیر کا
متعلق ہو گیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ کے اور حق العباد مقدم ہی حق اللہ پر کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی ہی اور بندہ محتاج ہی ص
اور بیع فاسد اگر فسخ کی گئی تو بائع بیع کو مشتری سے نہین لے سکتا جب تک اوسکا ثمن نہ پھیر دیوے تو اگر بائع بعد فسخ کے مر جاوے تو پہلے
اوس شی کو بیچکر مشتری کا ثمن ادا کرینگے بعد اوسکے اور قرضخواہون کو جو بچیگا دیا جاویگا ف جیسے رہن مین اگر راہن مر جاوے
تو شی مرہون کو بیچکر اول روپیہ مرتہن کا ادا کرینگے بعد اسکے جو بچیگا بعد تجہیز و تکفین کے اور قرضخواہون کو ملیگا ھدایہ ص
اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع کو بیچا اور اوسمین نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہین تو اوسکو صدقہ دیدیوے اور بائع نے
جو نفع کمایا تھا اوسکو حلال ہو گیا ف اور دلیل اسکی ہدایہ اور اصل کتاب مین مذکور ہی ص اسی طرح پر اگر ایک شخص نے
دعویٰ کیا کچھ روپیون یا اشرفیون کا دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپیہ اشرفی ادا کر دیے بعد اوسکے مدعی نے اقرار کیا
کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اون روپیون مین نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہو جاویگا ف اور مدعا علیہ سے

جسقدر روپیے تھے وہ پھیر نا پڑینگے **ص** اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اوس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اوسکی قیمت لازم ہوگی اور حق فسخ کا ساقط ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک مکان گرایا جاویگا اور زمین بائع کو واپس کیجاویگی اور مشتری اپنا عملہ لیجاویگا **ف** ایسا ہی اگر مشتری نے اوس زمین مین درخت بوئے تو امام صاحب کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہین کرسکتا اور صاحبین کے نزدیک مشتری کو حکم ہوگا کہ درخت اوکھاڑ لیوے اور زمین خالی کرے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہی اور نہر الفائق مین مذہب امام صاحب کا اور وہی مختار ہی اوس زمانے مین

فصل مکروہات بیع مین

ص مکروہ ہی لاڑھیا پن یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینی اس غرض سے کہ دوسرا شخص اوسکی خرید مین رغبت کرے اور دیکھا پائے اور خریدنا منظور نہو **ف** اسکو عربی مین نجش کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ رضہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ نجش کرو **ص** اور مول کرنا اوس چیز پر جسکا کوئی اور مول کرچکا ہی اور دونون کی رضا پائی جاتی ہی اوسپر **ف** اور اگر اوسنے ابھی مول نہین چکایا تو جائز ہی صحاح ستہ مین ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ چکاوے کوئی اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہی واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہی اگر ذمی ہو یا مستامن در مختار **ص** اور مکروہ ہی اناج کو آگے بڑھکر لینا جب شہر والون کو ضرر کرے اسلیے کہ جب بنجارہ قریب شہر کے ہوتا ہی تو عامہ اہل شہر کا حق اوس سے متعلق ہوتا ہی پس مکروہ ہی کہ بعض شخص آگے جاکے لیوین اور سبکو اوس خریداری سے باز رکھین **ف** یعنی اناج لیکر بنجارے چلے آتے ہین تو شہر کے باہر جاکر اون سے خرید لینا مکروہ ہی اسکی کراہت کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شہر مین قحط ہی اور یہ شخص قافلے مین جاکر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کرلیا اور شہر مین لاکر خاطر خواہ قیمت کو بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بنجارون کا شہر مین آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر مین قحط اور تنگی نہو مگر یہ کہ قافلے والون کو نرخ شہر کا معلوم نہووے اور یہ شخص اون سے جاکر سستا خرید کرلیوے فریب دیکر اگر یہ دونون صورتین نہون تو مکروہ نہین ہدایہ صحیحین مین مروی ہی ابن عباس رضہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اوسکے یہی معنی ہین جو اوپر گذرے **ص** اور مکروہ ہی بیع حاضر کی واسطے بادی کے زمانہ قحط مین مہنگے دامون کی طمع سے **ف** حاضر وہ شخص ہی جو شہر مین رہتا ہی بادی وہ جو بیرون شہر کا رہنے والا ہی ممانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہی روایت کی بخاری نے ابن عمر رضہ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اس حدیث کے دو معنی ہین ایک یہ کہ شہر کا بنیا بقال شہر کے لوگو ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہین اونکے ہاتھ بیچے تاکہ دام زیادہ ملین اور اسیکو اختیار کیا ہی ہدایہ مین دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لاوے اور اوسکی طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی نکر مین تجکو گران بیچ دونگا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنی اختیار کیے ہین مجتبی اور در مختار اور اصل کتاب مین اور منقول ہی یہ تفسیر ابن عباس رضہ سے اور مناسب ہی اسکے آخر حدیث کہ چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے آدمیونکو بعضون سے روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر رضہ سے **ص** اور مکروہ ہی بیع وقت اذان جمعے کے تحریما **ف** اسواسطے

یعنے شرح وقایہ ۱۲

کہ فرمایا اللہ تعالی جل شانہ نے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَ
ذَرُوا الْبَیْعَ اے ایمان والو جسوقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعے کے پس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑو سودا
کرنا اور اسواسطے کہ بیع کرنے سے خلل آتا ہی سعی مین اور وہ واجب ہی یہانتک کہ اگر سعی مین خلل نہ آوے بلکہ سعی میں بیع ہوتی
اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری ایک کشتی مین سوار ہین اور وہ کشتی چلی جاتی ہی مسجد جامع کو تو مضایقہ نہین درمختار ص
جن دو بردو مین قرابت قریب محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب
غیر محرم جیسے چچا کی اولاد دونون نکل گئے ہدایہ ص اور دونون صغیر سن ہون یا ایک صغیر سن تو اونمین جدائی ڈالنا مکروہ ہی
جب کسی حق کے سبب سے نہو نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک جب اون دونومین ناتا ولادت کا ہووے تو ایک کی بیع
بدون دوسرے کے جائز نہین ف اور بعضون نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بیع جائز نہین خواہ ناتا ولادت
کا ہووے یا اور طرح کا اور یہی قول ہی زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب مین قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت
کی ترمذی نے ابی ایوب انصاری سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جدائی ڈالی
درمیان مین والدہ اور اوسکے ولد کے جدائی ڈالیگا اللہ تعالی درمیان اوسکے اور درمیان دوستون اوسکے کے دن قیامت کے
اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہی غریب ہی اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے شرط مسلم پر اور نظر کی اوسمین محدثین نے کہ اوسکی اسناد مین یحیی بن عبد اللہ
ہی نہین اخراج کیا اوس سے صحاح مین اور اختلاف کیا گیا اوسمین اور بسبب اختلاف کے بعضون نے صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور روایت
کیا اوسکو امام احمد رحمہ اللہ نے ایک قصے کے ساتھہ اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہی وہ شخص جسنے جدائی ڈالی درمیان مین والدہ اور اوسکے لڑکے اور کہا کہ اسناد اوسکی صحیح ہی اور روایت
کی ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ ہبہ کیے مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس مین
بھائی تھے تو بیچا مین نے ایک کو پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علی کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا مین نے بیچ ڈالا اوسکو
تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھیر لے اوسکو پھیر لے اوسکو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہی اور روایت کی
حاکم اور دارقطنی نے دوسرے طریق سے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجکو ساتھہ بیع دو بھائیون کے تو بیچا مین نے اون دونون کو الگ الگ اور کہا مین نے انکو یہ امر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے کہ پھیر لے اونکو اور بیچ اونکو ایک ساتھہ اور نہ جدائی کر درمیان اونکے صحیح کیا اوسکو حاکم نے
اور شرط بخاری اور مسلم کے اور نفی کی ابن قطان نے ہر عیب کی اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولی ہی اون حدیثون مین جنپر اعتماد
ہی باب مین اور روایت کیا اوسکو احمد اور بزار نے دوسرے طریق سے لیکن اوسمین انقطاع ہی اور وہ مضر نہین ہمارے نزدیک ص
اور اگر جدائی اون دونون کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اوسمین دیا گیا یا عیب کے سبب سے رد کیا گیا تو مکروہ نہین
اور جائز ہی بیع من یزید یعنی نیلام ف جسکو ہراج کہتے ہین اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اوسنے
کہا کیون نہین ایک کمل ہی جسکو کچھہ بیت اوڑھتا ہون اور کچھہ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا

کہ انکو میرے پاس لا سو وہ دونون چیزین لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونون چیزین اوسکو دین اور دونون درم مرد انصاری کو دیے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کرکے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلھاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اوسمین لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیان لایا کر اور بیچا کر اور مین تجکو پندرہ دن ندیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اوسکو دس درہم حاصل ہوے سو اوسنے کچھہ درہمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھہ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنے سے دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے منہ پر ہووے بسبب سوال کے

ص باب اقالے کے بیان مین

ف اقالہ بیع کا رد کرنا بعد تمامی کے اقالے کا جواز ثابت ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیر لے مسلمان کی بیع رد کرے بخشیگا اللہ تعالی لغزش اوسکی قیامت کے دن روایت کیا اوسکو ابو داود اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی سے اور صحیح کہا اوسکو ابن حبان اور حاکم نے ص جاننا چاہیے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق مین توفسخ بیع ہی اور سوا اونکے اور شخصون کے حق مین مانند بیع جدید کے ہی تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق مین نہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا ف اور مثال اوسکی آگے آتی ہی ص اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہی تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ وقت اقالے کے شفیع کو دعوی شفعہ پہونچتا ہی ف مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھہ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اوسوقت حق شفعہ ساقط کر دیا بعد اوسکے اب اقالہ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق مین تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاویگا اور شفیع کے حق مین بیع جدید تو اب پھر اوسکو دعوی شفعہ پہونچ سکتا ہی در مختار ص اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اوسکے اقالہ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہوگا ف یعنی اب بائع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی بغیر استبرا کے ص اور ابو یوسف کے نزدیک اقالہ بیع ہی تو اگر بیع نہو سکیگی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک فسخ ہی اور اگر فسخ ممکن نہ ہوگی تو بیع شمار کی جاویگی ص تو باطل ہی اقالہ بیع اوس لونڈی مین جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آنکر جنے ف مثلاً ایک لونڈی خریدی اور وہ مشتری پاس آنکر بعد قبض کے جنے تو اب اقالے کو فسخ نہین بنا سکتے اسواسطے کہ بیع مین زیادتی ہوگئی اور یہ مانع فسخ ہی تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ ص امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک باطل نہین ہی کیونکہ اس اقالے کو بیع بنا سکتے ہین اور اقالہ اوتنی ہی قیمت کو درست ہی جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپے کے بدلے مین بیع ہوئی تھی اور اقالے مین اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پر پہلی قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک شرط صحیح ہی اسواسطے کہ امام صاحب کے نزدیک اقالہ فسخ بیع اول ہی اور فسخ نہین ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبین کے نزدیک بیع جدید ہی تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی الا کمی قیمت کی اوس صورت مین

درست ہی جب بیع مین مشتری کے پاس آنکر کوئی عیب ہوگیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع نہین ہی البتہ ہلاک ہوجانا بیع کا مانع صحت اقالہ ہی **ف** یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہوجاوے تو یہ اقالیکا مانع نہین اسواسطے کہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اصل بیع ہی اور وہ موجود ہی اسی واسطے اگر مبیع تلف ہوجاویگی مشتری پاس تو پھر اقالہ اوسکا نہوسکے گا مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مرگیا تو اب اقالہ اوسکا نہین ہوسکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالے کے بیع ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہوکر اصل بیع قائم ہوجاویگی **بحر** **ص** اور اگر مبیع مین سے کسی قدر تلف ہوجاے تو اوسیقدر کا اقالہ نہوسکیگا باقی کا درست ہوگا **ف** مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے حصے کے اقالہ صحیح ہی **مسائل الحاقیہ** اقالے مین رضامندی بائع اور مشتری کی شرط ہی اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہین ہوسکتا اور ہبہ ہی اقالہ عقد فاسد مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہوگا صابون کو خریدا اور پھر وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہی اسواسطے کہ کل بیع باقی ہی اور صحیح ہی اقالے کا اقالہ کرنا تو پھر بیع اول لوٹ آیگی مگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہین انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین **در مختار**

ص باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان مین

مرابحہ کہتے ہین چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کرکے اور تولیہ کہتے ہین صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے **ف** جاننا چاہیے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہی مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضیعہ مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہوچکا ہی اور مساومہ کہتے ہین اوس بیع کو جسکے ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہوجاوین بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضیعہ کہتے ہین اصل لاگت سے نقصان پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہی اور نقلاً بھی بدلیل اوس حدیث کے جسکو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت مین کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ خریدے اور اون مین سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش کیا اور کہا آپ سوار ہو جیے صدقے ہون آپ پر مان باپ میرے تب فرمایا آپنے مین نہین سوار ہونگا اوس اونٹ پر جو میری ملک مین نہین ہی تو کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہ وہ اونٹ آپ کا ہوگیا فرمایا آپنے نہین مگر اوس قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اوسکو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور سوار ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس اونٹ پر اور روایت کی عبد الرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت منہ بر بین نہین ہی حرج ان مین اور مرسلات سعید کے مقبول ہین **فتح** **ص** اور شرطان دونون کی یہ ہی کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو **ف** یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہوجاوے ثمن مثلی جیسے روپیہ اشرفی اور مکیل موزون یعنی جو چیزین ناپ تول کر بکتی ہین اور جو گن کر بکتی ہین لیکن مقدار مین یکسان اور قریب ہوتی ہین اور ثمن ذوات القیم جیسے حیوان اور انسان کہ انکے افراد کی قیمت مین بڑا تفاوت ہوتا ہی اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہو مثلاً کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہان مرابحہ اور تولیت قیمت غلام پر ہوگا اور حالانکہ قیمت اوسکی مجہول ہی ہان اگر مشتری ثانی اوسی چیز کا مالک ہوجاے جسکو بائع ثانی نے قیمت مین دیا تھا اور اوسی قیمت سے خریدے تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہی صورت اسکی یہ ہی کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کردیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید

کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اوسی کپڑے کے اور کچھ نفع پر یا بلا نفع تو جائز ہی کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہی **نہ** **ص** اور مرابحہ اور تولیہ کی طرف احتیاج اسواسطے ہی کہ جو شخص ناواقف اور ناداں ہی خرید و فروخت میں وہ شخص بائع واقف کے ایمان پر بیع دیگر یا اصل لاگت پر خرید کرسکتا ہی اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہی اسواسطے ان دونوں بیعوں کا مدار امانت اور دیانت پر ہی اور ضرور ہی کہ ان میں احتراز خیانت اور شبہ خیانت سے **مسائل** اور اصل لاگت کیساتھ میں شریک ہوگی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی کی اور اسیطرح ڈوریں بٹوائی کی مزدوری اور غلے میں باربرداری کی **ف** اور بھیڑ بکریوں کے ہانکنے کی مزدوری اور شوربا اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچوائی پانی کی کھیت میں اور نہروں کی صفائی کی اور باغ میں درخت لگانے کی اور گھر کے چونہ کاری کی ان سب چیزوں کی مزدوریاں اصل لاگت میں گنی جاوینگی اسیطرح موتی میں سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی میں دروازہ بنانے کی **درمختار** و **نہایہ** میں اسکا قاعدہ کلیہ یہ لکھا ہی کہ جن مصارف کی لاگت میں ملانے کا دستور ہو تجاروں میں اور اوسکے سبب سے مبیع میں یا قیمت میں زیادتی ہووے تو وہ لاگت میں ملائے جاوینگے **ص** لیکن ان چیزوں کی اجرت اور مزدوری لاگت میں ملائی جاوے تو بائع یوں کہے کہ اتنے داموں کو مجھے یہ چیز پڑی ہی اور یوں نہ کہے کہ اتنے کو میں نے خرید اہی **ف** تاکہ جھوٹ نہو جاوے اور جس مکان میں اسباب رکھا ہووے اوسکا کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت میں داخل نہوگی **ہدایہ** **ص** تو اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ میں خیانت کی تو اوسکو اختیار ہی چاہے اون داموں پر جو مشتری اول نے بیان کیے ہیں خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ میں اگر خیانت معلوم ہوئی تو جسقدر مشتری اول نے خیانت کی رو سے اصل لاگت پر دام بڑھائے ہوں کاٹ کر باقی دام دیدیوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں کاٹ لیوے اور امام محمد کے نزدیک دونوں صورتوں میں چاہے مشتری اول کے بتائے داموں پر لیوے یا پھیر دیوے **ف** اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہی **ص** اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اوسکو جن داموں سے بیچا تھا اوس سے کم کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو مقدار نفع اول کو اصل لاگت سے مجرا کرلے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شی مفت پڑ جاوے تو اب اوسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے مثلاً ایک گھوڑا دس روپے کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا اور پھر دس کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے کہ مجکو پانچ روپے کو پڑا ہی اور اگر دس روپے کو خریدا اور بیس کو بیچا اور پھر دس کو خریدا تو اب اوسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح بیچ ڈالے برخلاف صاحبین کے کہ اونکے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہی **ف** اور صاحبین کا قول خلق پر آسان ہی اور امام کا قول مضبوط تر ہی تو جس قول پر چاہے عمل کرے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہی **ص** اگر اوس غلام نے جسکو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہی اگرچہ وہ غلام قرضدار ہو بقدر اپنی قیمت کے ایک کپڑا خریدا دس روپے کو اور مولی نے اوس سے پندرہ کو خریدا تو مولی اگر اوس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہیے کہ اصل جمع دس روپے بتلاوے اور ایسا ہی اوسکا اولٹا یعنی اگر مولی دس روپے کو کپڑا لیکر اوسی غلام کے ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے **ف** اور دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہی اور قرضدار غلام

مین جبکہ صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہوگا تو بطریق اولی مولی کو یا غلام کو وہی دام بتلانا پڑین گے جس دامون مولی یا غلام نے
اوس شی کو لیا ہی یعنی دس روپئے ان دونون صورتون مین **ص** اور اگر مضارب کے پاس دس روپئے تھے مثلاً آدھے نفع کے
قرارداد پر اور دس روپئے کے بدلے مین مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپئے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال
اب اوسکو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ قیمت کپڑے کی بتاوے **ف** اسواسطے کہ نصف نفع یعنی ڈھائی روپیہ ملک ہی
صاحب مال کی اور اسیطرح اوسکے اولٹے مین حکم ہی یعنی جبکہ صاحب مال (پندرہ ۱۲) بائع ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اسکا کتاب
المضاربۃ مین آویگا **ص** اگر لونڈی خریدی صحیح و سالم اور مشتری کے پاس آنکر کانی ہو گئی **ف** کسی آفت سماوی سے **ص**
یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اوس سے جماع کیا اور پھر اب بیچتا ہی اوسکو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کر دے اور اوسکا
بیان ضرور نہین کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آنکر کانی ہو گئی یا اس سے مین نے جماع کیا ہی **ف** اور ابو یوسف اور شافعی رح کے
نزدیک بیان اسکا ضرور ہی اور یہی مذہب ہی باقی ایمہ کا فقیہ ابو اللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہین اور اسی کو ترجیح
دیا کمال الدین ابن الہمام نے اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہی **ص** اور اگر مشتری نے خود آنکھ اوسکی پھوڑ دی یا کسی اور نے
اوسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اوس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اوسکا ازالہ بکارت
کیا جماع سے تو ان صورتون مین جسوقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کر دیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خود بخود اوسکو
چوہا کہین سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اوسکا ضرور نہین اور اگر اسکے لپیٹنے اور کھولنے
سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے بیان اوسکا ضرور ہی اگر ایک غلام خریدا ہزار روپئے کو اودھار ایک مدت پر پھر
سو کے نفع پر اوسے فروخت کیا بغیر بیان کے **ف** یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ مین نے ہزار روپئے اودھار کو لیا ہی
ص تو اب مشتری ثانی کو اختیار ہی جب معلوم ہووے اوسکو یہ بات چاہے اوس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھ لیوے **ف** لیکن
اگر رکھ لیگا تو اوسکو گیارہ سو روپئے نقد دینے پڑینگے نہ موجل **ص** تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کر دیا تو اوسکو
گیارہ سو روپئے پورے دینا لازم آوین گے نقد اور یہی حال تولیہ کا ہی **ف** کہ اگر بیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت
اودھار مشتری اول کی معلوم ہو گی تب تو اختیار ہوگا چاہے اوس چیز کو رکھ لیوے اور چاہے واپس کر دیوے اور
اگر بعد بیع کے تلف کرنے کے خیانت مشتری اول پر اطلاع ہو گی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے دینا پڑین گے **ص** اگر زید نے
عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجکو پڑی ہی اوتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہون اور عمرو کو معلوم نہین کہ زید کو کتنے کو یہ چیز
پڑی ہی تو بیع فاسد ہی آخر اگر عمرو کو اوسی مجلس بیع مین معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہی تو اوسکو
اختیار ہوگا چاہے لے (واسطے جہالت ثمن کے ۱۲) چاہے پھیر دیوے **ف** تو اگر مجلس مین بھی حال ثمن کا معلوم نہووے تو بیع باطل
ہو جاوے گی **دُر مختار** **ص** جس چیز کو خریدے تو جب تک اوسپر قبضہ نکر لیوے بیع اوسکی جائز نہین مگر
عقار مین **ف** جاننا چاہیے کہ مبیع دو قسم ہی ایک منقول جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکین جیسے چاندی سونا
برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور ایک غیر منقول جسکی نقل و تحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ
اوسا اوسکو عقار کہتے ہین دلیل اس باب مین وہ روایت ہی جو اخراج کیا اوسکا شیخین اور مالک نے ابن عمر رضی سے کہ نبی صلعم

کوئی غلہ کو یہان تک کہ قبضہ کر لے اوسپر اور طعام وغیرہ منقولات مین سے ہی اور محمد رہ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہین بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا نسائی نے سنن کبری مین حکیم بن حزام رض سے کہ کہا مینے یا رسول اللہ صلوات اللہ علیک مین خرید و فروخت کیا کرتا ہون تو بتا دیجیے کہ کون سی خرید و فروخت حلال ہی اور کون سی حرام ہی تب فرمایا آپنے کہ نہ بیچ تو کسی شی کو یہان تک کہ قبضہ کر لے تو اوسپر اور بھی روایت کیا اوسکو احمد رح نے مسند مین اور ابن حبان نے اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہی یوسف بن ماہک سے انھون نے حکیم بن حزام سے اور اونکے بیچ مین ابن عصمہ نہین ہی اور حاصل یہ ہی کہ مخرجین اس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہین درمیان ابن ماہک اور حکیم کے اور بعضے نہین اور ابن عصمہ ضعیف ہی نہایت درجے کا کہا ابن حزم نے عبداللہ بن عصمہ مجہول ہی اور صحیح کہا انھون نے حدیث کو بروایت یوسف بن ماہک خود حکیم سے اسواسطے کہ اوس نے تصریح کر دی اپنے سماع کی حکیم سے روایت قاسم بن اصبغ مین اور صحیح ہی کہ عبداللہ بن عصمہ ان دونون کے بیچ مین ہی ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور عبداللہ اور ابن قطان نے اوسکو ضعیف کہا اور دونون نے خطا کی اسواسطے کہ یہ عبداللہ بن عصمہ جشمی حجازی ہی اور وہ جو ضعیف ہی عبداللہ بن عصمہ نصیبی ہی یا اور کوئی ہی تو حق یہ ہی کہ یہ حدیث حجت ہی اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین نقل کی زید بن ثابت سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہان تک کہ لیجاوین اوسکو تجار اپنی منزلون تک اور صحیح کہا اوسکو اور تنقیح مین ہی کہ اسناد اسکا جید ہی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہان منقول ہی کیونکہ منقولات کا لیجانا اپنی منزلون تک ممکن ہی نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائی کی عام ہی تو اوسکا جواب امام صاحب دیتے ہین کہ مراد اوس سے بھی شی منقول ہی اسلیے کہ غایت اس نہی سے یہی ہی کہ جبتک مبیع پر قبضہ نہین کیا احتمال ہی اوسکے تلف اور ہلاک ہو جانیکا اور تلف و ہلاک عقار مین نہایت نادر ہی ہاں واسطے اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھن جانے کا ریت سے تو اسوقت مین غیر منقول بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین قبل قبض کے فتح و در مختار **ص** اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو ناپ کر یا تول کر یا گن کر بکتی ہی **ف** جیسے غلہ کہ ناپ کر عرب مین اور حوالی مدراس مین بکتا ہی اور سونا چاندی تول کر بکتا ہی اور اخروٹ وغیرہ گن کر **ص** تو نہ بیچے اوسکو اور نہ کھاوے یہان تک کہ ناپے اوسکو یا تولے یا گنے **ف** اور اگر یون ہی کھاوے گا یا بیع کریگا تو مکروہ تحریمی ہی در مختار **ص** منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع غلہ سے جبتک کہ جاری نہوں اوسمین دو صاع صاع بائع کا اور صاع مشتری کا اور مطلب اسکا یہ ہی کہ بائع مشتری کے سامنے بعد بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہی کہ بائع کا اس صورت مین ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہی اب پھر مشتری کو ضرور نہین ناپنا وغیرہ یہان تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن رکھا ہی تو یہ کافی نہین اگرچہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد بیع کے ناپا لیکن مشتری کی غیبت مین وہ بھی معتبر نہوگا **ف** اور اوس سے وہ چیزین نکل گئین جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریان لگا کر بکتی ہین تو اوسکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اصل اس باب مین روایت ہی ابن ماجہ کی جابر رض سے نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ صَاعُ الْبَائِعِ وَصَاعُ الْمُشْتَرِي یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تا وقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہون ایک صاع بائع کا

ابن عصمہ کی تحقیق میں

اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحاق اور ابن ابی شیبہ اور بزار اور عبد الرزاق نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہی اگرچہ اس حدیث کی اسنادون مین ضعف ہی لیکن بسبب تعدد طرق اور قبول ایمہ کے حجت ہی اور محل حدیث وہ ہی کہ مشتری نے ایک چیز خریدی ناپ یا تول کے اور اب اوسکو بیع کرتا ہی تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت اپنی خرید کے مشتری تھا اور اب بائع ہو گیا یعنی یا وہ صورت ہی جسکو شارح بیان کرتا ہی **ص** ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کر مین گیہون کے مثلاً ایک مدت معین پر تو ہرگاہ مدت گذری تو مسلم الیہ نے ایک کر گیہون کا ایک شخص سے خرید کر کے رب السلم کو حکم کیا کہ قبضہ کر لیوے اوس کر پر پہلے مسلم الیہ کی طرف سے پھر اپنے لیے تو پہلے رب السلم نے اوس گیہون کو مسلم الیہ کے لیے ناپا پھر اپنے لیے ناپا تو جائز ہوگا **ف** اس صورت مین صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے **ص** اور جو چیزین گزون سے ناپ کر بکتی ہین اونکا استعمال بعد قبضے کے قبل ناپ لینے کے درست ہی اور ثمن مین تصرف کرنا **ف** جیسے روپیہ کے بدلے اشرفیان لینا یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کر دینا یا بیچ ڈالنا یا وصیت کرنا ساتھ ثمن کے یا اجارہ دینا **فتح** **ص** قبل اسکے کہ بائع اوسپر قبضہ کیے درست ہی **ف** کیونکہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اوسمین خوف فسخ عقد کا نہین بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ وہ متعین نہین تعین سے بخلاف بیع کے **ھل** ایہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہی کہ کہا مین نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیک مین بیچتا ہون اونٹ نقیع مین تو بیچتا ہون عوض مین دینار کے اور لیتا ہون درہم اور بیچتا ہون عوض مین درہم کے اور لیتا ہون دینار تو فرمایا آپنے نہین ہی حرج اسمین اگر لے نرخ سے اوس دن کے جبتک کہ جدا نہو تم دونون اور تمھارے درمیان مین کوئی معاملہ باقی ہووے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور دارمی نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے **ص** ثمن مین کمی اور زیادتی کرنی درست ہی جبتک بیع قائم ہی یعنی کمی مطلقاً درست ہی اور زیادتی اوس صورت مین جبتک بیع ہلاک نہوئی ہو تو درست ہی **ف** اور بعد ہلاک بیع کے زیادتی ثمن درست نہین اگرچہ ہلاک حکمی ہو اسطرح کہ مشتری نے اوسکو بیچا پھر اوسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا درمختار **ص** اور اسیطرح جائز ہی زیادتی بیع مین **ف** یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے بیع مین کچھ اوپر بڑھاوے تو درست ہی **ص** اور ان صورتون مین کل کا استحقاق ہو جاتا ہی یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھایا تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونون کا مستحق ہو جاتا ہی اور بائع نے اگر بیع بڑھا دی تو مشتری اصل بیع اور زیادتی دونون کا مستحق ہوتا ہی اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اگر بیع درصورت زیادتی یا ثمن درصورت زیادتی کسی شخص کا حق نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لے گا اور اسیطرح بائع کل بیع مع زیادتی کے مشتری سے وصول کریگا **ف** اسواسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا بیع مل جاتی ہی اصل عقد سے گویا عقد اسقدر بیع یا اسقدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپیہ کو چار آم خریدے اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھا دیا تو گویا ایسا سمجھا جاویگا کہ زید نے عمرو سے روپیہ کے پانچ آم خریدے اسی طرح اگر زید نے ایک روپیہ پر چار آنے یا آٹھ آنے بڑھا دیے تو ڈیڑھ روپیہ یا سوا روپیہ اصل ثمن سمجھا جاویگا **ص** اور امام شافعی اور زفر کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علحدہ احسان رہیگا تو اب بعد زیادتی ثمن یا بیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی بیع یا ثمن کے مابقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت مین کم قیمت سے لیگا **ف** یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو روپیہ پر بعد اوسکے زید نے پچیس روپیہ بڑھا دیے یا عمرو نے پچیس روپیہ گھٹا دیے اور بکر کا شفعہ اوس مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول مین صرف

سو ہی روپے کو اور صورت ثانی مین بیع بحصہ کو لے سکتا ہی ص اگر ایک شخص نے کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھ بدلے مین ہزار روپے کے اس شرط پر کہ مین ضامن ہون ثمن مین سے سوا ہزار کے سو روپے کا مثلاً اور اوسنے بیچ ڈالا تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور سو روپے ضامن سے اور اگر اوس نے یہ نہین کہا کہ مین ثمن مین سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون ف یعنی ثمن کی قید اوسنے نہین لگائی ص بلکہ اتنا ہی کہا کہ مین سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور ضامن پر کچھ نہین لازم آتا سوای قرض کے ف قرض وہ عقد مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دیوے جیسے روپے اشرفی غلہ وغیرہ ص اور طرح کا دین ف مثلاً ثمن مبیع ص اسکی مدت معلوم اگر دائن مقرر کر دیگا تو وہ موجل ہو جاویگا یعنی پھر اندرون مدت کے اوسکو مطالبہ نہین ہو سکتا اور قرض کی مدت اگر مقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کر دے تو صحیح نہین یعنی اوسکو لازم نہین کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ نکرسکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا ہی وجہ اوسکی یہ ہی کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہی تو جیسے معیر کو مدت استیفای عاریت کی لازم نہین اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہی کیونکہ اوسپر رد مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیونکہ لازم آتا ہی کہ دراہم کی بیع دراہم سے اودھار ہوا اور یہ مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہی لہذا علمای حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہی زیلعی و نہر مسائل الحاقیہ ایک لڑکے صغیر محجور کو قرض دیا اور اوسنے ہلاک کر دیا تو ضامن نہوگا اور مثل اوسکے مرد بالغ بیہوش ہی شرط زائدہ قرض مین باطل ہین اور اون سے قرض باطل نہین ہوتا روٹی کا قرض لینا اور گوندے ہوے آٹے کا تولکر جائز ہی کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز اور مکروہ ہی درمختار

ص باب ربوا یعنی سود کے بیان مین

ف سود لینا باتفاق امت حرام ہی اور گناہ کبیرہ ہی فرمایا اللہ سبحانہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا ای ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت مین مراد ربوا مال زائد ہی خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین آئیگا ہے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری فرمایا اللہ تعالے نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا اور حلال کیا اللہ تعالی نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع مین زیادہ دینے لینے کو فتح صحیح مسلم مین جابر سے روایت ہی کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور اوسکے لکھنے والے پر اور اوسکے گواہون پر اور فرمایا آپنے کہ سب برابر ہین اور روایت کی امام احمد اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آویگا ایک زمانہ لوگون پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانے والا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا اوسکو پہونچ جاویگی اوسکی بھاپ اور ایک روایت مین گرد اوسکی عبد اللہ بن حنظلہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم سود کا کہ کھاتا ہی اوسکو آدمی جان بوجھکر سخت زیادہ ہی چھتیس ۳۶ زنا سے اخراج کیا اوسکا احمد نے اور دارقطنی نے اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباس سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہی مال حرام سے تو جہنم قریب ہی اوسکے اور روایت کی ابن ماجہ و بیہقی نے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کے تہتر ٹکڑے ہین سب سے کم ایسا ہی جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے اور ابن مسعود سے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہی مال اوس سے لیکن انجام اوسکا نقصان ہی اور احمد و ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج کو آیا مین ایک قوم پر پیٹ انکے مثل گھرون کے ہین اور اوسمین سانپ دکھائی دیتے ہین تو پوچھا
مین نے جبرئیل علیہ السلام سے کون ہین یہ لوگ کہا اونھون نے یہ سود خوار ہین فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اخیر آیت کلام اللہ کی آیت بیاج کی ہی
اور تحقیق حضرت نے وفات کی اور خوب کھول کر بیان نفرمایا بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جسمین شبہ بھی بیاج کا ہو ص
ربوا ایک زیادتی ہی ایک جنس کی دو چیزون مین تول ناپ سے جو خالی ہی عوض سے اور شرط کی گئی ہو واسطے احد المتعاقدین کے ف
یعنی واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے ص معاوضے مین تو ایک جنس کی دو چیزون کے کہنے سے نکل گیا مبادلہ
دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہون کے بسبب مختلف ہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے مین پانچ گز کے اور
خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہون اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہون اور دو سیر جو کے بدلے مین بیچا اسواسطے
کہ یہان اگرچہ ثانی زائد ہی لیکن یہ زیادتی بے عوض کے نہین کیونکہ ہو سکتا ہی کہ سیر بھر جو کے مقابلے مین دو سیر گیہون ہووین اور سیر
بھر گیہون کے عوض مین دو سیر جو اور یہ جو کہا کہ شرط کی گئی ہو احد المتعاقدین کے واسطے اس سے وہ صورت خارج ہو گئی کہ زیادتی کی
شرط شخص ثالث کے لیے ہو تو وہ ربوا نہین شمار کیجاویگی اور معاوضے کی قید اسواسطے لگائی کہ زیادتی اوس عقد مین جو خالی ہو
عوض سے جیسے ہبہ بیاج نہین ہی علت اور شرط ربوا کی دو چیزین ہین ایک یہ کہ دونون چیزین قدری ہون یعنی پیمانے سے
مین ناپ کر یا تول کر بکتی ہون دوسرے یہ کہ اون دونون چیزون کی جنس ایک ہو ف مثلا دونون طرف گیہون ہون یا جو ہو
یا سونا یا چاندی اور اگر وہ چیز ناپ یا تول کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کر کے جیسے ککڑی آم وغیرہ تو اسمین ایک کے بدلے دو دینا
درست ہی یا جنس ایک نہو جیسے جو کے بدلے گیہون یا چانول کے بدلے جو تو اس صورت مین بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاویگا ص
اور شافعی رح کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہی کہ وہ دونون چیزین یا کھانے کی قسم سے ہووین جیسے گیہون چانول یا قیمت جیسے سونا
چاندی اور ایک جنس ہونا اور امام مالک کے نزدیک شرط یہ ہی کہ کھانیکی قسم سے ہو یا قابل رکھ چھوڑنے کے اور جمع کرنیکے ہووے
ف اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا صحاح ستہ والون نے سوا بخاری کے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے اور چاندی کو بدلے مین چاندی کے اور گیہون کو بدلے مین گیہون
کے اور جو کو بدلے مین جو کے اور کھجور کو بدلے مین کھجور کے اور نمک کو بدلے مین نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست
برابر برابر تو جب یہ قسمین مختلف ہووین یعنی گیہون بدلے مین جو کے یا جو بدلے مین نمک کے مثلاً تو بیچو جسطرح چاہو تم لیکن
دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہی اور اسی کو اختیار کیا امام اعظم رح نے
اور دلیل اسکی کتب اصول مین بتفصیل مذکور ہی ص تو جو چیز ناپ یا تول کر بکتی ہی جب بدلے مین اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اوسمین
زیادتی لینا حرام ہی اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہو جیسے چونا اور لوہا چونا کیلی ہے اور لوہا وزنی اور امام شافعی اور مالک رح کے
نزدیک زیادتی انمین حرام نہین ف کہ یہ دونون چیزین کھانے کی نہین ہین لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہی
اسواسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعی اور مالک رح کے نزدیک حرام نہین ص اور برابر برابر بیچنا درست ہی اور جو جنس قدر
شرعی مین داخل نہین جیسے نصف صاع سے کم اونمین بھی زیادتی حرام نہین جیسے بیع ایک مٹھی گیہون کی بدلے مین دو مٹھی
گیہون کے یا ایک انڈے کی بدلے مین دو انڈون کے یا ایک کھجور کی بدلے مین دو کھجور کے اور امام شافعی رح کے نزدیک نہین حلال ہی

کہانیکی چیزون مین بیع ایک مٹھی کی عوض دو مٹھی کے بسبب علت طعم کے اور اسلیے کہ اصل ہمارے نزدیک حلت ہی اور انکے نزدیک حرمت
ف اسواسطے کہ مقادیر مین شرعاً نصف صاع سے کم کا اعتبار نہین البتہ نصف صاع تک کا اعتبار ہی صدقہ فطر وغیرہ مین
تو جو اوس سے کم ہی اوسمین زیادتی حرام نہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے ص تو جہان پر قدر و جنس دونون موجود ہین وہان زیادہ
لینا اور اودھار بیچنا دونون حرام ہین جیسے ایک صاع گیہون کو بدلے مین دو صاع گیہون کے بیچے یا ایک صاع گیہون کو بدلے مین ایک صاع کے
بیچے ایکطرف اودھار یا دونون طرف اودھار سے اور جہان پر نہ قدر ہی نہ جنس وہان دونون باتین درست ہین ف مثلاً ایک آم
آمون کو بدلے مین دو خربوزون کے بیچے یا دو آمون کے بدلے مین دو خربوزونکی ایک طرف اودھار کرکے یا دونون طرف اودھار کرکے ص
اور جہان پر فقط قدر ہی یا فقط جنس تو وہان زیادتی درست ہی لیکن اودھار بیچنا درست ہی جیسے ایک صاع گیہون کی بیع ساتھ دو صاع
جو کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھہ گز ہراتی کپڑے کے بدلے مین تو یہ بیع نقد درست ہی اور اودھار درست نہین آور امام
شافعی رح کے نزدیک فقط اتحاد جنس مین قرض بیچنا حرام نہین ف پہلی صورت مین صرف قدر ہی اور دوسری صورت مین صرف
اتحاد جنس اور دلیل اسکی شرح وقایہ مین مذکور ہی ص اور جو اور گیہون اور کہجور اور نمک ہمیشہ کیلی رہینگے اور چاندی سونا وزنی اگرچہ
لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیوین ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گیہون کہجور نمک کو کیلی قرار دیا
اور چاندی سونے کو وزنی تو لوگون نے اگر گیہون کو تول کر بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونیکو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیے
جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چھہ چیزون کے باقی چیزین
لوگونکی عادت کے موافق رکھی جاوینگی ف یعنی اگر لوگ اوسکو ناپ کر بیچتے ہین تو کیلی گنی جاوینگی اور جو تول کے بیچتے ہین تو وزنی
ص تو بیع گیہون کی گیہون کے ساتھ برابر تول کر جائز نہین ف اسواسطے کہ اصل مین وہ کیلی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونے
وزن کے کیل مین فرق ہو اس صورت مین ربوا ہو جاویگا ص اور سونے کی سونیکے ساتھ برابر ناپ کر جائز نہین ف
اسواسطے کہ وہ اصل مین وزنی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونیکے ناپ مین وزن مین تفاوت نکلے تو ربوا ہو جاویگا ص
جیسے جائز نہین بیع ان چیزونکی ڈھیر لگاکر ف اسواسطے کہ اسمین احتمال زیادتی کا ہی ص اور ان چیزون مین وقت عقد کے
معین کر دینا مبیع کا ضرور ہی یہ ضرور نہین کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کرلین ف یعنی اگر گیہون کے بدلے مین
گیہون بیچے جاوین تو دونون کو معین کر دینا مجلس عقد مین ضرور ہی یہ لازم نہین کہ اوسی وقت ہر ایک شخص اپنی اپنی عوض پر قبضہ
بھی کرلین ص البتہ عقد صرف مین قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد مین ضرور ہی ف یعنی اگر بیع اور ثمن دونون ثمن کی چیزین ہین
مثلاً روپیہ اشرفی ہون یا چاندی سونا تو اس صورت مین مجلس عقد مین بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہی ف اور بیان
اسکا باب الصرف مین آویگا ص اور شافعی رح کے نزدیک جب طعام کی بیع ہووے تو قبضہ کرنا دونون طرف کے عوضین پر مجلس عقد مین
ضرور ہی ف شافعی رح کی دلیل وہی حدیث عبادہ بن صامت ہی جسمین دست بدست مذکور ہی یعنی یداً بید امام اعظم رح
کہتے ہین کہ معنی اوسکے عیناً بعین ہین جیسا کہ روایت مسلم اور شافعی مین ہی باقی تفصیل دلائل اور فتح القدیر مین ہی ص بیع
ایک پیسہ معین کی بدلے مین دو پیسے معین کے جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین ف اسواسطے کہ امام محمد رح کے نزدیک
پیسے چلن والے ثمن مین داخل ہین اور ہماری دلیل اصل مین مذکور ہی لیکن محتاط قول امام محمد رح کا ہی ص اور درست ہی بیع گوشت کی

ساتھہ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اوسی جانور کی جنس سے ہووے **ف** مثلاً گای کا گوشت گاے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جسطرح سے کہ ہو کم و بیش بشرط تعیین کے البتہ اودھار درست نہین ہی **ح** مختار **ص** اور امام محمد رح کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہی اوسی جانور کے بدلے مین بیع ہی تو ضرور ہی کہ گوشت زائد ہو وسقدر گوشت سے جتنا اوس حیوان مین نکلے تا کہ گوشت مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلے اوجھڑی پھوتی وغیرہ کے اور نزدیک شیخین رح کے مطلقاً جائز ہی اسلیے کہ یہ بیع موزون کی ہی عوض غیر موزون کی **ف** اور امام شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز نہین بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا مالک رح نے موطا مین اور ابو داود نے مراسیل مین سعید بن المسیب سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع گوشت کی بدلے مین حیوان کے اور ایک روایت مین یہ ہی کہ بیع سے زندہ کی بدلے مین بیجان کے اور مراسیل سعید کے بالاتفاق مقبول ہین اور روایت کی ابن خزیمہ نے سمرہ سے مانند اسکے بروایت حسن عن سمرہ اور کہا بیہقی نے اسناد اوسکی صحیح ہی اور جس شخص نے سماع حسن کا سمرہ سے ثابت کیا ہی اوسکے نزدیک یہ حدیث موصول ہی اور جس نے نہین ثابت کیا اوسکے نزدیک مرسل ہی جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی مین ہی کہ بیع گوشت کی ساتھہ حیوان کے نکرے واللہ اعلم **ص** اور جائز ہی بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھہ ناپ سے اور بیع رطب کی ساتھہ رطب کے اور ساتھہ تمر کے **ف** رطب کہتے ہین تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے مین رطب کے اور اسیطرح رطب کی بدلے مین تمر کے برابر درست ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی رح کے نزدیک رطب کی بیع ساتھہ تمر کے درست نہین اسواسطے کہ رطب سوکھہ کے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہی کہ مروی ہی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے مین تمر کے تو فرمایا آپ نے کیا کم ہو جاتا ہی تر خرما سوکھہ کر کہا انھون نے ہان تو منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو پانچون **ف** عالمون نے اور صحیح کہا اوسکو ابن المدینی اور ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ رطب بھی تمر مین داخل ہی بدلیل اوس حدیث کے جو ہدایہ مین ہی کہ ہدیۃً بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپ نے کیا کل تمر خیبر کے اسیطرح ہین اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہی اور یہ حدیث بخاری و مسلم مین بروایت ابو سعید خدری موجود ہی لیکن اوسمین رطب کا لفظ نہین البتہ روایت کی حاکم اور بیہقی اور طحاوی نے سعد سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھہ رطب کے اودھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ مطلق بیع رطب کی ساتھہ تمر کے ممانعت نہین صرف اودھار ممنوع ہی اور یہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بھی ثابت ہی **حکایت** ہی کہ امام ابو حنیفہ رح جب بغداد مین داخل ہوے اور وہان کے لوگ اس مسئلے مین امام صاحب پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت خبر کے تو اہل حدیث نے سوال کیا اون سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو امام نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہین یا رطب تمر ہی یا تمر نہین ہی اگر تمر ہی تو عقد جائز ہی بدلیل حدیث التمر بالتمر کے اور اگر تمر نہین ہی تو بھی عقد جائز ہی بدلیل آخر حدیث کے اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعد کی وارد کی امام اعظم رح نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہی اور اوسکی حدیث مقبول نہین تو حیران ہو گئے سب علما اور نہ رد کر سکے حجت کو امام کی و تمامہ فی فتح القدیر **ص** اور درست ہی بیع انگور تر کی بدلے مین انگور خشک کے جیسے جائز ہی بیع تر یا بھگوئے

ف یعنی ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ اور احمد نے ۱۲

ہوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے اور اسیطرح جائز ہے بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے برابر
ف اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمدؒ کے درمختار ص اور جائز ہے بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھ دوسرے
حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی ف یعنی گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس
ایک جنس ہین اور اسیطرح بھیڑ بکری ہی تو انمین زیادتی کمی درست نہین ہدایہ ص اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے
دودھ کے عوض مین کم و بیش بیچنا درست ہے ف بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمین تفاضل جائز نہین کیونکہ دونون ایک
جنس ہین طحطاوی ص اور اسی طرح ناقص کھجور کے سرکے کی بیع عوض سرکہ انگوری کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دُنبے کی چکتی کے
یا گوشت کی کمی و بیشی کے ساتھ درست ہے ف ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہے چونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہے اسواسطے یہ لفظ کہا
ص اور اسیطرح درست ہے روٹی کی بیع ف اگرچہ گیہون کی ہو درمختار ص عوض مین گیہون کے اور آٹے کے کمی بیشی سے اگرچہ
ایک جانب اودھار ہووے اسی پر فتوی ہے اسواسطے کہ روٹی عددی ہے اور جو اودھار ہو اور گیہون اور آٹا نقد ہو جب بھی جائز ہے امام ابو یوسفؒ
کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ف اور امام ابوحنیفہ ؒنے فرمایا کہ بہتر نہین ہے اور یہی محتاط ہے ص اور نہین جائز ہے بیع جید کی ساتھ
ردی کے اموال ربویہ مین سے مگر مساوی اور اسیطرح بیع گدر کھجور کی یعنی بُسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید
کہتے ہین عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہین خراب کو جیسے گیہون بعض عمدہ ہوتے ہین اور بعض خراب یا کھجور کہ جید اور ردی سب قسم
کی ہوتی ہے تو یہ نہین جائز ہے جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ لیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث ہدایہ مین ہے جیدہا
وردیہا سواء یعنی جید اور ردی ان چیزون مین سے سب برابر ہین کہا زیلعی نے غریب ہے اس لفظ سے لیکن معنی
اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہین ص اور اسیطرح جائز نہین بیع گیہون کی ساتھ ستو کے یا گیہون کی
ساتھ آٹے کے یا آٹے کی ساتھ ستو کے نہ برابر برابر نہ کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزین ناپ کر بکتی ہین اور ناپ مین انکی زیادتی کمی کا احتمال ہے
کیونکہ گیہون زیادہ سماوینگے بہ نسبت آٹے کے ص اور جائز نہین بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تل کے تیل کے
یہانتک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اوس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہے عوض مین کھلی
ہو جاوے اور روئی کا سوت لینا تو اگر جائز ہے لیکن جائز نہین امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بالکل جائز
نہین نہ وزن سے اور نہ گنتی سے اور محمدؒ کے نزدیک دونون طرح درست ہے ص مالک اور غلام مین سود نہین متحقق ہوتا اسواسطے کہ غلام
مع اوسکے مال کے ملک ہے مولا کی ف یہ صورت جب ہے کہ عبد ماذون ہو اور اوسپر قرض نہ ہووے اور اگر اوسپر قرض ہے تو زیادتی
کمی سود گنی جاویگی ہدایہ ص اور نہ مسلمان اور حربی مین دار الحرب مین سود ثابت نہین ہوتا ف اور دار الاسلام مین
سود ہوتا ہے اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہے تو لینا اوسکا جسطرح ممکن ہو جائز ہے ایسا ہی ہے اصل مین اور اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ یہ صورت جب درست ہے کہ زیادتی مسلمان کے لیے ہووے لیکن جواب مسائل عام ہے اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے اور ائمہ
باقیہ کے نزدیک درست نہین کیونکہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہین اور امام صاحب کی دلیل وہ ہے جو فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہے ربوا درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب مین اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت
کیا اوسکو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے نہین ہے ربوا درمیان مین اہل حرب کے اور گمان

کرتا ہون کہ کہا ابن ہمام نے اور دو بیان مین اہل اسلام کے کہا شافعی نے کہ یہ حدیث ثابت نہین ہو اور نہین حجت ہو اسنادکی اس حدیث کی بیہقی نے معرفہ مین مبسوطین ہو کہ یہ حدیث مرسل ہو اور مکحول ثقہ ہو اور مرسل ثقہ کی مقبول ہو اور دوسری دلیل یہ ہو کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبرؓ نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کردیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہووے تو صدیق اکبرؓ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لیا اور یہ بعینہ قمار ہو اور مکہ اوسوقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہو کہ مال اہل حرب مباح ہو بشرطیکہ انہون نے عہد شکنی کیا اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہو نہ مال مباح مین اور علماے مذہب نے نصوص مین لازم کیا ہو کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہو کہ زیادتی مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہو انتہی ما قال الشیخ ابن الہمام ملخصا

ص باب اون حقوق کے بیان مین جو بیع مین داخل ہوجاتے ہین اور جو داخل نہین ہوتے

ف حقوق جمع ہو حق کی اور اصطلاح فقہ مین وہ ہو جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر مبیع کے سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ زمین مین ص داخل ہوجاتی ہو دار کی بیع مین علاوہ عمارت اوسکی اور مفاتیح ف مراد مفاتیح سے وہ ہین جو اغلاق سے متصل رہین کبھی جدا نہووین جیسے ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کے ہون قفل یعنی قفل اور اوسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور اغلاق جمع ہو غلق کی اور غلق کو فارسی مین کلیدانہ اور بند در کہتے ہین یعنی لوہے کا آلہ جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہو دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اوسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے بیلن اور عرب اوسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہین غایۃ الاوطار ص اور بالاخانہ اور پاخانہ اور نہین داخل ہوتا ہو دار کی بیع مین ظلہ ف بضم ظاے معجمہ اور تشدید لام کے اوس چھجے کو کہتے ہین جو دروازے پر ہوتا ہو اور صاحب خضر سے منقول ہو کہ ظلہ وہ ہو کہ ایک طرف اوسکی کڑیون کا اس دار پر ہووے اور دوسرا کنارہ ہمسایہ کے گھر کی دیوار پر ہووے در مختار مین ہو کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اوسکا دروازہ اندر سے مکان کے ہووے تو دار کی بیع مین داخل ہوگا بالاخانے کے مانند فائدہ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین ہو کہ یہان تین چیزین ہین اونکی شناخت ضرور ہو بیت منزل دار بیت وہ ہو جسکی ایک چھت ہووے اور شب باشی کے واسطے بنا ہووے اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہو اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہو یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین رات دن آدمی رہین اور اوسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اوسمین صحن بے چھت نہو اور اوسمین اصطبل نہو اور دار نام ہو اوس احاطے کا جسکے گرد حدود ہون اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل اور بے چھت کے آنگن پر مشتمل ہو ص مگر اوس صورت مین جب بیع ہوئی بکل حق ہو لہا یا بمرافقہا یا بکل قلیل و کثیر ہو منہا او فیہا ہووے ف یعنی اگر بائع نے عقد بیع مین یہ الفاظ بڑھا دیے تو ظلہ بھی داخل ہوجاویگا معنی اسکے یہ ہین کہ بیع کیا مین نے دار کو ساتھہ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہو یا ساتھہ منافع اور حقوق اوسکے یا ساتھہ ہر قلیل اور کثیر کے کہ وہ اوس دار سے ہو یا دار مین ہو ص اور زمین کی بیع مین اشجار یعنی درخت اوسکے داخل ہووینگے اور کھیتی داخل نہوگا ف وجہ اسکی یہ ہو کہ اشجار متصل ہین زمین سے باتصال قرار یعنی اسواسطے نہین بوئے گئے کہ پھر وہ اوکھاڑے

جاوین یا جبکہ لگے جاوین برخلاف کھیتی کے اور ضابطہ اس بات کا یہ ہی کہ جو چیز ایسی ہو کہ بیع کا اسم اوسکو شامل ہو عرف مین یا
متصل ہو بیع سے باتصال قرار یعنی جدا کرنے کے لیے نہو تو وہ بیع مین داخل ہوجاویگی ورنہ نہین جیسے زینہ اینٹ چونہ کا
اور سنگ یا مٹی کا جو لگا ہوا ہووے اور زنجیرین اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہووین دار کی بیع مین داخل ہون گی اور
جو کاٹھ کا زینہ الگ گھر مین رکھا ہو تو وہ داخل نہوگا کذا فی رد المحتار وتاتارخانیہ ص اور اس قاعدے کی راہ سے جو اوکھلی گھر مین
پتھر کی گڑی ہوئی ہی گھر کی بیع مین داخل ہوگی اور اسیطرح ڈنڈا اوسکا از روی استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے
کا پاٹ از روی قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہی (اسلیے کہ وہ تابع اوسکا ہی) ص اور نہین داخل ہوتے پھل لگے ہوے درخت کے
درخت کی بیع مین مگر اگر خریدار شرط کر لیوے ف اسواسطے کہ روایت کی ایمہ ستہ نے عبد اللہ بن عمرؓ سے کہ جو شخص بیچے ایک
غلام مالدار کو تو مال اوسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کر لے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی کو تو پھل اوسکا واسطے
بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کر لے خریدار اور امام محمدؒ نے روایت کی اصل مین کہ جو ایسی زمین خرید کرے جسمین کھجور کے درخت ہین تو
پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ شرط کر لے خریدار ص چند کہ زمین کی یا درخت کی بیع مین بائع یہ کہدے کہ بعت بحقوقہ
او بمرافقہ ف یا بکل قلیل وکثیر ہو لہ فیہا او منہا من حقوقہا یا کہے من مرافقہا ہدایہ ص مع
یعنی کھیت اور پھل داخل نہون گے ف اسواسطے کہ یہ چیزین حقوق اور منافع نہین ہین البتہ اگر یہ کہیگا کہ بعتہ بکل
قلیل وکثیر ہو لہ منہا او فیہا تو یہ چیزین داخل ہوجاوین گی اسواسطے کہ اس صورت مین بائع نے تصریح مرافق اور منافع
کی نہین کی ہدایہ ص اور بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بکل حق ہو لہ کہے اور نہ منزل کی بیع مین
مگر جب کہ منزل کی بیع مین بکل حق ہو لہ کہدے گا تو بالاخانہ داخل ہوجاوے گا اور دار کی بیع مین داخل ہوگا اگرچہ بکل
حق ہو لہ نکہے ف اسواسطے کہ بالاخانہ ایک جدا بیت ہی اور شی اپنے ہمسر کو نہین شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ در
صورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہی بالاخانے کو جیسا اوسکی تعریف سے معلوم ہو چکا ص جیسے داخل نہین راہ اور مسیل
اور شرب بیع مین البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کر دیگا تو یہ چیزین داخل ہوجاوین گی اور اجارے مین ہر طرح خواہ ذکر
کرے یا نکرے داخل ہون گی ف راہ سے وہ راہ مراد ہی جو طریق خاص انسان کی ملک مین ہی لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذ
کی طرف ہو یا شارع عام کی طرف ہو وہ داخل بیع کے ہی چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی اور گھر کی راہ کا عرض اوس
گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہی اور طول اوسکا شارع عام تک ہی چنانچہ قہستانی مین ہی اور مسیل وہ مکان ہی
جسمین بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہی اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہی پانی لینے کے حصے سے کذا فی الطحطاوی
ص وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ منعقد ہوتا ہی منفعت پر اور بدون ان چیزون کے منفعت متصور نہین اور بیع سے ملک عین
شی مقصود ہوتی ہی تو ممکن ہی کہ غرض مشتری کی پھر بیچنا اوس شی کی ہو نہ انتفاع ف کیونکہ ملک رقبہ مین کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہین مسائل
الحاقیہ گھر کی بیع مین کنوان جو اوس گھر مین ہو اور اوسکی گھڑنی اور جو تخت زمین مین گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے
اندر ہووے داخل ہی اور ڈول رسی کوئین کی داخل نہین اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین جو دیوارون مین وصل ہین (یعنی گڑی ہوی ہین)
نہ کاٹھ یعنی بڑے پیالے اور دھوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور رنگشالون کے تغار اور تیلیون کی مٹھورا اور شکے

اور دو ہیون کا پٹرا جو کہ بوٹرے کوٹ کر صاف کرتے ہیں زمین کی بیع میں داخل نہیں اور گدھے کی بیع میں اوسکا پالان داخل ہے
اگر گدھے کو دہقانی سے یا دیہاتیوں سے خریدا ہو اور جوتا جو لنگے خریدیگا تو داخل نہوگا البتہ رسی جو اوسکے گلے میں بندھی
ہوتی ہے داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہے اور جھول بغیر شرط کے داخل نہیں اور گھوڑے
کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں نکیل داخل ہے اور گائے کا شیر خوار بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی
بیع میں اوسکا بچہ داخل نہیں اگرچہ شیر خوار ہووے اور اگر انگور کے درختونکو خرید کیا تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی میخون
میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور اسیطرح وہ تھونیان جو ایکطرف سے زمین میں گڑی ہیں اور جتنی چیزین تبعاً داخل بیع
انکے مقابل کچھ ثمن نہوگا تو اگر وہ تلف ہو جاویگا قبل ادائے ثمن کے اس صورت میں ثمن کچھ ساقط نہوگا جیسے بیع میں اشیا
داخل ہوتے ہیں بالتبع اسیطرح سے چند چیزین بے لگائے ہوے نکل بھی جاتی ہیں جیسے قریہ کی بیع سے راہین اور مسیلے
اور شہر پناہ انتہی ملتقطاً من الدر المختار والفتح والعالمگیریہ

باب استحقاق کے بیان میں یعنی بیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان میں

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ بیع بائع کی ملک نتھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی
خریدی کی بعد خرید کے مشتری پاس آنکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو زید صرف
لونڈی کو لے لیگا ولد کو نہین لے سکتا اور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہوں سے ثابت کر دی تو اس
صورت مین یہ لونڈی اور ولد دونون لے سکتا ہے ف فرق کی وجہ اصل کتاب اور ہدایہ اور درمختار مین مذکور ہے خلاصہ
اوسکا یہ ہے کہ بینہ حجت مطلقہ ہے اور اقرار حجت قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت دفع ہو جاتی ہے ساتھ ثبوت ملک مقر لہا کے بعد
انفصال ولد کے برخلاف صورت اول کے ص ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خریدلے کیونکہ مین غلام ہون اور اوسنے
خریدا بعد خریدنے کے وہ غلام آزاد نکلا اور اوسکے بائع کا پتا نہین اس صورت مین مشتری ضمان ثمن اوس شخص سے جسنے اپنے
تئین غلام کہا تھا لے لیگا ف اور امام ابو یوسف رحمہ کے نزدیک اوسپر ضمان نہین اور اگر بائع کا نشان و پتا موجود ہے تو مشتری
رجوع ثمن اوسی بائع پر کریگا نہ غلام پر درمختار ص اور وہ شخص بائع سے لیگا جب اوسکو پاویگا بخلاف رہن کے
اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکھ لے کہ مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہوگا
برابر ہے کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہو اسلیے کہ رہن عقد معاوضہ نہین پس نہوگا آمر ضامن اوسکی سلامتی کا اگر ایک شخص نے
دعوی کیا ایک حق مجہول کا ایک دار مین اور مدعی علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کر لی بعد اسکے اس دار مین سے کچھ حصہ کسی شخص
غیر کا مملوک نکلا تو اس صورت مین مدعی علیہ مدعی پر کچھ رجوع نکریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہ سکتا ہے کہ میرا حق اس حصہ مستحق
کے سوا تھا اور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت مین البتہ مدعی علیہ نے جو روپیہ صلحاً مدعی کو دیا ہے سب پھیر لیگا اور
مسئلے سے یہ مسئلہ سمجھا گیا کہ صلح دعوی مجہول سے جائز ہے اوپر مال معلوم کے اسواسطے کہ جہالت اوس چیز مین ہے جو ساقط
ہو جاویگی اور یہ جہالت اسقاط حق مین موجب منازعت نہین ہے اور بعض فتاوی سے منقول ہے کہ صلح نہین صحیح ہے مگر جب
دعوی صحیح ہووے تو اس مسئلے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہو گئی اسواسطے کہ دعوی حق مجہول کا غیر صحیح ہے

اور بہت سے مسائل ذخیرے کے دلالت کرتے ہیں اس روایت کی صحت پر مسئلہ اگر مدعی نے دعوی کل کا کیا اور مدعی علیہ نے کچھ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اوسکے دعا کر لیا مگر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعی علیہ بقدر حصہ اوسکے مدعی سے پھیر لیوے **ف** مثلاً آدھے دار کی صورت مین آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت مین پاؤ روپیہ پھیر لیوے **ص** اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بے اذن اوسکے بیچ کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہے چاہے بیع کو فسخ کرے یا جائز رکھے مگر جائز رکھنا اوس صورت مین ہے اگر بائع اور مشتری حاضر اور مبیع باقی ہو اور اسیطرح اگر ثمن عوض ہو تو اوسکا بھی باقی ہونا ضرور ہے **ف** عوض وہ چیزین ہین جو متعین ہو جاتی ہین عقود مین جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اوسکے دین ہے جو متعین نہین ہوتی ہین جیسے درم دینار یا جو چیزین کیلی وزنی ہین **ص** تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن ملک مالک کی ہوجاتی اور بائع کے ہاتھ مین وہ امانت تھی اور بائع کو بھی حق فسخ پہونچتا ہے قبل مالک کی اجازت کے واسطے دفع ضرر کے اپنے نفس سے کیونکہ حقوق عقد کے راجع ہین اوسکی طرف **ف** اسواسطے کہ بائع یہان فضولی ہے اور ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے دفع ضرر کیلیے عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت نکاح کے نہین کر سکتا کیونکہ یہان حقوق بیع رجوع کرتے ہین طرف عاقد کے اور عاقد فضولی ہے اور نکاح مین حقوق نکاح رجوع کرتے ہین طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہے **ص** اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کر کے لے گیا اور اوسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا اب اصل مالک کو خبر ہوئی اور اوسنے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت مین مشتری کا عتق نافذ ہو جاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک نافذ نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین عتق ہے اوس غلام لونڈی مین جسکا مالک نہین آدمی **ف** روایت کیا اوسکو ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ذیلعی اور شیخین کی دلیل اصل مین مذکور ہے **ص** اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اس صورت مین بیع ثانی جائز نہوگی اسواسطے کہ اجازت سے ملک منقطع ثابت ہوتی ہے مشتری اول کے لیے جب وہ ملک موقوف مشتری ثانی پر طاری ہووے تو اوسکو باطل کیا اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو ارش یعنی قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملیگی اسلیے کہ ملک ثابت ہوئی مشتری کے لیے وقت خریداری سے تو یہ قطع ید ملک مشتری مین ہوا پس ارش کا وہی مالک ہوگا اور مشتری کو چاہیے کہ قیمت ہاتھ کی اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہووے تو اوسکو فقیرون پر خیرات کر دیوے اسلیے زیادتی مین شبہ عدم ملک ہے **ف** مطلب یہ ہے کہ غلام کا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اوسکے مالک کو تاوان مین دینا پڑتی ہے اسلیے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے مین نصف دیت لازم ہوتی ہے تو اس صورت مین اگر قیمت یعنی نرخ بازار اوس غلام کا زائد اوس ثمن سے نکلا جسکے عوض مین مشتری نے غاصب سے وہ غلام خرید اہے تو نصف قیمت بھی اوسکی نصف ثمن سے زائد ہوگی تو جسقدر زیادہ ہووے اوتنی کو مشتری تصدق کر دیوے فقیرون پر **ص** اگر زید نے عمرو کا غلام بدون اوسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گذرانے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجکو اجازت بیع کی نہین دی یا گواہون سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنی عمرو نے اقرار کیا تھا کہ مین نے زید کو اجازت بیع کی نہین دی تو ان گواہون سے بکر کا مقصود یہ ہے کہ بیع کو باطل ثابت کر کے غلام

رکھکر دوسرے عمرو پر توبیہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ یہ دعوی بکر کا متناقض ہی کیونکہ اوسنے جب اقدام کیا تھا غلام کی خرید پر تو اوس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہی اور اب یہ کہتا ہی کہ اجازت نہین ہوئی ہان البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ مجکو مالک کی اجازت نتھی تو بیع مردود ہوجاوے گی اگر مشتری طلب کریگا رد بیع کو اسواسطے کہ تناقض مانع ہی صحت دعوی کا اور نہین منع کرتا صحت اقرار کو **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بھی اگرچہ دعوے مین تناقض ہی لیکن تناقض مانع صحت اقرار مدعی علیہ نہین ہی تو مشتری کو ہوسکتا ہی کہ بائع کی موافقت کرے اور ہمارے بیع کو رد کردیوے

ص باب سلم کے بیان مین

ف بیع سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنے قول اللہ تعالی کا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ الآیۃ حمل کیا اسکو عبداللہ بن عباس رضنے اوپر بیع سلم کے روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور صحیح کہا اوسکو اوپر شرط بخاری و مسلم کے کہ کہا ابن عباس رضنے شہادت دیتا ہون مین اس بات کی کہ اللہ تعالی نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا اوسکا اسی آیت سے اور بھی اخراج کیا اوسکا شافعی رح نے مسند مین اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے عبداللہ بن عباس رضسے کہا کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے مین اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنے بیع سلم کرتے تھے میوون مین برس کی اور دو برس کی تو فرمایا آپ نے جو شخص سلف کرے تم مین سے کسی میوے مین تو چاہیے کہ سلف کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین مین ایک مدت معین تک اور بہت سے آثار و احادیث اسکی اباحت پر دلالت کرتے ہین **ص** سلم کہتے ہین بیع کو ایک شی کی اس طور پر کہ مبیع دین ہوجاوے بائع پر اور قیمت نقد دیجاوے ساتھ شرائط معتبرہ کے **ف** اور سلف بھی اسی کو کہتے ہین **ص** تو مبیع کو مُسلَم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مُسلَم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہین اور صحیح ہی سلم ہر اوس چیز مین جسکی قدر اور صفت معلوم ہوسکے بیان کردینے سے **ف** اور جن چیزونکی صفت اور مقدار بیان سے معلوم نہوسکے تو اونمین سلم جائز نہین جیسے وہ چیزین کہ عددی ہین متفاوت جیسے خربزہ کدو وغیرہ **ص** جیسے وہ چیزین کہ ناپ کرسکتی ہین پیمانے مین **ف** مثلاً گیہون چانول آٹا غلہ وغیرہ **ص** یا تول کرسوا سونے چاندی کے **ف** یعنی ثمن ہون ثمن نہ ہون مثمن اوس چیز کو کہتے ہین جو عوض مین ثمن کے آوے اور ثمن کی قید سے روپیہ اشرفی درہم دینار نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تول کرسکتے ہین لیکن چونکہ ثمن ہین خلقتاً اور عرفاً اور مثمن نہین ہوسکتے اسواسطے سلم اونمین جائز نہین **ص** یا گز کی گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جب کہ اوسکا طول و عرض اور سنگینی اور صفت بیان کردیوے یا شمار سے اون چیزون مین جو قریب قریب یکسی ہوتی ہین **ف** یعنی چھٹائی اور بڑائی مین اونکے بہت فرق نہین ہوتا **ص** جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی پکی اینٹ ایک سانچے سے بنی ہوئی **ف** زرد آلو انجیر بھی انھین مین داخل ہین و ترتحم نا **ص** اور صحیح ہی سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی مین اور تازی مچھلی مین بھی جب اوسکا موسم ہو **ف** نہ موسم تازی مچھلی مین سلم درست نہین مگر اوس شہر مین جہان ہمیشہ بکتی ہو **ص** تول سے اور قسم معلوم سے **ف** جیسے ... وغیرہ **ص** اور جائز ہی سلم طشت اور کلانسے اور موزون مین اگر انکی پہچان بیان ہوسکے ورنہ نہین جائز ہی **ف** اور

اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ ص اور نہین جائز ہی سلم اوس چیز مین جسکا قدر و وصف معلوم نہو مثل حیوانات کے ف اور
امام شافعی رحمہ کے نزدیک جائز ہی کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہی بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت کے اور ہم کہتے ہین
کہ بعد بیان ان سب باتون کے بھی اوسمین تفاوت فاحش رہتا ہی دوسرے یہ کہ مذہب شافعی رح کا صریح مخالف حدیث کے ہی روایت
کی حاکم نے مستدرک مین اور دار قطنی نے سنن مین ابن عباس رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے حیوان مین
کہا حاکم نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص اور نہ سیہ کی لکڑیا ن
مین اور نہ کھالون مین شمار کی روسے اور نہ لکڑی کے گٹھون مین اور نہ ترکاریون کی گڈیون مین واسطے تفاوت بہت کے
پس اگر بیان کیا جاوے طول بندھن گٹھون کا تو جائز ہوگا اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ف جیسے موتی لولو
وغیرہ ص اور نہ ساتھ ایک صاع معین یا گز معین کے کہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے ف اسواسطے کہ احتمال ہی کہ وہ صاع
یا گز تلف ہو جاوے وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوگی ص اور نہ کسی خاص گانون کے گیہون پر یا کسی خاص درخت کی کھجور
پر ف اسواسطے کہ احتمال ہی کہ اس سال اوس قریے مین کچھ پیدا نہو یا اوس درخت مین کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم میسر نہ
ہوگا ص اور نہین جائز ہی سلم یہان تک کہ مسلم فیہ موجود رہے بازار مین وقت عقد سے لیکر مدت معین تک تو اگر معدوم
ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گذرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے گذرنے پر
یا بیچ مین دونون وقتون کے معدوم ہو جاوے تو سلم جائز نہین اور شافعی رحمہ کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گذرنے کے وقت موجود ہو
تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد مفقود ہو اور دلیل ہماری اصل اور ہدایہ مین مذکور ہی ص اور نہین جائز ہوتی ہی
سلم گوشت مین ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہی اگر صفت اور جنس اور نوع اور سن اور مقام
اور مقدار اوسکی بیان کر دیوے جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسل کا سو سیر اور ایمہ ثلاثہ بھی صاحبین کے
متفق ہین اور اوسی پر فتویٰ ہی درمختار ص سلم کے جائز ہونے کی چند شرطین ہین انکو معلوم کرنا چاہیے ا بیان کرنا
جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہون ہی یا جو ۲ بیان کرنا اوسکی نوع کا کہ آدمی کی سینچی ہوئی یا بارانی ۳ بیان کرنا اوسکی صفت کا کہ عمدہ
ہون یا ناقص ۴ بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل مشہور سے جسکا مقدار معلوم ہووے ف اور وہ کیل سکڑتا اور
پھیلتا نہووے جیسے زنبیل وغیرہ ص یا باٹ معلوم و معین سے جسکا وزن معلوم ہووے ۵ مدت مسلم فیہ کے
ادا کرنے کی ف ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے جائز نہین اور شافعی رحمہ کے نزدیک درست ہی اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث
ہی ابن عباس رض کی جسکو روایت کیا بخاری و مسلم نے اور اوسمین اِلٰى اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ موجود ہی ص اور اقل مدت ایک
مہینا ہی صحیح قول مین اسواسطے کہ بعضون کے نزدیک اقل مدت تین دن ہین اور بعضون کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ
ف درمختار مین ہی کہ فتویٰ اسی پر ہی کہ اقل مدت ایک مہینا ہی ص ۶ راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو
مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اسواسطے کہ عقد ان چیزون مین متعلق ہوتا ہی مقدار سے تو ضرور ہی
بیان مقدار اوسکا ف کہ یہ روپے اتنے ہین یا غلہ اتنا ہی ص اور یہ امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے
نزدیک جب راس المال معین ہو تو اوسکے بیان مقدار کی ضرورت نہین اسواسطے کہ مقصود حاصل ہو گیا اوسکی طرف اشارہ

اگر قبضہ نے سے جیسے ثمن بیع مین یا اجرت اجارے مین ف کہ ثمن مبیع یا اجرت کی طرف اگر اشارہ کر دیا تو اوسکی بھی بیان
مقدار ضرور نہین ص امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ راس المال کے روپے یا اشرفیان کھوٹی ہوتی ہین
اور مجلس عقد سلم مین مسلم الیہ اوسکو نہین بدلتا ہی تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم نہوگا تو یہ متحقق نہوگا
کہ کتنے روپے مین سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گذر جانے کے قادر نہین
ہوتا سو اوسکو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہی اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہوا تو منازعت واقع ہوگی
ہان اگر راس المال کوئی کپڑا معین ہووے تو اوسکا مقدار بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ کپڑے مین عقد متعلق اوسکی
ذات سے ہوتا ہی نہ اوسکے مقدار سے آب دو مسألون کی تفریع کرتا ہی چھٹی شرط پر تو جائز نہوگی سلم دو جنسون مین
بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے ف مثلاً دس درہم دیے اور سلم کی ایک کر مین گیہون کے اور ایک کر مین جو کے
اور یہ نہ بیان کیا کہ گیہون کے حصے کے کتنے درہم ہین اور جو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہوگی بوجہ معلوم نہونے
راس المال کے ص یا دو نقدون مین بغیر بیان حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے ف جیسے سلم کیا دراہم و دنانیر
دیکر ایک کر مین گیہون کے اور ایک کا حصہ معلوم ہی اور دوسرے کا معلوم نہین کہ کتنا حصہ ہی مسلم فیہ سے ج
ص سے بیان مکان جہان پر مسلم فیہ رب السلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکی باربرداری و مزدوری
چاہیے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جہان پر عقد سلم واقع ہوا اوسی جگہ مسلم فیہ کا دینا
لازم آویگا اور اسی خلاف پر ہی ثمن اور اجرت و قسمت جب انمین باربرداری و مزدوری ہو ف ثمن کی صورت یہ ہی
کہ ایک شخص نے عوض مکیل یا موزون کے قرض خرید کیا مدت معین کر کے تو امام صاحب کے نزدیک مکان ادای غلہ شرط
ہی اور اجرت کی یہ صورت ہی کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایے کو لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کر کے تو امام
صاحب کے نزدیک مکان ایفای اجرت شرط ہی اور قسمت کی صورت یہ ہی کہ دو شخصون نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے
اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام کے نزدیک
بیان مکان ایفا شرط ہی برخلاف صاحبین کے کذا فی الطحطاوی ص اور جو مسلم فیہ ایسی چیز نہو کہ اوسمین
باربرداری وغیرہ کی حاجت نہووے تو جہان چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کر دے اور یہی قول صحیح ہی اور جامع
صغیر کی روایت مین جہان پر عقد سلم ہوا ہی وہان حوالے کرے اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہی کہ راس المال
مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جدا ہونے کے لے لیوے تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض دو سو کے سو نقد اور سو
قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کر مین گیہون کے تو باطل ہوگی سلم سو روپے قرضے مین اور سو نقد مین صحیح ہو جاوے
گی ف کر ہوتا ہی ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہی آٹھ مکوک کا اور مکوک ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہی تو قفیز بارہ صاع
کا ہوا اور کر سات سو بیس صاع کا ص اور سلم نہین صحیح ہوتی اگر اوسمین خیار الشرط ہو یا خیار الرویۃ کیونکہ یہ دونون
مانع ہین تمام تسلیم کے البتہ خیار العیب مانع نہین ہی تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے
صحیح ہو جاویگی اور نزد زفر رح کے نزدیک صحیح نہوگی ف اور دلیل اوسکی ہدایہ مین مذکور ہی ص راس المال اور مسلم فیہ

مین قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہین جیسے شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہو کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو مجھکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری ہو جاوے اور صورت تولیہ کی یہ ہو کہ کہے تو کل راس المال مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہو جاوے اور تصرف فی راس المال کی یہ صورت ہو کہ رب السلم راس المال کے بدلے مین کوئی اور چیز دیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے مین کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اوسکا اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے مین کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو راس المال عمرو کو دیا ہی وہی پھیر لیوے فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال **ف** یہ حدیث ہی بلفظہ سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے سنن مین ابو سعید خدری سے عن ابراهيم بن سعيد الجوهري من اسلم في شيء فلا ياخذ الا ما اسلم فيه او راس ماله اور ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اوسکو ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شی مین تو نہ پھیرے اوسکو غیر مین مسلم فیہ کے اور یہ مقتضی ہی اس بات کو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہین پہچانتے ہم مرفوع اوسکو مگر اسی طریقے سے اور عطیہ عوفی ضعیف کہا اوسکو احمد وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذی نے اوسکی حدیث کو تو حدیث حسن ہی اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے موقوفا کہ فرمایا ابن عمر نے جسوقت سلم کرے تو کسی شی مین تو نہ لے مگر راس المال اپنا یا وہ چیز کہ سلم کی ہی تو نے اوسمین اور روایت کیا ابو الشعثا سے مثل اسکے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الہمام اور زفر کا اسمین خلاف ہی اور حجت اون پر یہی حدیث ہی **ص** زید نے عمرو سے ایک کر مین گیہون کے سلم کی جب وعدہ گذرا تو عمرو نے ایک کر گیہون کا بکر سے خرید کر کے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جاکر وہ گیہون لے لیوے بغرض ادائے مسلم فیہ کے تو جائز نہوگا اسواسطے کہ یہان دو عقد ہین سلم اور شرا تو ضرور ہی کہ اوسمین صاع بائع اور مشتری کے دونون جاری ہووین **ف** بدلیل اوس حدیث کے جو اوپر گذری **ص** اور قرض مین یہ صورت درست ہی مثلاً زید نے عمرو سے کچھ گیہون قرض لیے بعد اوسکے اوتنے گیہون زید نے بکر سے خرید کر کے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہون بکر سے اپنے قرضے کی ادا مین لے لیوے تو صحیح ہی **ف** دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہی **ص** البتہ سلم مین بھی درست ہی اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہون اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے وکالۃ اوسپر قبضہ کر کے ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کر کے ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت مین دونون کے صاع جاری ہوے **ف** اور یہ صورت اوپر گذر چکی ہی **ص** اگر مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اوسکی غیبت مین اوسکے برتن مین مسلم فیہ کو ناپ یا یا بائع نے حکم مشتری سے اوسکے غیبت مین اپنے ظرف مین یا اپنے مکان کے ایک کونے مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا جاویگا البتہ اگر بیع کی صورت مین بائع نے مشتری کے حکم سے مشتری کے ظرف مین اوسکی غیبت مین مبیع کو ناپ یا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع کو کہ ایک کر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کر خرید کا دونون میرے برتن مین ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اوسکے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاوے گا اور اگر پہلے سلم کا غلہ

فالنا شروع کیا تھا امام صاحب کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاوے گا اور صاحبین کے نزدیک مشتری مختار ہی
چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اونتنے مال مین بائع کا شریک ہو جاوے اگر رب السلم نے ایک لونڈی راس المال مین
دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اوس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اوسکے دونون نے اقالہ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی
مسلم الیہ کے پاس تو اقالہ باقی رہے گا اور اوس لونڈی کی قیمت جو دن قبض کے تھی مسلم الیہ کو واپس کرنا پڑیگی
اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے اسواسطے کہ صحت اقالہ موقوف ہے بقای معقود علیہ پر اور وہ مسلم
فیہ ہے **ف** یعنی اقالہ صحیح ہو جائے گا اور مسلم الیہ کو قیمت اوس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑیگی
یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے مین بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد
اوسکے تلف ہو گیا تو اقالہ باقی رہے گا اور قیمت شی تلف شدہ کی دینا ہو گی یا بعد تلف ہو جانے کے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح
ہو گا اور قیمت اوسکی دینا ہو گی برخلاف خریدنے لونڈی کے عوض مین ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالے کے مری
تو اقالہ باطل ہو گیا اور اگر قبل اوسکے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہو گا اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے شرط کر لی تھی
خراب گیہون کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہین لگائی تھی یا اسکا اولٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی
اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہین ہوئی تھی تو قول اوسی کا معتبر ہو گا جو مدعی خراب گیہون ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانے کا
ہو گا اور جو انکا منکر ہو گا اوسکا قول معتبر نہو گا اسلیے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہے اور منکر کے قول سے
فساد عقد کیونکہ سلم مین بیان صفت اور مدت ضرور ہے یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک قول
منکر کا معتبر ہو گا اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجکو یہ چیز بنا دے جیسے جوتے والے سے کہے
مجکو جوتا تیار کر دے اپنے پاس سے **ف** استصناع قیاسا ناجائز تھا کیونکہ بیع ہے معدوم کی لیکن بسبب تعامل
یعنی آدمیون کے رواج کے جائز ہے ھدایہ **ص** تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھہ ہے تو سلم
ہو جاویگا خواہ اوسکا رواج ہو یا نہو پس شرائط سلم کے اوسمین معتبر ہونگے اور اگر مدت نہ ہووے تو جس
چیز مین رواج ہے جائز ہے جیسے موزہ طشت کاسہ تو یہ بیع ہے نہ وعدہ **ف** حاکم شہید کے نزدیک استصناع
ایک وعدہ ہے تو بائع جب بنا کر وہ شی لاتا ہے تو بیع ہو جاتا ہے بسبب تعاطی کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے
وہ بیع ہے **ص** اور جب بیع ہوا تو کاریگر اوسکے بنانے پر جبر کیا جاویگا اور جیسے بنانے کا حکم کیا ہے وہ لینے
قول سے پھر نہین سکتا اور بیع خود وہ چیز ہے نہ کام و محنت اوسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی
لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اوسکو لے لیا صحیح ہو گا اور بیع متعین نہو گی قبل اختیار کرنے
بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے بنوانے والے کے کاریگر نے اوسکو کسی اور کے ہاتھہ بیچڈالا صحیح ہے اور جب بنوانے
والے نے اوس چیز کو دیکھا تو اوسکو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لیوے **ف** اسواسطے کہ اوسنے خریدی
ایسی چیز جسکو نہین دیکھا تھا اور اوسکو اختیار رہتا ہے جیسا گذرا خیار الرویۃ مین **ص** اور نہین صحیح ہے استصناع
بغیر بیان مدت کے اوس چیز مین جسکا رواج نہین ہے جیسے کپڑا وغیرہ

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان مین

ف بیل یا گھوڑا مٹی کا خریدا لڑکے کہ جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور اوسکی کچھ قیمت نہین اور اوسکے تلف کرنیوالے پر تاوان نہین آور قول ضعیف یہ ہو کہ بیع صحیح ہی اور تلف کرنے والے پر اوسکے ضمان ہو آور مجتبیٰ کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف سے روایت ہو کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کھیلنا جائز ہو دُرّ مختار ص صحیح ہو بیع کتے کی اور چیتے کی اور درندون کی برابر ہو کہ سکھائے ہوے ہون یا نہ سکھائے ہوے ف جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہین تو اوسکو مُعَلَّم کہتے ہین ورنہ غیر مُعَلَّم تو مطلب مصنف رح کا یہ ہو کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ مُعَلَّم ہو یا نہ ہو بیع اوسکی درست ہی اور یہ ہمارا مذہب ہی آور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع اوس کتے کی درست نہین ہی جو کٹنا ہی آور نزدیک شافعی رح کے کسی کتے کی بیع درست نہین اسواسطے کہ روایت کی ابن حبان نے صحیح مین ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام ہی زانیہ کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانے والے کی آور روایت کی شیخین نے ابو مسعود انصاری رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی آور روایت ہی ابی الزبیر رض سے کہ پوچھا مین نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو مسلم اور نسائی نے اور اسواسطے کہ کتا نجس العین ہی اور نجاست سے ذلت اوسکی لازم ہوئی اور بیع اعزاز اوسکا لازم آتا ہی تو ناجائز ہوگی دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا ترمذی نے ابو ہریرہ رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر کتے شکاری کی آور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث جابر رض سے بھی مرفوعاً مروی ہی اور اسناد اوسکی صحیح نہین اور احادیث صحیحہ مین اسکا استثنا مذکور نہین ہم کہتے ہین کہ روایت کی ابو حنیفہ رح نے مسند مین ہیثم سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے ابن عباس رض سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت مین کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہی اسواسطے کہ ہیثم ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین آور روایت کی بیہقی نے مثل اسکے جابر رض سے اوسکی اسناد مین بھی ہیثم ہی لیکن ہیثم باتفاق محققین ثقہ ہی توثیق کی اوسکی ابن سعد اور دار قطنی نے اور اخراج کیا اوس سے ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین اور روایت کی دار قطنی نے ابو الزبیر رض سے انھون نے جابر رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی اور روایت کی طحاوی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہٖ سے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس درہم کا آور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا آور روایت کی طحاوی نے عبد اللہ بن المغفل سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتون کے پھر فرمایا کیا کرتے ہین یہ کتے اور رخصت دی شکاری کتے مین آور حدیث ابو ہریرہ رض کی ابتدائے اسلام مین تھی پھر منسوخ ہوگئی کیونکہ خود مروی ہو کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے آور دی حجام کو اجرت اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اوسکو شیخین نے ابن مسعود رض سے آور نجاست عین ہونا کتے کا مُسَلَّم نہین اسواسطے کہ اوس سے نفع لیا جاتا ہی بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہی

کہ حدیث نہی عن ثمن الکلب پہلے علم تھی اور پھر کلب صید اور زراعت کا اوس سے مخصوص ہوا تو اب عام ظنی ہوگیا اور علم ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہی قیاس سے مگر اس صورت مین لازم آتا ہی کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پہونچانے والے کی بیع بالکل جائز نہووے جیسا مذہب ابو یوسف رح کا ہی تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع کتے کی درست ہو جاوے جیسا کہ مروی ہی امام سے واللہ اعلم ہکذا فی الفتح القدیر وشرح المسند للامام رح **ص** اور ذمی بیع مین مثل مسلمان کے ہی الا شراب اور سؤر کی بیع کہ ذمی کو درست ہی اور مسلمان کو نادرست **ف** صحیح مسلم مین مروی ہی ابن عباس رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے حرام کیا شراب کے پینے کو اوسی نے حرام کیا اوسکی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہی امام محمد رح کے آثار مین **ص** تو شراب ایسی ہی ذمی کے حق مین جیسے سرکا ہمارے نزدیک اور سؤر ذمی کے حق مین جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہی اور سؤر ذوات القیم سے ہی **ف** یعنی اگر ذمی نے ذمی کی خمر تلف کر ڈالی تو اوسکی عوض مین خمر دلائی جاوےگی کیونکہ خمر مثلی ہی یعنی اون چیزون مین سے ہی جنکے حکم مین کہ اونکے تلف کر دینے سے مثل اوسکا لازم آتا ہی اور سؤر ذوات القیم سے یعنی اون چیزون مین سے ہی جنکے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہی تو اگر ذمی نے سؤر دوسرے ذمی کا ہلاک کیا اس صورت مین اونکے یہان جو اوس سؤر کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سؤر جیسا ہمارے یہان سرکا مثلی ہی اور بکری ذوات القیم سے **ص** زید نے ایک لونڈی خریدی اور قبل قبضے کے اوسکا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہی اب اگر عمرو نے اوس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا **ف** تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا ابو یوسف رح کے قول مین اور یہی مختار ہی در مختار **ص** اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادائے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہوگیا اور بائع نے گواہ قائم کیے بات پر کہ یہ غلام مین نے زید کے ہاتھ بیچا ہی تو اگر اوسکا ٹھکانا معلوم ہی تو وہ غلام واسطے ادائے ثمن کے نہ بیچا جاویگا بلکہ ثمن مشتری جہان ہوگا اوس سے طلب کیا جاویگی اور اگر مشتری ایسا غائب ہی کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اس صورت مین وہ غلام بیچا جاویگا اور اوسکی قیمت سے ثمن بائع ادا کیا جاویگی **ف** تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑین گے جب مشتری حاضر ہوگا اوسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب اوسکو پاوے تو اوس سے لیوے اور اگر مشتری غائب ہوا بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سنے کیونکہ بائع کا حق بیع سے متعلق نرہا اور مبیع کے مانند مرہون ہی یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو سزاوار یہ ہی کہ بیع اوسکی جائز ہی کذا فی الدر المختار والطحطاوی **ص** اور اگر دو شخصون نے ایک چیز خرید کی اور اون مین سے ایک شخص غائب ہوا **ف** یعنی اس طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہین **نہ ص** تو شخص حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل بیع پر قبضہ کرنا اور اوسکو روک رکھنا یہان تک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہی طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو روک رکھنا کل بیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہین **ف** طرفین کی

دلیل یہ ہی کہ شخص حاضر نا چار ہو اوسکو نفع اوٹھانا بیع سے ممکن نہین جب تک کل ثمن ادا نکرے تو جس وقت اوسنے کل ثمن ادا کر دی تو متبرع نہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نہ لیگا حصہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصے کی ادا نکرے اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ شخص حاضر متبرع ہی اپنے شریک کے حصے کی ثمن کے ادا کرنے بین اسلیے کہ اوسنے بغیر حکم غائب کے اوسکا حصہ ثمن ادا کیا ہی تو جب وہ حاضر ہوگا تو اوس سے حصہ ثمن کو پھیر نہین سکتا اور نہ مبیع کو روک سکتا ہی اور فتویٰ طرفین کے قول پر ہی **ھدایہ**

ف کوئی چیز بیچے ہزار مثقال سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانسو مثقال ہر ایک کے واجب ہونگے اسواسطے کہ مثقال چاندی اور سونے دونون کی ہوتی ہی تو جب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے **ص** اور جو کوئی چیز بیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا چاندی نصفا نصف ہوگی تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے دراہم وزن سبعہ والے **ف** یعنی وہ دراہم جو دس درم سات مثقال کے ہوتے ہین وزن مین اور ذکر اسکا کتاب الزکوٰۃ مین گذرا اسواسطے کہ یہی متعارف ہی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو دراہم اس صورت مین لازم آوینگے **ص** اگر ایک شخص کے کچھ روپے کھرے جو دوسرے پر آتے تھے اور مدیون نے دائن کو کھوٹے ادا کیے اور دائن کو معلوم نہوا اوسنے خرچ کر ڈالے یا اوسکے پاس سے تلف ہوگئے تو اوسکا حق ادا ہوگیا طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اوس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لیوے **ف** زیوف جمع زیف کی ہی زیف وہ روپیہ جسکو تاجر لے لیوین اور خزانہ اسلام مین نہ لیا جاوے اور اگر وہ روپے ستوقہ یا نبہرجہ ہون تو بالاتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتویٰ ہی ستوقہ وہ درم ہی جسپر چاندی کا پتر ہو اور نبہرجہ وہ درہم جو دار الضرب سلطانی مین نہ بنا ہووے یا جسکو تاجر بھی نہ لیوین **ردالمحتار**

اگر پرندے نے انڈے یا بچے دیے ایک شخص کی زمین پر یا ہرن کا پانون اوسکی زمین مین جاکر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو اوسکو پاویگا اوسکی مملوک ہو جاویگی نہ صاحب زمین کی اسلیے کہ صید کا مالک وہی ہوتا ہی جو اوسکو پکڑے البتہ اگر صاحب زمین نے زمین کو اپنی اسی کے واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کے ہونگے اور مکھی نے چھتا لگایا کسی کی زمین مین تو وہ اوسکا مالک ہوگا خواہ وہ اپنی زمین شہد کے چھتا لگانے کے واسطے تیار کی ہو یا نہو اور اگر شکار پھنس گیا اوس جال مین جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور مٹھائی اوچھالی گئی لٹانے کے واسطے اور کسی کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ اوسکا مالک نہوگا بلکہ جو پاویگا اوسکو ملیگی البتہ اگر کپڑے والے نے پہلے سے اپنا کپڑا اسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اوسکو ملیگی یا اوسنے اسلیے پھیلا نہین رکھا تھا لیکن جب دراہم اور شکر اوسمین واقع ہوئی تو اوس کپڑے کو بند کر لیا اس فعل سے بھی اوسکی ہو جاوے گی

مسائل الحاقیہ بندر سے مسخرا پن کرنا اگرچہ حرام ہی لیکن وہ مانع بیع نہین بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہی جیسا کہ انگور کا نچوڑا پانی اوس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہی اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضایقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین اور کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری

اور کہیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق درست ہی اقل قیمت بیع ایکپیسہ ہی تو جو چیز مالیت مین ایکپیسہ سے بھی کم ہوگی جیسا چنانچہ ایک ٹکرا روٹی کا اوسکے عوض مین بیع جائز نہین بیچنا اون پرندجانورون کی بیٹ کا جنکا گوشت حلال ہی درست ہی مگر اسقدر بیٹ ہو کہ اوسکی قیمت ایکپیسہ ہو جاوے آور جائز نہین بیع زمین کے کیڑون کی جیسے چھپکلی بچھو گوہ آور گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہی اسواسطے کہ لوگ اوسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے علاج مین اوسکی حاجت ہی آور دریا کے جانورون مین بیع بھی سواے مچھلی کے اور کسیکی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہین البتہ قاضی خان کی تفیہ مین لکھا ہی کہ جو جانور قیمت دار ہین جیسے سقنقور اور سنجاب اور کھال خز کی آور سیاہی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع اسکی درست ہی آور سانپون کی بیع اگر اون سے فائدہ حاصل ہو دواؤن مین تو فقیہ ابو اللیث رح نے اوسکو جائز رکھا ہی لیکن صحیح یہ ہی کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے اون مین تو جائز ہی آور نہایہ اور تہذیب مین ہی کہ پیا کر پینا پیشاب آور خون آور کھانا مردے کا واسطے دوا کے درست ہی جب کوئی طبیب مسلمان حاذق اوسے کہدیوے کہ اس چیز مین تیری شفا ہی آور ادویہ مباح مین کوئی چیز قائم مقام اوسکے نملے آور اگر طبیب کہے کہ اس چیز مین جلدی شفا ہوگی تو اوسمین دو قول ہین اسی طرح شراب کے پینے مین بھی بعذر مرض لا علاج درصورت کہنے طبیب مسلم حاذق کے اختلاف ہی لیکن حدیث صحیح مین مروی ہی کہ اللہ تعالی نے تمہاری شفا نہین کی اوس چیز مین جو تمپر حرام کی آور نجس تیل کی بیع درست ہی اور اوسکو جلانا جائز ہی سواے مسجد کے اور مکانون مین کافر کو خرید مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہی لیکن جبر کیا جاویگا پھر اوسکی بیع پر اسیطرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تب بھی اوس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کرینگے آیک درخت خرید کیا جڑ سمیت آور جڑ سے اوسکے اوکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہی تو اوسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہووے آور اگر اوسکے قطع ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دے جو اوسکے اوکھاڑنے سے پیدا ہوا مختار و دھار

ص باب بیع صرف کے بیان مین

بیع صرف کہتے ہین ثمن کے بیچنے کو بدلے مین ثمن کے خواہ جنس کے ساتھ ہووے مثلاً سونے کو بدلے مین سونے کے یا چاندی کو بدلے مین چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے مین چاندی کے فروخت کرے شرط ہی بیع صرف مین کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد مین ہو جاوے قبل افتراق عاقدین کے ف یعنی دونو بدلون پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد مین ہاتھ سے نہ فقط تخلیہ سے ذکرہ محشا مع بدلیل اوس حدیث کے جو گذری باب الربوا مین کہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے برابر اس ہاتھ دے اوس ہاتھ لے آور زیادتی سود ہی آور روایت کی مالک رح نے موطا مین حضرت عمر رض سے کہ نہ بیچو سونے کو بدلے مین سونے کے مگر برابر برابر آور نہ بیچو سونے کو بدلے مین چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب آور اگر دوسرا مہلت مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے مین تو نہ دے مہلت اوسکو مگر دست بدست ادھر لے اودھر دے اور مین خوف کرتا ہون تمپر ربا کا آور بدلیل اس بات کے کہ دونون مین سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہی تو نہو جاوے بیع اودھار کی

بدلے مین ادھار ہے اسواسطے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو ابن عمر رضؓ سے
اصحاب ستہ اور بزار نے پھر جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہے تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہو
اور مراد اس سے یہ ہے کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہووے تو اگر دونون ساتھ چلے
جاتے ہین ایک ہی طرف یا دونون اوسی مجلس مین سو رہے یا بیہوش ہو گئے یا کشتی مین سوار دونون چلے جاتے ہین
تو بیع صرف باطل نہوگی بدلیل اثر ابن عمرؓ کے کہ اگر کودے کوٹھے سے تو کود ساتھ اوسکے کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث
غریب ہے نہایت درجے کی کتب حدیث سے یعنی کتابون مین روایت کیا اوسکو محمد رح نے آثار مین اور امام نے اپنی
مسند مین ص اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی سے اور اٹکل اور تخمین کے ساتھہ بھی درست ہے ف اسواسطے
کہ جنس بدل گئی تو زیادتی اوسمین حقیقۃً اور احتمالاً جائز ہے لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد مین بدلین پر یہان بھی ضرور ہے
ص اور سونے کی بیع سونے کے ساتھہ یا چاندی کی چاندی کے ساتھہ کمی بیشی کے ساتھہ درست نہین بلکہ برابر
چاہیے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون ف اسواسطے کہ باب الربو مین یہ بات گذر چکی کہ جید اور ردی
سب برابر ہین ص بیع صرف مین قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن مین تصرف کرنا درست نہین مثلاً ایک دینار دس درہم
بدلے مین بیچا اور ابھی اون دس درہم پر قبضہ نہین کیا تھا کہ اونکے عوض مین ایک کپڑا خرید لیا تو اس تھان کی بیع باطل
ہوگی مسئلہ زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اوسکے گلے مین ہزار روپے کا طوق تھا دو ہزار روپے کو
عمرو کے ہاتھہ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کیے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار ادھار پر اور ہزار نقد وصول کیے
اور بعد اوسکے بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو یہ ہزار روپے قیمت اوس طوق کی ہون گے ف یعنی ہزار جو نقد وصول
ہو گئے ہین وہ طوق کی قیمت مین شمار کیے جاوین گے اسواسطے کہ طوق مین یہ بیع صرف ہے اور اوسمین تقابض بدلین
شرط ہے ص برابر ہے کہ مشتری ہزار روپے دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اس ہزار روپے کو تو دونون کی ثمن مین
سے لے اسواسطے کہ وقت سکوت کے ظاہر ہے کہ اوس نے اس بیع سے قصد اوسکے صحیح ہونے کا کیا تھا اور بیع اوسکو صحیح
نہین ہوتی جب تک کہ ہزار متقابلہ چاندی مقبوض نہون اور دوسری صورت مین اس کلام کے معنی یہ ہو سکتے
ہین کہ دونون مین سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہدیگا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن ہین خاص تو بیع
طوق مین فاسد ہو جاویگی اسیطرح اگر ایک تلوار بیچی جسمین پچاس روپے کا زیور ہے سو روپے کو اور پچاس نقد وصول
کیے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاوین گے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور مین فقط باطل
ہوگی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علحدہ ہو سکتا ہے ورنہ دونون مین باطل ہو جاویگی جاننا چاہیے کہ بیع ایک
تلوار کی جسمین زیور ہو اوس ثمن کے عوض مین درست ہے جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض
متقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہووے زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی ف
اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہو تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہین کہ زیادہ یا کم یا برابر ہے تو بھی
شبہہ سود کا ہے ص اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی کا ف خواہ سونے کا ص بیچا اور کچھ قیمت اوسکی

وصول کی اور بعد اوسکے جدا ہو گئے تو جائز ہو جاویگی بیع اوس مقدار مین برتن کی جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کر لیا
اور باطل ہو ویگی مابقی مین اور شریک ہو جاوینگے بائع اور مشتری اوس برتن مین اور یہ فساد کل برتن مین شائع
نہوگا اسلیے کہ یہ فساد طاری ہی جیسا کہ سلم مین گذرا اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا ف یعنی گواہ ہونے سے
اوسکا استحقاق ثابت ہوا ص تو مشتری مابقی کو بقدر اوسکے حصے کے خرید کرے یا کل کو پھیر دیوے ف اسواسطے
کہ شرکت ظرف مین عیب ہی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو بقدر اپنے حصے کے لیوے یا چاہے اپنا بھی
حصہ جو خرید چکا ہی بائع کو واپس دیوے مثال اوسکی یہ ہی کہ برتن نو روپے بھر تھا مشتری نے اول کل برتن خریدا
لیکن دام کے کل تین روپے دیے بعد اوسکے دونون جدا ہو گئے تو ثلث ظرف مین بیع جائز ہوئی اور دو ثلث مین
غیر صحیح اب ثلث اوس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو اب اختیار رہی چاہے وہ ثلث جو باقی ہی
بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی
اجازت دیدی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے لیکر ثلث آپ لے لیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے
اس صورت مین بائع وکیل ہو جاویگا مستحق کا اوسکے حصے مین تو ضرور ہی کہ بائع اور مشتری جدا نہوے ہون بعد
اجازت مستحق کے ص اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہین کر سکتا بسبب عیب
شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی تو وہ گویا راضی ہو چکا ہی اس عیب سے مسئلہ اور
اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اوسمین سے کسی قدر دوسرے کا نکلا ف یعنی وہی صورت برتن کی یہان واقع
ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیے اب ثلث اوسکا کسی اور کا
نکلا ص تو مشتری باقی کو حصہ سے دام دیکر لیوے ف یعنی تین روپے دیکر خرید لیوے ص اور یہ اختیار نہین کہ اپنے ثلث
حصے کو بھی واپس کر دیوے ف کیونکہ یہ شرکت عیب نہین چاندی کے ڈلے مین اسواسطے کہ بقدر حصہ بائع
کاٹ لینا ممکن ہی بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضر ہی ص اور صحیح ہی بیع دو درہم اور ایک دینار کی
عوض مین ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کر بھر گیہون اور کر بھر جو کے بدلے مین دو کر گیہون اور دو کر جو کے
ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک جائز نہین ہم کہتے ہین کہ یہان ہر جنس کو اوسکے خلاف کی طرف
پھیر سکتے ہین کیونکہ صورت اول مین دو درہم کے عوض مین دو دینار اور ایک دینار کے عوض مین ایک درہم ہو سکتا ہی
اور صورت ثانی مین کر بھر گیہون کے عوض مین دو کر جو اور کر بھر جو کے عوض مین دو کر گیہون ہو سکتے ہین
ص اور گیارہ درہم کے بدلے مین دس درہم اور ایک دینار کے ف اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے مین
دس درم ہو گئے اور ایک درم کے مقابلے مین دینار رہ گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلے
گیارہ روپے کے جائز ہی کیونکہ ہو سکتا ہی کہ دس روپے مقابلے مین دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے مین آٹھ پیسے
کے ہو جاوے اور یہی حیلہ ہی جہان روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہو اور وزن کی برابری نہو سکے ص اور دو
زیف اور ایک کھرے درہم کے عوض مین ایک زیف اور دو کھرے درم کے زیف اور غلہ اوسی درم کو کہتے ہین

جو بیت المال میں نہ لیا جائے مگر سوداگر لے لیں جیسے ٹوٹے پھوٹے روپے اور یہ بیع جائز ہے اسلیے کہ وزن میں
مساوات متحقق ہے اور اعتبار وصف جودت کا ساقط ہے زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے پس بیچا عمرو نے ایک دینار کو
زید کے ہاتھ عوض دس درم مطلق کے یعنی یہ نہیں کہا کہ عوض ان دس درم کے جو تجھ پر قرض ہیں تو بیع صحیح ہو جاویگی
اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس دس درم ہو گئے **ف** لیکن عمرو پر تو اسواسطے کہ وہ زید کے
دس درم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درم واجب ہوئے **ص** اب اگر دونوں نے
مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہو جاویگی اور وہ بیع دینار کی عوض دس درم مطلق کے ہے اور مقاصہ صحیح ہو جاویگا
اور جو بیع کیا دینار کو عوض ان دس درم کے جو عمرو پر قرض ہیں جب بھی بیع صحیح ہو گی اور مقاصہ بنفس عقد
ہو جاویگا **ف** اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہو گا اور دینار کا مقابلہ دس درہم کے جو عمرو پر قرض تھے **ص** اگر چاندی
دراہم میں غالب ہے تو وہ چاندی کے شمار کیے جاوینگے اسیطرح سونا اگر دینار میں غالب ہے تو وہ سونا گنا جاویگا
حکم بیع میں **ف** یعنی جس چیز میں ملونی کم ہو چاندی اور سونے سے تو وہ چیز حکم شرع میں چاندی اور سونے
کی ہی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشے روپے میں چاندی ہے اور تین ماشے تانبا یا اشرفی میں نو ماشے سونا ہے اور تین ماشے
پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے کا ہی شمار کیا جاویگا **ص** تو ایسے دراہم دنانیر کی بیع دراہم دنانیر خالص سے
یا انکی بیع آپس میں نہیں درست ہے مگر برابر برابر تو لکر دست بدست **ف** اور قرض لینا انکا نہ درست ہو گا مگر وزن
کرکے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص چاندی کے بغیر وزن کیے قرض نہیں لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی اس سے
معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں جو روپیہ اشرفیاں مروج ہیں انکا قرض لینا بھی بدون وزن کیے صرف شمار سے جائز
نہیں اگرچہ عادت عوام کی یوں ہی جاری ہے البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے مضبوط الوزن ہوں
کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہو تو اوس صورت میں عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ
ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم و دنانیر کا عدد کے اعتبار سے روایت ابو یوسف کے درست ہو گا لیکن آخر میں
شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت ابو یوسف کی روایت پر بھی جائز نہیں کیونکہ اونکا مذہب یہ ہے کہ اگر
کیلی کی تقدیر متعارف ہو جاوے وزن سے یا موزون کی کیل سے تو عرف معتبر نہو گا نہ یہ کہ بالکل وزن لغو
کر دیا جاویگا جیسا ہمارے زمانے میں ہے کہ سب لوگ قصر کرتے ہیں شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہو گا
نہ روایات مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اسواسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال ان نصوص کا جو دلالت
کرتے ہیں مساوات کیلی اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدین نے انتہی باختصار **ص** اور اگر ملونی غالب ہے
اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم و دنانیر بمنزلہ اسباب اور اجناس کے ہیں تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے
ہو گی تو اوسکا حکم بعینہ تلوار کے زیور کی بیع کا حکم ہے جو گذرا **ف** یعنی اگر خالص چاندی برابر ہو گی اوس قدر
چاندی کے جتنی دراہم مغشوشہ میں ہے یا کم یا کچھ معلوم نہو تو جائز نہو گی اور اگر زیادہ ہو گی تو جائز ہو گی اسواسطے
کہ چاندی چاندی کے مقابل ہو کر باقی ملونی کا عوض ہو جاویگی **ص** اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے

عوض مین ہوگی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی درست ہی لیکن ضرور ہی کہ قبضہ متعاقدین کا بدلین پر مجلس مین ہو جاوے
ف کمی بیشی سے اسواسطے درست ہی کہ ایسے دراہم دنانیر حکم مین ثمن کے نہین ہے تو اب جنس کو طرف خلاف
جنس کے پھیر کر زیادتی کمی جائز کرلین گے اسیطرح ایسے دراہم و دنانیر کا گن کر اور شمار کر کر یا وزن کر کے قرض لینا بھی
درست ہی رد المحتار ربا قی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہین کی کہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے کے
یا معلوم نہو کہ کتنی ہی تو اوسکا حکم اونھین دراہم دنانیر کا ہی جن مین ملونی زیادہ ہی در مختار ص ایک شخص نے
ایسے دراہم کے عوض مین ف یعنی جن مین ملونی غالب ہی یا برابر ہو ص یا اون پیسون کے عوض مین جو چلتے تھے
بازار مین ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہین ادا کی تھی کہ چلن اون دراہم یا پیسونکا جاتا رہا تو امام ابوحنیفہ رح
نزدیک بیع باطل ہو جاویگی اور امام ابویوسف کے نزدیک مشتری پر قیمت اون دراہم یا پیسونکی جو دن بیع کے تھی
لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک اون دراہم یا پیسون کی جو آخری دن مین رواج کے دنونمین سے قیمت تھی مشتری کو
لازم آویگی ف فتوی امام محمد رح کے قول پر ہی کذا فی المحیط اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک جب بیع باطل ہو گئی تو مشتری
اگر مبیع بعینہ قائم ہی تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے والا جو اوسکا نرخ بازار ہو وہ قیمت دیوے ص ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے
بازار مین قرض لیے بعد اوسکے قبل قرض ادا کرنیکے اونکا چلن جاتا رہا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک مستقرض پر
وہی پیسے لازم آوینگے اور جب وہ پیسے حوالے کر دیگا تو قرض ادا ہو جاویگا اور امام ابویوسف کے نزدیک قرض لینے کے
دن جو قیمت اون پیسونکی تھی دینا پڑیگی اور امام محمد رح کے نزدیک آخر روز مین چلن کے دنونمین سے جو اونکی قیمت ہوگی
دینا پڑیگی ف اسی پر فتوی ہی در مختار ص ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم پیسون کے بدلے مین یا ایک دانق
پیسون کے بدلے مین یا ایک قیراط کے پیسونکے بدلے مین تو صحیح ہی اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے
یا ایک قیراط کے بازار مین آتے ہین لازم آوینگے ف دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہی اور قیراط نصف دانق کا ہوتا
ص اور زفر رح کے نزدیک یہ بیع جائز نہین اسلیے کہ فلوس عددی ہین اور اونکی تقدیر کرنے سے ساتھ دانق وغیرہ کے
معلوم ہوتا ہی وزنی ہونا اور ہماری یہ دلیل ہی کہ ثمن فلوس ہین اور وہ معلوم ہین ف اور اسیطرح ایک درہم
یا دو درہم کے پیسونکے بدلے مین کوئی چیز خریدی تو جائز ہی نزدیک ابویوسف رح کے اسواسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم
کے پیسے جتنے بازار مین آتے ہین معلوم ہین وہ مشتری دیدیگا اور محمد رح اسکو ناجائز کہتے ہین کیونکہ عادت یہ ہی
کہ پیسون سے خرید و فروخت جب ہوتی ہی کہ ایک درہم سے کم ہون اور قول ابویوسف رح کا صحیح ہی خاص کر ہمارے شہرون مین
ہدایہ ص اگر ایک شخص نے صراف کو ایک درہم دیا اور کہا کہ آدھے درم کے پیسے اور آدھے درم کے بدلے مین چاندی کی اَدھی جو نصف
درم سے ایک رتی بھر کم ہوتی ہی تو بیع فاسد ہوگی واسطے لازم ہونے ربا کے ف پیسون مین بھی اور اَدھی مین بھی
امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پیسونمین جائز ہو جاویگی ص اور اگر یون کہا کہ مجھے تو
آدھے درم کے پیسے اور ایک اَدھی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاویگی کل مین ف کیونکہ اس صورت مین اَدھی
جو ایک رتی کم ہی نصف درہم سے اوسی قدر چاندی کے درہم مین سے مقابل ہوگی اور نصف درم ایک رتی

زیادہ کے مقابل پیسے ہوجاوینگے ص اور اگر دے کا لفظ مکرر کہا صورت پہلی مین یعنی یون کہا ایک درم دیکر آدھ درم کے پیسے دے اور آدھے درم کی آدھی ایک رتی کم دے تو اس صورت مین پیسون مین بیع جائز ہوگی اور آدھی مین فاسد ف امام صاحب کے نزدیک بھی جیسا صاحبین کہتے ہین منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہے یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اوسکو مبیع پھیر دیوے اس صورت مین مشتری کو روز فسخ تک نفع اوٹھانا مبیع سے درست ہی اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے اور جو لوگ اسکو رہن قرار دیتے ہین اونکے نزدیک مشتری کو نفع اوٹھانا اوس سے درست نہین اسمین اگر میعاد کوئی مقرر ہوجاویگی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا کہ یہ وعدہ تھا مشتری کا اور تو عدون کی وفا قضاءً لازم نہین لیکن وعدون کی وفا کبھی لازم ہوجاتی ہے بسبب احتیاج ناس کے در مختار جیسے کوئی شخص کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ شخص نہ دیگا تو مین دونگا تو کفالت صحیح ہوجاویگی اگرچہ وعدہ ہی کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہے رد المحتار اور اگر اوس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہین ادا کی تو مشتری کو مطالبۂ ثمن باثبات بیع بائع سے پہونچتا ہے اور اگر مشتری مرجاویگا تو اوسکے وارثون کو اختیار ہی چاہین بیع کو فسخ کرین یا نکرین اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کرکے پھر مشتری سے اوسکو ایک مدت معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اون لوگون کے نزدیک جو اوسکو رہن قرار دیتے ہین اور جو بیع قرار دیتے ہین اونکے نزدیک زر کرایہ لازم ہوگا ۔

ص کتاب الکفالۃ

یعنی ضمانت کے بیان مین کفالت کے معنی لغت مین ملانے کے ہین یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور اصطلاح شرع مین عبارت ہے ملانا ذمۂ کفیل کا طرف ذمۂ اصیل کے مطالبے مین ف یعنی جو مواخذہ اور مطالبہ پہلے اصیل یعنی اصل مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہوگیا جاننا چاہیے کہ جو شخص ضامن ہوتا ہے اوسکو کفیل کہتے ہین اور جسکا ضامن ہوتا ہے اوسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے ضامن ہوتا ہے یعنی جسکے نفع کے لیے ضامن ہوتا ہے یعنی دائن اوسکو مکفول لہ کہتے ہین اور مال یا نفس کو مکفول بہ ص کفالت دو قسم ہے ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسری کفالت بالمال یعنی مال ضمانت اور قسم اول یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے ان الفاظ سے ف شافعی کے نزدیک حاضر ضامنی درست نہین ہے اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا ابو داؤد اور ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہے اور یہ لفظ مطلق ہے شامل ہے مال ضامن اور حاضر ضامن دونون کو ص کہ کفیل یون کہے کفیل ہوا مین اوسکے نفس کا اور مانند اوسکے وہ لفظ ہین جن سے تعبیر کیا جاتا ہے کل بدن انسان سے ف مثلاً گردن روح تن بدن وجہ یعنی منہ تو اگر کہے کفیل ہوا مین اسکے ہاتھ پاؤن کا تو کفالت درست نہوگی کیونکہ ہاتھ اور پاؤن سے تعبیر کل بدن کی نہین ہوتی یہان تک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھ پاؤن کیطرف درست نہین بخلاف الفاظ مذکورۂ بالا کے

هدایه ص لیکن غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث ف تو اگر یون کہے کفیل ہوا مین اسکے نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت
منعقد ہو جاویگی ص یا یون کہے ضامن ہوا مین اوسکا یا وہ میرے ذمہ پر ہے یا میری طرف ہے یا مین اوسکا زعیم ہون یا قبیل ہون
یعنی کفیل ہون تو بھی ان صورتون مین کفالت منعقد ہو جاتی ہے اور لازم ہے حاضر ضامن پر حاضر کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول له
طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اوسکو قید کرے اور یہی صورت ہے اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ مکفول بہ کو فلان وقت
حاضر کر دونگا ف تو جب وہ وقت آوے اور مکفول له درخواست کرے تو اوسکو حاضر کرنا پڑیگا اگر حاضر نہ کرے تو حاکم
اوسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اوسکو فی الفور نہ کہے اسواسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہیں ہوتا کہ کسواسطے قاضی
بلوایا ہے اسلیے پہلے اوسے اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنه کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنه غائب ہے اسطرح
کہ نشان اوسکا معلوم ہووے تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اوسکے پاس چلا جاوے اور چلا آوے پس اگر اسقدر
بھی مدت گذر جاوے اور حاضر نکرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنه ایسا غائب ہوا کہ اوسکا پتا ٹھکانا بھی
معلوم نہین رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے هدایه ص اور اگر مکفول عنه
مر گیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاویگا مواخذے سے ف اسواسطے کہ وہ مکفول عنه کے حاضر کرنے سے
عاجز ہے اور اسلیے کہ اصیل یعنی مکفول عنه کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پر سے احضار جاتا رہا اور اسیطرح اگر
کفیل مر جاوے جب بھی وہ مواخذے سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تسلیم مکفول بہ پر
بسبب موت کے اور مال سے اوسکے یہ حق ادا نہین کر سکتے ہان اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مر گیا تو اوسکی جایداد سے وصول
کیا جاویگا اور اگر مکفول له مر گیا تو وصی مکفول له کو پہونچتا ہے کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہووے تو وارث اوسکے قائم
مقام ہے هدایه ص اسیطرح اگر کفیل نے مکفول عنه کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول له وہان اوس سے خصومت کر سکتا
تو بھی کفیل بری ہوا ف جیسے شہر یا ایسی بستی ہووے جہان قاضی موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے ص اگر
کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہووے کہ جب مکفول عنه کو مین تیرے حوالے کر دون تو مین بری ہون ف
کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہے مکفول بہ کی اسطور پر کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے ص
اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ مین مکفول عنه کو قاضی کے محکمے مین سپرد کرونگا پھر اوسنے تسلیم کیا بازار
مین یا جنگل مین یا دیہات مین یا مکفول عنه کو قید کرایا تھا کسی اور نے ف اسواسطے کہ اگر مکفول له نے قید کرایا
اور کفیل نے وہین تسلیم کر دیا تو بری ہو جاویگا ص اور اوسی قیدخانے مین کفیل نے سپرد کیا مکفول عنه کو مکفول له کو
تو کفیل بری نہوگا کفالت سے اور بعضون نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کر لی تسلیم مکفول عنه کی مجلس قاضی مین تو اب بری
نہوگا بازار مین تسلیم کرنے سے ہمارے زمانے مین ف درمختار مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے بسبب سستی کرنے لوگون کے
امر حق کی مددگاری مین ص تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنه کو دوسرے شہر مین تو جب بری
ہوگا کہ اوس مقام مین مکفول له قادر ہووے اوسکے حاضر کرنے پر مجلس قاضی مین یہان تک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے شہر کے
بازار مین تو نہ بری ہوگا اس زمانے مین اور قیدخانے مین بھی تسلیم کرنے سے اوس صورت مین بری نہوگا جب قید

دوسرے قاضی کا ہووے اور اگر اوسی قاضی کا قیدخانہ ہو جسکے پاس مکفول لہ کا مقدمہ دائر ہو تو بری ہوجاویگا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی اور کے مقدمے مین قید ہووے اور بھی بری ہوجاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے اپنے نفس کو مکفول لہ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اوسکو مکفول لہ کے اگر مکفول لہ مرگیا تو اوسکے وصی اور وارث کو مطالبہ پہونچتا ہی کفیل سے اگر حاضر ضامن نے اسطرح ضمانت کی کہ اگر کل مین اسکو حاضر نہ کرون تو جتنا مال اوس پر ہی اوسکا ضامن مین ہون اور پھر کل اوسنے حاضر نہ کیا تو مال اوسپر لازم آجاویگا اور شافعی کے نزدیک اسطرح کی کفالت صحیح نہین **ف** دلیل ہماری یہ ہی کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہی اور ایک وجہ سے نذر کے تو دونون کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شروط پر معلق ہووے جو مناسب ہی عقد کے تو جائز ہی اور اگر ایسے شروط پر ہووے جو ملایم نہین عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا مین موج آنا تو صحیح نہوگی **هدایه** **ص** اور باوجود اسکے کفالت بالنفس سے بھی بری نہوگا البتہ جب مال ادا کردیگا تو بری ہوجاویگا اور اگر صورت مذکورہ مین مکفول عنہ کل مرگیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط اور وہ حاضر نہ کرنا پائی گئی ایک شخص نے دعوی کیا سو دینار کا مدعی علیہ پر برابر ہی کہ اوسکی صفت بیان کی ہو یا نہو **ف** یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ **کفایه** **ص** اب مدعی علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل مین اسکو حاضر نہ کرون تو میرے اوپر وہ سو ہین اور اوسنے حاضر نکیا تو کفیل پر سو دینار لازم ہونگے شیخین کے نزدیک برخلاف امام محمد کے **ف** وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہی کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو میرے اوپر ہین تو وہ کی لفظ سے مراد وہی سو دینار ہین جنکا دعوی مدعی نے کیا ہی اور محمد یہ کہتے ہین کہ کفیل نے کفالت مین یہ نہین کہا کہ جن سو دینار کا مدعی نے دعوی کیا ہی وہ میرے اوپر ہین تو کفالت صحیح نہوئی اور بعضون نے کہا کہ محمد کے خلاف کی یہ وجہ ہی کہ مدعی نے دعوی مجہول کیا تو خود اوسکا دعوی صحیح نہوا اور مدعی علیہ پر حاضر ہونا واجب نہوا تو کفالت ہی صحیح نہوئی اس صورت مین مسئلہ مخصوص ہوجاویگا اوسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت اون دنانیر کی بیان نہین کی ہی اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نکیا لیکن بعد کفالت کے بیان اوسکا اصل دعوی سے ملحق ہوجاویگا اسواسطے کہ عادت ہی اجمال کی دعاوی مین **هذا حاصل ما فی الهدایه** وشرح الوقایہ **ص** اگر کسی شخص نے مدعی علیہ پر دعوی کیا قصاص کا یا حد کا **ف** مثلا حد قذف یا حد سرقہ **ص** اور مدعی علیہ اقرار نہین کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیے تو مدعی علیہ پر جبر نکیا جاویگا واسطے دخل کرنے حاضر ضمانت کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک حد قذف اور قصاص مین جبر کیا جاویگا **ف** مراد جبر سے بقول صاحبین ملازمت ہی یعنی ساتھ نچھوڑنا نہ قید کرنا **در مختار** **ص** اسواسطے کہ حد قذف مین حق بندے کا غالب ہی اور قصاص خالص حق العبد ہی اور ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہی کہ بنی قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہی تو اونمین مضبوطی واجب نہوگی **ف** یعنی قصاص اور حد دونون شبہہ سے دفع ہوجاتے ہین تو اونکی مضبوطی واجب نہوگی اور کفالت مضبوطی ہی دلیل امام صاحب کی ایک حدیث بھی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی کفالت حد مین روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور کہا کہ متفرد ہوا ساتھ اوسکے عمر بن ابی عمر کلاعی وعمر بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور وہ مشایخ مجہولین مین سے ہی بقیہ کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین عمر کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو بسبب اسی عمر کے اور کہا مجہول ہی مین اسکا حال نہین جانتا **ص** البتہ اگر

خود مدعی علیہ نے حد یا قصاص مین کفیل داخل کر دیا تو صحیح ہی اور حد قصاص کے دعوی مین قید نکیا جاویگا بلکہ مدعی کو حکم کیا جاویگا مدعی علیہ کے ساتھ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہی اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور **ف** مستور وہ گواہ ہین جنکا حال قاضی کو معلوم نہین کہ عادل ہین یا فاسق **ص** یا ایک گواہ عادل قائم کر دیا تو قاضی مدعی علیہ سے حاضر ضمانت نلے بلکہ اوسکو قید کرے بسبب تہمت کے یہان تک کہ حق ظاہر ہووے **ف** یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل بھی لے آوے یا اون دو گواہون مستور کی عدالت ثابت ہو جاوے **ص** اور اگر مدعی نے نہ گواہ عادل قائم کیے نہ مستور نہ ایک گواہ عادل لایا اور وقت برخاست ہو گیا تو مدعی علیہ کو چھوڑ دیوے **ف** حبس بسبب تہمت کے جائز ہی تو جب مدعی نے دو گواہ مجہول الحال قائم کیے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا نہوا اسواسطے کہ شہادت مین دو باتین ضرور ہین ایک عدد اور دوسری عدالت اور یہان یا عدد پایا گیا یا عدالت تو مدعی علیہ متہم ہو گیا اور حبس متہم کا جائز ہی نظر حدیث کے جسکو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو بسبب تہمت کے پھر چھوڑ دیا اوسکو روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے **ص** خراج کا روپیہ اگر کسی شخص پر واجب ہووے اور کوئی اوسکی طرف سے کفالت بالمال کرے یا وہ کوئی چیز اوس روپے کے عوض مین رہن کر دے تو درست ہی اگر دائن نے مدیون سے ایک کفیل لیا اور پھر دوسرا کفیل تو دونون مدیون کے کفیل ہو جاوینگے یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولی باطل ہوگی کفالت بالمال صحیح ہی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہووے لیکن یہ شرط ہی کہ مکفول بہ دین صحیح ہووے **ف** دین صحیح اوسکو کہتے ہین کہ بغیر ادا مدیون یا معاف کر دینے دائن کے مدیون کے ذمے سے ساقط نہووے اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی مکاتب پر جو مال مقرر کر دیتا ہی مولی عوض مین اوسکی آزادی کے تو یہ دین صحیح نہین کیونکہ وہ ساقط ہو جاتا ہی مکاتب کے عاجز ہو جانے سے **ص** جیسے کفیل کہے دائن سے جو کچھ تیرا آتا ہی مدیون پر اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہی یعنی مقدار اوسکی معلوم نہین یا کفیل کہے مشتری سے جو تجکو دینا پڑا اس بیع مین اوسکا مین ضامن ہون **ف** یہ ضمان استحقاق کہلاتا ہی اسصورت مین اگر مبیع کسی اور کی سوا بائع کے نکلیگی تو مشتری کی ثمن کفیل کو دینی ہوگی **ص** اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یون کہے اگر تو فلانے سے معاملہ بیع کرے تو اوسکا مین ضامن ہون **ف** یعنی اوسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس مبیع کی درست نہین جیسا کہ آگے آتا ہی **ص** یا اگر تیرا اوسپر کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ چھین لے تو اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہو جاویگی اور اگر وہ شرط مناسب نہو تو کفالت صحیح نہوگی جیسے یون کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسے گا تو مین ضامن ہون اگر اسطرح کفالت کی کہ جو تیرا اوسپر ہی اوسکا مین ضامن ہون تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا کفیل کو دینا پڑیگا اور اگر گواہ نہین ہین مکفول لہ پاس تو کفیل جسقدر حلف کی روسے کہدیگا اوتنا دینا پڑیگا اوس سے زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اوسکا مواخذہ کفیل سے نہوگا بلکہ ذات پر مکفول عنہ کی لازم آویگا **ف** بصورت نہونے شہادت کے کفیل سے جو قسم لی جاویگی تو علم پر کہ تو نہین جانتا ہی کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا مکفول عنہ پر واجب ہی اسواسطے کہ قسم غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہی نہ بطور قطعی **ص** اور جب کفالت

کر لی کفیل نے تو مکفول لہ کو پہونچتا ہی کہ جس سے چاہے اپنا دین طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہی یا کفیل سے جو اوسکا ضامن ہی اور دونون سے معًا بھی مطالبہ کرسکتا ہی اور اگر ایک سے اوسنے تقاضا کر لیا جب بھی دوسرے سے تقاضا کرسکتا ہی **ف** اسواسطے کہ مطالبہ حق ہی مکفول لہ کا تو اوسکو اختیار ہی جس سے چاہے جس طرح طلب کرے **ص** اور مالک مال کی صورت اسکے برخلاف ہی **ف** مثال اوسکی یہ ہی کہ زید کا گھوڑا عمرو غصب کرکے لیگیا اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر غصب کر لے گیا بعد اوسکے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہو گیا تو پہلے مالک کو اختیار ہی کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب کے غاصب سے یعنی بکر سے مگر جب وہ ایک شخص سے طلب کرنے پر راضی ہو گیا یا قضاے قاضی اوسپر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہین کرسکتا تو اگر تاوان اوسنے غاصب سے لیا تو وہ رجوع کرے غاصب کے غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکرے **ص** اور جائز ہی کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدون اوسکے حکم کے تو اگر کفالت اوسکے حکم سے ہوئی اسصورت مین جو روپیہ کفیل ادا کریگا وہ مکفول عنہ سے پھیر لیگا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہین لے سکتا برخلاف اوس شخص کے جو وکیل ہو کسی چیز کی خرید کا کہ اوسنے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادای ثمن کے بائع کو اپنے موکل سے ثمن طلب کرسکتا ہی اور اگر کفالت بدون اوسکے حکم کے ہوئی ہی تو کفیل جو مال ادا کریگا مکفول عنہ کو اوسکا پھیرنا لازم نہین تو اگر پیچھا کیا جاوے کفیل کا مال کے لیے تو کفیل پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا یا قرض ادا کر دیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا اور اگر کفیل کو اوسنے بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پر ہی تو جب وہ بری ہو جاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہی نہ اسکا اولٹا **ف** یعنی ابراء کفیل سے ابراء اصیل ضرور نہین **ص** اور اگر مکفول لہ نے کفیل کو مہلت دیدی ادا قرض کے لیے تو مکفول عنہ کو نہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مہلت ہو جاویگی اگر قرض کے ہزار روپے تھے اور کفیل نے مکفول لہ کو سو روپے پر راضی کر کے اوس سے صلح کر لی تو نو سو روپیہ مکفول عنہ کے اور کفیل کے دونون کے ذمے سے ساقط ہو جاوینگے اسصورت مین اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف سو روپیہ لیگا اگر کفالت اوسکے حکم سے کی ہوگی **ف** ورنہ کچھہ نہ لیگا **ص** اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر **ف** یعنی جنس دین کے سوا دوسری جنس پر جیسے گھوڑا بیل خچر کتاب وغیرہ **ص** مکفول لہ کو راضی کر کے اوس سے صلح کر لے تو اس صورت مین اگر کفیل نے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے کی ہی تو کل دین اوس سے پھیر لیگا **ف** اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہی مکفول لہ کا یعنی بدلنا ہی اس جنس کو عوض مین دین کے تو کل دین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا **ص** اور اگر کفیل نے مکفول لہ سے صلح کر لی موجب کفالت پر تو اس صورت مین مکفول عنہ دین سے بری نہوگا **ف** موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہی یعنی جسکو کوئی اور چیز ضروری بالکسر یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا وہ مطالبہ تھا اور مطالبہ کے اسقاط سے اصل دین ساقط نہین ہو سکتا **ص** مکفول لہ نے کفیل سے یہ کہا برئت الی من المال یعنی تو بری الذمہ

مجھہ تک مال سے تو اس صورت مین کفیل رجوع کرے مکفول عنہ پر ف اسواسطے کہ اتی موضوع ہے واسطے انتہا غایت کے تو معنی یہہ ہوے کہ برات
شروع ہو کر طرف سے کفیل کے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی برات جسکا شروع کفیل سے اور انتہا طالب پر ہووے نہین ہو سکتی بدون ایفا
دین کے تو گویا مکفول لہ نے یون کہا کہ بری ہوا تو بسبب ادا کے دین کے مجھکو تو رجوع کریگا ساتھہ مال کے مکفول عنہ پر اگر اوسکے حکم سے کفالت ہوگی ص
اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہ نے اوس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسف کے اور امام محمدؒ کے نزدیک رجوع نکرے ف در مختار مین
ہے کہ قول امام متحد ہے ساتھہ قول ابو یوسف کے اور اسیکو اختیار کیا ہے ہدایہ مین اور یہی ولی ہے ص اور اگر مکفول لہ نے یہ کہا کہ بری کیا مینے
تجھکو تو اس صورت مین رجوع نکرے ف اسواسطے کہ یہ ابرا ہے طرف سے طالب کے باسقاط دین اور اسقاط دین جب ذمہ کفیل سے ہو گیا تو اوسکو
حق رجوع ثابت نہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ ان سب صورتون مین طالب اگر موجود ہوگا تو اوس سے استفسار کرین گے کہ مطلب اوسکے کیا ہے پھر
بیان کے لحاظ سے عمل ہوگا ص اگر مکفول لہ براءت کفیل کو معلق کرے شرط پر جیسے یون کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے لوٹ آوے تو تو دین سے
بری ہے تو برات صحیح نہوگی ف کیونکہ ابرا تملیک ہے دین کی اصل مدیون کو اور جو چیزین تملیک ہین اونکی تعلیق شرط پر صحیح نہین
ص اسیطرح کفالت صحیح نہین نفس حد یا قصاص سے کیونکہ استیفا انکا کفیل سے متعذر ہے اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین
مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اوس چیز کی جو اجارہ لی گئی ہے اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت
کی ف البتہ ان چیزون کی تسلیم کی ضمانت درست ہے اسواسطے کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر لازم ہے تو کفیل اوسکا التزام کر سکتا ہے
تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہو جاوے تو ضامن پر کچھہ واجب نہین مثل حاضر ضامن کے
در مختار ص البتہ صحیح ہے کفالت اوس مبیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد یا مغصوب کی یا مقبوض کی بہ نیت خریداری ف
بشرطیکہ ثمن معین ہو گیا ہو اور نہین تو امانت ہو جاویگی اور ایسی ہی صحیح ہے اوس مال کی جو صلح ہوے قتل عمد سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر
در مختار جاننا چاہیے کہ جو چیزین مضمون بنفسہا ہین اونکی کفالت صحیح ہے اور جو چیزین مضمون ہی نہین جیسے امانت و عاریت و مال شرکت
و مال مضاربت و مستاجر یا مضمون ہین لیکن بغیرہا تو اونکی کفالت درست نہین یہی قاعدہ کلیہ ہے اس باب کا مضمون بغیرہا
وہ چیزین ہین کہ در صورت ہلاک اونکی کے قیمت اونکی واجب نہووے جیسے مبیع یہ بیع صحیح قبل القبض کہ اگر وہ بائع کے پاس تلف
ہو جاویگی تو رد ثمن مشتری واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسیطرح مرہون کہ مضمون بالدین ہے مضمون بنفسہا
وہ چیزین ہین جنکی قیمت یا مثل واجب ہوتی ہے در صورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور مبیع فاسد کا بیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو
اونکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور در صورت عجز دفع قیمت کذا فی فتح
القدیر ص صحیح نہین ضمانت بوجہ لادنے کے کسی خاص جانور پر جو کرایہ لیا گیا ہووے ف اسواسطے کہ کفیل کو قدرت نہین اس بات پر
کہ مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کرے برخلاف جانور غیر معین کے کہ وہان فقط تسلیم کسی جانور کی لازم ہوتی ہے اور اوسپر کفیل قادر ہے ص
یا خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہووے ف اسی وجہ سے کہ گذری جانور مین ص ایک شخص مدیون تھا اور مفلس مر گیا بعد
اوسکے مرجانیکے کوئی شخص اوسکی طرف سے قرضخواہون کے لیے کفالت کرے تو یہ کفالت درست نہین ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے
نزدیک درست ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہان اگر کوئی شخص تبرعاً میت کا دین ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک درست ہے اور اسیطرح
میت کفیل با لمال ہو جسکے جب بھی اوسکے دین کی کفالت درست ہے ہدایہ اور دلیل دونون مذہبون کی اصل مین مذکور ہے

ص اور کفالت درست نہین جب تک مکفول لہ قبول نکرے اوسی مجلس مین جسمین ذکر کفالت ہوا ہی ف یہ مذہب شیخین کا ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر مکفول لہ کو خبر پہونچی اور وہ منظور کرے جب بھی جائز ہوجاویگی اور یہ خلاف کفالت بالنفس مین ہی نہ بالمال مین ص مگر ایک مسائے مین وہ مسالہ یہ ہی کہ مریض اپنے مرض موت مین قرضخواہونکی غیبت مین اپنے وارث سے یہ کہے کہ میرے اوپر جو قرض آتا ہی اوسکا تو کفیل ہوجا اور وہ کفیل ہوگیا تو جائز ہوگا باوجود اسکے کہ مکفول لہم یعنی قرضخواہ غائب ہین ف اسواسطے کہ یہ درحقیقت وصیت ہی اور اسیواسطے تسمیہ مکفول لہ کا شرط نہین آید اگر مریض یہ قول شخص اجنبی سے کہے اور وہ کفالت منظور کرے تو اوسمین دو روایتین ہین لیکن اوجہ یہ ہی کہ صحیح ہی ص اور کفالت درست نہین بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اوسکی کفالت کرے یا غلام ف مثلاً ایک مولی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سو روپیہ پر یعنی جبتبھی سو روپیہ دیگا تو تو آزاد ہی اب یہ سو روپے بدل کتابت کہلاتے ہین ان روپیونکا اگر کوئی شخص کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہوگی کیونکہ کفالت کے لیے دین صحیح چاہیے اور بدل کتابت دین صحیح نہین جیسا اوپر گذرا ص اگر مکفول عنہ نے جلدی کی اور روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا جسنے اوسکے حکم سے کفالت کی ہی اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہ کو نہین دیا تو اب مکفول عنہ کو یہ نہین پہونچتا کہ اوس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے اور کفیل نے جو اوس روپیہ مین کچھ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہوجاویگا حلال طیب اوسکا تصدق کرنا کچھ ضرور نہین اور اگر کفالت کُر بھر گیہون کی کی اور کفیل نے وہ کُر مکفول عنہ سے لیکر قبل اسکے کہ مکفول لہ کو حوالہ کرے بیچکر اوسمین نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا ہوجاویگا لیکن بہتر یہ ہی کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبین کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور نہین ف امام کا قول اصح ہی کذا فی الہدایہ اور فرق کی وجہ دونون مسالون مین مذکور ہی اصل کتاب اور ہدایہ مین ص ایک شخص کفیل ہوا دوسرے کا حکم سے اوسکے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم کیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عِینہ خرید کرکے میرا دین ادا کردے تو کفیل نے وہ کپڑا خریدا تو وہ بیع کفیل کے واسطے ہی اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہی بوجہ مجہول ہونے ثوب اور ثمن کے ف عِینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہی اُس بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اوسنے ندیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپیہ کی مالیت کا اوس شخص کے ہاتھ پندرہ کو بیچا تا وہ شخص اوس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ نفع ہوے اور اسکے سوا بھی اور صورتین بیع عِینہ کی ہین جو درمختار وغیرہ مین مذکور ہین درمختار مین ہی کہ یہ بیع مکروہ ہی مذموم ہی اسواسطے کہ اسمین ثواب قرض سے روگردانی ہی اور محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل مین پہاڑون کے مانند ہی اسکو سود خوارون نے نکالا ہی فرمایا علیہ السلام نے جب تم خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کروگے اور بیلون کی دُمون کے پیچھے پڑوگے یعنی کھیتی اور کسب مین مشغول ہوکر جہاد کرنے سے غافل ہوجاؤگے تو ذلیل ہوجاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہین کیونکہ بہت سے صحابہ نے ایسی بیع کی ہی ص اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی اوسکا نقصان کفیل پر ہی کیونکہ کفیل ہی عاقد ہی اوس بیع کا اسلیے کہ یہ وکالت صحیح نہین ہوئی ف اور لازم نہین مکفول عنہ پر وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہی ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہوا ہی یا قاضی نے حکم کیا ہی اوسکا مین کفیل ہون بعد اوسکے عمرو غائب ہوگیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو گواہی مقبول نہوگی ف جبتک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہو پھر جب آویگا تو اوسپر مال مدعی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا حکم

کفالت وجہ اس مسئلہ کی یہ ہی کہ کفیل نے صرف اوس مال کی کفالت کی تھی جسکا قاضی نے فیصلہ کر دیا ہو حالانکہ ثابت اور واجب
ہوتی ہی شی قضاء سے اور گواہوں کی گواہی میں ذکر بھی قضاء قاضی کا نہیں تو دعوی مدعی کا مطلق ہو گیا اور مکفول بہ خاص
اس صورت میں مسموع نہوگا ھدایہ ص زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہی ہزار روپیہ تھے اور یہ
شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے تو قاضی فیصلہ کر دیگا اوس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کر دیگا
عمرو سے پھیر لیگا ہمارے نزدیک نہ زفر کے نزدیک ف دلیل زفر کی یہ ہی کہ ہرگاہ بکر کا زعم یہ ہی کہ زید جھوٹا ہی اور میں عمرو کا کفیل نہیں
ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہی اور مظلوم نہیں ظلم کریگا غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اوسکے زعم کی تکذیب ہو گئی بحکم شرع گواہوں
ص اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اوسکے حکم کے ف
یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا نہ امر کی قید نہ بلا امر کی در مختار ص تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر ف
اور وہ رجوع نکریگا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہی کہ کفالت بالامر ہووے ص زید ایک شی عمرو کے ہاتھ بیع کرتا تھا اوسمیں
بکر آیا اور اوسنے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید کرلے اگر کسی اور کی نکلیگی تو میں تیری ثمن کا ضمان دونگا ف
یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہیں ص تو بکر کا یہ ضمان کرنا اقرار ہو گیا اس بات کا کہ یہ چیز مملوک ہی
زید کی اگر بعد اسکے بکر نے اوس چیز کا دعوی کیا تو یہ دعوی باطل شمار کیا جاویگا ف بوجہ تناقض کے ص اور اگر بکر نے
شہادت لکھدی اوس چیز کی بیعنامے پر اور اپنی مہر کر دی تو یہ اقرار نہوگا بکر سے مالک زید کا ف تو اب دعوی بکر کا بابت
ملکیت اپنی کے باوجود شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیع کا ہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہی چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے
گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے کہ بعد اسکے اثبات بینہ میں کوشش کرے یا تامل کرنیکے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اوسمیں
مصلحت معلوم ہو تو اوسکو جائز رکھے طحطاوی ص لیکن اگر اوس بیعنامے میں یہ لکھا ہو گا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی
یا یہ بیع نافذ لازم ہی اور بکر نے شہادت کر دی تو یہ شہادت تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہو گی تو اب دعوی بکر کا بعد اسکے
مسموع نہوگا (بوجہ تناقض ہو جانیکے) اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر دعوی صحیح ہو سکتا ہی بسبب نہونے تناقض کے اگر کوئی
شخص کفیل ہوا عہدے کا تو یہ کفالت باطل ہی اسلیئے کہ عہدے کے کئی معنی ہیں قبالہ قدیم عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم
نہیں کہ کونسے معنی مراد ہیں اسیطرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہیں ف ضمان خلاص یہ ہی کہ کفیل شرط کرے
مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلیگی تو میں اوس سے چھڑا کر جسطرح ہو ذات شی کو تیرے حوالے کر دونگا تو امام صاحب کے نزدیک
درست نہیں اسواسطے کہ کفیل کو اسپر قدرت نہیں اور صاحبین کے نزدیک درست ہی لیکن محمول ہو گا ضمان درک پر ح
یا مضارب یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور موکل کے لیے ف تو یہ ضمانت باطل ہی اسواسطے کہ ثمن امانت ہی
مضارب اور وکیل پاس ص دو شریکوں نے ملکر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد میں اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے
ثمن کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت صحیح نہیں البتہ اگر دو عقدوں میں بیع ہو گی علیحدہ علیحدہ تو ضمانت جائز ہی ف یعنی اگر پہلا
ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہو گیا مشتری کی طرف سے اوسکی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے
اپنا حصہ بیع کیا اور پہلا شریک اوسکی ثمن کا ضامن ہو گیا تو یہ صحیح ہی اور دلیل دونوں مسئلوں کی ہدایہ اور اصل میں

ذکور ہے **ص** صحیح ہی کفالت خراج کی اور نوائب کی اور قسمت کی **ف** لیکن خراج کا بیان تو گذر چکا ہی پہلے ہی سے اور لیکن نوائب تو وہ دو قسم مین ایک تو واجبی ایک غیر واجبی جیسے نہر مشترک کھدوائی جس سے عامۂ خلائق کو فائدہ ہووے یا اجرت چوکیداری یا وہ مال جسکو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانون سے لیوے غیر واجبی جیسے جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے مین لوگون سے ناحق لیجاتے ہین تو پہلی قسم کی کفالت بالاتفاق صحیح ہی اور قسم ثانی کی کفالت مین اختلاف ہی لیکن فتوی اسپر ہی کہ صحیح ہی یہان تک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال حاکم لیوے تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کر لیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہین یا ایک حصے کو نوائب مین سے اور بعضون نے کہا ہی کہ قسمت نام ہی موظفہ معینہ کا یعنی جو ہر ایک ماہ یا دو ماہ یا تین ماہ بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہی اور نوائب غیر معین ہوتے ہین بہر تقدیر یہ کفالت اوسکی بھی صحیح ہی **ص** ضامن نے کہا کہ مین ضامن ہوا ہون مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے وعدے پر یعنی مال مؤجل ہی میعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہ کہتا ہی کہ نہین وہ مال نقد ہی یعنی بالفعل دینا چاہیے میعادی نہین ہی تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا ضامن درک سے مواخذہ نہین ہوتا جب کہ مبیع مستحق غیر نکلے قبل اثبات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے کہ بمجرد استحقاق بیع نہین ٹوٹتی ظاہر الروایۃ مین جب تک بائع پر حکم نہو واپسی ثمن کا تو اصیل پر جب تک رد ثمن واجب نہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہوگا

ف باب دو شخصون کے کفیل ہونے کے بیان مین

ص دو آدمیون نے ملکر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن شریک کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اوسکے حکم سے تو جو ہر ایک ان مین بائع کو ادا کرے اوسکو دوسرے سے نہین لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جسقدر زائد دیا ہی اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے **ف** اسواسطے کہ اسصورت مین مثلاً ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہی تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہی اپنے حصے کا اور نصف دوسرے کا بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ روپیہ ادا کریگا وہ اسی کے حصے کے دام سمجھے جاوینگے اسواسطے کہ ادا کیا گیا دین اصالت سے اور وہ مقدم ہی ادائے دین کفالت سے یہان تک کہ دام اپنے حصے سے بڑھ کے دیوے تو جسقدر زائد دیگا اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیگا **ص** زید پر ہزار روپے آتے تھے عمرو کے آپ پہلے بکر کفیل ہوا زید کیطرف سے اون ہزار روپے کا بعد اوسکے خالد کفیل ہوا زید کیطرف سے اونھین پورے ہزار روپے کا پھر بکر اور خالد ہر ایک انمین سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہو اوسکے حکم سے سب دین کا تو یہان بکر اور خالد مین سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اوسکا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیر لیگا **ف** یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا کیا ہی سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہوا ہی اوسکی طرف سے **هل** ایہ جاننا چاہیے کہ یہان تین قیدین ہین ایک تعاقب کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوئے ہون زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہوجاویگا کیونکہ دونون کو دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اسصورت مین جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع ہوگا اور ایک جمیع دین کے کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہونگے پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہوگا تو بھی پہلا مسئلہ ہوجاویگا اور ایک اپنے ساتھی کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو

ف نوائب جمع نائبہ کی یعنی مصیبت معاونہ مسلمان سلطان [illegible]

توبھی پہلا مسئلہ صحیح ہو جاویگا دلکشا روشن علم مین صدر الشریعۃ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہی چلپی نے اوسکا جواب دیا ہی اصل کے مطالعہ سے واضح ہوگا یہان بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا ص اور عہ بری کردیا طالب نے ایک کفیل کو تو مواخذہ کیا جاویگا دوسرے کفیل سے کل زر کفالت کا ف اسلیے کہ ہر ایک کفیل کل ہزار کا مکفول عنہ سے کفیل ہوا ہی پس جب ایک کو مکفول لہ نے بری کردیا تو دوسرا پورے ہزار کا کفیل باقی رہا ص اور اگر دو آدمیون مین شرکت مفاوضہ تھی ف اوسکا بیان کتاب الشرکۃ مین گذر چکا ص اب دونون جدا ہوگئے تو صاحب دین کو اختیار ہی کہ اون دونون شریکون مین سے جس سے چاہے اپنا کل دین طلب کرے اسواسطے کہ شرکت مفاوضہ متضمن کفالت ہی اور کوئی اون شریکون مین سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تو اوس قدر رجوع کر لیوے اگر ایکشخص نے اپنے دو غلامون کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے عقد کتابت قبول کیا اور ہر ایک دوسرے کا کفیل ہوگیا تو جو غلام اون دونون مین سے کچھہ ادا کرے اوسکا آدھا دوسرے سے وصول کرلے اسی صورت مین اگر مولی نے قبل ادائے مال کے ایک کو آزاد کردیا تو جسکو آزاد نہین کیا اوسکا زر کتابت خواہ اوسی سے وصول کرلے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوے تو وہ آزاد سے کچھہ نہ لیوے ف اسواسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہی مولی کو تو رجوع کریگا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر بخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہی تو وہ کسی پر رجوع نکریگا

باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان مین

ص اگر ایک شخص ضامن اوس مال کا ہو جسکا ادا غلام پر واجب ہی بعد آزادی کے ف چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہی ص اور ضامن قید نکرے بالفعل نقد دینے کی یا میعاد کیبعد دینے کی تو وہ مال اوسکو نقد دینا لازم ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اوسپر رجوع کرلے ف ورنہ نہین ص ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اوسکا دعوی کیا کہ میرا ہی بکر نے ضامنی کی اسبات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمھارا ثابت ہوگا تو مین تمھین دونگا بعد اس ضامنی کے غلام مرگیا اب عمرو نے ملک اپنی نسبت اوس غلام کے گواہون سے ثابت کردی تو بکر کو اوس غلام کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھہ مال کا دعوی کیا غلام پر اوس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اوسکے غلام مرگیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا اگر مولی نے ضمانت کی غلام کی طرف سے ف اوسکے حکم سے خواہ بدون اوسکے حکم کے ص یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولی کی ف خواہ مولی کے حکم سے یا بے حکم کے ص اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اوسکے صورت اول مین مولی نے غلام کیطرف سے وہ روپیہ مکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی مین غلام نے وہ روپیہ مولی کیطرف سے مکفول لہ کو ادا کیا تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہین پہونچتا اسواسطے کہ یہ کفالت غیر موجب للرجوع ہی اسلیے کہ ایک کا دین دوسرے پر نہین ہوتا اور شافعی اور زفر کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہونچتا ہی ف دلیل ہماری اور شافعی اور زفر کی ہدایہ مین مسطور ہی ص اور غیر مدیون کی قید اسواسطے ہمنے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین مولی کی طرف سے گو کہ مولی اوسکو حکم کرے

كتاب الحوالة

ف حوالہ لغت مین کہتے ہین نقل کو اور اصطلاح شرع مین کہتے ہین قرض کے اوتار دینے کو ایک کے ذمے سے دوسرے کے ذمے پر مثلاً زید
مدیون تھا عمرو کا سو روپے کا تو زید نے عمرو کا حوالہ کر دیا اوس دین کے وصول کے لیے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال
اور محتال لہ اور محال اور محال لہ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپے محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہی حدیث سے روایت کیا
بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر کرنی غنی کا ادا کرنا مال کا ظلم ہی اور جب حوالہ دیا جاوے تم مین
کوئی کسی مالدار پر تو مان لے اور ابن ابی شیبہ اور احمد کی روایت مین ہی تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ مین یہ حدیث اس لفظ سے ہی
من احیل علی ملی فلیتبع روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط مین ابو ہریرہ سے اسی لفظ سے زیلعی ص حوالہ صحیح ہوتا ہی
محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہی ف رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہی ایجاب محیل سے
اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مینے تیرے قرض کا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال
اور محتال علیہ سے قبول اسطرح کہ ہر ایک اون دونون مین سے کہے کہ مینے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو قبول اور رضا
دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہی اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہی اور شرط نفاذ ہی تو صغیر
عاقل کا حوالہ منعقد ہی اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہی اور حریت محیل کی شرط نہین تو حوالہ عبد ماذون مجبور کا صحیح ہی اور
رضا محیل بھی شرط ہی تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہی اور محتال مین بھی رضا اور عقل
اور بلوغ شرط نفاذ ہی تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہی اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہوگا جیسے
وصی مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ بھی جائز ہی بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ مین ضرور ہی
تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سنکر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین مگر اوس صورت مین کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود
ہووے اور وہ قبول کرے اور محال علیہ مین بھی عقل و بلوغ شرط ہی تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہین اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے
اسواسطے کہ یہ محض ضرر ہی اور رضا بھی شرط ہی تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ مین ہونا ضرور نہین
اور خانیہ مین ہی کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ نہین یہان تک کہ اگر اوسکو خبر پہونچی اور اوسنے جائز رکھا تو صحیح ہوجاویگا
اور ایسا ہی بزازیہ مین ہی اور محال بہ مین یہ شرط ہی کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہین جائز ہی جیسے کفالت ہکذا
فی الطحطاوی والشلبی ص اور زیادات کی روایت مین حوالہ صحیح ہی بدون رضا محیل کے اور صورت اوسکی یون ہی کہ ایک
شخص کہے دائن سے کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہی اوسکا حوالہ قبول کر میرے اوپر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہوگیا تو حوالہ
صحیح ہوگیا اور اصل مدیون بری ہوگیا اور ایک صورت اور ہی کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اوسکے حکم کے
بشرط برائت اصیل کے اور قبول کیا مکفول لہ نے تو صحیح ہوجاویگی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کیجاویگی جیسے حوالہ اس شرط سے
کہ اصیل مدیون مطالبہ دین سے بری نہو کفالت ہی ف یعنی کفالت مین تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونون سے رہتا ہی
اور حوالہ مین بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہوجاتا ہی دین سے تو اگر کفالت مین شرط کر لی برائت مکفول عنہ کی تو وہ معنی
مین حوالہ کے ہوجاویگا اور حوالہ مین اگر شرط کر لی عدم برائت محیل کی تو وہ کفالت ہوجاویگا مختار مین ہی کہ صحیح روایت

له [illegible] ۱۲

زیادات کی ہی کہ رضامندی محیل شرط نہین صحت حوالہ کی اسواسطے کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہی محتال علیہ کا
اپنے ذات کے حق مین اور محیل کا اس مین کچھ ضرر نہین بلکہ اوسمین اسکا فائدہ ہی کیونکہ محتال علیہ اوس پر رجوع نہین کر سکتا
جبکہ حوالہ بدون امر محیل ہوئی کذا فی النہر ص جب حوالہ تمام ہوگیا تو اب محیل بری ہوگیا دین سے بسبب قبول کرنے محتال کے
حوالہ کو ف لیکن براءت موقتہ جیسا آویگا فائدہ براءت کا یہ ہی کہ اگر محیل مرگیا تو محتال اپنے دین کو اوسکے ترکہ سے
نہین لے سکتا لیکن محتال یہ ضامن لیوے ورثہ محیل سے یا اوسکے قرضدارون سے اس خوف سے کہ مبادا حق اوسکا ہلاک ہوجاے
شامی ص اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اوس صورت مین کہ اوسکا توا حق ہو ف توی بالف مقصورہ یا تواء بالف ممدودہ
عبارت ہی ہلاکت مال سے ص اور یہ دو صورتین ہین ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مرجاوے ف یعنی ترکہ بقدر ادائے دین محتال نہ چھوڑے
ص دوسری یہ کہ محتال علیہ منکر ہوجاوے حوالے کا اور قسم کھائے اور حوالے کے گواہ نہووین اور صاحبین کے نزدیک توے اسصورت
سے بھی ہوتا ہی کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کرے ف اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کا مفلس کر دینا معتبر ہی اور
امام شافعی اور ابوحنیفہ کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ کسی شخص کو اس بات پر اطلاع نہین ہو سکتی تو گواہی اوسکی اسبات پر کہ محتال
علیہ کے پاس مال نہین ہی شہادت ہی نفی پر اور وہ غیر مقبول ہی ص حوالہ دو قسم ہی ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ
حوالہ مقیدہ یہ ہی کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کر کے لیگیا ہووے یا محیل کا
محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا ان چیزون پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اوس ودیعت پر
جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اب پھر محتال رجوع کر سکتا ہی محیل پر اور
اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شئ مغصوب تلف ہوگئی محتال علیہ پاس تو اسصورت مین محتال رجوع نہین کر سکتا محیل پر
اسواسطے کہ اوسکی قیمت باقی ہی ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہی حوالہ مقیدہ مین محیل اوس شئ کو
طلب نہین کر سکتا ہی محتال علیہ سے اسواسطے کہ اوس سے حق محتال کا متعلق ہوگیا باوجود اسکے بھی اگر محیل مرگیا بعد حوالہ کے
اور ابھی وہ شئ محال بہ محتال نے وصول نہین کی تھی محتال علیہ سے تو اب محتال برابر ہوگا سب قرضخواہون محیل کے
ف یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دین سب قرضخواہون کو محیل کے حصون کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی اونھین کے
برابر ہی نہین ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دین اوس شئ سے وصول کرلے بعد اوسکے جو بچے اور قرضخواہون مین تقسیم ہووے جیسا
رہن مین کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شئ مرہون کو بیچکر لے لیتا ہی بعد اوسکے جو بچتا ہی وہ اور راہن کے قرضخواہون کو
ملتا ہی کیونکہ حوالہ کم ہی درجہ مین رہن سے ص حوالہ مطلقہ یہ ہی کہ محیل حوالہ کو مضاف نکرے اپنے دین یا عین ودیعت
یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہووے تو اس صورت مین محیل بعد حوالہ کے وہ شئ یعنی محتال علیہ سے لے سکتا ہی
ف یعنی محیل حوالہ مطلقہ مین اپنا دین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے پھیر سکتا ہی کیونکہ حوالہ خاص نہین
ہوا ان چیزون سے کہ حق محتال کا متعلق ہوجاے ص اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونون صورتون مین اگر محیل نے وہ شئ عین
یا دین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہوگا ف بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرضہ محتال کا ادا کرکے رجوع کریگا محیل پر ح
اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دین کا بکر پر سو روپیہ کا بکر نے وہ سو روپیہ عمرو کو ادا کرکے زید سے طلب کیے زید نے یہ کہا

کہ میرے تجھ پر تیرے اوپر آتے تھے اوسپر مینے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اوپر تیرا کچھ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس گواہ نہیں ہین تو اسصورت مین قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اقرار دین نسمجھا جاویگا کیونکہ حوالہ مین یہ ضرور نہین کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو محیل کا **ف** بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہے اوسکی رضا سے **ص** اسیطرح اگر محیل محتال سے کہے کہ مینے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کر لے محتال سے اور مین تیرا مقروض تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا مقروض تھا اوس بابت تو نے حوالہ کیا تھا اور محتال کے پاس گواہ نہین ہین تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا **ف** اگرچہ یہ خلاف ہے معنی حوالہ کے اسواسطے کہ حوالہ نام نقل الدین من ذمۃ الی ذمۃ کا ہے تو ضرور ہے یہ کہ محیل مدیون ہووے محتال کا مگر چونکہ گاہے حوالہ بمعنی وکالت بھی مستعمل ہے مجازاً اور محتال پاس گواہ نہین ہین تو [illegible] تو قول اسکا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اس بات مین کہ مراد میری لفظ حوالہ سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دینا اقرار بالدین نسمجھا جاویگا **ص** مکروہ ہے سفتجہ **ف** سُفتجہ بضم سین اور فتح تا معنی اوسکے یہ ہین کہ اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض کے تاوہ اوسکے دوست کو دیدے دوسرے شہر مین غایت اسکی یہ ہے کہ خطر راہ ساقط ہوجاوے اور اصل مین سُفتجہ معرب ہے سفتہ کا اس قرض کا یہ نام اسواسطے ہوا کہ مشابہ ہے ساتھ رکھنے دراہم اور دنانیر کے سفاتج مین یعنی اشیاے مجوفہ مین جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اوسمین مال رکھکر اپنے ہمراہ لے جاتے تھے تاکسیکو خبر نہووے **ص** یعنی قرض دینا واسطے دور ہوجانے خوف راہ کے **ف** ہند مین اسکو ہنڈوی لکھنی کہتے ہین اور چونکہ اسمین فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اسواسطے مکروہ ہے وجہ کراہیت وہ حدیث جو حارث بن ابی اسامہ کی مسند مین مروی ہے سوار بن مصعب سے اونھون نے عمارہ ہمدانی سے کہا کہ سنا مینے علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعًا فَهُوَ رِبُوا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبدالحق نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے اونکو ضعیف کہا اوسکو ابن الجہم نے اپنے جزو معروف مین او رکامل ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے السفتجات حرام یعنی ہنڈویان حرام ہین اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اوسکو بخاری اور نسائی اور ابن معین نے اور ذکر کیا اوسکو ابن الجوزی نے موضوعات مین اور اس باب مین بہتر روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہے وہ ہے جسکو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ثنا خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اوس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اوسمین نفع ہوجاوے مقرض یا مستقرض کو اور فتاوی صغری مین ہے کہ اگر ہنڈوی لکھدینا مشروط ہو قرض مین تو مکروہ ہے اور جو اسکی شرط نہو قرض دیتے وقت تو مکروہ نہین اور شرط کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھدے اسکی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہین جائز ہے اور اگر قرض دیا بغیر شرط کے اور اوسنے لکھدیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے پرچہ لکھدے فلانے شہر پر اس شرط پر کہ مین تجھے دونگا تو بھی بہتر نہین ہے اور مروی ہے ابن عباس سے کیا نہین دیکھتا ہے تو کہ اگر قرضدار نے قرضے مین وہ مال ادا کیا جو مقرض کے مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہین جبکہ مشروط نہو اور فقہا نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اوسوقت حلال ہے جبکہ اسکا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر یہ معروف و رائج ہو کہ اقراض سقوط خطر طریق کیلیے ہوتا ہے تو حلال نہین گو کہ شرط نہووے اور وہ جو مروی ہے امام ابوحنیفہ سے کہ وہ نہین بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ مین

تو اسکی کچھ اصل نہیں اسواسطے کہ یہ انتفاع نہیں ہی اوسکی ملک سے اسکی شرط ہوتی ہی اور ہنڈیہ ملتی ہی فتح فائدہ جب مطلق
ہنڈوی بلاکمی بیشی یعنی جتنا روپیہ دے اوتنا ہی دوسرے شہر میں لیکر وہ بھی تو جو حاصل ملک میں مروج ہی ایک روپیہ یا دو روپیہ
سیکڑہ زیادہ دینا اور اسکا نام ہنڈاون ہی اور کم وصول کرنا بطریق اولی ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہی
اور اوسکا دینا اور لینا سب برابر ہی موجب اوس حدیث کے جو اوپر گذری دینے والے اور لینے والے سب ملعون ہیں خدا محفوظ رکھے فقط

ص کتاب القضاء

جو شخص گواہی کے لائق ہی وہ قاضی ہونیکے لائق ہی اور شرط اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا ہی ف یعنی جو حر مسلم
عاقل بالغ ہی نہ اندھا ہی نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہی اسیطرح وہ قضا کے عہدے کے
بھی لائق ہی یعنی ہوسکتا ہی کہ قاضی ہووے اور یہ چیزین جیسی شرط ہین شہادت کی ویسی شرط ہین قضا کی ص اور فاسق
اہل ہی واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہی کہ حاکم اوسکو قاضی نہ بناوے
اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار رہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہی لیکن چاہیے قبول نہ کیجاوے اگر قبول
کریگا تو گنہگار رہوگا ف در مختار میں ہی کہ اسی روایت پر فتوی ہی اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہی
کہ باقی اقاویل اس مسئلہ مین سب جرح ہین اور یہی قول راجح ہی ابن الہمام رح نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی
مقرر کردے تو قضا اوسکی نافذ ہوگی ظاہر الروایت کے موافق تو وہ حکم کرے غیر کے فتوے سے لیکن واجب ہی حاکم پر کہ ایسے شخص کو
قاضی نہ بناوے ص اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اوسکے فاسق ہوگیا ف بسبب اخذ رشوت وغیرہ کے ص
تو عہدۂ قضا سے معزول نہو جاویگا لیکن لائق ہو جاویگا عزل کے ف یعنی واجب ہی حاکم پر کہ معزول کرے اوسکو فتح القدیر
ص یہی ظاہر مذہب ہی اور اسی پر ہین مشایخ حنفیہ ف بخاری اور سمرقندی اور بعض مشایخ کے نزدیک خود بخود معزول
ہو جاویگا اور فاسق مفتی بھی نہیں ہوسکتا اور بعضون کے نزدیک ہوسکتا ہی اور مفتی بہ بعضون کے نزدیک قول اول ہی
اور بعضون کے نزدیک قول ثانی ص اور مجتہد ہونا شرط ہی اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا ف یعنی جو مجتہد ہو اوسکا
قاضی ہونا اولی ہی اور اجتہاد صحت قضا کی شرط نہیں ہی یعنی یہ نہیں ہی کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح نہووے ص تو اگر جاہل کو عہدۂ
قضا دیا گیا صحیح ہی ہمارے نزدیک ف لیکن امام شافعی رح کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقاً درست نہین
اور احتیاط اوسی قول مین ہی جسکو شافعی رح نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے بہتر مناسب ہی اگر علم و عدالت شرط ہو
تو قضا کا کام بالکل اوٹھ جاویگا ص مگر حاکم کو چاہیے کہ اختیار کرے اوسکو جو زیادہ قادر ہی قضا پر اور اولی ہی
ف روایت کیا طبرانی نے ابن عباس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانون کے
امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہی کہ اون لوگون میں بہتر اوس سے اور زیادہ جاننے والا
کتاب اللہ اور سنت رسول کا موجود ہی تو اوسنے خیانت کی اللہ اور اوسکے رسول کی اور جماعت مسلمین کی
اور روایت کیا حاکم نے مستدرک مین اور ابو یعلی موصلی نے حذیفہ سے مثل اسکے ص اور آدمی کو چاہیے
کہ عہدۂ قضا طلب نہ کرے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کہ طلب کرتا ہی قضا کو

اور سوال کرتا ہی اوسکا سونپ دیا جاتا ہی اپنے نفس کیطرف یعنی اللہ کیطرف سے اوسکو اعانت اور مدد نہین ہوتی اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہی تو اوتارتا ہی اللہ تعالی اوسپر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہی اوسکو یعنی اعانت کرتا ہی اوسکی اور جواب کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداود اور ابن ماجہ نے انس رض سے **ص** اور درست ہی عہدۂ قضا لینا اوس شخص کو جسکو اعتماد ہی اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا **ف** اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہی عہدۂ قضا کو اور اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہی واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اسلیے کہ امر بالمعروف ہی حضرت علی رض سے مروی ہی کہ بھیجا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بناکر یمن کیطرف تو کہا مینے یا رسول اللہ بھیجتے ہین آپ مجھکو عہدۂ قضا پر اور مین کم سن ہون اور قضا کو نہین جانتا تو فرمایا حضرت نے قریب ہی کہ اللہ ہدایت کریگا تمھارے دل کو اور مضبوط کر دیگا تمھاری زبان کو جسوقت جھگڑالاوین تمھارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جبتک سن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو اب معلوم کرو کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علی رض نے کہ پھر شک نہین کیا مینے کسی فیصلے مین بعد اسکے روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو اور قوی کیا اسکو ابن المدینی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور اوسکا ایک شاہد ہی مستدرک مین حاکم کے ابن عباس سے اور روایت کیا ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی نے معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگاہ بھیجا اونکو یمن کیطرف تو پوچھا اونسے کسطرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ پیش آویگا کہا انھون نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ مین کہا سنت رسول اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت مین رسول اللہ کی کہا اجتہاد کرونگا مین اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش مین کہا معاذ نے کہ پھر مارا حضرت نے ہاتھ اپنا میرے سینے پر اور فرمایا شکر ہی اوس خدا کا کہ توفیق دی اوسنے رسول رسول کو اوس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ کا اس حدیث سے صاف حجت ہونا قیاس کا وقت نہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہوگیا قول اون لوگون کا جو قیاس کو شرع کی حجتون مین شمار نہین کرتے ۱۲ فائدہ **ص** اور مکروہ ہی **ف** تحریمی **ص** عہدۂ قضا لینا اوس شخص کو جو خوف کرتا ہی عاجز ہونیکا تصفیۂ مقدمات مین یا ظلم کے صادر ہونیکا **ف** تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہو جاوے اور جو حدیثین کہ ممانعت اختیار عہدۂ قضا مین آئی ہین محمول ہین ایسے شخص پر فرمایا حضرت صلعم نے جسکو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے مروی ہی بریدہ رض سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہین دو اون مین سے جہنم مین جاوینگے اور ایک جنت مین ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اوسکے تو وہ جنت مین جاویگا ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق کو اور نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم مین تو وہ جہنم مین جاویگا ایک آدمی وہ کہ اوسنے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگون کا نادانی سے وہ بھی جہنم مین جاویگا روایت کیا اوسکو چارون عالمون نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے اور فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اور ظالمون اور کافرون جو شخص حکم نکرے اوسکے موافق جو اوتارا اللہ تعالی نے تو وہ فاسق ہی اور ظالم ہی اور کافر ہی اس سے بڑائی ثابت ہوگئی

ف یعنی بری ... یہ آیت مسلم مین تین جگہ ہی اور آخر تینون جگہ مختلف ہی اول ہم الکافرون اور ہم الظالمون اور ہم الفاسقون ۱۲

اون لوگون کی کہ جان بوجھکر حکم الٰہی اور سنت رسول کے خلاف باتباع احکام امرا وقت اور قوانین نصاریٰ کے فیصلے کرتے
ہین اور جو اونکے معین ہین کچھ شک نہین کہ اونکیلیے بھی وعید ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا
تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر
ص جو شخص قاضی کیا جاوے اوسکو چاہیے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جنمین دستاویزات اور فیصلنامے ہین اور حوالات کے
قیدیون کو دیکھے ف یعنی جو قاضی سابق کے قیدخانہ مین قید تھے اونکے حال مین نظر کرے نہ اون قیدیون مین جو حاکم
قیدخانہ مین ہین در مختار ص تو جو شخص اون قیدیون مین سے اقرار کرے کسی حق کا یا اوس پر گواہ قائم ہون
تو اوسکا حبس قائم رکھے یا اوس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اوسکے باب مین معتبر نسمجھے اسواسطے
کہ عزل قضا سے قاضی معزول مثل اور مسلمانون کے ہوگیا بلکہ منادی کرادے ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جن جن
لوگون کو فلان فلان قیدی پر دعوی کرنا ہو تو اس مدت مین حاضر ہون مجلس قاضی مین تو اگر کوئی حاضر ہو سُنے مقدمہ
اوسکا ورنہ بعد گذر جانے مدت مذکور کے اون قیدیون کو چھوڑ دیوے ف در مختار مین ہے کہ بعد منادی کرنیکے اگر کوئی مدعی
اوسکا حاضر نہووے تو اوسکو حاضر ضامن لیکر چھوڑ دیوے اور اگر حاضر ضمانت نہ دے سکے تو ایک مہینے تک اور منادی کرا
بعد اوسکے اگر کوئی نہ آوے تو اوسکو چھوڑ دے ص اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف مین گواہی یا قابض کے
اقرار سے قاضی معزول کے کہنے پر عمل نکرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اسبات کا کہ قاضی معزول نے اوسکو یہ ودائع
اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہین تو اب اون ودائع اور محاصل وقاف مین قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا ف اسصورت
مین وہ قاضی اون چیزون کو جسکی بتلادیگا اوسکی سمجھی جاوینگی مگر جب کہ قابض نے پہلے زید کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا
کہ قاضی معزول نے اوسکو سپرد کیا اور قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے مثلاً عمرو کیلیے اقرار کیا تو اس صورت مین
ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاوینگے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو
قاضی کو اوسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا مقرلہ تھا ھدایہ
ص قاضی کو چاہیے کہ مسجد مین بالاعلان بیٹھکر حکم کرے اور مسجد جامع اولی ہے اور بالاعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ جسکا
جی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہووے کسی کی تخصیص نہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد مین
اسواسطے کہ کبھی شخص حاضر مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے نص کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے دخل ہونا مسجد
مین اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد مین بیٹھکر قضیے فیصل کیے اور یہی قضا جاری ہے
اور نجاست مشرک کی از روے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری اور حائض نہ دخل ہووے مسجد مین بلکہ فیصلہ کیا جاوے
مقدمہ اوسکا دروازہ مسجد پر ف ہدایہ مین ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئین
مسجدین واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین قلت غریب بہذا اللفظ اور کنوز الحقائق مین بھی
یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اوسنے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی مین اس حدیث کے چند حدیثین آئی ہین نقل کیا اونکو شیخ ابن
الہمام نے فتح القدیر مین ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالک سے اور دوسری حدیث طبرانی کی ابن عباس سے اور روایت کی

علہ اولیٰ یہ ہے کہ ... ہووے ... ۱۲ درمختار

بخاری نے کہ بعان کرایا حضرت عمرؓ نے نزدیک منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آور اسناد کی امام ابوبکر رازی نے حسن تک کہ دیکھا اونھون نے حضرت عثمانؓ کو کہ فیصلہ کیا مسجد مین اور ذکر کیا قصہ آور روایت کی ابن سعد نے طبقات مین ربیعہ بن ابی عبدالرحمن سے کہ دیکھا اونھون نے ابوبکرؓ کو کہ فیصلہ کرتے تھے مسجد مین نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے مین تو مناسب نہین کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیے ویسا نہین کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہین کرتے اور مسجد مین وہ کام کرتے ہین جو ہرگز لائق نہین ص اور اگر قاضی قضا کے لیے بیٹھے اپنے گھر مین اور اذن دیدے عام تو بھی درست ہے ف اور اولی یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر مین ہووے اور مشہور ہو تا لوگون کو آنے مین دقت نہ پڑے اور قاضی حکم نکرے اوس وقت جب قلب اوسکا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بول و براز کی حاجت کے اور جس دن قضا کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اوس دن روزہ نفل نہ رکھے اور اچھے کپڑے پہن کر نکلے اچھے طور سے ط ص قاضی کو چاہیے کہ کسیکا ہدیہ قبول نکرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اوس شخص کا جو قاضی ہونے سے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اوسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونون مین سے کسیکا مقدمہ قاضی کے پاس دائر نہووے ف اگر ذی رحم محرم یا اوس شخص کا جسکی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو اونکا بھی ہدیہ نلیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زائد پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاوای عالمگیری مین ہے کہ قاضی قرض نلیوے مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت و عدم تہمت اعانت کے اور اسیطرح عاریت لینا ط حطاوی ص اور قاضی کو چاہیے کہ دعوت مین کسی کی نجاوے مگر دعوت عام مین اور دعوت عام وہ ہے کہ قاضی کے آنے پر موقوف نہو آور امام محمد کے نزدیک دعوت خاص مین بھی جا سکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم نے کی ہو ف کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسیکا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اوسکی قبول نکرے اور اسیطرح دعوت غیر معتاد کو اگرچہ عام ہووے در مختار ص اور قاضی حاضر ہو نماز جنازہ مین اور اسیطرح بیمار کی بیمارپرسی کرے ف بشرطیکہ اوس بیمار کا مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہووے کفایہ اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابی ہریرہؓ سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہین جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مر جاوے تو اوسکے جنازے کے ساتھ جانا اور جب نصیحت طلب کرے تجھ سے مسلمان تو نصیحت دے اوسکو روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور نصیحت دینا چھٹا امر ہے تو ہدایہ مین جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہین درست ہو گیا ص اور جب مدعی مدعی علیہ حاضر آوین تو دونون کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونون کی طرف توجہ ایکسان کرے ف اور داہنے بائین نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل و شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام پر سے اوٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہان بٹھلاوے اور آپ سامنے بیٹھ کر فیصلہ کرے روایت کی اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند مین

ط فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحکم ... القاضی ... رواہ ...

ام سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانون کا تو چاہیے اوسکو کہ برابری کرے
بٹھانے مین اور اشارے مین اور نظر مین ص اور کسی سے سرگوشی نکرے اور کسی کی ضیافت نہ کرے اور کسی سے
ہنسی اور مزاح نکرے اور نہ ایککی طرف اون دونون مین سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے
اور گواہون کو تعلیم مکروہ ہی اسطرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسف نے اسکو جائز رکھا ہی اوسطرح کہ شاہد کو
قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل نہو ف ابی یوسف اور شافعی کا ایک قول یہ ہی کہ جس شاہد پر حیرت اور
ہیبت غالب ہو اور وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضایقہ نہین کہ قاضی اوسکی اسطرح اعانت کرے
کہ تو گواہی دیتا ہی ایسی ایسی اور بشرطیکہ محل تہمت نہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی پندرہ سو کا دعوی کرے
اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہوا اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو معاف کردیے ہون اور شاہد کو
اس سے علم حاصل ہوا اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعوے کے موافق کرے جسطرح قاضی نے توفیق دی تو یہ
بالاتفاق جائز نہین جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہین کذا فی فتح القدیر

ص فصل حبس مدعی علیہ کے بیان مین

اگر مدعی کا حق مدعی علیہ پر ثابت ہووے اقرار سے مدعی علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو ادا حق کا در صورت
نادہندگی مدعی علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اوسکے حبس کی تو قاضی کو جس مدت تک مناسب معلوم ہو مدعی علیہ کو
قید کرے اور اگر گواہون سے ثبوت حق ہوا ہو تو قاضی کو پہونچتا ہی کہ قبل حکم ادائے حق کے مدعی علیہ کو بدرخواست
مدعی محبوس کرے ف اسوجہ سے کہ قید جزا ہی نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اوس وقت نادہندگی
مدعی علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی ادائے حق کا اوسکو حکم کرے اور وہ ندیوے اور جب حق گواہون سے ثابت ہوا
تو نادہندگی اور انکار مدعی علیہ کا تو پہلے سے موجود ہی اسلیے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اوسکا درست ہی اور مدت
قید مفوض ہی رائے قاضی کی طرف اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہین باعتبار احوال کے بعضے شریر نہین ہوتے اونکو تھوڑی
مدت کفایت ہی بعض متمرد ہوتے ہین اونکو تھوڑے حبس سے زجر نہین ہوتا اور یہ حبس اسواسطے کہ مدعی علیہ مال اپنا ظاہر
کرے اور ایفائے حق مدعی اوس سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھہ مہینے ہین اور ایک مہینا اور دو
مہینے تین مہینے بھی مروی ہین مگر صحیح وہی ہی کہ مدت حبس مفوض ہی رائے قاضی کیطرف ھدایہ ص مدعی علیہ کا حبس
اون حقوق مین ہوگا جو لازم آئے ہین اوسکو بسبب عقد کے جیسے مہر معجل ف اور مہر موجل کے عوض مین حبس نکیا جاویگا
اگرچہ معجل ہو جاوے طلاق سے زوجہ کی درمختار ص اور زر ضمانت یا بدل مال کے جو حاصل ہوا اوسکو
مثل ثمن مبیع نفقہ زوجہ نفقہ ولد ف قرض اگرچہ ذمی کا ہو کما فی الدرک درمختار ص نہ دین ولد اور دیت
اور ضمان جنایات مین ف اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کی گئی اوسکا بدل اور
عوض اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنیکا تاوان نفقہ اقارب مہر موجل درمختار ص محبوس کیا جاویگا
اگر اپنی مفلسی کا اظہار کرے الا اوس صورت مین جب مالدار ہونا اوسکا ثابت ہو جاوے گواہون سے تو ان چیزون مین بھی

یدکرین گے ف اور قسم اول کی چیزون مین مجبور نہین ہے اگرچہ مدعی علیہ مدعی کا محتاج ہو اور دعوی مدعی کی تصدیق کیجاویگی درمختار

باب بیان مین قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

ص اگر گواہ گواہی دین قاضی کے سامنے اور مدعا علیہ حاضر ہو تو حکم کرے ساتھ گواہی کے اور لکھدے حکمنا مہ جسکو عربی مین سجل کہتے ہین پس لکھدے کہ حکم کیا مینے یہ یا ثابت ہوا میرے نزدیک یہ اور اگر مدعی علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دین اوسپر تو قاضی حکم نکرے بلکہ لکھدے گواہون کی گواہی کو تاکہ قاضی مکتوب الیہ اوسکے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہی اور کتاب القاضی الی القاضی ہی حقیقت مین یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہی ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس اور مقبول ہوگی کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات مین جو شبہات سے ساقط نہین ہوتے مثل حد اور قصاص کے ف اسواسطے کہ کتاب مین شبہہ ہی اور حدود قصاص دفع ہو جاتے ہین شبہات سے اور خط پر عمل کرنا کوشش ہی اونکے اثبات مین ص جب شہادت گذرے قاضی کاتب کے پاس جیسے دین اور عقار اور نکاح اور نسب اور مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جنکا انکار کیا گیا ہی کیونکہ امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہوگا تو کیا حاجت ہی کتاب القاضی کی اور جسوقت انکار کیا ان دونون کا مودع یا مضارب نے تو ہو گئی مغصوب اور مغصوب مین واجب ہوتی ہی قیمت اور قیمت دین ہی تو جاری ہوگی اوسمین کتاب حکمی اسواسطے کہ وہ محتاج نہین ہی اشارے کا بلکہ صفت سے اوسکی معرفت ہو سکتی ہی بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اونمین احتیاج ہی اشارے کی اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہی اور ایسا ہی ہی نزدیک امام ابو یوسف کے مگر اونکے نزدیک غلام مفرور مین بھی کتاب القاضی درست ہی صورت اوسکی یون ہی کہ قاضی بخارا کا مثلاً لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلان اور فلان نے شہادت دی میرے پاس اس بات کی کہ فلان کا غلام جسکا نام مبارک ہی اور اوسکا حلیہ ایسا ہی بھاگ گیا ہی اپنے مالک کے پاس سے اور اب سمرقند مین فلان کے قبضے مین ہی آخر کتاب تک اور مہر کرے اوسپر تو جب پہونچے یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس حاضر کرے مدعی علیہ اور غلام کو اور کھولے کتاب کو ساتھ شرائط اوسکی کے جو آگے آتی ہین اور ملاوے حلیہ مکتوبہ کو ساتھ غلام کے تو اگر مطابق نہو تو پھیر دے اوسکو اور اگر مطابق ہووے تو اگر مدعی علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اوس غلام کو مدعی کے سپرد کرے بلا حکم کے اور فیصلہ کے اور لیوے اوس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر ضمانت کا اور اوس غلام کی گردن مین کوئی چیز ڈالکے اوسپر مہر کر دے تا ایسا نہو کہ مدعی وہان جاکر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ مین اس غلام کو روانہ کرتا ہون تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اون گواہونکو بلاوے جنھون نے گواہی دی تھی اس غلام کے ملک کی غیبت غلام مین تا گواہی دین اوسکی حضور مین اور اشارہ کرین اس غلام کیطرف کہ یہی غلام ملک مدعی کی لیکن قاضی بخارا ابھی حکم نہ کرے کیونکہ مدعی علیہ غائب ہی بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہون نے شہادت دی غلام کے سامنے اس بات کی کہ یہ غلام ملک ہی مدعی کی تو جب یہ کتاب قاضی سمرقند پاس پہونچے اوسوقت فیصلہ کر دے اور حکم سناوے مدعی علیہ کو اور بری کر دے حاضر ضامن کو ضمانت سے اور امام محمد سے مروی ہی کہ کتاب القاضی جمیع منقولات مین قبول کیجاویگی اور اسی پر متاخرین ہین ف درمختار مین ہی کہ اسی روایت پر فتوی ہی کہ کتاب القاضی سب مقدمات اور دعاوی منقولات مین عام ہی کہ دعوی دین ہو یا عین درست ہی ص سواے حد اور قصاص کے اور واجب ہی

قاضی کو لکھنا خط مسمعی کا کسی مقدمہ مین جائز نہین خواہ حقوق العباد ہون یا حقوق اللہ یا حد یا قصاص اور یہی مفتی بہ اور مختار ہی ۱۲ طحطاوی و شامی [illegible]

کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہون کو اوسکا مضمون پڑھ کر سنادے اور مُہر کر دے اپنی اونکے سامنے اور وہ کتاب اون گواہو
دیدیوے اور ابویوسف نے کوئی بات انمین سے شرط نہین رکھی اور امام سرخسی نے اونھین کا قول اختیار کیا ہی تو ابویوسف
کے نزدیک صرف گواہون کو اسبات کا گواہ کر دیوے کہ یہ کتاب اور مُہر میری ہی اور ایک روایت مین مہر بھی شرط نہین مین
کہتا ہون جب کتاب مدعی کے حوالے کی جاویگی تو فتوی اس بات پر ہی کہ مہر کرنا ضرور ہی اور جب گواہون کو سپرد کیجاویگی
تو فتوی اس بات پر ہی کہ مہر شرط نہین پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پونہچے تو قبول نکرے اوس کتاب کو مگر مدعی علیہ کے
سامنے اور دو مردون یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے جو کتاب لے کر گئے ہین تو جب گواہی دی ان گواہون نے
کہ یہ کتاب فلان قاضی کی ہی پڑھا تھا اوسکو اوس قاضی نے اپنے محکمے مین اور مُہر کی تھی اوسپر اور دی تھی ہمکو تو اوسکی مُہر دیکھکر
کھولے اور مدعی علیہ کو سنادے اور لازم کر دے اوسپر حکم کو **ف** یعنی اوس گواہی کی رو سے جو کتاب مین مندرج ہی
مدعی علیہ پر جو امر لازم آتا ہی اوسکا فیصلہ کر دیوے **ص** اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اوس کتاب کے ساتھ کہ اوس وقت
تک قاضی کاتب قاضی ہووے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہونچنے کے مرجاوے یا معزول ہوجاوے تو کتاب باطل ہوجاویگی
اسیطرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہونچنے کے اول مرجاوے تو بھی کتاب باطل ہوجاویگی مگر جب کہ قاضی کاتب نے بعد نام اوس
قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھدیا ہووے کہ مسلمانون کے قاضیون مین جسکے پاس یہ خط پونہچے وہ اوسکی تعمیل کرے تو مکتوب
الیہ کے مرنے سے باطل نہوگی اور امام ابویوسف کے نزدیک یہ شرط نہین کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہی
کہ ابتداسے اسی طرح لکھے کہ یہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمان کے قاضیون سے پونہچے وہ اوسکی تعمیل کرے کیونکہ
معین کرنا مکتوب الیہ کا محض نے فائدہ ہی اور اگر کتاب پہونچنے کے اول مدعی علیہ مرجاوے تو جاری کیجاویگی کتاب
اوسکے وارث پر اور صحیح ہی قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات مین سوا حدود و قصاص کے **ف** اسواسطے کہ قضا
نظیر شہادت ہی اور شہادت عورت کی حدود و قصاص مین مقبول نہین تو قضا بھی مقبول نہوگی در مختار مین ہی
کہ اگرچہ قضاے عورت صحیح ہی سواے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات مین لیکن عورت کا قاضی بنانیوالا گنہگار
ہوگا بسبب حدیث بخاری کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین فلاح پائینگے وہ لوگ جنھون نے
سپرد کیا کام اپنا عورت کو انتہی **ص** قاضی اپنا نائب کسیکو نہین بنا سکتا مگر وہ قاضی جسکو اختیار دیا ہو بادشاہ نے
نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا پھر قاضی معزول ہوا یا مرگیا تو نائب معزول نہوگا اسی طرح وکیل کو اختیار
نہین کہ دوسرے کو وکیل اپنا بناوے مگر اوسصورت مین جب موکل نے اوسکو اجازت دی ہو تو یہان بھی پہلے وکیل کے
معزول ہوجانے یا مرجانے سے وکیل وکیل معزول نہوگا اسواسطے کہ وکیل وکیل درحقیقت نائب ہی اصل موکل کا نہ وکیل
اول کا **ف** ہدایہ مین ہی کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہی گو اوسکو اس بات کا
حاکم کی طرف سے اختیار نہووے کیونکہ جمعہ ایک شی مؤقت ہی خوف ہی اوسکے فوت ہوجانیکا تو امر بالامامت گویا اذن
بالاستخلاف ہی برخلاف قضا کے **ص** جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر نائب بنایا اور نائب نے
منوب کے سامنے فیصلہ کیا یا بعد فیصلے کے منوب کی رائے شریک ہوگئی تو جائز ہوجاویگا **ف** اسواسطے کہ جب قاضی اول

سامنے فیصل کیا یا اوسکی رائے شریک ہو گئی تو گو قاضی اول ہی نے قضا کی ص اسیطرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر وکیل بنایا اور بعد اوسکے وکیل وکیل نے روبرو وکیل کے وہ کام کیا یا وکیل کی رائے اوسمین شریک ہو گئی یا مؤکل نے جسوقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خرید کے لیے تو اوسکی قیمت بیان کر دی تھی یا وکیل کا وکیل اوسکے مباشر ہوا تو ان سب صورتون مین وکیل وکیل کا تصرف صحیح ہو جاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گنا جاویگا اگر مؤکل نے وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی رائے پر عمل کر تو اس کہنے سے وکیل کو اختیار ہو جاویگا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

ف باب مرافعہ کے بیان مین

ص اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کرے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل مختلف فیہا صدر اول مین ف یعنی اگر اون مسائل مین جنمین صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کا اختلاف تھا قاضی نے کسیکا قول اختیار کرکے قضا کر دی ہی بعد اوسکے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم منسوخ نہین کر سکتا مراد یہان قاضی اول سے قاضی مجتہد ہی کیونکہ سوا مجتہد کے اور کسیکو یہ بات نہین پہونچتی کہ مسائل مختلف فیہا مین جسکا قول چاہے اختیار کرے اور قاضی مقلد کا حکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہو گا قنیہ ص الا وہ حکم منسوخ کرے جو مخالف ہو کتاب اللہ کے ف اگرچہ دوسرے مجتہد کا قول ہو ص جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلت گوشت اوس جانور کا جسپر وقت ذبح کے بسم اللہ قصداً ترک کی گئی ہو کیونکہ یہ مخالف ہی آیت کریمہ کے لَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے ف یعنی نہ کھاؤ تم وہ جانور جسپر نہین ذکر کیا گیا نام خدا کا جاننا چاہیے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھولکر تسمیہ ترک کر دیوے تو اوس ذبیحہ کا گوشت حلال ہی ہمارے نزدیک بھی اور شافعی کے نزدیک بھی تو اوسکی بیع بھی جائز ہوگی اور اگر قصداً ترک کر دیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہو جاویگا اور بیع بھی اوسکی ناجائز اور شافعی رح کے نزدیک بیع اور اکل دونون جائز ہین تو یہ حکم شافعی کا مخالف ہی اوس ظاہر آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گذری تو قاضی اول نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جسپر بسم اللہ عمداً متروک ہوئی ہو کیا تو قاضی ثانی اوسکو منسوخ کر دیگا ص یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا مطلقہ ثلث ف یعنی وہ عورت جسکو اوسکے خاوند نے تین طلاق دیے ہون ص کی حلت کا واسطے شوہر اول کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدون وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیب رح کے اسواسطے کہ یہ مخالف ہی حدیث مشہور کے یعنی قول حضرت کا واسطے عورت رفاعہ کے نہین ہوگا یہ جبتک تو نہ چکھے شیرینی عبدالرحمن بن زبیر کی اور وہ شیرینی تیری ف روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے مراد شیرینی جماع ہی اور گذری یہ حدیث کتاب الطلاق مین قصے سمیت ص یا مخالف ہو اجماع مسلمین کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا حلت متعہ کا اسواسطے کہ صحابہ نے اجماع کیا اوسکے فساد پر ف اور گذرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب النکاح مین ص تو حاصل یہ ہی کہ قاضی نے جب مسائل مجتہد فیہ مین حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہو جاویگا اور قاضی ثانی پر نافذ کرنا اوسکا واجب ہی لیکن یہ جبھی ہی کہ قاضی اول نے اپنے مذہب کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنے مذہب کے خلاف حکم دیگا تو اوسکا بیان آگے آتا ہی

اور یہ بھی ضرور ہی کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اوسکی قضا جائز نہین اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری کرے اور محل قضا مجتہد فیہ مختلف ہو یعنی جس حکم مین قضا ہوتی ہی اوسمین اختلاف ہو اور جو خود قضا مین اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب **ف** اسکا بیان آگے آتا ہی **ص** تو وہ قاضی اول کے حکم کرنے سے مجمع علیہ نہوگا اور قاضی ثانی کو اوسکا نسخ پہونچتا ہی ہان اگر قاضی ثانی بھی اوسکو جاری کر دے تو اب وہ مجمع علیہ ہوگا اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہین کر سکتا اجماع مین اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہی تو جب اکثر ایک امر پر متفق ہو جاوینگے وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالفت بعض کی معتبر نہوگی ہدایہ مین بھی یہی اختیار کیا ہی لیکن اصول فقہ کی کتابون مین مذکور ہی کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع انعقاد اجماع ہی اور اجماع نہین ہوتا مگر سب کے اتفاق سے اور ہدایہ مین لکھا ہی کہ مسائل مختلف فیہ سے مراد یہ ہی کہ صدر اول یعنی صحابہ اور تابعین کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہی کہ یہ کچھ ضرور نہین بلکہ اختلاف شافعی کا بھی معتبر ہی **ف** اور اسیطرح مالک اور احمد کا اور یہ لوگ نہ صحابہ مین سے ہین نہ تابعین مین سے **ص** اور نافذ ہی قاضی کا حکم ظاہر اور باطن مین **ف** یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ و بین اللہ **ص** کسی شی کی حرمت یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہی ظاہر مین نہ باطن مین جاننا چاہیے کہ امام اعظم کے نزدیک اگر مدعی دعوی کرے ایک شی کا بسبب معین یعنی سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل حکم کے اور قاضی نجانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہین تو قضا نافذ ہی ظاہر اور باطن مین نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہی کہ اگر مثلاً کسی نے ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہی اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کر دیے نکاح کے قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے **ف** اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہی کہ مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرا دینا عند اللہ حلال ہی اور صاحبین کے نزدیک ظاہراً حکم قاضی نافذ ہوگا نہ باطناً یعنی عند اللہ زوج اور زوجہ کو وطی درست نہوگی اور یہی مذہب ہی زفر اور ائمہ ثلثہ کا در مختار مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی لیکن بحر الرائق مین ہی کہ قول امام ابوحنیفہ کا قوی ہی **ص** دلیل مذہب صاحبین کی ظاہر ہی اور امام ابوحنیفہ کے مذہب پر یہ اشکال ہی کہ حرام محض کس طرح سبب ہوگا حلت کا فیما بینہ و بین اللہ اور جواب اوسکا یہ ہی کہ جسنے حرام محض یعنی شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہی سبب حلت کا نہین کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشاے عقد جدید کے ہی اور انشاے عقد حرام نہین ہی بلکہ واجب ہی کیونکہ قاضی دروغگوئی شہود کو نہین جانتا **ف** امام صاحب کی دلیل نقلی وہ ہی جسکو ذکر کیا محمد نے مبسوط مین کہ پونہچا ہمکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ایک شخص نے اونکے پاس گواہ قائم کر دیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علی نے حکم دیدیا عورت کو کہ جاوے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس نے نہین نکاح کیا ہی مجھ سے اب اگر آپنے ایسا ہی حکم کیا ہی تو آپ نکاح پڑھوا دیجیے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مین نہین تجدید کرتا نکاح کی نکاح کر دیا تیرا دونون شاہدون نے تو اگر دونون مین نکاح منعقد نہو جاتا آپکی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور اسمین محفوظ رہتے دونون زنا سے انتہی **ص** اور جسنے قید لگائی کہ دعوی مدعی ایک سبب معین کے ساتھ ہو کہ

تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ اگر دعوی ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم کر دیے اور قاضی نے حکم کر دیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہان پر مدعی کو وطی اوسکی حلال نہوگی بالاجماع **ف** اور یہ جو کہا کہ محل قابل ہو حکم کے سو اسواسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ نہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہین ہی اس بات کا کہ قضاے قاضی انشاء عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغگوئی شہود کو جانتا ہوے تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی **ص** اور اگر قاضی اول نے مسائل مجتہد فیہ مین خلاف اپنے مذہب کے حکم دیا اپنا مذہب بھولکر
مراد اوس سے قاضی مجتہد ہی
یا قصداً تو صاحبین کے نزدیک یہ قضا نافذ نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر بھولکر دیا تو نافذ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر دیا تو اوسمین دو روایتین ہین **ف** یہ سب اختلاف قاضی مجتہدین ہی اور قاضی مقلد کا فتوی خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہوگا خواہ قصداً ہو یا بھولکر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہی کہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑ کر صاحبین کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم بخلاف مذہب نہین ہی نافذ ہو جاویگا اور قاضی ثانی کو مرافعۃً اوسکا فسخ نہین پہونچتا چنانچہ دُر رمین ہی یہ اوس صورت مین ہی کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو مقید بمذہب امام نہ کر دیا ہو والا وہ معزول ٹھہریگا بہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اوسکا بالکل نافذ نہوگا اسواسطے کہ تخصیص قضا کی زمان اور مکان سے درست ہی طحطاوی مع زیادۃ **ص** قاضی حکم نکرے شخص غائب پر **ف** اور نہ غائب کیلیے یعنی نہ غائب کا مقضی علیہ ہونا صحیح ہی نہ مقضی لہ بلکہ حکم ہی نافذ نہین بر قول مفتی بہ در مختار اور امام شافعی اور امام مالک اور احمد رحمہم اللہ کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہی بدلیل حدیث اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہی بلا دلیل اور ہماری دلیل وہی حدیث حضرت علی کی ہی جو اوپر گذری کہ فرمایا حضرت صلعم نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لیے جب تک سُن نلے کلام دوسرے کا روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا مانع حکم ہی اور یہ بات پائی جاتی ہی خصم کے غائب ہونے مین اور اوسکے نائب کے بھی غائب ہونے مین اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اوسپر موقوف ہی کہ منکر عاجز ہو رد اور طعن فی الشہادۃ سے اور اوسکا عجز بدون اوسکے حضور کے معلوم نہین ہو سکتا کذا فی فتح القدیر **ص** مگر اوس صورت مین کہ نائب اوسکا حاضر ہووے حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہی یا شرعاً جیسے قاضی کا وصی یعنی جسکو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً اسطرح کہ جو چیز کا دعوی ہی غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اوس چیز کا جسکا حاضر پر دعوی کرتا ہی **ف** تو اگر ادعا علی الغائب کے سبب پڑنے مین واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑجاویگا تو اس صورت مین دعوی مقبول نہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھر اوسکے مالک پر یہ دعوی کیا کہ اوسنے نکاح اسکا شخص غائب سے کر دیا تھا اور غرض اس سے یہ ہی کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہو جاوے تو یہ لونڈی کے واپسی کا حکم نہوگا کیونکہ تزوج غائب رد علی المولی کا سبب بالضرور نہین اسواسطے کہ احتمال ہی کہ غائب نے اوسکو طلاق دیدی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو **ص** مثال اوسکی یہ ہی کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہی ایک مکان پر کہ یہ مکان مین نے

بکر سے خرید کیا تھا اور بکر غائب ہے عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاویگا یعنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اسواسطے کہ ادعا علی الغائب یعنی خریدنا گھر کا سبب ہے ادعا علی الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خریدکرنا سبب ہے ملک کا لامحالہ غایۃ الاوطار **ص** اور جو دعوی کیا جاے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس دعوے کی جو حاضر پر کیا گیا تو صحیح نہوگا **ف** اور پہلی صورت میں سبب تھا **ص** چنانچہ اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوس نے معلق کیا تھا میرے عتق کو زوجۂ زید کے تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت مین تو اسمین اختلاف ہے مشایخ کا اور گواہ مقبول نہونگے صحیح قول پر اور سبب مین اسواسطے مقبول ہین کہ سبب اصل ہے مسبب کا تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہو کیونکہ یعنی شرط اصل نہین ہے بہ نسبت مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا یہ حکم شرط مین جب ہے کہ اوسمین حق غائب کا ابطال ہو جیسا کہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا صورت مذکورہ مین کہ اس صورت مین زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہے تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو جیسا کہ ایک شخص نے طلاق اپنی عورت کا معلق کیا زید کے گھر مین جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہونگے **ف** بحالت غائب ہونے زید کے اسواسطے کہ زید کا در صورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہین **ص** قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیدے کسیکو اور لکھوا لیوے تمسک اسلیے کہ قاضی کو قدرت ہے اوسکے پھیر لینے کی جب چاہے **ف** چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہین ہوتی لہذا قاضی کو درست ہے کہ یتیم کا مال حتی المقدور ایسی جگہ لگاوے کہ اوسمین زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت کے دیوے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی دار جس سے آمدنی ہو خرید کرلے اگر یہ نہو سکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہو قرض بھی دے سکتا ہے وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہووے اور جو یتیم کا وصی موجود ہووے تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے قنیہ **ص** اور وصی کو درست نہین کہ یتیم کا مال کسیکو قرض دیوے بسبب عدم قدرت اوسکی کے اور اسیطرح باپ کو بھی صحیح قول مین درست نہین کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دیگا تو ضامن ہوگا **ف** اگر باپ یا وصی صغیر مسرف ہو یعنی فضول خرچ تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ باپ اور وصی سے مال لیکر کسی شخص عادل کے پاس رکھدیوے درمختار **مسائل الحاقیہ**

جب مدعی علیہ چھپ رہے اور کسیطرح دار القضا مین حاضر نہووے تو قاضی مدعی سے وجہ ثبوت لیکر مدعی علیہ کی طرف سے ایک وکیل بناکر حکم کر دیوے درمختار شامی نے اسکی صورت یون لکھی ہے کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آکر دعوی کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر بیٹھ رہا ہے اپنے گھر مین تو قاضی لکھے والی شہر کو اوسکے احضار کے لیے تو اگر والی شہر اوسکو نپاوے اور مدعی درخواست کرے مُہر ہونیکی اوسکے مکان پر تو اگر لاوے دو گواہون کو اس بات پر کہ مدعی علیہ اپنے مکان مین ہے اور گواہ یہ کہین کہ تین دن یا کم ہوئے کہ ہمنے مدعی علیہ کو دیکھا تھا تو مُہر کر دے اوسکے مکان پر اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کرین تو نہین اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت مفوض ہے رائے حاکم کیطرف تو جسوقت مُہر ہو گئی اور مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کیطرف سے وکیل کھڑا کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دو گواہ بھیجے مدعی علیہ کے مکان پر اور وہ رسول پکارے تین مرتبہ اون گواہون کے سامنے کہ ای فلان ولد فلان قاضی نے یہ کہا ہے کہ حاضر ہو تو مع اپنے مدعی کے

دار القضا مین ورنہ مین تیری طرف سے وکیل کھڑا کرکے حکم کر دونگا اور مدعی کے گواہ بدون تیرے قبول کرونگا اسیطرح تین دن تک کرے جب تین دن گذر جاوین اور مدعی علیہ حاضر نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے وکیل کھڑا کرکے مدعی کے گواہ اوراوسکے وکیل کے سامنے مدعی علیہ پر فیصلہ کر دیوے انتہی مسئلہ اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوی سے پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعوی نہ کیا تو وہ دعوی نہ سنا جاویگا مگر وقف اور میراث کا دعوی کہ اس مین طول مدت مانع نہین البتہ اگر تینتیس ۳۳ سال گذر جاوینگے تو دعوی وقف وارث بھی مسموع نہین اور بعض فقہا کے نزدیک دعوی ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید کا یہ ہی کہ مثلا ایک عورت نے بیس برس تک اپنے خاوند کی حیات مین دعوی مہر نہ کیا بعد اوسکے خاوند مرگیا یا اوسنے طلاق دیا تو عورت کا اب دعوی مہر مسموع ہوگا اسواسطے کہ استحقاق طلب مہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہی اور وقت استحقاق سے اتنی مدت منقضی نہین ہوئی دعوی مسموع نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہو جاوے بلکہ اگر مدعی علیہ مقر ہووے تو دعوی مسموع ہوویگا اگرچہ مدت طویل گذر گئی ہو شامی مسئلہ قاضی کو بعد پائے شرائط حکم کے حکم مین تاخیر کرنا درست نہین مگر تین سبب سے یا شک واشتباہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعی علیہ کوئی ان دو نو مین سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ طحطاوی مین ہی وہ یہ ہی کہ قاضی کو اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہو اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرین تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا در مختار مسئلہ سلطان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع مین واجب ہی نہ مخالف شرع مین تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہون سے قسم لی جایا کرے تو قاضیون کو چاہیے کہ بادشاہ کو فہمایش کرکے اس حکم سے باز رکھین اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہی کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہی لیکن صحیح نہین ہی

عدم سماعت دعوی بعد پانزده سال

عدم جواز تاخیر قاضی در حکم بعد وجود شرائط

حلف شہود

باب پنچایت کے بیان مین

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان مین عرف مین اوسکو تحکیم کہتے ہین تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہی اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہی اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہی جسنے اوسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہی اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہی کہ مینے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف پڑتا ہی کسی چیز مین تو آتے ہین وہ میرے پاس سو مین اون مین حکم کر دیتا ہون تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہی یہ روایت کیا اوسکو نسائی نے کذا فی فتح القدیر ص صحیح ہی پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اوس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہی ف یعنی ضرور ہی کہ محکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مر اور فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہو جاویگا کما مر ھدایہ ص جب دونون متخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اوسنے حکم کیا ساتھ گواہون کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم متخاصمین پر ف اور اوسکا حکم باطل نہ ہوگا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے درمختار ص صحیح ہی خبر دینا پنچ کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانے مین ف یعنی اگر مدعی علیہ

[illegible]

شہادت کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعی علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہی درحال باقی رہنے اوسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک ولایت پنچایت باقی ہی تو اوس اکیلے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہون کے ہی برخلاف اوسکے جب خبر دی اوسنے بعد ختم ہوجانے ولایت پنچایت کے کیونکہ اب اوسکا حال مثل ایک شخص کے رعایا مین سے ہوگیا تو ضرور ہی ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اوس صورت کے جب خبر دی اوسنے کہ مین حکم کرچکا کیونکہ جب وہ حکم کرچکا معزول ہوگیا تو اب خبر اوسکی مقبول نہوگی کذا فی الطحطاوی مع زیادۃ **ص** اور ہر ایک کو متخاصمین سے اختیار ہی کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسیطرح قاضی کا درست نہین اپنے والدین اور اولاد اور بیوی کے لیے جیسے گواہی ان لوگون کے لیے درست نہین **ف** یعنی انکے نفع کے لیے اور انکے اوپر حکم درست ہی جیسے شہادت ان پر درست ہی یعنی انکی مضرت کے لیے اور سوا انکے بھائیون اور چچاؤن اور اونکی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہی جیسے شہادت اونکے لیے درست ہی کذا فی البحر **ص** اور درست نہین پنچایت حدود اور قصاص مین اور باقی سب مقدمات مین درست ہی لیکن اسکا فتوی نہ دیا جاویگا واسطے خوف دلیر ہوجانے عوام کے اور باقی نرہنے رونق کے واسطے احکام اور محکمے کے **ف** یعنی اگر عوام یہ سن پاوینگے تو سب مقدمات بطور پنچایت فیصلہ کرلیا کرینگے اسصورت مین قضاۃ اور محکمہ جات اونکے سب معطل اور بیکار رہ جاوینگے **ص** اسیطرح حکم پنچ کا ساتھہ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل خطا مین درست نہین کیونکہ قاتل کے کنبے والون نے اوسکو پنچ نہین بنایا اور اگر اوسنے فیصلہ کیا ساتھہ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اوسکا توڑ دیگا اسواسطے کہ مخالف نص حدیث ہی فرمایا حضرت نے قاتل کے کنبے والون سے اوٹھو دیت دو مقتول کی **ف** بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات مین انشاء اللہ تعالی آویگا **ص** اگر پنچ کے حکم کا مرافعہ ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اوسکا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کردے اوسکو ورنہ باطل کرے اوسکو یعنی حکم محکم کا مثل حکم قاضی کے مختلف مین نہین **ف** محکم کا حکم اکثر باتون مین مثل قاضی کے ہی تو وقت تحکیم اوسکو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہوگا مگر سترہ مسائلون مین فرق ہی بحر الرائق مین وہ سب مذکور ہین فقط

ص مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان مین

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیون کے پاس ہی ایک اوپر کے مکان کا مالک ہی اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو یہ نہین پہونچتا کہ اپنے مکان مین میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے **ف** اسیطرح اوپر والے کو یہ نہین پہونچتا کہ اوپر رکھہ اور بنادے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بنادے بغیر اوسکے اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہی جسمین دوسرے کا ضرر نہووے اور امام کا قول قیاس کے موافق ہی بحر الرائق **ص** ایک لنبی گلی ہی اور اوسمین سے ایک اور لنبی گلی پیدا ہوئی ہی جو نافذہ نہین ہی تو پہلی گلی کے رہنے والونکو اختیار نہین ہی کہ اوس گلی غیر نافذہ مین چلنے کے لیے دروازہ نکالین اور اگر دوسری گلی گول ہی کہ اوسکے دونون کنارے پہلی گلی تک پہونچ گئے ہین تو پہلی گلی والے اوسمین دروازہ چلنے کے لیے نکال سکتے ہین صورت ان دونون شکلونکی یہ ہی

گول کوچہ
کوچۂ اولی

کوچۂ اولی

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو دوسری گلی گول ہے نصف دائرہ کے مقدار رہو یا اوس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرہ سے زیادہ ہوگی تو یہی
پہلی گلی والون کو وہان دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہوگا فرق دونون صورتون مین یہ ہے کہ صورت اولی مین کوچہ غیر
نافذہ مستدیرہ بسبب صغر کے تابع کوچہ مستطیلہ کا ہوگا
اور اوسمین حق ساکنان کوچہ مستطیلہ کا بھی شریک ہے بخلاف
صورت ثانیہ کے کہ بسبب کوچہ کلان ہونیکے تابع کوچہ مستطیلہ

کوچہ مستطیلہ
گول کوچہ

نہوگا اور اوسمین حق ساکنان کوچہ مستطیلہ نہوگا صورت اوسکی یون ہے **ف** اور ان سب صورتون مین ہوا آنے کے لیے یا
روشنی کے لیے کھڑکی یا دروازہ بنانا درست ہے عینے لیکن ہدایہ مین ہے کہ صحیح یہی ہے کہ مطلقاً دروازہ کھولنا اول کوچے والے کو
جائز نہین خواہ چلنے کے لیے ہو یا اور کسی کام کے لیے کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہر ساعت
منع نہین کر سکتے اور احتمال ہے کہ دروازہ انکا کردعی ہوجاوے کسی حق کا دوسری گلی مین **ص** ایک شخص نے دعوی کیا ایک گھر کا
جو دوسرے کے قبضے مین ہے کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلان وقت مین **ف** مثلاً غرہ رمضان کو **ص** ہبہ کیا تھا قابض نے
اس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوے اوس نے کہا کہ مدعی علیہ نے گھر کے ہبہ سے انکار کیا تھا تو مینے یہ گھر اوس سے خرید لیا تھا یا یہ نہین کہا اور گواہ خرید پر اوس کے
پیش کیے تو اگر گواہون نے شہادت خرید کی دی بعد وقت ہبہ کے **ف** مثلاً شوال یا ذیقعدہ مین **ص** تو گواہی مقبول ہوگی اور جو شہادت دی خرید کی قبل وقت ہبہ کے **ف**
مثلاً ماہ شعبان یا رجب مین **ص** تو گواہی مقبول نہوگی **ف** بسبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت
اور دعوی کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک مین مدعی علیہ کے تھا اور گواہون کے
بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک مین مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہے **ص** ایک شخص نے دعوی کیا کہ زید نے مجھ سے
یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اوس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہونچتا ہے کہ اوس لونڈی سے
وطی کرے **ف** اسواسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہوگیا مشتری سے تو اوسکی رضا فوت ہوگئی اور یہ موجب ہے
انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع مین آگئی تو وطی اوسکو درست ہوگی **ص** ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے
دس درہم لیے ہین پھر مدعی ہوا کہ وہ روپے زیف تھے یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق کیجاویگی **ف** یعنی قسم سے اوسکا
قول مقبول ہوگا **ص** اور اگر اوسنے دعوی کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اوسکا مقبول نہوگا اسیطرح اگر ایک شخص نے
اقرار کیا کہ مینے فلانے سے کھرے دس درہم لیے ہین یا مینے اپنا حق پایا یا بائع نے کہا مینے ثمن وصول پایا یا پورا لیا مین نے
بعد اسکے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوقہ یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق نہوگی **ف** اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے
ہین کمال مقبوض پر تو بعد اوسکے دعوی نقصان کیسے مسموع ہوگا **ص** جاننا چاہیے کہ زیف اور نبہرجہ قسم سے
اون دراہم کے ہین جنمین چاندی غالب ہے ملونی پر مگر یہ کہ چاندی اوسمین کھری کی نسبت کم ہے اور کھوٹاپن نبہرجہ کا زیادہ ہے
زیف سے تو زیف کو تاجر رد نہین کرتے اور اوسمین معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہین لیتا کیونکہ
بیت المال مین نہین داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہین اور نبہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہین نبہرجہ کی تفسیر مین
اختلاف ہے بعضے کہتے ہین وہ درہم ہے جسکا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہین کہ چاندی جسکی خراب ہوا اور ستوقہ وہ ہے کہ

اوسکا نابنا اندر ہوا اور سلوپر پہنچے پرت چاندی کی ہوویے زیدنے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھپر ہزار درہم ہین عمرو نے اوسکے جواب مین کہا لیتے سے اوپر کچھہ نہین ہی پھر کہنے لگا نہین بلکہ تیرے اوپر ہزار درہم ہین تو زید پر کچھہ لازم نہوگا ف اسواسطے کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کرکے زید کے اقرار کو رد کر دیا تو اب پھر دعوی بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہوگا زیدنے عمرو پر دعوی کیا ایک مال کا عمرو نے اوسکے جواب مین کہا تیرا مجھہ پر کچھہ نتھا تب زیدنے گواہ قائم کیے اور بعد اوسوقت عمرو کہنے لگا کہ مین یہ مال تجھکو ادا کر چکا ہون یا تو مجھکو اس مال سے بری کر چکا ہی اور اس امر پہ عمرو نے گواہ قائم کیے تو عمرو کے گواہ مسموع و منظور ہونگے امام زفر کے نزدیک منظور نہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہین کہ یہان تناقض نہین ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی پر کسی کا کچھہ نہین ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہی اور اسیطرح بری کرنا کبھی اپنے زعم مین ہوتا ہی اگرچہ حقیقت مین نہو اور اگر عمرو نے جواب دعوی مین اتنا اور کہا کہ مین تجھکو پہچانتا بھی نہین تو اب گواہ اوسکے ادائے مال یا ابرا مدعی پر مسموع و منظور نہونگے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہونے توفیق کے کیونکہ داد وستد اور لین دین اور معاملہ اور ایفا اور ابرا دو شخصون مین بدون معرفت اور شناسائی کے نہین ہوسکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہی کہ گواہ اوسکے مسموع و منظور ہونگے اسواسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردے مین رہتا ہی اور عورات پردہ نشین کا یہ حکم کرتی ہین اپنے وکیلون کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعی علیہ کیطرف سے مدعی کو مال دیکر راضی کر لیتے ہین باوجود اس بات کے کہ مدعی علیہ اور مدعی مین شناسائی نہین ہوتی تو ممکن ہی توفیق اسطرح جاننا چاہیے کہ دفع تناقض مین بعضون کے نزدیک امکان توفیق کا کافی ہی اور بعضون کے نزدیک ضرور ہی کہ مدعی توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہی کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اوپر توفیق کے تاکہ دعوی مدعی کا ابطال سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہی کہ ضرور ہی دعوی مین صحت یقینا تو صرف امکان صحت سے حق مدعی علیہ کو باطل نہ کرینگے باثبات حق مدعی مین کہتا ہون جہان پر شک واقع ہووے صحت دعوی مین تو وہان امکان صحت کافی نہوگا مثلاً ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اوس سے طلب ہوے تو گواہ ہبہ کے نلا سکا تو مدعی ہو گیا شرا کا اور گواہ قائم کیے شرا پر اور یہ بیان نہین کیا کہ شرا مدعی کی قبل وقت ہبہ کے ہی یا بعد وقت ہبہ کے ہی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ شرا قبل وقت ہبہ کے ہوا ور اس صورت مین دعوی باطل ہو جاتا ہی جیسا کہ اوپر گذرا اور احتمال ہی کہ شرا بعد وقت ہبہ کے ہووے اور اسصورت مین دعوی صحیح ہو جاتا تو اب شک پڑ گیا صحت دعوی مین تو ہم صحیح نہ کرینگے دعوی کو شک سے اسواسطے کہ غایۃ ما فی الباب یہ ہی کہ شرا متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعوی ہبہ کے یہ معنی ہونگے کہ پہلے مینے اوس سے مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہو گیا اور پھر اوسکی ملک مین مکان آیا کیا پھر اوسنے ہبہ کیا تو ضرور ہی قائم کرنا گواہون کا اوپر ہبہ کے اور جب نہوے اوس پاس گواہ ہبہ کے تو دعوی اوسکا صحیح نہوگا اور مدعی علیہ کا حق شک سے باطل نہوگا اور جہان پر شک نہو صحت دعوی مین تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھہ شک کے تو وہان امکان توفیق کافی ہی جیسا کہ قائم کیے گواہ مدعی علیہ نے اوپر ادائے مدعی کے یا ابرائے مدعی کے بعد انکار کرنے اوسی مدعی علیہ کے

جس چیز کا دعوی کیا جاوے ۱۲

مدعی سے اور قائم کرنے مدعی کے گواہ اوپر مدعی کے یا قائم کیے گواہ اوپر تبرا کے بعد وقت بیع کے ان صورتون مین شہادت
مقبول ہوگی تو یاد رکھ اس قاعدے کو کہ یہ کثیر النفع ہی پھر جان تو کہ تناقض جب مانع ہی صحت دعوی کا کہ کلام اول مفید ہو
اثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر ایسا نہوگا نہین مانع ہوگا صحت دعوی کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہین حق ہی
میرا کسی سمرقندی پر پھر دعوی کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہی دعوی اوسکا اور اگر یہ کلام پہلا شخص معین کے لیے
صادر ہوتا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھہ دعوی نہین یا کوئی حق نہین پھر دعوی کرے تو باطل گنا جاویگا بسبب تناقض کے
زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ مینے تجھسے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ مین تجھے دے چکا اب اسمین عیب نکلا تو مین
رد کرتا ہون اوسکو بسبب عیب کے تو میرے روپے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا ف یعنی یہ غلام مینے
تیرے ہاتھہ نہین بیچا ص تب قائم کیے زید نے گواہ بیع پر بعد اوسکے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے مینے شرط کر لی تھی
ہر عیب سے برات کی ف یعنی یہ شرط کر لی تھی کہ اگر اسمین کوئی عیب نکلے تو اوسکے مواخذے سے مین بری ہون غرض عمرو کی
اس سے یہ ہی کہ رد نہو سکے ص اور گواہ قائم کیے اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسف کے
نزدیک مقبول ہی ف وہ قیاس کرتے ہین اس مسئلے کو اوسپر جو گذرا کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر ایک مال کا
عمرو نے کہا کہ تیرا مجھہ پر کچھہ نہ تھا الی آخرہ اور طرفین اوسکا جواب یون دیتے ہین کہ وہ مسئلہ دین کا ہی اور دین کبھی یون ہی
واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہی اور اس جگہ دعوی مدعی علیہ کا بابت برات کے عیب سے مستدعی ہی بیع کو اور بیع کا
وہ انکار کر چکا تھا تو اب بوجہ تناقض کے مقبول نہوگا ص اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اوسکے اخیر مین ان شاء اللہ تعالی
لکھدیا تو سارا مضمون تمسک کا یا اور کوئی دستاویز باطل ہو جاویگا اور نزدیک صاحبین کے آخری فقرہ اوسکا ایک نصرانی مر گیا اور
اوسکی زوجہ نے کہا مین مسلمان ہوئی بعد موت اوسکی کے ف یعنی موت کے وقت مین بھی نصرانی تھی غرض
اوسکی یہ ہی کہ محروم نہو میراث سے بوجہ اختلاف دین کے ص اور باقی وارثون نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی
قبل اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان ہوئی تھی
سامنے اوسکے اور باقی ورثہ نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفر کے
نزدیک پہلے مسئلے مین قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو کی کچھہ امانت تھی اور عمرو مر گیا زید نے بعد اوسکی
موت کے کہا کہ یہ خالد بیٹا عمرو کا ہی اور عمرو کا سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہی تو وہ امانت خالد کو دیدے اور اگر بعد
اسکے پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہی اور خالد اسکا انکار کرے تو قاضی کل مال خالد ہی کو دلاویگا ف اسواسطے
کہ اقرار اول کا کوئی مکذب نہین اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہی اقرار اول تو صحیح نہوگا ص اگر کسی کا قرض میت پر
ثابت ہوا شہادت سے یا وراثت ثابت ہوئی گواہون سے اور گواہون نے یہ نکہا کہ ہم سوا اسکے اور کوئی قرضخواہ یا وارث
میت کا نہین جانتے اور مال میت کا تقسیم ہوا اون قرضخواہون یا وارثون مین تو اب وسے ضمانت نہ لیجاویگی اس بات
کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرضخواہ پیدا ہوگا تو اوسکا حصہ دینگے اور بعض قاضی جو احتیاطاً ایسی صورت مین ضمانت
لیتے ہین ظلم ہی اور صاحبین کے نزدیک ضمانت لیجاویگی ف اور اگر وراثت یا دین اقرار سے ثابت ہوا تو بالاتفاق

ضمانت لیجاویگی اور جو گواہون نے یہ کہدیا کہ ہم سوا انکے اور کسی وارث یا قرضخواہ کو میت کے نہین جانتے تو بالاتفاق ضمانت نہ لیجاویگی در مختار ص زید نے ایک گھر کا جو بکر کے قبضے مین ہی اسطرح دعوی کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجھکو اور میرے بھائی عمرو کو جو غائب ہی میراث مین ہمارے باپ سے پونہچا ہی تو قاضی نصف اوس گھر کا زید کو دلاویگا اور باقی مکانکو عمرو کے آنے تک بکر کے ہی پاس رہنے دیگا اور اوس سے ضمانت نلے گا برابر ہی کہ بکر نے اقرار کیا ہو زید کے دعوے کا یا انکار اسواسطے کہ بکر کے قبضے کو میت نے اختیار کیا تھا پس اوسکے قبضے کو دفع نکرینگے اس حال مین کہ مدعی اوسکا حاضر نہین اور صاحبین کے نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعوے سے تو باقی مکان کو اوسکے قبضے مین نچھوڑینگے اسواسطے کہ انکار سبب سے اوسکی خیانت ظاہر ہوئی تو لے لیا جاویگا اوس سے اور ایک امین کے پاس چھوڑا جاویگا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اوسی کے قبضے مین رہنے دینگے اور ضمانت اوس سے نہ لینگے اور اگر یہ صورت منقول مین واقع ہوئی تو اوسمین بھی یہی اختلاف ہی ف یعنی انکار اور عدم انکار دونون صورت مین اوسکے پاس رہنے دینگے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انکار کیصورت مین اوس سے لے لینگے ص اور بعضے کہتے ہین کہ منقول بصورت انکار بالاتفاق امام اور صاحبین لے لیا جاویگا مسئلہ ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو دینا تو ہر قسم کے مال مین سے ثلث دیا جاویگا ف خواہ مال زکوۃ کا ہو یا غیر مال زکوۃ ص اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا یا جس چیز کا مین مالک ہون وہ خدا کی راہ مین صدقہ ہی تو مراد اوس سے مال زکوۃ کا لیا جاویگا ف جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت بقدر نصاب اور غیر مال زکوۃ کا صدقہ دینا لازم نہوگا جیسے اسباب خانگی گھوڑا سواری کا غلام خدمت کا کمافی الکنز اور زفر کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا تمامی اموال کو خواہ مال زکوۃ ہووے یا غیر زکوۃ ص تو اگر اوسکے پاس سوا اموال زکوۃ کے کچھہ نہووے تو روک رکھے قوت اپنی اور باقی کو صدقہ کر دیوے ف اور قوت کی تقدیر کچھہ نہین واسطے مختلف ہونے احوال آدمیون کے کہا گیا ہی جو روز کا مزدور ہی وہ ایک دن کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھہ لیوے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان و دکاکین وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک مہینے کی اور مالک اراضی غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب تجارت اوتنا رکھہ لے جو اوسکو کافی ہو نئے مال آنے تک ص پھر جب مالک ہو تو جتنا مال قوت کیلیے رکھہ لیا تھا بقدر اوسکے پھر تصدق کر دیوے ف در مختار مین ایک حیلہ عجیب مرقوم ہی اوس شخص کیلیے جو قسم کھاوے کہ اگر مین یہ کام کرون تو سارا میرا مال صدقہ ہی تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی کل ملک کے ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرے اور دیکھے نہین پھر وہ فعل کرے جسپر قسم کھائی پھر اوس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے تو اوسپر کچھہ صدقہ لازم نہ آویگا ص ایک شخص کو وصی کیا میت نے اور وصی کو خبر اسکی نتھی بعد اسکے وصی نے کوئی چیز ترکہ مین سے بیچڈالی تو صحیح ہی بیع اوسکی بخلاف وکیل کے کہ اوسکو اگر علم اپنی وکالت کا نہ تھا اور اوسنے کوئی تصرف مؤکل کے مال مین کیا تو یہ تصرف جائز نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہوگا جب مؤکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے یا دو شخصون مجہول الحال ف یعنی اونکا حال معلوم نہین کہ فاسق ہین یا عادل ص نے دی تو اب اوسکا تصرف

بعد اسکے صحیح نہوگا ف کیونکہ عزل وکیل ایک خبر ملزم ہی تو اوسمین شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اگر وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہوگا اور اوسکے تصرفات بعد اس خبر پہونچنے کے موکل کے اوپر نافذ ہونگے ص اسی طرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخصوں نے سنائی اور مولی نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولی پر لازم آجاویگا ف یعنی درصورت جنایت عبد مولی کو اختیار ہی خواہ تاوان دیوے جنایت کا یا عبد کو حوالہ کرے تو جب اوسنے یہ خبر سنکر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اوسکو تاوان دینا منظور ہی ص اسیطرح شفیع کو گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہ گیا تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا اسی طرح باکرہ عورت کو اگر ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ رہ گئی تو رضا ہوجاویگی اسی طرح اوس مسلمان کو جو دار الحرب مین مسلمان ہوا ہی اور ابھی دار الاسلام مین اوسنے ہجرت نہین کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اوسپر لازم ہوجاوینگے ف ان سب صورتون مین خبر اگر ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو احکام مذکورۂ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم ادائے احکام ثابت نہونگے ص لیکن وکیل کرنیکی خبر مین دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہین بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت ہوجاویگی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کریگا صحیح ہوجاویگا ف اسی طرح صغیر ممیز یعنی وہ لڑکا جو تمیز دار ہی اگر خبر دیگا ایک شخص کو اس بات کی کہ تمکو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہی تو وکالت ثابت ہوجاویگی در مختار اور صاحبین کے نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہی اسواسطے کہ یہ معاملات ہین اور معاملات مین خبر واحد مقبول ہی اور ہماری دلیل اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہی ص قاضی یا قاضی کا امین اگر کسیکے غلام کو اوسکے قرضخواہون کے لیے بیچکر مشتری سے ثمن لے لے اور وہ ثمن تلف ہوجاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہونگے مشتری قرضخواہون سے غلام کے ثمن وصول کرے جنکے لیے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہون کے لیے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مرگیا اور قیمت اوسکی ضائع ہوگئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لے اور وصی اون قرضخواہون سے لیوے جنکے لیے غلام بیچا تھا مسائل جاننا چاہیے کہ قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل ہی یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ مینے اسکے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہی تو تو اوسکا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اوس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہین اور اگر دوسرے قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہی اوس شخص کو کہ سبب ان سزاؤن کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اوسکا اچھی طرح بیان کردیوے ف مثلاً زنا مین کہے کہ مینے زنا کا اس سے استفسار کیا جسطرح معروف ہی اور اوسنے اقرار کیا اور حکم کیا مینے رجم کا یا سرقے مین کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اسنے مال نصاب ایک جا محفوظ سے لیا جسمین کوئی شبہہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اسنے قتل عمد کیا بلا شبہہ کفایہ ص تو یہ افعال کرنا اوسکو درست ہین اور اگر اچھی طرح سبب اونکا بیان نکرسکے تو درست نہین اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول

ہرگز قبول نکرے **ف** مگر اوس صورت مین جب وہ شخص خود سبب حکم دیکھ رہا ہو کذا فی الہدایہ اور امام محمد کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ امضا نکرے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معاینہ نکرلیوے اور علما نے اسکو پسند کیا ہی ہمارے زمانے مین اور عیون مین ہی کہ اسی پر فتوی ہی دہ مختار ہی لیکن بحر الرائق مین ہی کہ مینے بعد اسکے صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کی چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہی انتہی اسصورت مین مفتی بہ قول شیخین کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہی **ص** اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ مینے تجھسے جو ہزار روپے لیے تھے وہ عمرو کے روپے ثابت کرکے لیے تھے اور وہ مینے عمرو کو حوالے کردیے یا مینے جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلان حق مین تھا اور زید نے دعوی کیا کہ تونے مجھسے ہزار روپے ظلم سے لے لیے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہوگا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا مین اوس کیے ہین اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تونے یہ فعل مجھسے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قاضی مبطل ہوجاویگا اس فعل مین اور اگر زید کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا **مسائل لحاقیہ** ایک شخص نے دوسرے کو قتل کر ڈالا بعد اوسکے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہوگیا تھا یا اوسنے میرے باپ کو قتل کیا تھا اسوجہ سے مینے اوسکو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہوگا اسواسطے کہ اسکے اعتبار مین سرکشی اور زیادتی کا دروازہ کھل جاویگا ہر شخص دوسرے کو قتل کرکے یہی کہیگا جو چیز قاضی پر واجب ہی اوسکی اجرت لینا درست نہین جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی کا زبان سے فتوی بیان کردینا اور تحریر فتوی پر اوسکو اجرت لینا درست ہی اسیطرح قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل درست ہی یہی قول مختار ہی اور قاضی کا خرچ بیت المال مین سے دیا جاویگا اور یہ خرچ جزا ہی حبس کی یعنی قاضی جو اپنے حوائج ضروریہ وغیرہ چھوڑکر رکا بیٹھا رہتا ہی اوس کا عوض ہی نہ اجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین قاضی کو یہ پہونچتا ہی کہ گواہون کا علیحدہ علیحدہ اظہار لے یعنی اسطرح کہ ایک کا اظہار لیکر دوسرے کو خبر نہو مگر عورتون کی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیے کیونکہ وہ قائم مقام ایک مرد کے ہین فقط کذا فی الدر المختار و الاشباہ و النظائر

ص کتاب الشہادۃ والرجوع عنہا

شہادت کہتے ہین خبر دینے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر **ف** اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمین ہین ایک خبر دینا کسی کے حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہی یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعوی ہی یا دوسرے کے حق کی اپنے اوپر یہ اقرار ہی کذا فی الاصل **ص** گواہی دینا فرض ہوجاتی ہی جب مدعی طلب کرے اداے شہادت کو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین اور فرمایا لَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہی گناہ کی نسبت کی دل کیطرف جو اشرف الاعضا ہی اور بدن کا رئیس ہی اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہی تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاے ظاہری سے ہی جو ہر النقی مین ہی کہ وجوب اداے شہادت کی شرطین ہین ایک یہ

کہ قاضی جسکے پاس شہادت دیجاوے عادل ہو دوسری تہمت مکان اسقدر کہ شہادت دیکر اوسی دن اپنے گھر پہونچ سکے تیسری علم قبول یعنی شاہد کو یقین ہو اس بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا چوتھی طلب مدعی پانچوین تعین شہادت شاہد پر تو اگر متعین نہوا سطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہوں اور انھون نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گنہگار ہوگا چھٹی یہ کہ اوس شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اوسکو دو عادل نے اسطرح پر خبر دی ہو کہ مدعی پا چکا ہی یا زوج نے تین بار طلاق دیا ہی یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کردیا ہی تو اوسکو دین اور نکاح اور قتل کی گواہی دینا درست نہین اور اگر مخبر عدول نہون تو شاہد انکو اختیار ہی چاہے گواہی دین اور قاضی سے اون مخبرون کا بیان نقل کردین چاہے گواہی نہ دین اور اگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین ساتوین شرط یہ ہی کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہی تو اگر یہ جانتا ہو کہ اوسنے خوف سے اقرار کیا ہی تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحطاوی باختصار **ص** اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہی حدود مین **ف** جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے ابی ہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالی اوسکی دنیا و آخرت مین پردہ پوشی کریگا **ص** مگر واجب ہی مرقے مین کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلان نے مال لیا تا مالک کا حق نجاوے اور یہ نہ کہے کہ فلان نے چورایا تا حد واجب نہووے نصاب شہادت زنا کے لیے چار مرد ہین **ف** عورت کی شہادت اسمین جائز نہین اور چار مردون کی قید زنا مین اسواسطے ہوئی کہ اللہ تعالی جل شانہ کو چھپانا منظور ہی اور نہین دوست رکھتا اللہ تعالی اس بات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین مین باوجود اسکے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین مین صرف دو مردون کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالی نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ یعنی جو عورتین زنا کرین تم مین سے تو گواہ کر لو اون پر چار مردون کو تم مین سے اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ پھر نہ لاوین چار گواہ **ص** اور قصاص اور باقی حدود کے لیے دو مرد ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ یعنی گواہ کرو دو مردون کو اپنے مین سے اور شہادت عورتون کی نہ حدود مین مقبول ہی نہ قصاص مین نہ زنا مین بدلیل اوس روایت کے جسکو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ زہری نے کہا جاری ہوئی سنت نزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے دونون خلیفون سے جو حضرت کے بعد تھے اس بات کی کہ نہین شہادت عورتون کی حدود اور قصاص مین کہا زیلعی نے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین لیکن اوس مین قصاص کا لفظ نہین ہی مین کہتا ہون اوسمین دم کا لفظ موجود ہی اور مراد اوس سے قصاص ہو سکتا ہی **ص** اور کنواری ہونے اور جننے اور عورتون کے اون عیبون کے لیے جنکے مرد مطلع نہین ہوتے ایک عورت کی گواہی کافی ہی **ف** اسیطرح لڑکے کے رونے مین واسطے نماز کے اور ثبوت[له] ارث کے اور دو عورتون کا ہونا احتیاط ہی در مختار الہدایہ مین دلیل اسکی یہ لکھی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی عورتون کی جائز ہی اون

[له] لیکن یہ ثبوت صاحبین اور شافعی اور احمد کے نزدیک ہی عورت کی گواہی نہ ہونے سے ثبوت میراث کے واسطے کافی ہی اور شرح النقایہ مین ایسا ہی گواہی نیک عورت کی صاحب کے نزدیک تا میراث مین مقبول نہین ۱۲ منہ مدظلہ

ہیں رون مین جنکی طرف نہین نظر کرسکتے مرد زیلعی نے تخریج مین لکھا غریب اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا اسکو امام محمد نے مبسوط مین عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد وسعید بن المسیب وعطاء بن ابی رباح و طاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلی بالف ولام اور مراد اوس سے جنس ہے تو قلیل وکثیر شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ عورتین احسن ہین اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی گواہی اوس امر مین جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہین ہوسکتا از قبیل ولادت نساء اور عیوب نساء انتہی اور اگر ان باتون کی ایک مرد گواہی دے تو اصح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح تنہا معلم کی گواہی وقائع اطفال مین مقبول ہے اور صرف عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے تاخون مفت ضائع نہووے اور قصاص واجب نہوگا در مختار وحموی ص اور جو عورت مین عیب ایسا ہو کہ اوسپر مرد بھی مطلع ہوسکتے ہین جیسے ایک اونگلی زائد ہونا تو وہان ایک عورت کی شہادت کافی نہوگی ف اسواسطے کہ یہان کچھ ضرورت نہین ص انکے سوا اور مقدمات مین ضرور ہے کہ یا دو مرد ہون یا ایک مرد اور دو عورتین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ یعنی گواہ کرلو دو مردون کو اپنے مین سے تو اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین اون گواہون مین سے جن سے تم راضی ہو ص برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہون یا غیر مالی ف مالی جیسے بیع اور شراء اور اعارہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی ص جیسے نکاح رضاع طلاق وکالت وصیت اور امام شافعی کے نزدیک مقدمات غیر مالی مین شہادت عورت کی مقبول نہوگی اور جتنی قسمین شہادت کی ہین سب مین یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہووے ف یعنی پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہو صغائر پر اور صلاح و ثواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے ط و نہایہ در مختار مین ہے کہ عادل ... ہے جسکی طبیعت متہ؟ پیٹ اور فرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ کذب پیٹ سے نکلتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے تو ص شرط عدالت کی ہمارے نزدیک واسطے وجوب قبول شہادت کے ہے نہ واسطے صحت قبول کے پس فاسق کی شہادت واجب نہین ہے قاضی پر کہ قبول کرے لیکن اگر اوسنے قبول کیا اور حکم دیدیا تو صحیح ہوجاویگا حکم اوسکا ف اور قاضی گنہگار ہوگا فتح در مختار مین ہے کہ قنیہ اور مجتبی مین منقول ہے کہ فاسق اگر لوگون مین صاحب مروت اور وجاہت ہووے تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی سوا ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر مین اسطرح کہ یہ تعلیل ہے مقابلہ نص کے فرمایا اللہ تعالی نے وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ یعنی گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے مین سے مقید کیا اللہ تعالی نے شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ بنظر اس زمانے کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق کی قبول کیجاوے اسواسطے کہ کم لوگ خالی ہین فسق سے اور شائع ہوگیا ہے فسق لوگون مین بدرجہ غایت

اور جیسے
اور سلم
اور ارتداد
اور بلوغ
اور ولاء
اور عدت
اور حج اور
تعدیل
اور عفو
یعنی

ہی کہ عادل لوگ اقل قلیل ہین تو اونپر چلنے مقدمات کیونکر ہوگی اور لازم آویگا تضییع حقوق ناس اور یہ عذر رہی شرعًا اور عرفًا اور فقہاے متقدمین سے بھی یہ منقول ہی فتاوے تاتارخانیہ مین ہی کہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی اسواسطے کہ فسق او سپر طاری ہی اور اصل مین وہ سعید ہی فرمایا حضرت نے کل مومن ذو سعادۃ یعنی ہر مومن صاحب سعادت ہی اور اسی پر اعتماد ہی انتہی مگر یہ ضرور ہی کہ وہ فاسق صاحب مروت اور جاہ ہووے نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تفسیر مظہری مین قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہین بل فی زماننا ھذا الفاسق اذا کان وجیہا ذا مروۃ یغلب علی الظن انہ لا یکذب فی الشھادۃ او دلت القرائن علی صدقہ یقبل شھادتہ یعنی ہمارے زمانے مین فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولیگا شہادت مین یا قرینہ دال ہو اوسکی راست گوئی پر تو قبول کیجاویگی شہادت اوسکی اور جامع الفتاوی مین ہی واما شھادۃ الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شھادتہ تقبل والا فلا یعنی شہادت فاسق کی اگر قاضی کے گمان مین ہووے صدق اوسکا تو قبول کیجاویگی ورنہ نہین قبول کیجاویگی شامی نے نقل کیا ہے وفی الفتاوی القاعدیۃ ھذا اذا غلب علی ظنہ صدقہ وھو مما یحتفظ وظاہر قولہ وھو مما یحتفظ اعتمادہ یعنی قبول شہادت فاسق جب ہی کہ قاضی کے گمان غالب مین اوسکا صدق ہووے اور یہ اون باتون مین سے ہی کہ یاد رکھی جاوینگی اور ظاہر قول اوسکا یاد رکھا جاوے یہ ہی کہ اسپر اعتماد ہی اور شیخ ابن الہمام نے جو لکھا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ نص صرف اسی بات پر دلالت کرتی ہی کہ شہادت دو عادلون کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک حجت نہین ہی فافہم و استقم **ص** اور یہ بھی شرط ہی کہ شاہد لفظ شہادت کہے

ف یعنی اَشْہَدُ بصیغہ مضارع جسکے معنی یہ ہین گواہی دیتا ہون مین دل سے جانتا ہو وجہ اس شرط کی یہ ہی کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہین سب مین لفظ شہادت مذکور ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَاَشْھِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ اور فرمایا وَاَشْھِدُوْا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَاسْتَشْھِدُوْا شَھِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ اور فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام اِذَا رَاَیْتَ مِثْلَ الشَّمْسِ فَاشْھَدْ وَاِلَّا فَدَعْ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی ہان روایت کی ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے ایک شخص کو تو دیکھتا ہی آفتاب کو بولا ہان فرمایا اوسکے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اوسکا ابن عدی نے ساتھ اسناد ضعیف کے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے لیکن خطا کی بلوغ المرام

ص تو اگر شاہد نے لفظ اشہد کا نہ کہا بلکہ کہا اعلم یا اتیقن یعنی جانتا ہون مین یا یقین رکھتا ہون تو اوسکی شہادت مقبول نہوگی امام اعظم کے نزدیک قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کرے اوسکی کیفیت عدالت وغیرہ دریافت نکرے یہان تک کہ خصم جرح نکرے **ف** کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کتاب البیوع مین عمرو بن شعیب سے انھون نے اپنے باپ انھون نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہین بعض انکے اوپر بعض کے مگر جسکو حد قذف لگی ہو اور لکھی حضرت عمر نے ایک کتاب طرف ابی موسی کے اور اوسمین لکھا کہ مسلمان عادل ہین بعضے اونکے بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد مین یا تجربہ کار ہو شہادت زور مین یا قریب تیرا

وللہ مین یا قرابت مین روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ایک طریق سے کہ اوسمین عبد اللہ ابو حمید ہی اور وہ ضعیف ہی اور نکالا
اوسکو دوسرے طریق سے اور حسن کہا ہو اوسکو اور نکالا اوسکو بیہقی نے ایک اور طریق سے سوا اون دونون طریقون
دارقطنی کے ص مگر حدود قصاص مین بغیر جرح خصم کے بھی اونکی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبین کے نزدیک ہر عقد مین
اونکی عدالت کو دریافت کرے خفیہ اور ظاہر ف اور یہی مذہب شافعیؒ اور احمد کا ہی ص اور اسی پر فتوی دیا جاویگا
ہمارے زمانے مین ف فقہا نے لکھا ہی کہ یہ اختلاف اختلاف زمانے کا ہی نہ خلاف حجت و برہان کا اسواسطے کہ امام صاحب کے
زمانے مین صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبین کے وقت مین زمانہ فاسد ہو گیا تھا وجہ اسکی یہ ہی
کہ امام اعظمؒ قرن تابعین مین تھے جنکے واسطے حضرت صلعم نے بشارت دی ہی اس بات کی کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم
الذین یلونہم ثم یجیٔ قوم تسبق شہادۃ احدہم یمینہ ویمینہ شہادتہ متفق علیہ یعنی بہتر
قرنون کا قرن میرا ہی پھر قرن ان لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر آویگی ایسی قوم کہ قسم
اونکے آگے ہوگی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحب باتفاق اکثر محدثین و فقہا قرن تابعین سے ہین لیکن
اتفاق فقہا کا سو ظاہر ہی اسلیے کہ فقہا حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہین بہت سے صحابہ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے مین
وہ ثابت نہین ہی اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا سو ظاہر ہی قول سے محققین کے کہ امام نے چار صحابیون کو پایا ہی اور وہ
انس بن مالک ہین بصرہ مین اور عبد اللہ بن ابی اوفیؓ ہین کوفہ مین اور سہل بن سعید ساعدیؓ ہین مدینہ مین اور ابو الطفیل عامر
ابن واثلہ مکہ مین کہا ابن حجر نے کہ روایت کی امام نے ابن ابی اوفی سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیب نے تاریخ بغداد مین کہ امام
نے دیکھا انس بن مالکؓ کو اور کہا ابن حجر نے دیکھنا امام کا انسؓ کو صحیح ہی جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ دیکھا امام نے انسؓ کو
اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت مین ہی کہ کہا امام نے دیکھا مینے اونکو کئی بار اور تھے انسؓ خضاب کرتے سرخ اور آیا ہی
کئی طریقون سے کہ امام نے روایت کین اون سے تین حدیثین اور بعض نے جو نفی کی ہی تو وہ معارض اثبات اون
لوگون کی نہوگی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل مین مقدم ہی نفی پر باتفاق علما اور نہین انکار کریگا اسکا مگر مکابر معاند
جسکو امام کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہووے نعوذ باللہ من العناد وسوء الفہم ص اور کافی ہی دریافت کرنا
خفیہ اسواسطے کہ اگر مزکی روبرو شاہد کے اوسکے عیوب بیان کرے تو دونون کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہی
کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتی ہی شاہد کے سامنے اوسکا حال کہنے سے ف امام محمدؒ سے مروی ہی کہ تزکیہ علانیہ بلا اور
فساد ہی ھدایہ ص اور کافی ہی تزکیہ کے لیے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص عادل اور بعضون نے کہا ضرور ہی کہ مزکی
یون کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہی تا احتراز ہو بچہ اور غلام سے مگر اصح یہ ہی کہ فقط عادل کہہ دینا کفایت ہی
کیونکہ آزادی اصل ہی دار الاسلام مین ص احب خصومت یعنی مدعی علیہ اگر مدعی کے گواہون کو اسطرح عادل بتلاوے
کہ یہ گواہ عادل ہین لیکن انھون نے شہادت مین خطا کی یا بھول گئے تو اوسکا اعتبار نہین ف سبب یہ ہے کہ مدعی کے
نزدیک مدعی علیہ جھوٹا ہی اپنے انکار مین باطل پر ہی اپنے اصرار مین تو تعدیل اوسکی کیونکر مقبول ہوگی ہاں صاحبین کے
نزدیک تعدیل مدعی علیہ کی درست ہی مگر محمدؒ کے نزدیک ایک اور شخص بھی چاہیے ساتھ مدعی علیہ کے کہ تعدیل کرے

شہود کی کیونکہ اونکے نزدیک عدد شرط ہی تزکیہ مین ہدایہ ص اور اگر مدعی علیہ نے یہ کہا کہ مدعی کے گواہ عادل ہین انھون نے سچ کہا تو یہ اقرار ہوجاویگا دعوی کا اور تزکیۂ شہود مین قول ایک شخص کا کافی ہی اسی طرح شاہد کی زبان کے ترجمہ کرنے کے لیے اور قاضی کے پیغام پونہچانے کے لیے طرف مزکی کے ایک شخص کافی ہی اور رد کا ہونا ممتاط ہی اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا ہی اور محمد کے نزدیک دو شخص ضرور ہین اور یہ اختلاف اوس تزکیہ مین ہی جو خفیہ ہو اور تزکیۂ علانیہ مین خصاف نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہین سب کے نزدیک اسی واسطے کہ تزکیۂ علانیہ مثل شہادت کے ہی یہان تک کہ تزکیۂ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہین ہی ف بخلاف تزکیۂ خفیہ کے کہ اوسمین عبد مزکی ہوسکتا ہی ہدایہ ص اور ضرور ہی کہ مزکی عدل ہووے تو تزکیہ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہین ہی ف مجہول الحال وہ ہی جسکی عدالت اور فساد کا علم نہووے ص جسنے اپنے کانون سے سنا بیع کو یعنی بائع کی زبان سے بعت کہتے اور مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سنا یا اقرار کو ف یعنی مقر کی زبان سے سنا ص یا قاضی کی زبان سے اوسکا حکم سنا یا آنکھون سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اوسکو شہادت دینا درست ہی اگرچہ وہ اوسوقت گواہ نہ بنایا گیا ہووے اور کہے گواہی دیتا ہون مین اور نہ کہے گواہ کیا اسنے مجھکو اس صورت مذکورہ مین ف حاصل مطلب یہ ہی کہ جو چیزین سننے سے متعلق ہین جیسے بیع و شراے زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو اوسکو اگر اپنے کانون سے سُنے تو شہادت دینا اوسکی درست ہی اور جو چیزین دیکھنے سے متعلق ہین مثلاً بیع تعاطی یا اقرار تحریری یا قتل یا غصب تو اوسکو جب اپنی آنکھون سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھہ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اسطرح کہ اوس نے اقرار کیا حلال نہین اگرچہ وہ کتابت مُصدّر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیغام کے یون لکھے کہ ابعد حمد و صلوٰۃ معلوم کرنا چاہیے کہ تمھارے میرے اوپر اتنے روپے آتے ہین کیونکہ لکھنا کبھی آزمایش سیاہی یا قلم کے لیے ہوتا ہی البتہ اگر لکھکر شہود کے سامنے پڑھے تو اونکو گواہی دینا اوسکی درست ہی اگرچہ وہ اون کو گواہ نکرے اسیطرح اگر پڑھا اوسکو کسی اور نے اوسکا تب نے یہ کہا کہ گواہ رہو تم اس روپے کے میرے اوپر اور اگر کاتب نے گواہون کے سامنے لکھکر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ رہنا میرے اوپر تو اگر اون گواہون کو مضمون تحریر معلوم ہوگیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاویگا ورنہ نہین طحطاوی و شامی ص اور گواہ کی گواہی سنکر اوسپر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اوسکو گواہ نہ بناوے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اوسکی گواہی سُنی تو اب اسکو اُس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہین جب تک وہ شاہد اسکو گواہ نہ بناوے دوسری یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو اپنی شہادت سنا کر گواہ کر رہا تھا تو اسکو یہ نہین پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہوجاوے کیونکہ اصل شاہد نے اوس شخص کو شاہد بنایا جسکو سنا رہا تھا نہ اسکو ف شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اُسکو عربی مین شاہد علی الشاہد کہتے ہین نہایہ مین ہی کہ اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی مین اداے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادت علی الشہادۃ دینا درست ہی البتہ اس صورت مین جائز نہین جب غیر مجلس قاضی مین وہ شہادت بیان کر رہا ہووے اور اصل کتاب مین اسکے خلاف

جیسا کہ معلوم ہوا مجکو توضیح اسصورت مین وہی ہی جو نہایہ مین ہی اور یہی مستنبط ہی تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہین کہ صدر الشریعۃ نے اسکے خلاف کہان سے کہا **ص** اور وہ شخص گواہی ندیوے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اوسکو یاد نہین یہ مذہب امام صاحب کا ہی **ف** خلاصہ مین ہی کہ امام اعظم نے جمیع امور مین احتیاط اختیار کی لہذا اون سے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام کے پاس سوم دون سے سماعت مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہی وقت سماع کے اور روایت کے وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہی تو اگر اون مین سے کوئی چیز اوسکو یاد نہو اور اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اور میری مہر ہی تو اوسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہی کذا فی المنح **ص** اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی خط کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہی جب اوسنے پہچانا کہ یہ میرا خط ہی اسواسطے کہ تبدیل اوسمین نادر ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اسمین اختلاف نہین اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہی بلکہ اختلاف اوسمین ہی کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر مین اور قاضی کو حادثہ یاد نہین تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے مدعی علیہ پر حکم دیسکتا ہی صاحبین کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اوسکے قبضے مین ہی تو اوسمین احتمال تغیر و تبدل کا نہین ہوسکتا اور امام صاحب کے نزدیک نہین دیسکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے جب تک کہ حادثہ یاد نہو برخلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہی **ف** تو اگر کسینے اپنی شہادت تمسک مین لکھی پائی اور اپنا خط اوسنے پہچانا لیکن حادثہ یاد نہین ہی تو اگر وہ تمسک مدعی کے ہاتھ مین نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہووے قاضی یا شاہد کے پاس تو اوسکو شہادت دینا درست ہی صاحبین کے نزدیک ورنہ درست نہین اور امام محمد کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہو تب بھی شہادت دینا درست ہی جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنیکے لیے کذا فی البحر الرائق **ص** ایسی چیز کی گواہی ندے جسکو معاینہ نہ کیا ہو **ف** یعنی نہ اپنے کانون سے سنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزون مین اور نہ آنکھون سے دیکھا ہو دیکھنے کی چیزون مین **ص** محض سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول **ف** یعنی وطی زوج سے ساتھ زوجہ کے **ص** اور ولایت قاضی **ف** یعنی جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکے قضا کی شہادت درست ہی اگرچہ اوسنے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ہو **ص** اور اصل وقف نہ شرائط وقف مین **ف** اصل وقف سے مراد یہ ہی کہ فلانا مکان وقف ہی فلانی جماعت پر نہ شروط اس سے زیادہ جو اور باتین متعلق ہین اوس سے لیکن در مختار مین ہی کہ بقول مختار شرائط وقف مین بھی شہادت سمعی جائز ہی اسی طرح مہر مین بھی **ص** مگر شرط اسکی یہ ہی کہ شاہد کو ان باتون کی دو عادل شخصون نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتون نے خبر دی ہو **ف** مگر ہدایہ مین ہی کہ موت مین شاہد کو اتنا ہی کافی ہی کہ ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سنا ہو لیکن **ص** ضرور ہی کہ شاہد ان صورتون مین قاضی کے سامنے یہ نہ کہدیوے کہ مین شہادت دیتا ہون بسبب سماع کے یا بسبب دیکھنے قبضے کے تو اگر یہ کہدیگا تو باطل ہوجاویگی شہادت اوسکی **ف** در مختار مین ہی کہ بطلان شہادت

ہوسی صورت مین ہی کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ سنا ہمنے لوگون سے اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معاینہ نہین کیا ہو لیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہی تو جائز ہی سب امورمین تو گواہون کو چاہیے کہ شہادت مطلق دیوین ان مقدمات مین تو اگر استفسار کی نوبت نہ پونہچے تو بہتر ہی اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کسطرح دیتے ہو یا تمکو کہان سے معلوم ہوا تو اوسکا جواب اسطور سے دیوین کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہی اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاوین تا مشہور لہ کا حق ضائع نہووے ص ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا مین کہ اوسکے پاس متخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہین تو اوسکو گواہی دینا درست ہی زید کے قاضی ہونیکی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر مین رہتے ہین اور آپسمین اسطرح اختلاط کھلم کھلا رکھتے ہین جیسے جورو خاوند تو اوس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہی کہ یہ عورت زوجہ اوس مرد کی ہی یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضے مین اس طرح پر دیکھی جیسے مالکون کے تصرف مین ہوتی ہی تو اوسکو شہادت دینا اسبات کی درست ہی کہ یہ چیز زید کی مملوک ہی ف اگرچہ اوسنے سبب ملک کا مشاہدہ نکیا ہووے بشرطیکہ شاہد کے دل مین علم و یقین ہوجاوے اسبات کا کہ یہ چیز زید کی ہی تو اگر ایک چیز بیش بہا کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت بالملک درست نہوگی طحطاوی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہین جو عاقل ہون یعنی اپنے دل کی بات کو بیان کر سکتے ہون برابر ہی کہ بالغ ہون یا غیر بالغ تو اونمین صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہین البتہ اگر غلام لونڈی نہایت صغیر ہون کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کر سکتے ہون تو اونمین قبضے سے شہادت بالملک دے سکتے ہین مانند سائر اشیا کے ص جس شخص نے یہ گواہی دی کہ مین زید کے دفن کیوقت حاضر تھا یا مینے اوسپر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لیے مقبول ہوگی اسواسطے کہ مرتے وقت نہین دیکھتے ہین مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن مین یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معاینہ موت کے ہی اور عادۃً اسمین التباس نہین ہوتا مسائل الحاقیہ جو شخص پردے مین بیٹھا ہوا اور اوس پردے کی آڑ مین شاہد نے ایک کلام سنا تو اوسپر شاہد کو شہادت دینا درست نہین مگر دو صورتون مین پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اس کوٹھری مین سوا مقر کے اور کوئی نہین ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا اور وہان صرف مقر کو دیکھا بعد اوسکے باہر آنکر دروازے پر کوٹھری کے بیٹھ گیا اور اوس کوٹھری کی راہ سوا دروازے کے اور کسی طرف سے نہین ہی اب مقر نے کوٹھری کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اوسکی شہادت دینا درست ہی مگر اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کر دیگا تو شہادت اوسکی مقبول نہوگی دوسری صورت یہ ہی کہ مقرہ عورت ہی شاہد نے اوسکا جثہ دیکھا اور اوسکی آواز سنی بعد اوسکے دو مردون نے شاہد سے یہ کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلان ابن فلان کی ہی تو بھی اوسکو شہادت اوسکے بیان پر درست ہی اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت اوس عورت کا جثہ نہ دیکھا تو اوسکو گواہی دینا اوسکے اقرار پر درست نہین گرچہ دو گواہ اوس شاہد سے کہدین کہ مقرہ فلان بن فلان کی بیٹی ہی اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا مُنہ کھول دیا گواہون کے سامنے اور یہ کہا کہ مین فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہون مینے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا تو اب گواہون کو بغیر دو مردون کے

بقیہ صفحہ ۹۰ فقال بعضہم وجہ المخالفۃ ان الاولین لم یصیرا الان الشاہد عند القاضی لم یحمل السامع والسماع لم یقبل وقیل ان ہذہ الشہادۃ تحکم لنفسہ بکونہا بعد القضاء بہا کما ذکرتہ ... انتہی ... صدر الشریعۃ مخالف قول ...

بیان کیے کہ یہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہی اوسکے اقرار پر شہادت دینا درست ہی جبتک وہ عورت زندہ ہی کیونکہ ممکن ہی شاہدون کو کہ اوسکی طرف اشارہ کردیوین اور جب مرگئی تو اب اون گواہون کو احتیاج ہی دو عادلون کے گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہی شامی مسالہ مدعی نے اپنی وجہ ثبوت دعوی مین خط اقرار مدعی علیہ کا پیش کیا مدعی علیہ نے اوس سے انکار کیا اور قاضی نے اوس سے لکھوایا اور دونون خط ماہرین کی نگاہ مین یکسان ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوے تو قاری الہدایہ کے فتوی کے موافق مدعی علیہ پر حکم مال مدعی بہ کا کردیا جاویگا اگرچہ قاضی خان نے اسکے خلاف کو صحیح کہا ہی اور بہت سے فقہا نے اسکو رد کیا ہی اور در مختار مین قاضی خان کی تصحیح پر اعتماد کیا ہی لیکن اسصورت مین اتفاق ہی کہ اگر وہ خط مُصَدّر مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعی علیہ کے انکار کی تصدیق نہوگی اور مال اوسپر لازم کیا جاویگا اور اگر مدعی علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہی اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گذری اسطرح پر کہ شاہدون نے معاینہ کیا ہو اوسکو لکھتے ہوئے مدعی علیہ کو یا مدعی علیہ نے لکھکر شہود کو سنایا ہووے اور وہ تحریر مُصَدّر و معنون ہو تو حکم اوس مال کا مدعی علیہ پر کردیا جاویگا اور اوسکے انکار کی طرف التفات نہوگا یہ خلاصہ ہی تحقیق فقہاے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموی اور ابن عابدین شلبی اور طحطاوی کا فافہم واستفد

ص باب بیان مین اون لوگونکے جنکی گواہی مقبول ہی اور جنکی مقبول نہین

ف اس باب مین اسی کا ذکر ہی اس بات کا کہ کن لوگون کی گواہی صحیح ہی اور کسکی صحیح نہین اسواسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نکیجاویگی اور قاضی اگر حکم کردے اوسکی شہادت سے تو صحیح ہوجاویگا بخلاف غلام اور لڑکے اور زوجہ اور اولاد اور اصول کے کہ انکی شہادت صحیح نہین ہی لیکن خزانۃ المفتیین مین ہی کہ جسوقت قاضی نے حکم کردیا ساتھ شہادت اندھے اور محدود فی القذف کے جب توبہ کرچکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت والد کے واسطے ولد کے یا بالعکس تو نافذ ہوجاویگا اور قاضی ثانی کو اوسکا ابطال نہین پہونچتا اگرچہ قاضی ثانی اوسکے بطلان کا قائل ہووے شامی ص شہادت قبول کیجاویگی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہیے کہ اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہین کہ جنکا اعتقاد اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہین اور اصول اونکے چھہ فرقے ہین جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہہ معطلہ اور ہر ایک مین بارہ بارہ فرقے ہین تو سب ملاکر بہتر فرقے ہوئے ف جیسا روایت ہی عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہونگے فرقے میری امت تہتر فرقے سب جاوینگے جہنم مین مگر ایک فرقہ پوچھا صحابہ نے کہ وہ کونسا فرقہ ہی یا رسول اللہ فرمایا آپنے جس پر مین ہون اور میرے اصحاب ہین روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور احمد اور ابوداؤد کی روایت مین ہی کہ بہتر فرقے جہنم مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین اور وہ فرقہ سنت وجماعت کا ہی جبریہ کہتے ہین کہ بندہ مجبور محض ہی اوسکو کسی طرح کا اختیار نہین جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال مین بالکل مختار اور اپنے کامون کا آپ خالق ہی اور نفی کرتے ہین قضا و قدر کی روافض اکثر صحابہ اور شیخین کی تکفیر کرتے ہین اور مبالغہ کرتے ہین مدح مین حضرت علی رض اور حسنین رض اور دیگر اہل بیت کی

اونکی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہین حضرت عثمانؓ اور علیؓ کی اور دشمن ہین اہل بیت کے اور بھی تکفیر کرتے ہین طلحہ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کی مشبہہ تشبیہ دیتے ہین اللہ تعالیٰ کو ساتھ مخلوقات کے اور خالق مین صفات مخلوق کے ثابت کرتے ہین قہستانی نے عوض مشبہہ کے مرجیہ کو ذکر کیا ہی مرجیہ وہ فرقہ ہی جو کہتا ہی کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا معطلہ کہتے ہین کہ اللہ تعالیٰ بیکار محض ہی یعنی صفات سے اوسکو خالی سمجھتے ہین معاذ اللہ ص اور بعضے فقہا فرق کرتے ہین درمیان اہل ہوا مین جنکا اعتقاد کفر تک پہونچ گیا ہی اور جن کا اعتقاد کفر تک نہین پہونچا ف تو شہادت نہین قبول کرتے فرقۂ اولیٰ کی اور قبول کرتے ہین فرقۂ ثانیہ کی ص اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان مین سے کسی کی شہادت مقبول نہین بسبب انکے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ وہ اس اعتقاد کو باطل جانکر نہین اختیار کرتے بلکہ اوسی اعتقاد کو دینداری سمجھتے ہین دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہی اور کذب باتفاق ان سبکے قون کے حرام ہی اور خطابیہ ایک فرقہ ہی گتے رافضیون مین سے اونکا اعتقاد یہ ہی کہ جو شخص اپنے دعوی پر قسم کھالیوے تو اوسکے لیے شہادت درست ہی اور بعضے کہتے ہین کہ اپنے گروہ کے لیے شہادت کو واجب سمجھتے ہین ف اگرچہ جھوٹی ہو حلبی حاشیۂ شرح وقایہ مین ہی کہ خطابیہ بفتح خاء معجمہ اور طاء مشددہ ایک فرقہ ہی گتے رافضیون مین سے منسوب طرف ابو الخطاب کے اور وہ ایک شخص تھا کوفے مین قتل کیا اوسکو عیسیٰ بن موسیٰ نے اور سولی دی اوسکو کناسہ مین اسواسطے کہ اوسکا گمان یہ تھا کہ علیؓ خدائے اکبر ہین اور جعفر صادق خدائے اصغر نعوذ باللہ منہ ص اسی طرح قبول کیجاویگی شہادت ذمی کی ذمی پر اور مستامن پر اگرچہ اون دونونکی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر اگر ایک ہی ولایت کے ہون ف شہادت ذمی کی ذمی پر مقبول ہی ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالک اور شافعیؒ کے نہین مقبول ہی اسواسطے کہ وہ فاسق ہی اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْكَافِرُونَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اسی واسطے شہادت ذمی کی مسلمان پر مقبول نہین ہی بالاتفاق تو ہوگیا مثل مرتد کے کہ شہادت اوسکی نہ دوسرے مرتد پر مقبول ہی نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاریٰ کی بعض کی اون مین سے بعض پر اخراج کیا اوسکا صاحب ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے نہین بلکہ روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین آنحضرت علیہ السلام سے کہ جائز رکھی آپنے شہادت ذمیون کی اوپر غیرونکے اور فسق اوسکا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہی قبول شہادت سے اسواسطے کہ کذب اوسکے نزدیک بھی حرام ہی کیونکہ وہ ممنوع ہی سب ملتون مین انتہی مافی الہدایۃ ملخصاً اور مستامن اگر جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہون جیسے ترک اور روم تو اونکی شہادت ایک دوسرے پر مقبول نہوگی اسی طرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمی پر بھی قبول نکیجاویگی اور کفر مین اختلاف دین کا اسواسطے اعتبار نہوا کہ کفر سب قسم کے ایک ہی ملت مین داخل ہین ص اور قبول کیجاویگی شہادت اوس دشمن کی جو بسبب دین کے عداوت رکھتا ہو ف یعنی اگر دو مسلمانون مین عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہوگی اسواسطے کہ عداوت دینی مین احتمال کذب کا نہین ہی برخلاف عداوت دنیاوی کے جسکا بیان آگے آویگا ص اور اوس مسلمان کی جو پرہیز رکھتا ہو کبیرہ گناہ کرنے سے

اسپر اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہون پر اور غالب ہو صواب اوسکا اوسکی خطا پر ف یہی معنی عدالت کے ہین جیسا کہ گذرا
ص جاننا چاہیے کہ علمانے کبائر کی تفسیر مین اختلاف کیا ہی بعض کہتے ہین کبائر سات ہین ایک شرک کرنا ساتھ
الله کے ف یعنی جو صفت مختص ہین الله تعالی کے ساتھ وہ غیر کے لیے ثابت کرنا مثلاً سوا خدا کے کسیکو قابل
عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لیے ثابت کرنا ص دوسرے بھاگنا کفار کے
مقابلے سے جہاد مین تیسرے نافرمانی کرنا والدین کی ناحق چوتھے خون ناحق کرنا پانچوین طوفان جوڑنا مسلمان پر چھٹے
زنا ساتوین شراب پینا اور بعضون نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہے اور بیشک وارد ہوا حدیث
مین بچو تم سات گناہون سے جو ہلاک کرنے والے ہین شرک کرنا ساتھ الله کے سحر کرنا قتل کرنا اوس نفس کا جسکو حرام کیا
الله نے مگر حق سے کھانا بیاج کا کھانا یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا دن مقابلے کے کفار سے تہمت زنا کرنا مسلمان
عورتون پاک دامنون کو ف روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابو ہریرہ رضہ سے ص اور فرمایا علیہ السلام نے
کبائر شرک کرنا ہے ساتھ الله کے اور نافرمانی کرنا والدین کی اور خون ناحق کرنا اور قسم جھوٹی عمداً کھانا ف روایت کیا
اوسکو بخاری نے عبد الله بن عمرو بن العاص سے اور انس کی روایت مین جھوٹی گواہی ہے بدلے مین جھوٹی قسم کے
متفق علیہ ص تو صحیح یہ ہے کہ یہ عدد شین نہین ہین واسطے بیان حصر کے تو کبیرہ وہ گناہ ہے جسکو فاحشہ کہین جیسے
لواطت یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا کوئی نص قاطع وارد ہوا ہو اوسکے مرتکب کے لیے عذاب کی دنیا یا آخرت مین اور کہا
امام حلوانی نے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو شنیع ہو مسلمانون مین اور اوسمین ہتک حرمت الٰہی ہووے یا ہتک حرمت دین ہو
تو عدالت مین جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہے اوسی طرح یہ بھی چاہیے کہ صغیرہ پر اصرار نکرتا ہو اسواسطے کہ اصرار کرنا یعنی
بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ ہے اور یہ جو کہا کہ غالب ہو صواب اوسکا خطا پر یعنی نیکیان اوسکی برائیون پر زیادہ ہو دین
اسواسطے کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہونا عدالت کو ساقط نہین کرتا مین کہتا ہون کہ اسکے سوا اور ایک قید ضرور ہے وہ
کہ نبچے اون افعال سے جو دلالت کرتے ہین خست اور دناءت یعنی بیمروتی اوسکی پر جیسے راستے مین کھانا کھانا
یا راہ مین پیشاب کرنا اور مقبول ہے شہادت اقلف کی یعنی جسکا ختنہ نہوا ہو مگر اوس صورت مین جب اوسنے دین کو ہلکا
سمجھکر ختنہ نکیا ہو ف یعنی جب بلا عذر ختنہ ترک کیا ہووے تو اوسکی شہادت مقبول نہوگی در مختار ص
اور خصی کی ف یعنی جسکے خصیے نکالے گئے ہون اسواسطے کہ اوسمین اوسکا کچھ قصد نہین ہے بلکہ جبراً اوسکا ایک عضو
کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے کسیکا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کہ حضرت عمر رضنے قبول کی
شہادت علقمہ خصی کی ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے ص اور ولد الزنا کی ف اسواسطے کہ یہ اوسکے مان باپ کا فسق ہے
اوسکا اسمین اختیار نہین ص اور امام مالک کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا مین مقبول نہین اسلیے کہ وہ چاہیگا کہ دوسرا
بھی مثل میرے ہو اور عمال سلطان کی ف عمال جمع عامل وہ لوگ ہین جو بادشاہون کیطرف سے واسطے تحصیل حق
واجب کے معین ہین جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوة وصول کرنیکے لیے ص بشرطیکہ معین نہوں ظلم پر
اسواسطے کہ نفس عمل منسق نہین اور بعضون کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت ہو کہ بیہودہ نہ بکے

اپنے کلام مین تو شہادت اوسکی مقبول ہے اگرچہ فاسق ہو اسواسطے کہ مروی ہے ابی یوسف سے کہ فاسق جب وجیہ ہو
جرأت نہین کرتا ہو کذب پر تو شہادت اوسکی مقبول ہے ف اور اوپر اسکی تحقیق گذر چکی ص اور ایک بھائی کی
دوسرے بھائی کے لیے اور اپنے چچا کے لیے اور اپنے محرم رضاعی ف جیسے رضاعی مان بہن باپ بھائی ص
اور سسرالی کے لیے ف مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس سب درست ہے ص
اور نہین مقبول ہے گواہی اندھے کی اور ایک روایت مین امام صاحب سے ہے کہ گواہی اندھے کی اون چیزون مین جن مین
شہادت سمعی جائز ہے مقبول ہے اور یہی قول زفر کا ہے ف لیکن اس روایت پر فتوی نہین بلکہ صحیح یہی ہے کہ اندھے
کی گواہی مطلقاً درست نہین در مختار ص اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک قبول کیجاویگی شہادت
اندھے کی اوس صورت مین جب دیکھا ہو اوسکو وقت اوٹھانے شہادت کے ف یعنی جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت
دو کنارے ہین ایک کو شروع کا کنارہ کہتے ہین یعنی جس وقت سے آدمی گواہ ہوتا ہے اوسکو وقت تحمل شہادت کہتے ہین اور ایک خیکا کنارہ
یعنی جب شہادت بیان کر دیتا ہے قاضی کے سامنے اوسکو وقت ادائے شہادت کہتے ہین ص اور اگر ایک شخص وقت تحمل
شہادت کے آنکھ والا تھا اور اسیطرح وقت ادائے شہادت لیکن قبل اس بات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو
پھر اوسکی شہادت کے ساتھ قضا درست نہین طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک درست ہے اور یہی قول ظاہر ہے
ف شامی نے کہا کہ اور سب کتابون سے اس قول کی عدم ظاہریت ثابت ہوتی ہے تو فتوی قول طرفین پر ہی ہوگا ص
اور نہین مقبول ہے شہادت غلام کی اور اوس شخص کی جسکو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ کر لیوے ف اور شافعی کے
نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالی کا وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا یعنی نہ قبول کرو اون لوگونکی
جنہون نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی گواہی کبھی ص مگر اوس شخص کی جسکو حد قذف حالت کفر مین پڑی ہو
پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اب اوسکی گواہی مقبول ہے اور نہین ہے مقبول شہادت اوس شخص کی جو دشمن ہو بسبب
دنیا کے ف نہ اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہے اور فاسق کی گواہی کسی پر
مقبول نہین یہی مضمون سمجھا جاتا ہے محیط اور واقعات اور ہدایہ اور بہت سی کتابون سے لیکن محققین فقہا نے تصریح کر دی ہے
کہ مراد عداوت دنیاوی سے یہ نہین کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا اور اوسکا دشمن ہو گیا بلکہ عداوت دنیوی ایسی چاہیے
جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے والون کی جنکا اسباب
لٹا رہزن غارت گر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہے کہ روایت معتمد علیہ یہ ہے کہ قبول کیجاویگی شہادت عدو دنیا
کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے چاہیے لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہے کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا کہ عداوت
رکھنا بسبب دنیا کے فسق ہے اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اوسکا عدل کیسے رہیگا اس لحاظ سے صحیح
وہی ہے جو منقول ہوا ص اور نہین مقبول ہے شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لیے البتہ انکے اوپر
درست ہے اور شہادت عدو کی اپنے عدو پر درست نہین اور عدو کے لیے درست ہے ف اصل جیسے باپ دادا مان
نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لیے ناجائز ہے ایسے ہی

مقبول نہین ہے شہادت عدو دنیوی کی

شہادت زوجہکی زوج کے لیے اور اصل اِس باب مین وہ حدیث ہی جسکو بیان کیا صاحب نہایہ نے کہ نہ قبول کیجاویگی
شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے
عورت اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولی اپنے کے اور نہ مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے
اور نہ نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہی لیکن ذکر کیا ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا
اوسکو خصاف نے یعنی ابوبکر رازی نے اپنی سند طویل سے حضرت عایشہؓ سے اور روایت کیا عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے
قول شریح قاضی کا مثل اسکے اشباہ والنظائر مین ہی کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہین ایک یہ کہ زوج
عیب زنا کا لگایا زوجہ سے پھر تین شاہدون کے ساتھ گواہی دی دوسرے یہ کہ زوج نے مع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے
اقرار پر کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہی ص اور نہین مقبول گواہی مولی کی واسطے غلام اپنے کے
اور مکاتب اپنے کے اور شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت مین ف یعنی جس چیز مین شریک ہین دلیل ان مسئلون کی
وہی حدیث حضرت عایشہؓ اور اثر شریح کا ہی جسمین یہ مضمون ہی کہ نہین جائز ہی شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے
اوس چیز مین جسمین شرکت ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت مین شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہی
ص اور اجیر کی واسطے آقا اپنے کے ف اسکی دلیل بھی اوپر گذری مراد اجیر سے یہان وہ چیلہ خاص ہی جو اپنے اوستاد کا
ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہی اور اوسکا نفع اپنا نفع سمجھتا ہی نہ نوکر ماہانہ یا سالیانہ کا کذا فی الاصل اس باب مین دوسری بھی حدیث آئی ہی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی
اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کیواسطے جائز رکھی روایت کیا اوسکو ابوداود نے عمرو
ابن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور قانع سے اسی قسم کا چیلہ اور شاگرد خاص مراد ہی اور بعضون کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر
خاص ہی یعنی نوکر جسکی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہو اور اس سے احتراز ہو گیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی
کہ اُنکی گواہی مستاجر کے لیے درست ہی اور شہادت اوستاد کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کے بھی درست ہی
درمختار ص اور نہین مقبول ہی شہادت اوس مخنث کی جو نالائق افعال کرتا ہی ف یعنی عورتون کا سا سنگار اور بناؤ
کرتا ہی اور لواطت کراتا ہی جیسے زنانے اس ملک کے سنن ابوداود مین ہی ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ
مشابہت کرتی ہین ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہین جماع پر اور نرمی اور لچک پن ہو اوسکے اعضا مین تو اوسکی
گواہی مقبول ہی ف اسواسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہی درمختار مین ہی کہ مخنث بمعنی اول بفتح نون ہی اور بمعنی ثانی بکسر نون
ص اور نہین مقبول ہی شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنیوالی کی ف اسواسطے کہ عورت کو آواز
بلند کرنا حرام ہی تو اگر اوسکا گانا دفع وحشت کے لیے ہو تب بھی حرام ہی درمختار منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
دو احمق آوازون سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اوسکو ترمذی نے نوحہ کرنے والی سے
مراد وہ عورت ہی جو اجرت لیکر جہان موت ہوتی ہی جاکر نوحہ کرتی ہی اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے

تو گواہی مقبول ہی در مختار ص اور جسنے خمر ف مصنف نے خمر مین بھی قید مداومت کی لگائی لیکن در مختار
مین خلاف اسکے مرقوم ہی کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاویگا اوسمین مداومت
شرط نہین کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہی در مختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا ص یا اور اشیاے
مسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی ف اسواسطے کہ جو اشربہ مسکر نہین ہین اونکی مداومت عدالت کو ساقط نہین کرتی
بلکہ ادمان سکر موجب ہی سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہی فقہانے کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہی جو نیت سے ہوتا ہی یعنی ایکدفعہ
جبیسکی[؟]
پیکر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اوسکو پاویگا پی لیویگا کہا امام سرخسی نے کہ شرط ہی اسکے ساتھہ یہ بات کہ ظاہر ہو جاوے یہ امر لوگونپر
یا حالت نشہ مین نکلا اور لڑکے اوس سے مسخرہ پن کرین یہان تک کہ اگر خمر پیا اوسنے پوشیدہ تو عدالت اوسکی ساقط نہوگی
اور مذکور ہی حواشی مین کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہی اور خمر مین کچھہ اس قید کی حاجت نہین مین کہتا ہون خمر مین بھی قید لہو کی
ضرور ہی اسواسطے کہ پینا اوسکا واسطے دوا کے جب اطبا حاذق یقین یہ کہدین کہ اس مرض کا علاج سوا خمر کے اور نہین ہی مختلف فیہ ہی
بعضون کے نزدیک حرام ہی اور بعضون کے نزدیک نہین تو وہ مسقط عدالت نہوگا کذا فی الاصل فائدہ اگرچہ صاحب
در مختار نے خمر مین باتباع صاحب بحر الرائق ادمان کو شرط نہین رکھا لیکن صحیح یہی ہی کہ خمر مین بھی ادمان شرط ہی تا فعل اوسکا ظاہر ہو
ایسا ہی ظاہر ہی کافی اور قاضی خان اور ذخیرہ اور زیلعی اور عینی اور نہایہ سے ص اور جو شخص کھیلتا ہی چڑیون سے
ف جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوترون کو یون ہی پالے واسطے دفع وحشت کے تو درست ہی مگر جب
کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب حرام خوری کے در مختار ص یا طنبورہ سے ف داخل
ہین اسمین اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہی لوگون کو جمع کر کے اونکے لیے اور جو اپنے لیے گاوے
واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہین کرتا عدالت کو ف خصوصًا اوس صورت مین جب وہ کلام وعظ اور نصیحت
ہو تو وہ اتفاقًا جائز ہی در مختار ص یا ارتکاب کرتا ہی کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہی ف جیسے زنا سرقہ قطع طریق
ص یا داخل ہوتا ہی حمام مین بغیر تہبند کے ف اسواسطے کہ کشف عورت حرام ہی ہدایہ ص یا سود کھاتا ہی
ف لیکن شرط کی ہی مبسوط مین کہ مشہور ہو سود خواری مین اسواسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہی بیوع فاسدہ سے
حالانکہ وہ سب سود مین داخل ہین کذا فی الاصل ص یا چوسر اور شطرنج شرط بد کر کھیلتا ہو ف در مختار مین ہی
کہ چوسر بلا شرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہی عدالت کو لیکن شطرنج مین چونکہ اختلاف ہی اسلیے چھہ چیزون مین سے ایک چیز بھی
اگر اوسکے ساتھہ پائی جاویگی تو مسقط عدالت ہوگی فوت صلوۃ کثرت حلف لعب بر راہ سب و شتم مداومت شطرنج
ص یا اوس سے نماز فوت ہو جاوے ف ہدایہ مین ہی کہ یا شرط بد کر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن
بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج کا عدالت کو ساقط نہین کرتا اسواسطے کہ اجتہاد کو اوسمین گنجایش ہی اور اس سے
سمجھا گیا کہ چوسر مین بدنا شرط کا یا نماز کا قضا ہو جانا سقوط عدالت مین ضرور نہین تو قید شرط کی اور نماز کے فوت کی
چوسر مین جو مصنف سے واقع ہوئی اتفاقی ہی اور ذخیرہ مین ہی کہ کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہی شہادت کو اوپر ہر حال کے
خواہ شرط ہو یا نہ ہو یا نماز فوت کیا نہ ہو کذا فی الاصل ص یا پیشاب کرتا ہی راستے مین بلکہ ظاہر راہ مین ف داخل ہین اسمین ہمارا فعل

سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہین جیسے راہ مین فقط پائجامہ پہنے ہوئے چلنا یا لوگون کے روبرو پاؤن
پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان پر ننگے سر پھرنے والا عیب مین داخل ہی اور ایک لقمے کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی
اور مذاق کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون رذیلون کی صحبت مین بیٹھنا اور بازار مین دل لگی اور شور و غل کرنا
فتح و طحطاوی **ص** یا علانیہ برا کہتا ہی اگلے دینداروں کو یعنی صحابہ کرام یا علماے مجتہدین رحمہم اللہ کو **ف** درمختار
مین ہی کہ سلف سے مراد تابعین ہین جیسے امام ابوحنیفہ رح اور قید سلف کی اتفاقی ہی اسواسطے کہ صرف مسلمان کو برا کہنا
موجب فسق ہی فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہی اور قتل کرنا اوسکا کفر ہی
روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے عبد اللہ بن مسعود رض سے **مسائل الحاقیہ** شہادت ایسے دوست کی
دوسرے دوست کے لیے جنمین انتہا درجہ کی دوستی ہو وا سطرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال مین بلا تامل تصرف کرے جائز
نہین گواہ مدعی کے اگر مدعی علیہ سے نہایت جھگڑتے پھرین اور خصومت کرین تو اونکی شہادت مقبول نہوگی اسلیے
کہ وہ مدعی علیہ کے مخاصم ہو گئے اسی طرح مقبول نہین شہادت جعلساز وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور کاتبین
دستاویزات کی اور دلالون کی اور کسان کی واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گویتون کی
اور لڑکون کی آپس کے کھیل کود مین اور بہت یاوہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانیوالے کی
اور تارک زکوۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا بھوک سے زیادہ کھا جانے والے کی اور تماشائیون کی
اور ناچنے والون کی اور کفن کھینچنے والے کی درمختار ~~روایت قویہ ہی~~ مقتضی اوس تحقیق کے جو ہمنے شہادت فاسق مین ذکر کی
جو لوگ ان مین سے ایسے ہین کہ اون کی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہی در صورت وجود شرائط مذکورۂ
سابق کے شہادت قبول کیجاویگی ایسے مواقع اور محال مین قاضی کو اختیار ہی کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع
و روش شاہد کے عمل کرے **ص** دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا
تو اگر زید مدعی ہی وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہی تو مقبول نہوگی جیسے میت کے دو دائنون
یعنی قرضخواہون نے یا میت کے دو مدیونون یعنی قرضدارون نے یا ان دو شخصون نے جنکے لیے میت نے کچھ مال کی
وصیت کی ہی یا میت کے دو وصیون نے زید کی وصایت کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونیکا مدعی ہی تو شہادت
جائز ہی ورنہ جائز نہین اور اگر دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہی زید کو وکیل بنایا تھا اپنے
قرضہ وصول کرنے کا اور زید نے دعوی کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت مین یہ گواہی مقبول نہوگی **ف**
وجہ فرق کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مسطور ہی **ص** اور مقبول نہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہی
جسمین لکھا ہو وے فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد سے **ف** یعنی ایسے فسق سے جرح ہو کہ
جو موجب نہو کسی حق کا مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا **ص** جیسے طعن کرنا شہود پر اسطرح
کہ وہ فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی نے انکو اجرت دیکر شہادت کے لیے مقرر کیا ہی صورت اس مسئلے کی یون ہی
کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے مدعی علیہ نے شہود قائم کیے اونکی جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہوگی مقبول نہوگی

اور اسطرح سے صورت ہمنے اسواسطے قرار دی کہ اگر تعدیل شہود مدعی نہوئی ہو اور قبل اوسکے کوئی شخص قاضی کو خبر کردیوے کہ شہود فاسق ہین یا سود خوار ہین یا مدعی اجرت دیکر اون کو لایا ہی تو قبول ہوگا اور حکم جائز نہوگا قبل ثبوت عدالت کے خاص کر اوس صورت مین جب دو شخص قاضی کو خبر دیوین کہ شہود مدعی فاسق ہین **ف** یعنی مسموع نہونا جرح مجرد کا اوس صورت مین ہی کہ عدالت شہود مدعی گواہون سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت اون شہود کی ثابت نہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی اون شہود پر مقبول ہی علی الخصوص دو شخص کا در مختار ہی کہ اسی پر اعتماد کیا مصنف نے اور ثابت کیا اوسکو ملا خسرو نے لیکن ابن الکمال نے مسموع نہونا جرح مجرد کا عام رکھا ہی خواہ قبل ثبوت عدالت شہود مدعی ہووے یا بعد ثبوت اوسکے اور بہت سے علما اوسطرف مائل ہوے ہین اور دفع کیا ہی اس تناقض کو طحطاوی نے اپنے حاشیے مین اور یہان ہمنے بوجہ خوف تطویل ترک کیا **ص** ہان مقبول ہو گے گواہ جرح مدعی علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی دین اس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونے کا آپ اقرار کیا ہی یا گواہ مدعی کے غلام ہین یا محدود فی القذف ہین یا ابھی شراب پیکر آئے ہین یا تہمت لگانے والے ہین زنا کی ایک شخص کو یا مدعی کے شریک ہین یا اس اقرار پر مدعی کے کہ مین ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہون واسطے گواہی کے یا مدعی ان گواہون کو اجرت دیکر لایا ہی میرے مال مین سے جو نزد یک ہی مدعی کے یا مینے مدعی کے گواہون سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اوپر اور وہ روپے مین اون گواہون کو دے چکا ہون اور باوجود اسکے انھون نے شہادت شروع دی **ف** یا یہ گواہ مدعی کا بیٹا ہی یا باپ ہی یا ان گواہون نے کسی کو عمداً مار ڈالا ہی **ص** تو ان سب صورتون مین شہادت شہود مدعی علیہ کی بابت جرح کے مقبول ہوگی اسواسطے کہ امور مذکورہ موجب ہین یا حق شرع کے یا حکم مجرد تو داخل ہوگی یہ جرح تحت حکم قاضی کے تو قبول کیجاوے گی اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اوسنے مجلس شہادت مین بعد ادائے شہادت کے کہا کہ بعض جگہہ مین بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا دس روپے کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اوسی مجلس مین کہا کہ پانچ مین بھول گیا تھا بلکہ دس روپیہ مدعی کے چاہیین یا مدعی خطا کا ہوا زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی دس روپیہ پر پھر کہا اوسی مجلس مین کہ خطا کی مینے اور کہا مینے دس عوض مین پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اوسکی اور یہ قول قبول کیا جاویگا شخص عادل سے بشرطیکہ اوسی مجلس مین ہووے اگرچہ مقام شبہہ کا ہووے اسواسطے کہ مدعی نے جسوقت دعوی کیا پانچ روپیہ کا تو نہین قبول کیجاتی ہی شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہی گواہ کو اور بعد مجلس بدل جانے کے اگر مقام مقام شبہہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت مین تو نہین قبول کیجاویگی شہادت اسواسطے کہ احتمال ہی مدعی کے بہکا دینے کا اور اگر مقام مقام شبہہ کا نہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہ کیا تو وہ دوسری مجلس مین اوسکو بیان کرسکتا ہی

مسائل لحاقیه

گواہی اس کہ زخمی زخم سے مر گیا اعلی ہی بہ اس گواہی سے کہ وہ زخم سے اچھا ہوکر مرا مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کیے زید پر کہ اوسنے مقتول کو زخمی کیا اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجکو زید نے نہین مارا تو گواہ زید کے مقبول ہونگے گواہ اکراہ کے صحیح ہین

گواہون سے رضامندی کے گو دونون کی تاریخین متحد ہون اور اگر تاریخین مختلف ہون یا تاریخ بیان نکرین تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاوینگے گواہی فساد عقد کی اولی ہی گواہان سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اولی ہی قول سے مدعی رضامندی کے قول بیع مقدم ہی قول مدعی بیع وفا مقدم ہی قول بیع بات پر شہادت ناقص گو دوسرے شخص کامل سکے مین جیسے دو شاہدون نے شہادت دی بابت کی کہ یہ مکان بیعدعی کا ہی لودو اور شاہدون نے یہ بیان کر دیا کہ مدعی علیہ کے پاس دو شاہدون ملک کی گواہی دی شی محدود مین بیع حدود اور نے حدود کو بیان کیا یا دونے شہادت دی اسم اور نسب اور بیع اوسکی تعیین کی اگر ایک شاہد نے خطا کی اور دو شاہدون نے کہا کہ ہمارا لحاظ اوسکے موافق ہی تو نہین قبول کیا جاویگا یہان تک کہ شہادت جد بجد النظار دیوے تو شہادت جب باطل ہوجاتی ہی بعض مین باطل ہوجاتی ہی کل مین مثال اوسکی یہ ہی کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول معتمد محمد کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی کہ شہادت بعض مین باقی رہے اور بعض مین باطل ہو کذا آنجملہ یہ ہی کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتین اسکی مذکور ہین اشباہ مین درّ مختار اور طحطاوی سے

باب گواہی مین اختلاف ہونیکے بیان مین

ص شرط ہی موافقت شہادت اور دعوی مین اسیطرح درمیان مین دونون شاہدون کے لفظاً اور معنی نزدیک امام صاحب کے ف تطابق لفظی سے مراد یہ ہی کہ دونون شاہدون کے لفظ اور معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہی ص اور صاحبین کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہی تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحب کے نزدیک یہ شہادت بالکل مردود ہوگی ف اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہوگا ص اور صاحبین کے نزدیک اقل پر قبول کیجاویگی ف یعنی صورت اولی مین ہزار کی اور صورت ثانی مین سو کی اور صورت ثالث مین ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاویگا ص جب مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت باتفاق مردود ہوگی اسواسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہی دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہی دعوی سے اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعوی کرتا ہو اس طرح پر کہ کہے کہ میرے مدعی علیہ پر نہین ہین مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے اون سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی شہادت اوس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہی البتہ اس صورت مین اگر مدعی یون توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ تھا لیکن مین سو روپیہ وصول پاچکا ہون یا مینے ابرا کیا ہی سو روپیہ سے ف یعنی معاف کر دیے ص تو شہادت اوسکی مقبول ہوجاویگی بسبب موافقت کے ف در مختار مین ہی کہ یہ حکم دین مین ہی اور دعوی عین مین جسقدر پر دونون شاہدون کا اتفاق ہوگا دلایا جاویگا اور عقود یعنی بیع اور شرا مین مطلقاً اختلاف شہادت مانع ہی قبول سے خواہ دعوی اقل کا ہو یا اکثر کا ہو ص اسی طرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق کی اور دوسرے نے

ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر مقبول
ہوگی ف اسواسطے کہ ان مسائل مین دونون شاہد متفق ہین ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنیً ص
اگر دونون شاہدون نے ہزار روپیہ کی یا ہزار قرض کی گواہی دی اور اون دونون مین سے ایک نے کہا کہ پانسو روپیہ
مدعی علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہے تو مقبول کیجاویگی شہادت اون دونون کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاوینگے ہزار روپیہ
مدعی علیہ پر اور نہ التفات ہوگا اوس شاہد کے قول کیطرف پانسو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہے اسواسطے کہ وہ متفرد ہے
اس شہادت مین مگر جب اوسکے ساتھہ دوسرا شخص بھی شہادت اسکی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے
کہ مدعی اپنے دین مین سے کچھہ وصول پا چکا ہے تو نہ شہادت دیوے یہان تک کہ مدعی اوسکا اقرار کرے تاکہ مدعی علیہ کا
ضرر نہووے جبکہ دو شاہدون نے گواہی دی مدعا علیہ پر کہ اوسنے زید کو دسویں تاریخ ذیحجہ یعنی عید کے دن مکے مین قتل
کیا ہے اور گواہی دی اور دو شاہدون نے کہ اوسنے زید کو اوسی تاریخ کوفہ مین قتل کیا ہے اور دونون شہادتین قاضی کے
پاس گذرین قبل حکم کے تو دونون مردود ہوجاوینگی اسلیے کہ ایک اونمین سے جھوٹی ہے بالیقین اور کوئی دوسرے سے اولی
نہین کہ اوسکا اعتبار کیا جاوے اور اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دیچکا بعد اوسکے دوسری شہادت خلاف اوسکے گذری
تو دوسری مقبول نہوگی کیونکہ شہادت اولی کو ترجیح ہوگئی ساتھہ قضا قاضی کے تو نہ توڑی جاویگی شہادت ثانیہ سے
اگر دو گواہون نے زید پر شہادت دی کہ اوسنے ایک بیل چرایا لیکن اوسکے رنگ مین اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہو
اور زید کا ہاتھہ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شی مسروقہ کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہوگی
یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین قطع ید کا حکم نہوگا اور بعضون نے کہا ہے
کہ اختلاف امام اور صاحبین کا اون دو رنگون مین ہے جو قریب قریب مشابہ ایک دوسرے کے ہین جیسے سیاہی اور سرخی
نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کے اور کہا گیا ہے کہ اختلاف سب رنگون مین ہے ف اور یہی اصح ہے عنایہ ص امام صاحب کی دلیل
یہ ہے کہ سرقہ اکثر رات مین ہوتا ہے شب مین اور گواہ اوسکو دور سے دیکھتے ہین تو اختلاف رنگون کا مانع نہوا ف اور کبھی ایسا بھی
ہوتا ہے کہ بیل کا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہے اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہے کہ ایک شاہد نے ایک
طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری طرف کا ہدایہ ص اور ظاہر تر قول صاحبین کا ہے ف
جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہے کہ مدعی دعوی سرقہ ایک بیل کا کرے اور اوسکا رنگ بیان نکرے
اور جو اوسنے رنگ بیان کر دیا اور ایک گواہ نے خلاف اوسکے رنگ بیان کیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہوگی
اسواسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہے ایک شاہد کی چلپی ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ یہ غلام خریدا ہے
ہزار کو یا مکاتب ہے ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور سو بیان کیے تو شہادت دونون کی مردود ہوگی
اسلیے کہ عقد بیع مختلف ہو جاتی ہے باختلاف ثمن پس ہوگا ہر عقد پر ایک گواہ تو مقبول نہوگا ف برابر ہے کہ مدعی کمی
اکثر کا ہو یا اقل کا در مختار ص اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ مولی نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح
کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض مین ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کیے

اور مدعی غلام ہو ف عتق کے دعوی مین ص اور یہی حکم ہو ف صلح کے دعوی مین ص اور رہن ہو ف رہن کے دعوی مین ص اور عورت ہو ف خلع کے دعوی مین ص تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی ف خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر مدعی مولی ہو یا ولی مقتول ہو یا مرتہن ہو یا شوہر ہو تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف یعنی اگر شاہدین مختلف ہونگے لفظاً تو نہ قبول کیجاویگی شہادت نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اور اگر متفق ہونگے تو اگر مدعی دعوی کرتا ہو اقل کا تو نہ مقبول ہوگی شہادت اوس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہو اور اگر دعوی کرتا ہو اکثر کا تو شہادت اقل پر مقبول ہوجاویگی کذا فی الاصل اور شارح علامہ نے اسپر اعتراض کیا ہو اصل مین مذکور ہو ص اور اجارے مین اگر قبل گذرنے مدت کے اس قسم کا شاہدین مین اختلاف ہوا ف یعنی ایک شاہد نے مثلاً اجرت مکان کی سو روپیہ بیان کیے اور دوسرے نے سو اور پچاس روپیہ ص تو حکم اوسکا مثل بیع کے ہوگا ف یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہوگی خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر بعد گذرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف جسطرح ابھی گذرا اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہو ص اور اگر نکاح مین اس قسم کا اختلاف ہوا یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار اور پانسو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہوجاویگا استحساناً نزدیک امام صاحب کے ف مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر کا دعوی ہو ص اور صاحبین کے نزدیک شہادت رد کیجاویگی اور قول ضعیف یہ ہو کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہو جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہووے تو شہادت اتفاقاً مقبول ہوگی لیکن صحیح وہی قول ہو کہ ہر صورت مین اختلاف ہو اور لازم ہو میراث کی گواہی مین شاہد کو جر میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اوسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا یا یون کہنا کہ مورث مدعی کا مر گیا اور بوقت موت یہ چیز اوسکے قبضے مین تھی یا ملک مین تھی اور جو یہ کہا کہ یہ مال مدعی کے مورث کا ہو تو اسپر قضا نکیجاویگی اور امام ابی یوسف کے نزدیک جر میراث ضرور نہین ف اور فتوی قول طرفین پر ہو اور جر میراث کے ساتھ دو باتین اور ضرور ہین ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی سگا ہو یا سوتیلا یا چچا ہو دوسری یہ کہ سوا اسکے اور کسی کو مین وارث میت کا نہین جانتا اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہین در المختار ص تو اگر شاہد نے یہ کہدیا کہ یہ چیز مدعی کے باپ کی تھی اوسکو عاریت یا امانت یا اجارے مین دی تھی اوس شخص کو جو قابض ہو تو جائز ہوجاویگا بلا ذکر جر میراث کے اگر دو شاہدون نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی اتنی مدت سے اور بوقت دعوی کے وہ چیز اوسکے قبضے مین نہین ہو تو اس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہوگی اسواسطے کہ شہادت مجہول ہو کیونکہ گواہون نے یہ نہین بیان کیا کہ مدعی کے قبضے مین بطور ملک تھی اور قبضہ چند قسم کا ہوتا ہو بطریق ملک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسفؒ کے شہادت مقبول ہوگی ہان اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی یا گواہون نے مدعی علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت صحیح ہوجاویگی اور ملک مدعی کی ثابت ہوجاویگی اسلیے کہ جہالت مقر بہا مانع صحت اقرار نہین ف اسیطرح اگر گواہون نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہوجاویگی در مختار

باب شہادت علی الشہادۃ کے بیان مین

ص شہادت علی الشہادۃ سب مقدمات مین سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہی لیکن شرط اوسکے قبول ہونے کی یہ ہی کہ اصل شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب اونکے مرجانیکے یا بیماری کے یا مدت سفر پر ہونیکے ف یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر ہووین قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہووے جسطرح کہ کتاب الصلوۃ مین گذرا ص اور امام ابو یوسف رحہ کے نزدیک صرف اتنا دور رہنا کافی ہی کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر مین آکے نہ رہ سکے ف در مختار مین ہی کہ اسی مذہب پر فتوی ہی اور پسند کیا ہی اس قول کو بہت سے علما نے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہی کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین ہووے یا سوا حاکم کے کسی اور کی قید مین ہووے ص اور یہ شرط ہی کہ ہر گواہ اصل کی گواہی پر دو آدمی گواہ ہووین لیکن یہ ضرور نہین کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہووین ف مطلب اس عبارت کا یہ ہی کہ اصلی دو گواہون مین سے ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہون تو اسکی ہمارے نزدیک دو صورتین ہو سکتی ہین مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہین اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہی کہ خالد اور بکر دونون زید کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور دوسری صورت یہ کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہون اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہون ص اور امام شافعی رحہ کے نزدیک چار گواہ علیحدہ ہون یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جدا جدا دو دو گواہ ہون ف اور یہ صورت درست نہین ہی کہ اصلی شاہدون مین سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ہی ایک گواہ ہووے ص گواہ فرعی بنانیکا یہ طریقہ ہی کہ اصلی گواہ فرعی گواہون کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر کہ مین گواہی دیتا ہون اس بات کی اور فرعی گواہ وقت ادائے شہادت کے یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون کہ فلانے نے گواہ کیا مجکو اپنی شہادت پر اس بات کی ف یہ قول ابو جعفر کا ہی اور اسی پر فتوی دیا ہی امام سرخسی نے اور اصل مین دو عبارتین اور مذکور ہین مگر دونون طویل ہین ص اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان کر دیوین تو صحیح ہو جاویگا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہی اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان نہ کرین تو قاضی اونکی عدالت تحقیق کر لیوے ف یعنی قاضی اصلی گواہون کا حال دریافت کرے تو اگر اونکی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہون کی شہادت قبول کرے ورنہ نہین یہ مذہب امام ابو یوسف کا ہی اور امام محمد کا اس مین خلاف ہی مذکور ہی اصل مین مع دلیل دونون کے اور ابو یوسف کا مذہب صحیح ہی ص باطل ہو جاتی ہی شہادت فرعی گواہون کی اگر اصلی گواہون نے شہادت سے انکار کیا ف چنانچہ اصول نے یون کہا کہ ہم گواہ نہین اس مقدمے کے یا ہمنے اونکو گواہ نہین کیا یا ہمنے گواہ کیا لیکن غلط کہا ہمنے یا اصلی گواہ مجنون یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا اونھون نے منع کر دیا فرعی گواہون کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول ہو جاویگی در مختار ص زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہمکو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا اس بات کی کہ مسماۃ عزہ بنت عمرو قبیلہ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلانے کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا

کہ ہم اوس عورت کو پہچانتے ہین بعد اسکے مدعی ایک عورت کو لایا اور اوسنے کہا کہ یہ وہی عورت ہی جسپر گواہی دی تہی اور
ہو ونے او سپر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہین جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہی یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہوگا کہ اس بات کے
دو گواہ لاوے کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہی جسکا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہی **ف** اور اصل کتاب مین اس مسئلے مین
تفصیل کی ہی **ص** اسیطرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لیجانے والے گواہ مدعی علیہ کو پہچانتے
نہون تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جسکو تو لایا ہی وہی مدعی علیہ ہی جسکو قاضی کاتب نے
لکہا ہی اگر ان دونون صورتون مین گواہون نے مدعی علیہ کی نسبت طرف مُضر کے کردی تو یہ جائز نہوگا جبتک کہ اوسکی
نسبت خاص قریب دادا کیطرف بیان نکرین یہ امر عرب مین ہی لیکن عجم مین تو اون لوگون نے اپنے انساب ضائع کر دیے
تو فقط ذکر پیشے کا قائم مقام ہی اونکے دادا کے ذکر کرنے کے **ف** عجم کہتے ہین ماسواے عرب اور لوگون کو **ص** جس شاہد نے
اقرار کیا کہ مینے شہادت دروغ دی تو اوسکی تشہیر کر دیجاوے گی اور نہین تعزیر دیا جاویگا ساتھہ ضرب اور حبس کے اسواسطے
کہ شریح **ف** قاضی کوفہ کے تہے مقرر کیا تہا اونکو عمر بن خطاب نے **ص** جہوٹے گواہ کو تشہیر کرتے تہے اور تعزیر
نہین دیتے تہے **ف** روایت کیا اوسکو محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین **ص** تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تہا تو اوسکو
اوسکے بازار مین روانہ کرتے تہے ورنہ اوسکی قوم کیطرف جسوقت وہ لوگ جمع ہوتے تہے اور کہلا بہیجتے تہے کہ شریح
تمکو سلام کہا ہی اور کہا ہی کہ اس گواہ کو ہمنے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اوس سے اور آگاہ کردو لوگون کو اوسکے حال
سے کہ پرہیز کرین اور صاحبین کے نزدیک اوسکو سزا ہے ضرب اور حبس ہوگی **ف** اور تقدیر اوسکی راے قاضی
کیطرف مفوض ہی **ہدایہ ص** اور یہی قول شافعی کا ہی بدلیل اس بات کے کہ حضرت عمر نے مارے شاہد زور کو
چالیس کوڑے اور سیاہ کیا منہ اوسکا **ف** روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابن الہمام نے اسی
قول کو ترجیح دی ہی اور کہا ہی کہ یہی صحیح ہی **ص** بعضون نے کہا ہی کہ مصنف نے مسألہ شہادت زور کو خاص کیا
ساتھہ اقرار شاہد کے اسواسطے کہ شہادت زور گواہون سے نہین ثابت ہو سکتی ہی بدون اقرار کے **ف**
کیونکہ گواہون سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ معتبر نہین **ص** مین کہتا ہون کبہی جہوٹا ہونا
گواہ کا معلوم ہو جاتا ہی بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا
اوسکو پہر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکہنے کی پہر تیس دن پورے گذرے اور آسمان مین کوئی
آفت ابر وغیرہ کی نتہی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اسکے بہت سی صورتین ہین

فصل گواہی سے رجوع کرنیکے بیان مین

دونون گواہ اگر پہر جاوین اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اوسکا اعتبار ہوگا **ف** اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو
یعنی وہ قاضی نہو جسکے پاس پہلے گواہی دی تہی سو اگر رجوع کریگا غیر قاضی کے سامنے تو اوسکا اعتبار نہین اسیواسطے
اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا رجوع شاہدون کا غیر مجلس قضا مین تو یہ دعوی مسموع نہوگا بوجہ فاسد ہونے دعوی کے
البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدون نے اقرار رجوع کا کیا تہا نزدیک غیر قاضی کے

تو مقبول ہوگا در مختار ص تو اگر قبل حکم کے پھرے ف یعنی ابھی تک قاضی نے اونکی شہادت سے حکم نہین کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گئے ص تو ساقط ہوجاویگی شہادت اور کچھ تاوان نہوگا او پر ف اسواسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گئے تو اونکی شہادت سے کوئی چیز تلف نہین ہوئی نہ مدعی کی نہ مدعی علیہ کی ہدایہ ص اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرے تو حکم فسخ نہ کیا جاویگا بلکہ دونون شاہدون کو تاوان دینا پڑیگا اوس چیز کا جو اونکی گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شی مدعی علیہ سے لے چکا ہی اور جو ابھی تک وہ شی مدعی نے مدعی علیہ سے نہین لی ہی تو تاوان واجب نہوگا بلکہ موقوف رہیگا تاوان قبض مدعی پر برابر ہی کہ وہ شی مدعی دین ہو یا عین اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان نہوگا شاہدون پر ف اور دلیل ہماری اور اونکی اصل مین مذکور ہی در مختار مین ہی کہ مذہب مفتی بہ یہ ہی کہ بعد حکم کے اگر شاہد رجوع کریگا تو مطلقاً تاوان اوس سے لیا جاویگا خواہ مدعی نے وہ شی مدعی مدعی علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اسواسطے کہ جب حکم فسخ نہین ہوسکتا تو خواہ مخواہ مدعی اوس حکم کی تعمیل کریگا اور مدعی علیہ کو وہ شی ادا کرنی پڑیگی تو مدعی علیہ اپنا نقصان شاہدون سے پھر لیگا ص اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا اور قاعدہ اسکا یہ ہی کہ باقی گواہون کا شمار ہوتا ہی نہ پھرنے والون کا مثلاً تین گواہون نے گواہی دی اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت ابھی باقی ہی اب البتہ اگر ایک اور پھر جاویگا تو دونون پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہی اور اگر ایک مرد اور دو عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر دونون عورتین پھر گئین تو نصف مال کا ضمان دینگی اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے آٹھ عورتین پھر گئین تو اونپر ابھی ضمان کچھ نہ آویگا اسواسطے کہ بقدر نصاب باقی ہین البتہ اب اگر ایک عورت اور پھر جاویگی تو اون نو عورتون پر چوتھائی مال کا ضمان آویگا اسواسطے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہین کیونکہ ایک عورت کا پاؤ نصاب اور مرد کا آدھا باقی ہی تو سب ملاکر تین ربع ہوے اور اگر صورت مذکورہ مین سب پھر جاوین یعنی ایک مرد بھی اور دسون عورتین تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر ہی اور باقی دس عورتون پر آور صاحبین کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسون عورتون پر ف صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہی کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہی اور عورتین اگرچہ کثیر ہین لیکن سب ملاکر قائم مقام ایک مرد کے ہونگی اور امام صاحب یہ کہتے ہین کہ دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کے ہین اور ایک مرد ملاکر گویا چھ مردون کی گواہی ہوئی اور اوسمین یہی حکم ہوگا کہ ہر مرد پر چھٹا حصہ مال کا لازم آویگا ایسا ہی اسکو یہان اسیطرح ہی اصل اور ہدایہ مین ص اور اگر صورت مذکورہ مین دسون عورتین پھر جاوین اور تنہا مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہونگی اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہی بالاجماع یعنی باتفاق امام

اور صاحبین رحکے اور اگر دو مردون اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمہ مین بعد اوسکے دونون مرد پھر گئے
اور عورت نہ پھری تو کل مال کا تاوان اون دونون مردون پر لازم آویگا اسواسطے کہ ایک عورت باقی رہی اور
اوس سے کچھہ ثابت نہین ہوتا ف اسواسطے کہ ایک عورت پورا گواہ نہین ہوسکتی بلکہ ایک ٹکڑا ہی شاہد کا تو نہ حکم مضاف
ہوگا اوسکی طرف ھدایہ ص اگر دو شاہدون نے گواہی دی نکاح پر عوض مین اتنے مہر کے کہ وہ مہر مثل
اوس عورت سے مقدار مین کم ہی یا برابر بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن نہونگے برابر ہی کہ مدعی عورت ہو یا شوہر
البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اوس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اوس عورت کے زیادہ ہی بعد اوسکے رجوع کیا
تو اگر مدعی علیہ شوہر ہوگا اور گواہون نے زوجہ کیطرف سے گواہی دی تھی تو جسقدر مہر مسمی زیادہ ہی مہر مثل سے
اوتنا شہود سے زوج پھیر لیگا اور اگر مدعی زوج ہی اور اوسی کی طرف سے گواہی دی تھی تو شہود پر کچھہ ضمان نہین
ف حاصل یہ ہی کہ یہان چھہ صورتین ہین اسیطرح کہ مہر مُسَمّٰی یا مہر مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت
مین یا شہادت زوج کیطرف سے ہوگی یا زوجہ کیطرف سے تو ضمان صرف ایک صورت مین ہی وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو
اور مہر مُسَمّٰی یعنی جسکو شہود نے بیان کیا ہی مہر مثل سے زیادہ ہووے تو بقدر زیادت شہود سے ضمان لیکر
زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتون مین گواہون پر کچھہ تاوان نہین ص اور اگر دو گواہون نے شہادت
دی بیع کی اور مدعی مشتری ہی بعد اوسکے رجوع کیا تو ثمن مُسَمّٰی یا قیمت سے زیادہ ہی یا برابر ہی یا کم ہی تو اول
دونون صورتون مین تاوان نہین اور تیسری صورت مین جسقدر بائع کا نقصان ہوا ہی قیمت سے اوتنا گواہون سے
اوسکو دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہی تو اول صورت مین مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہی اوسکا تاوان
گواہون سے لیویگا اور دوسری اور تیسری صورت مین کچھہ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہدون نے گواہی
دی کہ اس شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا ہی قبل دخول کے اور خاوند پر لواے نصف مہر کا حکم ہوا بعد اوسکے
اون دو گواہون نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اون سے لیا جاویگا اور اگر بعد دخول کے
گواہون نے گواہی دی طلاق کی بعد اوسکے رجوع کیا تو اون پر کچھہ ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر
یہان واجب ہوچکا ہی شوہر کے ذمہ پر دخول سے اور گواہون نے زوج کا کچھہ تلف نہین کیا ف مگر
منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہین شرع مین ص اور اگر گواہون نے گواہی دی کہ اس
شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہی بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن ہون گے گواہ اوس غلام کی قیمت کے
ف اور ولا اوس غلام کی مولی ہی کو ملیگی نہ شاہدین کو ص اگر گواہون نے گواہی دی کہ زید نے
عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اوسکے رجوع کیا گواہون نے تو دیت زید کی لازم آویگی
گواہون پر اور امام شافعی رحکے نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاوینگے زید کے قصاص مین ف دلیل
ہماری اور شافعی کی ہدایہ مین مسطور ہی ص اگر بعد حکم کے فرعی گواہون نے رجوع کیا
تو اون پر ضمان لازم آویگا اور اگر اصل گواہون نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہون کو گواہ نہین کیا تھا

یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہمنے تو اون پر ضمان نہوگا نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور محمدؒ کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہون نے سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو ضمان فقط فرعی گواہون پر ہوگا اور محمدؒ کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہی خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہون سے لیوے یا فرعی گواہون سے اور اگر فرعی گواہون نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا انھون نے غلطی کی تھی اس شہادت مین تو اس قول کی طرف التفات نہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہون کی بتاتا ہی اگر اوسنے بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحب کے اسلیے کہ تزکیہ کے سبب سے شہادت شہادت ٹھہری اور صاحبین کے نزدیک ضامن نہوگا **ف** لیکن اگر اوسنے یہ کہا کہ مینے تزکیہ خطا سے کیا تھا تو امام صاحب کے نزدیک بھی ضامن نہوگا **ص** اگر چار گواہون نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیون نے اوسکے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اوسکے احصان کے گواہون نے رجوع کیا تو وہ ضمان دیت ندینگے **ف** البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کرینگے تو ضامن ہونگے دیت کے **ص** اگر دو گواہون نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا اور دو گواہون نے یہ گواہی دی کہ وہ فلان امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کر دیا اوس غلام کی آزادی کا بعد اوسکے سب گواہون نے رجوع کیا تو تاوان اون دونون گواہون پر لازم آویگا جنھون نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا **ف** اور جو فقط پچھلے گواہون نے رجوع کیا تو اوسمین مشایخ کا اختلاف ہی

ص کتاب الوکالۃ

جائز ہی وکیل کر دینا **ف** جواز وکالت کا ثابت ہی کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے فابعثوا احدکم بورقکم ہذہ الی المدینۃ الآیۃ یعنی بھیجو ایک کو تم مین سے یہ چاندی دیکر طرف شہر کے الخ اور نقل کیا اس قصہ کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہین ظاہر ہوا نسخ اوسکا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو متعدد ہین ازانجملہ یہ ہی کہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد نے حکیم بن حزام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اونکو ایک دینار تاکہ خرید لاوین واسطے حضرت کے قربانی تو حکیم نے اوس دینار کے بدلے مین ایک بھیڑ خریدی اور بیچا اوسکو بدلے مین دو دینار کے پھر ایک دینار کے عوض مین قربانی خریدی اور لائے قربانے اور ایک دینار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپ نے کہ برکت ہو تجارت مین اونکی اور روایت کی مانند اسکے بخاری نے عروۃ بن ابی الجعد بارقی سے ازانجملہ وہ ہی کہ روایت کی ابو داؤد نے جابرؓ سے کہا کہ ارادہ کیا مینے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس اور سلام کرکے کہا مینے کہ مین ارادہ رکھتا ہون خیبر کو جانے کا تو فرمایا آپ نے جب ملے تو ہمارے وکیل سے تو لے لیجیو اوس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھسے تو رکھ لینا تو ہاتھ اپنا

اوپہ لگانے کے اور انجملہ وہ ہی کہ روایت کی مسلم نے جابر سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترسٹھ جانور اپنی قربانی کی اور حکم فرمایا علی مرتضی رضی اللہ عنہ کو کہ باقی تم ذبح کرو اور انجملہ یہ ہی کہ توکیل کیا حضرت نے عمرو بن ام سلمہ کو واسطے نکاح اپنے کے ام سلمہ اونکی مان سے روایت کیا اوسکو نسائی نے سنن مین **ص** اور معنی توکیل کے یہ ہین کہ سپرد کر دینا تصرف کا غیر کو لیکن شرط اوسکی یہ ہی کہ موکل خود تصرف کا مالک ہووے **ف** یعنی حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ ضرور نہین کہ موکل جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اوسی خاص تصرف کا موکل مالک ہو یہان تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہی اونکے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل **ص** اور وکیل اوس معاملے کو سمجھتا ہووے اور اوسکا قصد وارادہ رکھتا ہووے **ف** یعنی وکیل سمجھتا ہووے اس بات کو کہ بیع دور کرنیوالی ہی ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہی ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کریگا تو موکل کی طرف سے نہوگا کذا فی الاصل **ص** تو صحیح ہی وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو اور اگر وکیل کیا حر عاقل بالغ یا عبد ماذون یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہی یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن ان دونون سے حقوق عقد متعلق نہونگے بلکہ انکے موکل سے متعلق ہو جاوینگے **ف** تو حاصل یہ ہی کہ ضرور ہی یہ بات کہ موکل یا حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہووے تو اگر مجنون یا صبی غیر عاقل ہی تو اوسکی توکیل مطلقاً صحیح نہین اور اگر صبی عاقل ہی لیکن غیر ماذون ہی تو اوسکی توکیل تصرفات نافعہ محضہ مین جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ مین درست ہی اور تصرفات ضارہ محضہ مین یعنی جن مین نرا ضرر ہی جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز نہین اور جو تصرفات دائر ہین نفع وضرر مین جیسے بیع شرا اجارہ اونمین اجازت ولی پر موقوف ہی اسی طرح صحیح نہین ہی توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہی اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا کر مل گیا تو باطل ہوگی اور وکیل ضرور ہی کہ یا حر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد محجور یا صبی محجور بشرطیکہ عاقل ہون لیکن عبد محجور اور صبی محجور نے اگر تصرف کیا موکل کیطرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن رد بالعیب وغیرہ رجوع کرینگے اصل موکل کیطرف یعنی وکیل سے ان حقوق کی بابت مواخذہ نہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلون کے اونکے حقوق عقد متعلق ہوتے ہین اصل عاقد سے جو خود وکیل ہی در مختار مع زیادۃ من شرحہ فی حواشیہ **ص** جتنے معاملات موکل خود کر سکتا ہی اونمین دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہی اور یہ بھی جائز ہی وکیل کرنا سوال وجواب کیلئے مقدمات مین یعنی مدعی کو درست ہی کہ خصومت اور استغاثہ کے لیے نزدیک حاکم کے جسکو چاہے وکیل کر دے اسی طرح مدعی علیہ کو بھی درست ہی کہ جوابدہی کیلئے جسکو چاہے وکیل کرے لیکن بعض مشائخ کہتے ہین کہ وکیل کرنا خصم کے لیے بغیر رضا مندی فریق ثانی کے

باطل ہو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہو صاحبین کے نزدیک اور بعض کہتے ہین کہ یہ اختلاف صحت مین نہین ہو یعنی صحیح سب کے نزدیک ہو بلکہ اختلاف لزوم وکالت مین ہو ف یعنی صاحبین کے نزدیک بغیر رضاے خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم ہو کیا معنی کہ خصم کی نامنظوری سے وکالت رد نہین ہوسکتی ہو اور امام صاحب کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہوجاویگی ص اور ہدایہ مین اسی کو اختیار کیا ہو ف مین کہتا ہون کہ اب قول مفتی بہ یہ ہو کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے درست ہو اور لازم ہو یعنی ہر ایک کو مدعی علیہ اور مدعی مین سے پہونچتا ہو کہ جسکو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اوس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہووے اور یہی مذہب ہو صاحبین اور ایمہ ثلثہ کا اور اختیار کیا ہو اوسکو عتابی نے اور صحیح کہا اوسکو نہایہ مین اور اوسی پر فتوی دیا فقیہ ابوللیث وغیرہ نے اور بعض فقہا نے اوسکو مفوض کیا ہو طرف رائے حاکم کے درمختار وکالت بالخصومت کا جواز اثر سے حضرت علی مرتضی رض کے ثابت ہو روایت کیا بیہقی نے کہ حضرت علی رض وکیل کرتے تھے مقدمات مین عقیل رض کو اور جب وہ بوڑھے ہوگئے تو وکیل کرتے تھے عبداللہ بن جعفر طیار رض کو ص ہان اگر موکل مریض ہو ایسا کہ مجلس قاضی تک آنا اوسکو ممکن نہو یا مدت سفر کی راہ پر ہووے یا مشغول ہو واسطے تیاری سفر کے یا موکلہ عورت پردہ نشین ہووے تو بغیر رضاے خصم کے توکیل لازم ہو اجماعا ف اور مفتی بہ یہ ہو کہ سب صورتون مین درست اور لازم ہو جیسا کہ معلوم ہوا ص وکیل کرنا درست ہو سب حقوق کے دینے اور لینے کے لیے مگر حدود اور قصاص کے لینے کے لیے وکیل کرنا درست نہین جب موکل غائب ہو ف اسی طرح دینے کے لیے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم نہین ہوسکتی تو ضرور ہو اصل مجرم کا حاضر ہونا ص اسواسطے کہ احتمال ہو عفو کا قصاص مین ف یعنی احتمال ہو کہ اگر موکل حاضر ہوتا وقت استیفاے قصاص کے تو شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھکر رحم کرتا اور عفو کرتا ص اور شبہہ ہو کہ قاذف کی تصدیق کرتا مقذوف حد قذف مین ف یعنی اگر موکل جو مقذوف ہو حاضر ہوتا وقت قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اوسکی تصدیق کرکے حد کو اوس پر سے ساقط کرتا ص یا مدعی مال کا دعوی کرتا اور سرقے کا دعوی نکرتا ف حد سرقہ مین اور جائز ہو توکیل واسطے استیفاے تعزیر کے مدعی علیہ سے طحطاوی ص جن عقدون کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہو ف یعنی اوسمین موکل کے ذکر کی حاجت نہین جیسے بیع شرا مین وکیل اتنا ہی کہتا ہو کہ مینے بیچا یا مینے خریدا کذا فی الاصل ص جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو اونکے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہونگے تو وکیل ہی تسلیم کریگا مبیع کو طرف مشتری کے اگر بائع کا وکیل ہو یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہو یا قبضہ کریگا ثمن پر اول صورت مین اور ثمن اوس سے مانگی جاویگی دوسری صورت مین اور اوس سے خصومت ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع مین اول صورت مین اور وہ خود خصومت کریگا بائع سے بصورت عیب نکلنے کے دوسری صورت مین اور خصومت کیا جاویگا شفعہ کی بابت اوس چیز کے جو اوسنے بیچی ہو جب تک وہ چیز اوسکے قبضے مین ہو اور جب موکل کو تسلیم کرے تو اب دنکرے عیب کے سبب سے بلا اوسکے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے پھیر سکتا ہو ف یہ ہمارا مذہب ہو اور نزدیک امام شافعی کے سب حقوق راجع ہوتے ہین طرف موکل کے لیکن جاننا چاہیے کہ حقوق دو قسم کے ہین ایک وہ حقوق جو وکیل کے لیے ثابت ہوتے ہین دوسرون پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہین دوسرون کے تو پہلی قسم کے حقوق جیسے قبضہ کرنا مبیع پر اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت کرنا عیب مین اور پھیر لینا ثمن کا بصورت استحقاق مبیع یا مبیع کسی کی نکلنے کی صورت مین تو اس قسم کے حقوق مین وکیل کو اختیار ہوتا ہو لیکن اوسپر تعمیل انکی واجب نہین یہان تک کہ اگر وہ باز رہے تو موکل ان افعال پر اوسکو جبر نہین کرسکتا اسواسطے کہ وہ متبرع ہو ان کاموں مین

تو سپرد کر سکتا ہی مؤکل کو ان کامون کے لیے اور قریب ہی کہ آویگا کچھ بیان اوسکا کتاب المضاربۃ مین اور اگر وکیل مر جاوے تو اختیار ان حقوق کا اوسکے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل کر دینگے اپنے مورث کے مؤکل کو اور امام شافعی کے نزدیک مؤکل یہ کام کر سکتا ہی بغیر وکیل کے وکیل کیے ہوے یا اوسکے وارثون کے وکیل کیے ہوے یعنی گو کہ وکیل یا اوسکے وارث پھر مؤکل کو وکیل نہ بناوین اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی مؤکل کر سکتا ہی اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان مین وکیل مدعی علیہ ہو جاتا ہی طرف ثانی کا تو مدعی کو پہونچتا ہی کہ ان کامون کے لیے اوسپر جبر کرے کذا فی الاصل ص اور جب کوئی وکیل خریدتا ہی اوسی وقت سے اوس شی مین ملک مؤکل کی ثابت ہوتی ہی تو وکیل نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہوگا ف اسواسطے کہ وکیل اوسکا مالک ہی نہین ہوا ص اور بعض مشایخ کے نزدیک ثابت ہوتی ہی ملک اولاً وکیل کے لیے پھر اوس سے طرف مؤکل کے منتقل ہوتی ہی اسلیے کہ عقد اور نیت دونون مین جاری ہوتا ہی لاکن اس طریقے پر بھی آزاد نہوگا اسلیے کہ وکیل کے لیے ملک غیر متقرر ثابت ہوتی ہی پس آزاد نہوگا اور جو عقود ایسے ہین کہ وکیل اونکو اپنے مؤکل کی طرف نسبت کرتا ہی جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے ف یعنی جب مدعی علیہ منکر ہووے اور پہلے صلح وہ تھی کہ مدعی علیہ اوسمین مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شرا کے تھی اسی سبب سے وکیل اوسکو اپنی طرف نسبت کر سکتا تھا برخلاف اسکے ص اور قتل عمد اور عتق بمقابلہ مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گرو کرنا اور قرض دینا تو انکے حقوق بھی متعلق ہونگے مؤکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر نہ طلب کیا جاوےگا اور نہ وکیل زوجہ کو تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار ہی کہ با وصف طلب نے عمرو کے قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دیدے تو درست ہی پھر وکیل اوس سے طلب نکرے ف اسواسطے کہ حق حقدار کو پہونچ گیا جاننا چاہیے کہ بعض مثالون مین دیکھنا چاہیے کہ وہ منسوب ہوتی ہین طرف وکیل کے یا مؤکل کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہین اسمین کہ وہ مستغنی ہین مؤکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول مین سے ہین اسیطرح نکاح اور خلع مؤکل کے ذکر سے مستغنی نہین تو وہ قسم ثانی مین سے ہین لیکن صلح تو خواہ مدعی علیہ کے اقرار کی حالت مین ہووے یا انکار کی حالت مین کچھ فرق نہین ہی دونون صورتون اضافت مین یعنی دونون قسمین اوسکی یکسان ہین مثلاً زید نے جب دعوی کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اسبات کا کہ صلح کر لے زید سے بمقابلہ ایک سو روپیہ اور زید نے اون روپیون پر صلح کی اور وکیل نے قبول کر لیا تو یہ صلح تمام ہو جاویگی برابر ہی کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر اسواسطے کہ اگر عمرو مقر ہو تو یہ صلح مثل بیع کے ہی تو حقوق اوسکے راجع ہونگے طرف وکیل کے جیسے بیع مین تو بدل صلح کا تسلیم کرنا وکیل پر لازم آوےگا اور اگر عمرو منکر ہی تو وہ عوض ہی قسم کا حق مین مدعی علیہ کے یعنی مدعی علیہ نے سو روپیہ دیکر حلف سے اپنے تئین چھوڑایا تو وکیل سفیر محض ہی تو نہ راجع ہونگے حقوق اوسکی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسائلہ ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کے لیے درست نہین البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اوسکے قبضے کے لیے تو درست ہی

ص باب خرید و فروخت کے لیے وکیل کرنے کے بیان مین

اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کچھ درہم دیکر کہ طعام خرید لا تو اگر دراہم کثیر دیے ہین ف مثلاً دس درہم یا زیادہ ص تو مراد طعام سے گیہون ہونگے ف یہ مبنی ہی ہر ملک کے عرف پر تو عرب مین طعام کا عرف گیہون پر ہوتا ہی تو وہی مراد ہونگے ص اور اگر

دراہم قلیل دیے ہین ف جیسے تین درہم یا کم ص تو مراد اوس سے روٹی ہوگی اور اگر درہم بمقدار متوسط دیے ہین یعنی نہ قلیل نہ کثیر
ف جیسے تین درہم سے زیادہ جیسے بیچ مین چنانچہ چار یا پانچ وغیرہ ص تو آٹا مراد ہوگا ف وجہ ان مسائل کی یہ ہے کہ جب موکل نے دراہم کثیرہ
دیے تو معلوم ہوا کہ غرض اوسکی ایسے طعام سے ہے جسکا رکھ چھوڑنا ایک مدت طویلہ تک ہوسکے اور آٹا مدت طویلہ تک نہیں رہ سکتا اور روٹی
مدت متوسطہ تک رہ نہین سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اوسکی گیہون ہین اور جب قلیل دراہم دیے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہے جو بالفعل کھائی جاوے
وہ روٹی ہے اور جب متوسط دراہم دیے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہے درمیان مین روٹی اور گیہون کے باقی رہنے مین ص اور جو موکل نے
دعوت ولیمہ کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال مین ش ف کیونکہ لوگ اوسکے یہان بیٹھے ہوے ہین منتظر کھانیکے اور یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد اوسکی
طعام سے ایسی چیز ہے جس سے سر دست کارروائی ہوسکے ص اور توکیل نہین صحیح ہے اوس چیز کی خرید کے لیے جسکی جنس مین جہالت فاحشہ
ہووے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اوسکی بیان کردیوے ف جاننا چاہیے کہ جو دو چیزین ایسی ہین کہ اونکی حقیقت اور
اونسے غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس مین داخل ہین جیسے بکرا بکری قربانی کے حق مین اور اگر اونکی حقیقت اور غرض مختلف ہو مثلاً انسان
اور جانور یا فقط غرض مختلف ہو جیسے مرد اور عورت تو وہ چیزین علحدہ علحدہ جنس سے ہین اور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس
ایسی ہو کہ اوسکے نیچے اور اجناس ہووین جیسے بردہ اسمین غلام اور لونڈی دونون داخل ہین اور وہ دونون الگ الگ جنس ہین بحکم
مین کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہین مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کام کاج مقصود ہین اور لونڈی سے وطی
اور اندرونی کام مقصود ہین بلکہ ہر ایک مین بھی اغراض پھر مختلف ہین جیسے غلام ترکی مین حسن مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی
مین خدمت اسیطرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونون مجمل ہین بجہالت فاحشہ تو ان چیزون کی خرید کرنے کے لیے وکیل کرنا درست نہین
ہے اگرچہ قیمت بیان کردی جاوے جبتک اوسکی نوع بیان نہ کرے کذا فی الاصل مع زیادة ص البتہ اگر جانور کی نوع بیان
کردیوے جیسے گدھا یا گھر کی قیمت اور محلہ بیان کردیوے تو درست ہے ف اسی طرح اگر گھوڑا گدھا یا خچر تو توکیل درست ہوجاویگی تو اگر
موکل نے ثمن بھی بیان کردی تو بہتر ہے ورنہ وکیل اسطرح کا گھوڑا یا گدھا خریدلاویگا موکل کو لینا پڑیگا ص اسی طرح اگر جانور کی
جنس خاص معلوم ہووے اور اوسکی صفت معلوم نہووے تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خریدنے گاے یا بکری کے
اگرچہ اوسکی صفت بیان نہ کی کہ دبلی ہووے یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اوسکی نوع
یعنی ترکی ہندی یا ثمن اوسکا اسطرح کہ اوس سے نوع معلوم ہوجاوے بیان کرے تو درست ہے مسئلہ زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ
آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلان غلام معین تو مجھے خرید دے اوس ہزار روپیہ کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر ہین تو صحیح
ہوجاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالہ کرنیکے تلف ہوگیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے کہا عمرو سے
کہ تو ایک غلام ترکی مثلاً مجھے خرید دے ف یعنی غلام کو معین نہ کیا ص اوس ہزار کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر آتے ہین اور عمرو نے
ایک غلام ترکی خریدا اور قبل اسبات کے کہ زید کو وہ غلام حوالہ کرے عمرو کے پاس ہلاک ہوگیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر
وہ غلام زید نے قبضہ کرلیا عمرو سے تو زید کا ہوجاویگا ف یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کا اسمین اختلاف ہے دلیل دونونکی مذکور ہے
اصل مین اور ہدایہ مین ف اگر ایک شخص سے ایک غلام نے کہا کہ تو اپنے تئین خرید کرے میرے لیے اپنے مولیٰ سے اور غلام نے مالک سے کہا بیچ
تو مجھکو میرے ہاتھ فلانے کے لیے اور مولیٰ نے بیچا تو وہ غلام اوس شخص کا ہوجاویگا جسنے حکم کیا تھا ف اسواسطے کہ غلام غیر کا

وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لیے ہوسکتا ہو ص اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو مجکو میرے ہاتھ اور فلانیکے لیے نہ کہا
تو آزاد ہوجاویگا ف اور ثمن یعنی دس غلام پر لازم آویگا ص اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجکو خرید لے میرے مولی سے بدلے
مین ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اوس شخص کو دیدیے تو اگر وہ شخص مولی سے یہ کہے گا کہ مین اس غلام کو اوسی کے لیے خرید کرتا ہون
اور مولی نے بیچ کی آزاد ہوجاویگا وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ مین اوسکو اوسی کے لیے خریدتا ہون تو وہ مشتری کا غلام ہوجاویگا اور
ثمن کے روپے اوس شخص پر لازم آوینگے اور وہ جو ہزار غلام نے اوسکو دیے تھے وہ مولی کے ہونگے اسواسطے کہ وہ کمائی اوسکے غلام کی ہو
ف تو اوسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اوسکے اور ہزار روپے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا ص اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لیے ایک غلام
خرید کے بعد اوسکے عمرو نے کہا کہ مینے غلام تیرے لیے خریدا تھا وہ میرے پاس آکر مرگیا اور زید یہ کہتا ہے کہ وہ غلام تو نے اپنے لیے خریدا تھا تو صورت
مین اگر زید عمرو کو دام دیچکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب موکل کے لیے ایک شی خریدی تو وہ اپنے
موکل سے دام اوسکے لے سکتا ہی گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دیا ہووے اور وکیل کو پہونچتا ہی کہ وہ شی موکل کو نہ دیوے جبتک اوس سے
دام وصول نکرلے اگرچہ اوسنے دام بائع کو ابھی نہ دیے ہون تو اگر وہ شی ہلاک ہوگئی وکیل پاس قبل اوسکے روک رکھنے کے واسطے وصول
ثمن کے تو موکل کے مال مین سے ہلاک ہوگی ف یعنی موکل پر اوسکا ثمن لازم آویگا ص اور ثمن اوسکا ساقط نہوگا اور اگر وکیل نے اوسکو
روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ شی ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہوجاویگا موکل کے ذمے سے اور ضمان اوسکا
وکیل پر لازم ہوگا ابو یوسف رح کے نزدیک ضمان رہن کا اور امام ابو حنیفہ اور محمد رح کے نزدیک ضمان بیع کا اور زفر کے نزدیک ضمان
غصب کا پس اگر ثمن اور قیمت برابر ہو تو کچھ اختلاف نہوگا اور اگر ثمن دس درم تھے اور قیمت پندرہ تو زفر کے نزدیک پندرہ کا ضامن
ہوگا اور طرفین کے نزدیک دس کا اور جو ثمن پندرہ ہون اور قیمت دس تو زفر کے نزدیک وکیل دس کا ضامن ہوگا اور پانچ موکل سے
طلب کرے اور ایسا ہی ابو یوسف کے نزدیک اسواسطے کہ ضمان رہن کا اقل قیمت و دین سے لازم ہوتا ہی اور طرفین کے نزدیک پندرہ
لازم ہونگے وکیل کو یہ نہین پہونچتا ہی کہ موکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لیے کہا ہو اوسکو اپنے لیے خریدے ف تو وہ شی موکل
ہی کی سمجھی جاویگی گو وہ عقد کو اپنی طرف منسوب کرے اسطرح پر کہ تخصیص کردے اپنے نفس کی مثلاً کہدے گواہ رہو کہ اس چیز کو
مین اپنے لیے خریدتا ہون یا نیت کرے اپنے لیے کفایہ ص تو جب کسینے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شی معین کے تو اگر
وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف نہین کیا تو وہ چیز موکل ہی کی ہوجاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہوجاویگی خلاف کرنیکی یہ صورتین
ہین کہ موکل نے ثمن کو خاص کردیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیون کے یا اشرفیون کے عوض مین خرید کرنا اور وکیل نے
دوسری قسم کے عوض مین خریدا یا موکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم و دنانیر کے اور کسی شی کے بدلے مین خریدا تو یہ بھی
مخالفت ہوگی اسوجہ سے کہ مطلق ثمن سے عرف مین مراد نقود یعنی دراہم و دنانیر روپیہ اشرفی ہوتے ہین یا سوا وکیل کے اور کسی شخص نے خرید کی موکل کے
حکم سے اوسکی غیبت مین تو اگر اوسکی موجودگی مین خرید کریگا تو مخالفت نہوگی کیونکہ رائے اوسکی خرید مین شامل ہوگئی اور مقصود موکل کا
یہی تھا اور اگر وکیل کیا واسطے خریدنے ایک شی غیر معین کے اور وکیل نے اوسکو خریدا تو وہ شی وکیل ہی کی سمجھی جاویگی الا جب وکیل عقد کو مضاف
کردے اپنے موکل کے مال کیطرف مثلاً یون کہدے کہ خریدا مینے اس چیز کو بدلے مین اس ہزار روپیہ کے اور وہ روپے مملوک ہین موکل کے یا
عقد کو مضاف نکرے اوسکے مال کیطرف لیکن نیت کرے موکل کے لیے خریدنیکی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کہ ایک گر گیہون کا خریدے

بطور عقد سلم **ف** خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ بیچنے مین بطریق سلم کے توکیل درست نہیں اور وجہ اوسکی اصل کتاب مین مذکور ہو

ص یا بیع صرف کرے تو اگر وکیل جدا ہو جاویگا قبل قبضے کے تو وہ عقد باطل ہو جاویگا اور موکل کی جدائی کا اعتبار نہیں اگر مشتری نے خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اوسنے بیچی بعد اوسکے مشتری نے انکار کیا اس بات کا کہ زید نے مجھے اس چیز کے خریدنے کا حکم کیا تھا تو یہ انکار اوسکا مسموع نہوگا اور لیوے اوس چیز کو زید کیونکہ خریدتے وقت اقرار کر چکا ہو زید کے لیے خریدنیکا پس انکار مین اوسکے تصدیق نہوگی تو اگر زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ مینے اوسکو حکم نہین کیا تھا خرید کا اسصورت مین زید پھر چیز اوس چیز کو نہین لے سکتا ہان اگر مشتری خود دیدے زید کو تو بیع بالتعاطی ہو جاویگی زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا لا دے عمرو نے تحقیق روپیہ سیر والا گوشت ایک روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحب کے نزدیک زید کو آٹھ آنے کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک زید کو کل گوشت لینا پڑیگا

ف اور فتوی امام کے قول پر ہی **ص** اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام معین میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کرے پس وکیل ایک غلام اون دونون مین سے اوسکے لیے خریدے تو صحیح ہی اور اگر اون دونون کو ہزار روپیہ مین خریدنے کو کہے اور دونون کی قیمت برابر ہووے پھر ایک کو وکیل پانسو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہی اور اگر پانسو سے زیادہ کو خریدے تو نہین صحیح ہی جانب موکل سے بلکہ یہ مول لینا اوسکے وکیل ہوگا ہان اگر موکل کے جھگڑنے کے پہلے دوسرے غلام کو باقی ثمن سے خریدے تو صحیح ہی کیونکہ مقصود دونون غلامون کا ہزار روپیہ مین آنا تھا اور وہ حاصل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک اگر پانسو سے اتنے دام زیادہ دیے ہین جتنے کی کمی بیشی معاملون مین ہوا کرتی ہو اور باقی اتنے روپے ہین کہ اونسے دوسرا غلام خرید کر سکتا ہو تو موکل کی طرف سے یہ اشترا صحیح ہوگا اور اگر موکل نے وکیل کو ہزار روپے دیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خرید دے اوسنے جب خریدی تو کہا کہ مینے ہزار روپے کو خریدی اور موکل کہتا ہو کہ تونے پانسو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر اوس لونڈی کی قیمت بازار مین ہزار کی ہوگی اور اگر ہزار کی نہوگی تو قول موکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو اسی صورت مین موکل نے ہزار روپے وکیل کو دیے نہین تھے تو اگر اوس لونڈی کی قیمت بازاری پانسو یا زیادہ ہین لیکن ہزار سے کم ہو تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار کی ہو تو دونون حلف کرینگے اسلیے کہ وکیل اور موکل مثل بائع اور مشتری کے ہین جب دونون نے حلف کر لیا تو بیع فسخ کر کے لونڈی وکیل ہی کو لینا پڑیگی اور ان سب صورتون مین قول جسکا معتبر ہوگا تو بلا قسم معتبر ہوگا **ف** یعنی اوپر جہان جہان لکھا ہو کہ قول اوسکا معتبر ہوگا مراد اوس سے یہ ہی کہ بلا حلف معتبر ہوگا در مختار مین ہو کہ ایسا ہی کہا ابن الکمال اور ملا خسرو نے درر مین بسبب صدر الشریعۃ یعنی مصنف شرح وقایہ کی اتباع سے لیکن جزم کیا دامادی نے کہ یہ تحریف ہی اور مخالف ہی عقل و نقل کے اور صواب یہی ہی کہ حلف سے معتبر ہوگا شامی

ص اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنے کا یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کر اور ثمن اوسکا بیان نکیا تب عمرو نے اوسکو خریدا اور کہا کہ مینے اوسکو ہزار روپیہ مین خریدا ہی اور زید نے کہا کہ نہین تونے پانسو کو خریدا ہی تو دونون سے حلف لیا جاویگا اگرچہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے پھر اگر دونون حلف کر لینگے تو لونڈی وکیل ہی پر پڑیگی اور بعضے فقہا یہ کہتے ہین کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اوس صورت مین دونون سے حلف نلیا جاویگا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہو جاویگا لیکن ظاہر تر یہ ہو کہ دونون سے حلف لیا جاویگا اور یہی قول ہی امام ابی منصور ماتریدی کا **ف** طحطاوی مین ہو کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہو قاضی خان نے تبعا للفقیہ ابی جعفر یعنی فقیہ ابو جعفر کی متابعت سے تو تصحیح مین اختلاف ہی انتہی اسصورت مین قاضی کو مناسب ہی کہ متونکی روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اکتفا کریگا قسم پر وکیل کی تو بھی درست ہی واللہ اعلم

فصل بیان مین اون لوگونکے جنسے وکیل خرید و فروخت کا معاملہ نکرے

ص نہین صحیح ہی وکیل کو بیع و شرا کرنا ایسے شخص سے کہ جسکے واسطے گواہی اوسکی مقبول نہین ہوتی ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہی اگر قیمت بازاری سے بیع و شرا کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہین اور صحیح ہی وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے اور بدلے مین اسباب کے اور ادھار اور کل اسباب مین سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل مین صاحبین کا اختلاف ہی اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی چیز عوض مین ثمن کے گرو کر لی یا اوس سے ضمانت لے لی تو جائز ہی اور جو بعد اوسکے وہ شی مرہون تلف ہوئی وکیل کے پاس یا ضامن سے مال وصول نہوا اسطرح پر کہ ضامن مفلس ہو کر مر گیا اور مکفول عنہ بھی مفلس گیا یا غائب ہو گیا اور اوسکا پتہ معلوم نہین یا معاملہ قاضی کے پاس گیا جو قائل ہی اسبات کا کہ اصیل بری ہو جاتا ہی کفالت کفیل سے اور کفیل مفلس ہو کر مر گیا جیسا کہ یہی مذہب مالک کا ہی پس ان سب صورتون مین ضمان وکیل پر نہو گا مسئلہ وکیل بالشرا مطلق کو لازم ہی کہ برابر قیمت اور مالیت پر چیز مول لیوے خواہ کتنے دام ہون مگر جو نرخ کرنے والون کی قیمت مین آجاتے ہین ف یعنی کئی نرخ کرنے والون سے جو اوسکی قیمت پوچھی جاوے تو وکیل کا ثمن اونمین سے کسی کے قول کے برابر ہو جاوے یہ نہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ رہے ص اگر ایک چیز کے خریدنے کا وکیل کیا اور اوسنے وہ چیز آدھی خریدی تو یہ خرید موقوف رہیگی باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی خرید لیا تو موکل پر پڑیگی ورنہ نہین اگر وکیل نے ایک شی کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شی وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہی کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہین ہو سکتا بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہی جیسے ایک انگلی زائد نکلی تو وکیل اوسکو اپنے موکل پر رد کر دے برابر ہی کہ رد مشتری کا وکیل پر گواہون سے ہوا ہو یا اقرار یا نکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہی کہ مثل اوسکے اس مدت مین پیدا ہو سکتا ہی تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہون سے یا نکول سے ثابت کر کے رد کیا ہی تو وہ موکل پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہی تو وکیل موکل پر نہ پھیر سکیگا اگر وکیل [illegible] بیچا اور موکل نے کہا کہ مینے تجکو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول موکل کا مقبول ہوگا ف قسم سے ص اور اگر مضارب اور رب المال مین یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہوگا ف قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آویگا انشاء اللہ تعالی ص اگر کوئی دو شخصون کو وکیل کرے تو ضرور ہی کہ اوس تصرف کو جسمین وکیل ہوئے ہین دونون ملکر ایک ساتھ کرین مگر جو وکیل بالخصومت ف یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑنے کے وکیل ص ہون یا امانت کے پھیر دینے مین یا قرض ادا کرنے مین یا بغیر عوض طلاق دینے مین اور آزاد کرنے مین وکیل ہون تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کر سکتا ہی اگر غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع کرے یا اوسکے مال سے شرا کرے تو صحیح نہین تو حاصل یہ ہی کہ غلام اور مکاتب کو ولایت نہین اپنے صغیر فرزند کے مال مین اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال مین جو صغیر سن ہو ولایت نہین واللہ اعلم ف وکیل کسیکو وکیل نہین کر سکتا اوس امر مین جسمین وکیل ہوا ہی الا اوس صورت مین کہ موکل نے اوسکو اذن دیا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی رای کے موافق عمل کرنا ہدایہ

ص باب وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کے بیان مین

وکیل بالخصومت کو یہ پہونچتا ہی کہ مدعی علیہ سے مال وصول کرے اور اوسپر قبضہ کر لیوے نزدیک تینون اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظم اور محمد اور ابو یوسف کے برخلاف زفر کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کے لیے ہو پہونچتا ہی کہ مال لے لیوے ظاہر الروایت مین اور اب فتوی اس زمانہ مین اسپر ہی کہ یہ دونون وکیل قبض مال کے مالک نہین ہین بسبب خائن ہو جانے وکیلون کے اور جو وکیل قرض کے وصول کرنیکا ہی اوسکو خصومت کا اختیار ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک نہین ق اور فتوی امام کے قول پر ہی البتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت خصومت کا مختار نہین ص نہ اوس وکیل کو جو ایک شی معین کے لے لینے کے لیے وکیل ہی ف یعنی اوسکو بالاتفاق

[illegible] ابیعہا ابن [illegible] ... اور ذمی کو اختیار نہین [illegible] ... کی اصل مین ... [illegible]

اختیار خصومت نہین ہوص تو اگر کسینے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اوسکو زید سے تو زید نے یہ جواب دیا کہ موکل تیرا اس غلام کو بیچ چکا ہی میرے ہاتھ تو یہ مقدمہ ملتوی رہیگا جبتک کہ موکل حاضر نہو وف اور جبتک وہ غلام زید کے پاس رہیگا ص اور ان گواہون کی گواہی سے بیع ثابت نہوگی تو جب موکل حاضر ہو ویگا اوسکے سامنے پھر گواہون سے دوبارہ گواہی لیجاویگی بیع کی اسیطرح یہ مسائل ہین کہ ایک شخص آیا اور اوسنے کہا کہ مین زید کا وکیل ہون واسطے لیجانے اوسکی زوجہ کے یا اوسکے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیے زید کے طلاق پر اور غلام نے اوسکے آزاد کر دینے پر تو ان گواہون کی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا نہ دیا جاویگا بلکہ مقدمہ ملتوی رکھا جاویگا یہانتک کہ زید حاضر ہووے تو جب زید آویگا پھر گواہی دوبارہ لیجاویگی مسئلہ اگر وکیل بالخصومت اپنے موکل کیطرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار موکل پر نافذ ہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار جت نہوگا امام ابی حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہی اگرچہ اقرار نزد غیر قاضی ہوا اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کسیطرح جائز نہین اگر مکفول لہ وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے مکفول عنہ سے تو یہ وکالت جائز نہوگی اگر ایک شخص نے آن کر کہا کہ مین وکیل ہون زید کا جو غائب ہی اوسکا قرض وصول کرنیکے لیے اور زید کے قرضدار نے اوسکی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اوس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اوسنے اوس شخص کی جسنے اپنے تئین وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہی پھیر لیگا اور اگر باقی نہو تو کچھ نہ پاویگا الا اوس صورت مین جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہوگیا ہو اس بات کا کہ اگر زید انکر میری وکالت کا انکار کرے گا تو مین ضامن ہون اس مال کا یا قرضدار نے مال اوسکو صرف اوسکے کہنے سے دیدیا ہو اور اوسکی وکالت کی تصدیق نکی ہووے اور اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ مین زید کیطرف سے اوسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہون اور مُوْدَع یعنی جسکے پاس ودیعت ہی اوسنے اوس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مُوْدَع کو امانت حوالے کر دینے کا حکم نہوگا اور اگر کوئی یون کہے کہ مالک امانت مرگیا اور اوسکا وارث مین ہون اور وہ امانت میرے لیے میراث چھوڑکر مرگیا اور تصدیق کرے اوسکی وہ شخص جسکے پاس امانت ہی تو اوسکو حکم ہوگا کہ امانت اوس شخص کے سپرد کرے اور اگر کسینے کہا مُوْدَع سے کہ مینے امانت کو خرید لیا ہی مالک امانت سے اور مُوْدَع نے اوسکی تصدیق کی تو اوسکو حکم دینیکا نہوگا زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین وصول کرنیکے لیے بکر سے جب عمرو نے دین زید کا طلب کیا بکر سے تو بکر نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ زید یہ دین وصول کر چکا ہی اور گواہ نہین ہین مدیون پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دین عمرو کو ادا کرے تو جب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دین وصول کر چکنے کا تو اوس سے بکر قسم لے لیوے اور وکیل کو قسم نہ دلائی جاویگی اس بات پر کہ مین نہین جانتا کہ موکل میرا اس دین کو وصول کر چکا ہی اسلیے کہ وہ نائب ہی اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اوس عیب کی بابت جو مبیع مین نکلا ہی اور مبیع واپس کر دے بعد اوسکے مشتری غائب ہوگیا اب وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدتے وقت اس عیب پر رضامند ہوگیا تھا تو وکیل مبیع کو نہین پھیر سکتا یہانتک کہ مشتری قسم کھائے کہ مین راضی نہین ہوا تھا اس عیب پر اور صاحبین کے نزدیک وکیل مبیع کو پھیر سکتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسف کے یہ ہی کہ دونون مسائلون مین یعنی مسئلہ دین جو پہلے گذرا اور اس مسئلہ مین تاخیر چاہیے یہانتک کہ حلف کر لیوے دائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دس روپے دیے کہ اسکو میرے اہل وعیال پر صرف کرنا اور عمرو نے دس روپے اپنے پاس سے لیکر اونپر خرچ کیے تو وہ دس روپے جو زید نے دیے تھے عمرو کے ہو جاوینگے اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ استحسان ہی اور قیاس اسکو چاہتا ہی کہ عمرو نے جو روپے اپنے پاس سے صرف کیے ہین وہ تبرعًا ہو جاوین وجہ استحسان کی یہ ہی کہ وکیل خرچ کرنیکے لیے مثل وکیل بالشراء کے ہی اور وکیل بالشراء باوجود اسکے کہ ثمن اپنے پاس سے دیوے موکل سے لے سکتا ہی اسیطرح یہان بھی حکم ہوگا واللہ اعلم

باب وکیل کے معزول کرنے کے بیان مین

موکل کو پہونچتا ہے کہ جب چاہے وکیل کو معزول کر دیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہے کہ وکیل کو اوسکا علم ہو جاوے ف تو جبتک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل ہووے یعنی اوسکو ایک شخص عادل یا دو مستور الحال خبر عزل کی سناوین تو جتنے تصرفات قبل اوسکے کریگا موکل پر لازم ہونگے ہدایہ ص اور باطل ہو جاتی ہے وکالت وکیل یا موکل کے مرجانے سے یا جنون مطبق کے رہنے سے یعنی ہمیشہ مجنون رہا ہو ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا موکل کو تو وکالت اوسکی باطل ہو جاویگی اور ایک روایت مین ایک دن رات اونسے منقول ہے اور وہ جو متن مین ذکر کیا قول محمد کا ہے اور اسی مین احتیاط ہے کذا فی الکافی لیکن در مختار مین ہے کہ فتوی ایک مہینے کی مقدار پر ہے اور اسی کو صحیح کہا قہستانی اور باقانی نے ص یا مرتد ہو کر دار الحرب مین چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ ادا سے بدل کتابت سے عاجز ہو گیا یا دو شریکون نے ملکر ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونون شریک جدا ہو گئے یا جس مالک نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اوسکو منع کر دیا تصرفات سے تو ان سب صورتون مین بھی وکالت وکیل کی باطل ہو جاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالون کی خبر نہو اگر موکل نے جسکام کے لیے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کر لیا تب بھی وکالت باطل ہوگی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنیکے لیے پھر موکل نے اوسکو خود آزاد کر دیا یا وکیل کیا اوسکو ایک عورت سے نکاح کر دینے کا پھر موکل نے خود اوس سے نکاح کر لیا اور جدا بھی کر دیا اوسکو تو بھی وکیل کو یہ نہین پہونچتا کہ پھر اوسکا نکاح موکل سے کر دیوے ف اسواسطے کہ حاجت موکل کی پوری ہو چکی عینی البتہ اگر وکیل نے اوس سے نکاح کر لیا اور نکاح کرکے اوسے جدا بھی کر دیا تو اب اوسکو پہونچتا ہے کہ موکل سے نکاح اوسکا کر دیوے ہدایہ

تعریف دعوی

ص کتاب الدعوی

دعوی کہتے ہین خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لیے غیر پر ف اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہین بلکہ تعریف جامع و مانع وہ ہے جو صاحب درمختار نے بیان کی ہے کہ دعوی ایک قول مقبول ہے نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہے اوس سے طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اسمین دعوی دفع تعرض داخل ہو گیا صورت اسکی یون ہے کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض بیجا کرتا ہے مجھ سے ناحق اور مین چاہتا ہون کہ وہ دفع کرے تعرض کو تو قاضی یہ دعوی کو سن سکتا ہے اور منع کریگا قاضی مدعی علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جبتک مدعی علیہ کے پاس کوئی حجت نہوگی باز رہیگا تعرض سے پھر جب پاویگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعوی قطع تنازع کے کہ وہ مسموع نہین صورت اوسکی یون ہے کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اسبات کا کہ اگر کوئی دعوی رکھتا ہے مجھپر تو پیش کرے اوسکو ورنہ روبرو گواہون کے بری کر دے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نکریگا واسطے دعوی کرنیکے کیونکہ دعوی حق اوسکا ہے خلاصہ ص مدعی وہ ہے کہ اگر خصومت کو ترک کر دے تو اوسپر جبر نکرین اور مدعی علیہ وہ ہے کہ جبر کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعوی کے مدعی کی تفسیر یہ چاہیے کہ مدعی وہ ہے جو خبر دیتا ہے اپنے حق کی غیر پر تفسیر دوسری قسم کی ذکر کیا ہے اوسکو بعض مشائخ نے اور بعضون نے کہا ہے کہ مدعی وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اوس امر کے جو خلاف ظاہر ہو کہ وہ ایک امر عارض ہو ف یعنی وہ دعوی کرتا ہے ملک کی ایک شی کا حالانکہ وہ شی اوسکے قبضے مین نہین ہے بلکہ قبضے مین مدعی علیہ کے ہے اور یہ خلاف ظاہر ہے کہ شی مالک کے قبضے مین ہوتی ہے ص اور مدعی علیہ وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اوس امر کے کہ وہ ظاہر ہو یعنی عدم یا اصل کا ف یعنی ظاہر یہی ہے کہ شی اوسی کی ہے جسکے قبضے مین ہے اور مدعی علیہ یہی کہتا ہے ص لیکن اعتبار شناخت

ص تو اگر مدعی علیہ اقرار کرے دعوی مدعی کا یا انکار کرے تو مدعی سے بینہ طلب کرے اگر مدعی وجہ ثبوت پیش کر دیوے تو قاضی حکم کر دیوے مدعی علیہ پر ف بغیر طلب مدعی کے اور اگر مدعی علیہ کہے کہ مین مدعی کے دعوی کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری ہوتی ہے اور جو روز نہ ہوتی ہو تو ایک دن کی دینا چاہیے اور اگر تین دن کی دیگا تب بھی جائز ہے پھر اگر اوس مدت مین مدعی علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اوسپر حکم کر دیوے در مختار و شرح ملتقی

ص اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہون وجہ ثبوت نہ ہو تو بصورت درخواست مدعی قاضی مدعی علیہ سے قسم لیوے

ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر لوگ دیے جاتے صرف اپنے دعوی سے البتہ کچھ لوگ دعوی کرتے خونون کا اور مالون کا لیکن قسم ہے مدعی علیہ پر اور یہ روایت کی بیہقی نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اوس مین یہ لفظ ہے اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ یعنی گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر اور روایت کی بخاری اور مسلم نے وائل بن حجر سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس تو حضرمی نے یہ دعوی کیا کہ یا رسول اللہ اسنے میری زمین لے لی ہے تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہے مدعی کا اوسمین کچھ حق نہین تب فرمایا حضرت نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہین کہا اوسنے کہ نہین فرمایا آپنے پس تیرے لیے قسم اوسکی ہے کہا اوسنے یا رسول اللہ کندی مرد فاسق ہے وہ پروا نہین کرتا قسم کی فرمایا آپ نے نہین ہے تیرے لیے کچھ سوا قسم کے تو چلا کندی قسم کہانے تب کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر حلف کر لیگا مدعی کے مال پر تاکہ کہاوے اوسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالی سے اور اللہ اوس سے منہ پھیر لیگا اور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثون مین مروی ہین بلکہ بعضون نے اسکو متواتر کہا ہے اور روایت کی مسلم نے ابی امامہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے کاٹا حق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو بیشک واجب کیا اللہ تعالی نے اوسکے لیے جہنم کو اور حرام کیا اوپر اوسکے جنت کو تو کہا آپ سے ایک شخص نے یا رسول اللہ اگرچہ وہ تہوڑی چیز ہو فرمایا آپ نے اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی فائدہ اگر مدعی علیہ نے کہا کہ مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو اوس سے قسم نہ لیجاوےگی بلکہ قید کیا جاویگا تا کہ اقرار کرے یا انکار کرے اسی طرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اوسکی زبان مین تنویر و مختار رسالہ امتناع کیا ہے فقہا نے بلا طلب قسم دلانے پر اوس شخص کو جو میت پر دعوی دین کرے صورت اوسکے قسم دلانے کی یہ ہے کہ قاضی اوسکو یون قسم دیوے کہ قسم اللہ کی مین نے اپنا حق مدیون میت سے نہین پایا اور نہ کسی نے اوسکی طرف سے مجکو ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی اور نے اوسپر قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ مین نے اوسکو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ مین نے اوسکا کسی پر حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اوسکی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الملتقی مع البحر ص تو اگر مدعی علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کہانے سے انکار کیا مثلاً کہا مین قسم نہین کہاونگا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے ف یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اوسکا نکول نہوگا ص اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے نکول پر تو صحیح ہے اور احتیاط اسمین ہے کہ قاضی قسم کے واسطے تین بار مدعی علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار مین بھی مدعی علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے ف نکول کہتے ہین قسم سے انکار کرنے کو قاضی اوسکے نکول پر حکم کر دیوے یعنی مدعی کا مقدمہ جتا دیوے اور مال مدعی مدعی علیہ پر لازم کر دے ص اور مدعی سے قسم نہ لیوے اور شافعی کے

تو ہمیک صرف نکول سے مدعی علیہ کے اوپر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہے جب
مدعی حلف کر لیگا تو حکم کر دیا جاویگا مال کا مدعی علیہ پر اور ہمارے نزدیک بدعت ہے اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہ نے اور یہ
مخالف ہے حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہے احمد اور مالک کا اور یہی کہتے ہین ائمہ ثلثہ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہو وے
تو مدعی سے قسم لیکر حکم کر دینگے مال کا مدعی علیہ پر اور قسم اوسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظمؒ نے دونون مسئلون مین
خلاف کیا ائمہ ثلثہ کا یعنی اونکے نزدیک مدعی سے کسی حال مین قسم نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہے مدعی علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور
بلکہ متواتر جو اوپر گذری کہ فرمایا حضرت نے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی جنس قسم منکر پر ہے اور الف لام الیمین
مین واسطے استغراق جنس کے ہے یعنی تمام قسمین مدعی علیہ پر ہین تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم مختص ہے مدعی علیہ سے ائمہ ثلثہ دلیل
لاتے ہین اوس حدیث سے جسکو روایت کیا احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی اور طحاوی نے عبد الوہاب بن عبد المجید ثقفی سے انھون نے
امام جعفر صادقؓ سے انھون نے اپنے باپ محمد باقرؒ سے انھون نے جابرؓ سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک
شاہد کے کہا ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو ثوری اور مالک وغیرہ نے امام محمد باقرؒ سے مرسلاً اور یہی اصح ہے اور روایت کیا اوسکو
دار قطنی نے محمد باقرؒ سے انھون نے حضرت علیؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم مدعی کے
اور یہ منقطع ہے کہا دار قطنی نے علل مین کہ جعفر صادقؓ نے کبھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا اور کہا شافعیؒ نے اور بیہقی
نے کہ عبد الوہاب نے وصل کیا اوسکو اور وہ ثقہ ہے مین کہتا ہون کہ ذہبی نے اوسکو ضعیف کیا اور کہا کہ مختلط ہو گیا تھا آخر عمر مین
اور مالک اور ثوری کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہین ہے اور روایت کیا ابو داؤد
اور طحاوی نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور منکر کہا
اوسکو طحاوی نے اسواسطے کہ روایت کیا اوسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے اور اوسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہین
جانتے اور روایت کی شافعیؒ اور اصحاب سنن اور ابن حبان نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین
سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا اس حدیث کو سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے
اور سنا اونسے ربیعہ بن ابی عبد الرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ ابی سہیل کا اور کہتے تھے ابو سہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہین کہ مین نے اونسے
حدیث بیان کی ابو ہریرہ کی کہا طحاوی نے نقلاً عن العینی کہ سہیل راوی اس حدیث کا منکر ہوا اوسکی روایت کا تو حدیث مذکور
حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اوسکے راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث کے ضعیف ہین جواب امام صاحب کا اس حدیث سے
بچند وجوہ ہے **اولاً** اسطرح کہ یہ حدیث طرق اسکے سب ضعیف ہین رد کیا ہے اوسکو نقاد فن حدیث یحییٰ بن معین نے **ثانیاً** یہ حدیث
باوجود ضعیف ہونے کے مخالف ہے نص صریح کلام اللہ کے وَاسْتَشْہِدُوْا شَہِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِکُمْ فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ
وَّامْرَاَتَانِ الآیۃ یعنی گواہ کرو تم دو مردون کو اپنے مین سے تو اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین **ثالثاً** مخالف ہے یہ حدیث
اوس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر حصر کر دیا ہے اور جمیع جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعی علیہ پر
رابعاً اس حدیث مین ذکر ایک واقعہ کا ہے اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہین احتمال ہے کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اوس
واقعہ سے یا اوس مدعی سے جیسا کہ حضرت نے کر دیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتون کے اور خاص ہے یہ امر خزیمہ سے باتفاق

ف ۱ یعنی بیہقی و شافعی نے کہا ۱۲
ف ۲ یعنی اختلاط عقلی ۱۲
ف ۳ یعنی [illegible]
ف ۴ [illegible]

علماؔ اور احادیث اور آثار ہمارے قولی ہین عام تو واجب ہوگی ترجیح اونکی احادیث پر خامساً بصورت تسلیم یعنی اوس حدیث کے یہ ہوسکتے ہین کہ حضرت نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجود اسکے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسپر بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعی علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعا علیہ ہے نہ یمین مدعی سادساً یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث مین مروی ہے کہ حضرت نے اوسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا اور یہ حکم اوسکی خصوصیات مین سے ہے سابعاً یہ کہ الف ولام قضی بالیمین مع الشاہد مین عہد کا ہووے اور مراد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردون کی یا ایک مرد اور دو عورتون کی مراد ہے اسی طرح سے الیمین سے یمین معہود یعنی یمین مدعی علیہ ثامناً یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کا کہے کیونکہ اشہد الفاظ یمین مین سے ہے تاسعاً یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین مین اور یہ دلیل قاطع ہے اس حدیث کے متروک یا مؤول ہونے پر عاشراً یہ کہ استدلال امام شافعی اور ائمہ ثلثہ کا بابت اثبات مسئلہ تین کے اس سے تمام نہین ہوتا کیونکہ مذہب ونکا رد شہادت ہے مدعی پر بعد نکول مدعی علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش کیا ہو اور یہ مخالف ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اوس مسئلہ کے اثبات کی یہ دلیل نہین بلکہ روایت کی دارقطنی نے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا قسم کو اوپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ قطع نظر اسکے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہے دوسرے یہ کہ احتمال ہے کہ بیان اوسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہووے اسناد اوسکی نہایت ضعیف ہے تصریح کی اوسکی سب محدثین نے فتلک عشرۃ کاملۃ هكذا ینبغی تحقیق المقام وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الافہام استدلال عجیب امام مالکؒ نے موطا مین لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہین بسبب قول اللہ تعالی کے فان لم یکونا رجلین الآیۃ تو حجت اون لوگون پر یہ ہے کہ آیا تم نہین دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہین حلف لیا جاتا مطلوب سے تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہوجاتا ہے اوس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف دلاتے ہین صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہے کہ نہین ہے اختلاف اوسمین کسی کا لوگون مین سے اور نہ کسی شہر مین شہرون مین سے تو کس دلیل سے نکالا ہے اوسکو اور کس کتاب اللہ مین پایا اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہین ہے یہ کتاب اللہ مین انتہی مختصراً مین کہتا ہون کہ یہ استدلال عجیب ہے امام مالکؒ سے کیونکہ ثبوت حلف مدعی علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے موجود ہے بلکہ اوسپر اجماع ہے مجتہدین کا تو یہ کہنا کہ کس دلیل سے نکالا ہے اسکو بعید ہے صواب سے اور اگر مراد اونکی اوس امر اتفاقی سے حلف مدعی علیہ مع حلف مدعی در صورت نکول مدعی علیہ ہے تو اوسکو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلاد و امصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہے بالخصوص جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہین جانتے ہین وہ کب کہتے ہین کہ قسم رد کی جاویگی مدعی پر تو ملازمت ان دونون امرون مین غیر ثابت اور بے دلیل ہے اور شاید کہ امام مالکؒ کی اس عبارت کا مطلب کچھ اور ہووے کہ وہ ہمارے فہم ناقص مین نہ آیا ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ

ص اور نہین قسم لی جاتی ہے امام صاحب کے نزدیک منکر سے نکاح اور رجعت اندر عدت مین اور مدت ایلا کے اندر رجوع کرنے مین اور ام ولد ہونے مین اور غلام ہونے مین اور نسب مین اور ولا مین برخلاف صاحبین کے

ف اصل کتاب مین صورتین ان مسائل کی یون مذکور ہین کہ

ایک شخص نے دعوی کیا نکاح کا اور یا انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہو یعنی عورت مدعی نکاح کی ہو وے اور مرد انکار کرے یا دعوی
کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گذرجانے عدت کے کہ مین نے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا
اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص نے بعد گذرجانے مدت ایلا کے کہ مین نے رجوع کیا تھا ایلا سے اندر مدت کے اور انکار
کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہی یا اسکا اولٹا ہوا یا جھگڑا کیا
دونون نے آزادی کی ولا یا ولا ہوالاۃ مین باہمی طور پر یا دعوی کیا لونڈی نے اپنے مولی پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی
مولی سے اور دعوی کیا تھا اوسکا مولی نے اور مرگیا ہی وہ لڑکا اور یا اسکا اولٹا یہان نہین ہوسکتا کیونکہ مولی نے اگر دعوی
کیا کہ یہ میری ام ولد ہی تو وہ ام ولد ہو جاویگی صرف اوسکے اقرار سے یعنی اوس لونڈی کے انکار کی طرف التفات نہوگا
دلیلین امام صاحب اور صاحبین کی مذکور ہین اصل مین لیکن صحیح و مختار یہ ہی کہ ان ساتون چیزون مین قسم لی جاویگی
در مختار اور فتاوی قاضی خان مین ہی کہ فتوی قول صاحبین پر ہی مسائل نکاح مین کذا فی الاصل **ص** اور نہین قسم لی جاویگی
حد اور لعان مین **ف** جیسے حد زنا اور حد قذف مین صورت حد کی یہ ہی کہ ایک شخص نے دعوی کیا دوسرے پر کہ تو نے
مجکو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھپر حد لازم ہی اور مدعی علیہ نے انکار کیا تو اوسپر قسم نہ آویگی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ
ہی کہ عورت نے دعوی کیا خاوند پر کہ تو نے مجکو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجھپر لعان واجب ہی اور مرد نے انکار کیا تو اوسکو قسم
نہ دلائی جاویگی کذا فی الاصل **ص** اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا تو اوس سے قسم لی جاوے مال کے لیے تو اگر
اوسنے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ نکول ایسی دلیل ہی جسمین شبہہ ہی تو مال اوس سے لازم ہوگا
نہ حد اسی طرح خاوند کو قسم دلائی جاویگی اگر عورت نے دعوی کیا اوسکے طلاق دینے کا قبل دخول کے اسواسطے کہ طلاق
مین بالاجماع قسم لیجاتی ہی تو اگر مرد نکول کریگا ضمان دیگا صورت مذکورہ مین عورت کے نصف مہر کا اسیطرح نکاح مین جب
عورت دعوی کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو قسم لیجاویگی اوس سے اور اگر نکول کریگا تو مال اوسپر لازم ہوگا
اور عورت اوسپر حلال نہوگی نکول سے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اسی طرح نسب مین جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا دعوی
کرے جیسے میراث یا نفقہ کا اور سوا ان دونون کا مثل حجر لقیط اور امتناع رجوع کا ہبہ مین **ف** یا حضانت کا یا
عتق کا بسبب ملک کے یا ہبہ مین رجوع نہو سکنے کا شامی **ص** تو مدعی علیہ سے حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ
حق ثابت ہو جاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحب کے اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اوس سے حلف لیا جاویگا اجماعا تو اگر نکول
کریگا قصاص بالنفس مین **ف** قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بدلے مین اسکا قتل واجب ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ
مدعی علیہ کسی کے ہاتھ یا پانوٴن کاٹ ڈالے اور مدعی اسکا عوض چاہتا ہی کہ مدعی علیہ کے بھی ہاتھ یا پانوٴن کاٹے جاوین
ص تو قید کیا جاویگا مدعی علیہ یہان تک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کریگا قصاص بالاطراف مین تو صرف اوسکے
نکول سے اوس سے قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک قصاص بالنفس مین بمجرد نکول دیت
لازم ہوگی قاتل پر اور اسیطرح قصاص بالاطراف ارش اوسکا **ف** اور فتوی امام کے قول پر ہی **ص** مدعی نے
کہا میرے گواہ حاضر ہین **ف** یعنی شہر مین یہان تک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا میرے شہود

له اوردلیل دونون کی ...

غائب ہین تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اور ضمانت نہ لیجاویگی **ص** اور پھر قسم طلب کی مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ اوس سے حاضر ضمانت لیجاویگی تین روز کی **ف** لیکن شرط ہو کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ثقہ ہووے اور اوسپر خوف بھاگ جانے کا نہووے اگرچہ مدعی علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت **ص** تو اگر مدعی علیہ ضمانت بالنفس نہ کرے تو خود مدعی یا امین اوسکا مدعی علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک تاکہ مدعی علیہ غائب نہوجاوے یہ صورت جب ہی کہ مدعی علیہ مقیم ہو اوس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اوس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری تک لیجاویگی اور اگر ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اوسکے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ مین گواہ لایا تو بہتر ہے ورنہ قاضی اوس سے حلف لے لیوے یا اوسکو چھوڑ دیوے **ف مسائل الحاقیہ** اگر مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کر لیا اس امر پر کہ مدعی علیہ قاضی کے سوا اور کہین قسم کھاوے اور بری الذمہ ہوجاوے تو یہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے بطلب مدعی تو اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعی علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لیا جاوے اسپر کہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہے یا گواہ اوسکے سچے ہین تو قاضی اوسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے **فائدہ** طریق قضا کے تین ہین ایک اقرار مدعی علیہ دوسرے برہان مدعی تیسرے نکول مدعی علیہ تو قاضی کو چاہیے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہووین اور وہ طلب کرے قسم کو مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے کہے واسطے قسم کرنیکے اگر وہ قسم کھالیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اسپر مال کا حکم کرے نہ یہ کہ قبل مدعی علیہ کے حلف یا نکول کرنیکے اسطرح فیصلہ کر دیوے کہ مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اوس سے مال لایا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہین اور یہ امر جہل ہے اون سے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہیے قاضی کے سامنے مدعی علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اوسکے نکول سے حکم کر دیا مال کا بعد اوسکے مدعی علیہ مستعد ہوا حلف پر تو اب کچھ سماعت اوسکی نہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے گو کہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاوینگے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعی علیہ سے حلف لے سکتے ہین نیابۃً اور حلف نہین کر سکتے نیابۃً آپنے فعل پر آدمی سے قسم لیجاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جسطرح مدعی کہتا ہے اوسطرح نہین ہے اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ مین نہین جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعوی کیا دین یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی میراث ہونیکو جانتا ہے یا مدعی نے اوسکی میراث ہونیکا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعی علیہ اوسکی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعی علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لیجاوے کہ مین نہین جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دین آتا تھا مورث پر اگر مدعی نے دعوی کیا دین کا مدعی علیہ پر اور ثابت کیا اوسکو برہان سے بعد اوسکے مدعی علیہ نے جواب دیا کہ مین یہ دین مدعی کو پونہچا چکا ہون تو مدعی علیہ سے گواہ ادائے دین کے لیے جاوینگے اسیطرح اگر دعوی کرے مدعی کے عفو کر دینے کا اگر مدعی علیہ کے پاس گواہ نہوون ایصال دین یا ابراء دین کے اور طالب ہو قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لیجاویگی اگر مدعی قسم کرلے تو مال لایا جاویگا مدعی علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعی علیہ پر مال لازم نہوگا اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپے کی مدعی علیہ پر اور دوسرے نے اوسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدیون نے ایصال دین کا دعوی کیا ایکبارگی کل دین کا اور گواہون نے اوسے متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اگر ورثہ نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے

ع ۲ یعنی اسی بیان کا ... [illegible]

ع ۳ اگر عورت پردہ نشین کو حلف ... [illegible]

مورث کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اوسکے زوجہ نے گواہ قائم کیے نکاح اور مہر پر اب ورثہ کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اوسکو طلاق دیا تھا یا اسنے ابرا کیا تھا مہر سے تو یہ قول وارثون کا مسموع نہوگا اسواسطے کہ صریح مخالف ہے قول اول کے قنیہ و درمختار

باب کیفیت حلف کے بیان مین

ص قسم لیجاوے اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے ف تو اگر قسم کھاویگا قرآن یا ایمان یا باپ یا پیغمبر یا ولی یا شہید کے نام سے یا کعبے کی تو اوس پر احکام قسم کے مرتب نہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھکر قسم کھاویگا تو مشرک ہو جاویگا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا اور کسی اوسکے اسم سے اسماے متبرکہ سے جیسے رحمن رحیم قادر ذو الجلال والاکرام یا اوسکی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی شامی روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تمکو منع کرتا ہے اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپون کی سو جو شخص تم مین سے قسم کھانیوالا ہو سو چاہیے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کی بخاری مسلم نے ابو ہریرہؓ سے کہ جسنے اپنے حلف مین کہا قسم ہے لات اور عزی کی تو چاہیے کہ کلمۂ توحید پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ کہا شیخ عبد الحق نے شرح مشکوٰۃ مین کہ اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم نہین ہے تو اوس سے کافر نہین ہوتا لیکن استغفار چاہیے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہے یعنی اوس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہے واجب ہے کہ عود کرے اوس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کی ابو داود نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنی ماؤن کی اور نہ بتون کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کی ترمذی نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو اوسنے شرک کیا ص اور قسم نہوگی طلاق اور عتاق سے ف یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعی علیہ سے یون قسم لیجاوے کہ اگر مدعی کا دعوی سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اوس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ ص اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے مین مدعی الحاح اور زاری کرے تو قاضی کو جائز ہے کہ مدعی علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیوے ف یعنی قاضی کو ایسی قسم لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق کا حرام ہے تو اگرچہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اوسکی تعمیل کیسے درست ہوگی اسی کو اختیار کیا ہے صاحب درمختار اور فقہاے معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمین ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعی علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اوسکے نکول سے اوس پر مال لازم نہ کیا جاویگا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہا نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعی علیہ مال اوس پر لازم کیا جاویگا درمختار اور شامی نے نقل کیا در البحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہین تو وہ وقت طلب حلف قسم سے انکار کر کے مال کا اقرار کر لیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہین مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدماے فقہا سے بلکہ متون مین اسکی ممانعت لکھی ہے تو جواز اسکا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہاے متاخرین کا ہے جنکی تقلید ضرور نہین علی الخصوص جب کہ مخالف احادیث اور حرام ہے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص اور سخت کر سکتا ہے قاضی قسم کو خدا کی اوصاف ذکر کرنے سے مثلاً کہے قسم اوس اللہ کی جو طالب غالب ہے سمجھنے والا ہے پادشاہ ہے زندہ ہے کبھی اوسکو موت اور فنا نہین اور مثل اسکے ف

ہدایہ مین اسکی مثال یون لکھی ہی کہ قاضی کہے مدعی علیہ سے کہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہی غائب اور حاضر کا اور رحمن رحیم ہی جانتا ہی
وہ چھپی چیز کو جیسے جانتا ہی کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے اوپر یہ مال نہین ہی اور نہ اوسمین سے کچھ انتہی اور قاضی کو پہنچتا ہی کہ تاکید کرے قسم کی
اس سے زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہو جاوے اسواسطے کہ استحقاق اوسپر صرف ایک قسم کا ہی اور بعضون نے
کہا ہی کہ جو شخص نیکبخت و دیندار مشہور ہو اوسپر تاکید قسم کی حاجت نہین البتہ جو ایسا نہو اوسپر قسم سخت کرے اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر مال
قلیل ہو تو تغلیظ قسم کی حاجت نہین البتہ اگر مال خطیر کا دعوی ہی تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعی علیہ کو اللہ تعالی کی
قسم دی اور اوسنے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نکرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہی اور وہ حاصل ہو گیا
درمختار عن الزیلعی **ص** اور نہو گی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے **ف** تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے
دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لیوے درمختار مین ہی کہ یہ تغلیظ مستحب نہین ہی قاضی کو تو ظاہر یہ ہی کہ اگر کرے
تو مباح ہی لیکن نقل کیا شامی نے محیط سے کہ نہین جائز ہی تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے **ص** اور امام شافعی کے نزدیک تغلیظ قسم
کی چاہیے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کے اور مکان سے جیسے جامع مسجد مین نزدیک منبر کے اور یہودی کو یون حلف
دلاوینگے کہ قسم ہی اوس خدا کی کہ جسنے اوتارا توریت کو موسی علیہ السلام پر اور نصرانی کو اسطرح کہ قسم ہی اوس خدا کی جسنے اوتارا انجیل کو
عیسی علیہ السلام پر اور مجوسی کو اسطرح کہ قسم خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور بت پرست کو قسم خدا کی دلاوینگے **ف** کیونکہ سب بت
پرست اقرار کرتے ہین وجود خدا تعالی کا فرمایا اللہ تعالی نے وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ
یعنی اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کسنے پیدا کیا آسمانون اور زمین کو البتہ کہینگے کہ خدا نے پیدا کیا اور پارسی سے اور ہندو سے آگ کی اور گنگا کی قسم
نلیوے کیونکہ تعظیم بغیر خدا جائز نہین ہی بلکہ یون کہے کہ قسم اوس خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو درمختار مین ہی کہ فرقہ دہریہ جو قسم
نہین خدائے عز وجل کے بلکہ انکار کرتے ہین خدا سے تو اونسے کس چیز کی قسم لیجاویگی یہ امر معلوم نہین ہوا مترجم کہتا ہی کہ اونسے دہر کی
قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی منجملہ اسمائے الہی ہی حدیث شریف مین ہی کہ فرمایا اللہ تعالی نے مین دہر ہون اور آدمی برا کہتا ہی دہر کو
اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لے تو کافی ہو جاویگا درمختار مین ہی کہ اگر مدعی علیہ گونگا ہو تو اوسکو حلف
دینے کا یہ طریقہ ہی کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجھپر عہد ہی خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو
وہ حالف ہو جاویگا اور اگر بہرا بھی ہووے تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اوسکا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہووے تو اوسکو اشارہ سے
قسم دیوے اور اگر گونگا اور بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اوسکا باپ قسم کھاوے یا اوسکا وصی یا اگر باپ اور وصی نہووے تو قاضی نے جس شخص کو
اوسکے قائم مقام کیا ہی وہ حلف کرے طحطاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بالغیر ہی یا یقین و قطع پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر
معلوم کر کہ یہ قول مخالف ہی ما تقدم کے کہ نیابت استحلاف مین جاری ہوتی ہی نہ حلف مین انتہی **ص** اور نہ حلف دیے جاوینگے
یہ لوگ **ف** یعنی یہود اور نصاری اور بت پرست **ص** اپنے عبادت خانون مین **ف** اسواسطے کہ قاضی کو انکے عبادت
خانون مین جانا مکروہ ہی کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہرا کراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہی اور مین نے
فتوی دیا ہی اوس مسلمان کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہی یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق **ص** اور قسم دلائی جاوے مدعی علیہ کو حاصل
پر **ف** قاعدۂ کلیہ اسکا یہ ہی کہ اگر سبب ایسا ہی جو مرتفع نہین ہو سکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اوسمین حلف سبب پر ہوگا اور اگر وہ

سبب مرتفع ہوسکتا ہی جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہان قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت مین مدعی کا ضرر ہووے اور اسکی
شالین آگے آتی ہین ص جیسے بیع اور نکاح مین قطعی یون قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونون مین بیع قائم نہین اور یا نکاح قائم نہین
اور طلاق مین اسطرح کہ وہ عورت تجھ سے اسوقت بائن نہین ہی اور غصب مین اسطرح کہ تجھپر اوس چیز کا پھیر دینا واجب نہین اور نہ دیگر کو قسم
سبب پر جیسے قسم خدا کی مین نے نہین بیچا یا مین نے طلاق نہین دی یا مین نے غصب نہین کیا یا مین نے نکاح نہین کیا ف اسواسطے کہ یہ اسباب
مرتفع ہوجاتے ہین اسطرح پر کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعی علیہ کو قسم لادینگے سبب پر تو اوسکو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹ حلف لینے کے یہ مذہب
طرفین کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک سب صورتون مین قسم سبب پر لائی جاویگی مگر جب مدعی علیہ قاضی سے کنایۃً کہے کہ اے قاضی نہ حلف دلا تو مجکو
سبب پر اسواسطے کہ آدمی کہین بیع کرتا ہی پھر اقالہ کرلیتا ہی یا طلاق دیتا ہی پھر نکاح کرلیتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ مدعی علیہ کے انکار کو دیکھینگے اگر وہ
منکر ہوگا سبب کا تو اوسپر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور بیان پر کہنے والا یہ کہ سکتا ہی کہ لائق یہ ہی کہ ہمیشہ
حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعی علیہ کنایۃً قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہی کہ پہلے بیع ہوئی ہوگی پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعوی اقالہ
مین مدعی علیہ کو مدعی ہونا چاہیے تو مدعی علیہ پر گواہ لازم ہین اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہی کذا فی الاصل ص مگر اوس صورت
مین جہان پر مدعی کا ضرر ہووے تو وہان حلف سبب پر ہوگا جیسے شفعہ کا دعوی بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق بائن کا جب مدعی علیہ
ان چیزون کا قائل نہو ف مثلا مدعی علیہ شافعی ہو اور اونکے نزدیک ہمسایہ کو شفعہ ہی نہ مطلقہ بطلاق بائن کو نفقہ تو یہان اگر مدعی علیہ
سے قسم لیجاویگی حکم پر یعنی میرے اوپر شفعہ واجب نہین یا نفقہ واجب نہین تو مدعی علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعی علیہ
کو یون قسم دینگے کہ قسم خدا کی مین نے یہ گھر نہین خریدا یا مین نے اوسکو طلاق بائن نہین دی کذا فی الاصل ص اسیطرح قسم لی جاویگی اوس
سبب پر جو مرتفع نہین ہوسکتا جیسے غلام مسلمان عتق کا دعوی کرے مولی پر ف تو مولی کو یون قسم دینگے کہ قسم خدا کی مین نے
اوسکو نہین آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل پر حلف لینے کی کوئی ضرورت نہین کیونکہ سبب کا ارتفاع یہان نہین ہوسکتا اسواسطے کہ غلام
مسلمان جب آزاد ہوگیا تو پھر غلام ہو نہین سکتا کذا فی الاصل ص اور لونڈی اور غلام کافر مین اگر مدعی ہون یہ دونون عتق کے
مولی پر تو قسم لیجاویگی حاصل پر ف اسواسطے کہ سبب کا ارتفاع یہان ہوسکتا ہی لیکن لونڈی مین تو اسطرح کہ مرتدہ ہوجاوے اور دار الحرب
مین چلی جاوے پھر قید ہوکر آوے اور لیکن غلام کافر تو اسطرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب مین چلا جاوے پھر قید ہوکر آوے کذا فی الاصل
ص اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اوس چیز کا تو وارث سے قسم علم پر لیجاویگی یعنی اسطرح کہ
مجھے معلوم نہین کہ یہ شی تیری ملک ہی اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے ف اسیطرح اگر وارث
مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر در مختار ص اور قسم کے بدلے مین مدعی کو کچھ دینا اور صلح کرلینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہی تو مدعی
جب اقرار کرے کہ مجکو بدل القسم کا یا بدل صلح قسم سے پہونچ گیا تو اب مدعی علیہ کو قسم نہ دی جاویگی بلکہ حق حلف ساقط ہوجاویگا فائدہ
مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے سو اوسنے کہا کہ تو مجکو قسم دیچکا ہی ایک بار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے
ہوئی ہی اور مدعی علیہ اوسپر گواہ لایا تو مدعی علیہ کا قول مقبول ہوگا ورنہ مدعی اوس سے حلف لے سکتا ہی ++

ص باب التحالف یعنی دو شخصون کے باہم قسم کھانے کے بیان مین

ص جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین ف مثلا بائع نے ثمن دو سو روپیہ بتلائے اور مشتری نے سو روپے

یا بیع مین **ف** یعنی مشتری نے مبیع زیادہ تبلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بائع نے اونیس من **ص** تو جو شخص گواہون سے اپنا بیان ثابت کریگا اوسکے موافق حکم ہوگا اور اگر دونون نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش کیے تو فیصلہ اوسکے موافق ہوگا جو دعوی کرتا ہی زیادت کا **ف** اور وہ بائع ہی صورت اول مین اور مشتری صورت ثانی مین **ص** اور اگر اختلاف ہوا مقدار ثمن اور مبیع دونون مین مثلاً بائع نے کہا کہ مینے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض مین بیچا ہی اور مشتری نے کہا نہین بلکہ تو نے دو غلامون کو بدلے مین ہزار روپے کے بیچا ہی تو گواہ بائع کے ثمن مین اور مشتری کے مبیع مین معتبر ہونگے اور اگر بائع اور مشتری دونون گواہون کے پیش کرنے سے عاجز ہوئے تینون صورتون مین **ف** یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن مین یا فقط مقدار مبیع مین یا مبیع اور ثمن دونون مین **ص** تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہوجاوے **ف** یعنی مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر **ص** یا دونون حلف کرین تو اگر اختلاف ثمن مین ہوگا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو تو راضی ہوجا اوس ثمن سے جسکا بائع دعوی کرتا ہی ورنہ بیع فسخ کی جاویگی اور اگر اختلاف مبیع مین ہوگا تو بائع سے کہا جاویگا یا تو تو تسلیم کر دے اوس چیز کو جسکا دعوی کیا مشتری نے ورنہ فسخ کرینگے ہم بیع کو اور اگر اختلاف دونون مین ہووے تو ہر ایک سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہوگیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہی ورنہ دونون سے حلف لینگے اور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا **ف** تینون صورتون مین اسواسطے کہ پہلے اوسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہی تو انکار بھی اوسکا اسبق ہی اور یہی جلدی ظاہر ہوتا ہی فائدہ نکول کا اور وہ وجوب ثمن ہی برخلاف اوس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیا جاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا موخر رہیگا استیفاء ثمن تک اور اگر بیع اسباب کی بدلے مین اسباب کے ہووے یا بیع صرف ہووے تو قاضی کو اختیار ہی کہ جسکی قسم سے چاہے شروع کرے اور قسم صرف اسی طور سے لیجاویگی کہ بائع یون قسم کھاوے کہ واللہ مینے ہزار کو نہین بیچا اور مشتری قسم کھاوے کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہین خریدا اور ملانا اثبات کا اسکے ساتھ ضرور نہین یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ مینے دو ہزار کو بیچا ہی اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ مینے ایک ہزار کو خریدا ہی یہی صحیح ہی کذا فی الاصل مع تشریح من الہدایہ **ص** اور فسخ کر دیوے قاضی بیع کو بعد دونون کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونون مین سے اوسپر لازم کیا جاویگا دعوی دوسرے کا **ف** یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اوسنے نکول کیا تو بائع کا دعوی اوسپر لازم ہوگیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کیجاویگی بائع پر تو اگر اوسنے حلف کیا تو فسخ کیجاویگی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعوی اوسپر لازم ہوگا جاننا چاہیے کہ اختلاف جب مقدار ثمن مین ہووے تو دونون سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہی قیاس کے اسواسطے کہ بائع دعوی کرتا ہی زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا انکار کرتا ہی اور مشتری دعوی کرتا ہی تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن قلیل کے اور بائع اوسکا انکار کرتا ہی تو ہر ایک ان دونون مین سے مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونون پر حلف لازم آویگا لیکن بعد قبض مبیع کے دونون سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہی اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعوی نہین کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اوسکے پاس آگئی ہی البتہ بائع دعوی کرتا ہی زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا منکر ہی تو قسم صرف مشتری سے چاہیے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہمنے اور ثابت کیا ہمنے دونون کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونون حلف کرین اور دونون پھیر دیوین یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذا فی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی ہان روایت کی

ابن ماجہ اور دارمی نے عبداللہ بن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے اور راوین دونون کے پاس گواہ نہو وین تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیوین عقد کو مبیع کو اور نقل کیا سیوطی نے جامع صغیر مین روایت طبرانی سے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البیعان اذا اختلفا ولا بینۃ ترادا البیع یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کرین اور راوین دونون کے پاس گواہ نہو وین تو پھیر لیوین بیع کو **ص** اگر اختلاف ہو میعاد مین یا شرط خیار مین یا قبض مین بعض ثمن کے تو تحالف نہین بلکہ حلف دلایا جاویگا منکر **ف** برابر ہے کہ اختلاف اصل اجل مین ہووے جیسے مشتری کہے کہ مین نے اودھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اوسے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن موجل ہے میعاد ایک سال کے اور بائع کہے کہ نہین بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اوسکو قسم دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی اور دوسرا اوسکا انکار کرے یا کہے ایک و نمین کا کہ مجکو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہین بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ مین بعض ثمن دیچکا ہون اور بائع اوسکا انکار کرے کذا فی الاصل **ص** اسیطرح تحالف نہوگا اگر مبیع تلف ہوگئی ہووے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن مین بلکہ حلف دیا جاویگا مشتری نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا برخلاف محمد کے اور دلیل انکی اصل مین مسطور ہے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہوگا مگر اوس صورت مین تحالف ہوگا کہ بائع جتنی تلف ہوئی ہے اوسکے چھوڑ دینے پر راضی ہوجاوے **ف** اور بعض مشایخ یہ کہتے ہین کہ یہ استثنا یمین مشتری سے ہے تو مشتری پر اس صورت مین یمین آویگی اور تفصیل اسکی اصل کتاب مین ہے **ص** اگر مولی اور مکاتب نے بدل کتابت مین اختلاف کیا تو تحالف نہوگا **ف** بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا **ص** اسیطرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال مین اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ کا حلف سے مقبول ہوگا اور تحالف نہوگا اور عقد سلم عود نکریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری مین مقدار ثمن مین تو (اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے ۱۲) دونون حلف کرین جب دونون حلف کر لینگے تو بیع لوٹ آویگی **ف** اسواسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی **ص** اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت مین موجر اور مستاجر نے قبل پوری لینے منفعت اور قبضہ کرنے اجرت کے تو دونون حلف کرین اور ہر ایک دوسرے کی شی کو پھیر دیوے اور پہلے مستاجر کو قسم دیجاویگی اگر اختلاف اجرت مین ہووے اور موجر کو پہلے قسم دیجاویگی اگر اختلاف منفعت مین ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسرے کا قول ثابت ہوجاویگا اور جو کوئی برہان لاویگا اوسکا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونون برہان لاوین (یعنی گواہ ۱۲) تو قول موجر کا اجرت مین (زیادت ۱۲) جب اختلاف اجرت مین ہو اور مستاجر کا منفعت مین (زیادت ۱۲) جب اختلاف منفعت مین مقبول ہوگا اور جب اختلاف دونون مین واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولی ہونگے دعوی زیادت مین جیسے موجر نے کہا کہ مین نے تجکو مکان کرایہ مین دیا ایک برس تک دو سو روپے مین اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ دو برس تک سو روپیہ مین اور قائم کیا دونون نے گواہون کو تو حکم دیا جاویگا دو برس تک دو سو روپے مین **ف** تو موجر کے گواہون کا زیادہ اجرت مین اور مستاجر کے گواہون کا زیادتی میعاد مین اعتبار ہوا اسلیے کہ حجت واسطے اثبات کے ہوتی ہے پس جسمین زیادتی کا ثبوت ہوگا وہ قوی اور راجح ہوگی **ص** اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اجرت مین تو قول مستاجر کا حلف سے مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہے اور بعض باقی ہے تو دونون سے حلف لیکر اجارے کو باقی مین فسخ کر دینگے اور جتنی مدت گذری ہے اوسمین قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی مین اور کسی کے لیے گواہ نہین تو جو اسباب

اور زیادہ گواہ اور حلف مشتری پر نہوگا کذا فی الاصل

مع الزیادۃ ۱۲ منہ

موجر کرایہ دینے والا اور مستاجر کرایہ لینے والا ۱۲

خاص عورت کے لائق ہی **ف** جیسے اوڑہنی کرتی چولی زیور وغیرہ **ص** تو وہ عورت کو دیا جاویگا قسم لیکر اور جو اسباب کہ خاص مرد کے لائق ہی **ف** جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ **ص** یا مرد اور عورت دونون کا ہو سکتا ہی **ف** جیسے ظروف وغیرہ **ص** تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر **ف** یہ صورت جب ہی کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہو وین اور دونون زندہ ہو وین تو اگر دونون گواہ پیش کرین تو زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے **ص** اور جو کوئی مرگیا ہووے تو قول زندہ کا اوس اسباب کے حق مین جو دونون کے لائق ہی قسم سے مقبول ہوگا **ف** اور اس مسئلہ مین نو قول ہین مجتہدین کے مذکور ہین حواشی در مختار مین **ص** اور امام ابو یوسف کے نزدیک عورت کو سامان اوسکا حسب لیاقت اوسکے دیا جاویگا اور باقی خاوند کو اوس سے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت سب برابر ہی واسطے قیام ورثہ کے مقام مورث کے اونکے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہون تو مثل قول ابو حنیفہؒ کے ہی اور بعد موت کے جو اسباب مشکل ہی وہ خاوند کے وارثون کو ملیگا اور اگر جورو خاوند مین سے کوئی مملوک ہو تو کل اوسکا ہوگا جو اون مین سے آزاد ہی حالت حیات مین اور بعد ایک کے مرجانے کے زندہ کا ہوگا **ف** اور صاحبین کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حر کے ہی مسائل الحاقیہ زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر مین واقع ہووے تو اوسکی صورتین کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی مین گذر چکین اگر موجر اور مستاجر نے متاع خانگی مین اختلاف کیا تو کل چیزین مستاجر کی ہونگی قسم لیکر مگر کپڑے جو بدن پر موجر کے ہین وہ موجر کے ہونگے اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہون اور آلات مین اختلاف کرین اور آلات دونون کے قبضے مین ہون تو ہر ایک کو اوسکے پیشے کے آلات حوالے نہ کیے جاوینگے بلکہ جتنے آلات ہین وہ دونون مین مشترک ہو جاوینگے دو شخص ایک مکان مین رہتے ہین اور ایک کے پاس ایک شی گران بہا نکلی جو اوسکے لائق نہین ہی جیسے چادر کش باف یا کمخاب کی یا مفلس پاس توڑہ اشرفیون کا اور دوسرا شخص اوسکے لائق ہی اور دونون اوسکے مدعی ہین اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو وہ شی اوسی کی ہوگی جو اوسکے لائق ہی کشتی مین دو شخص سوار ہین اور اوسمین آٹا بھرا ہوا ہی ایک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہی اور ہر ایک دعوی کرتا ہی آٹے اور کشتی کا تو آٹا آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی در مختار

ص فصل دفع دعوی مین

اگر مدعی علیہ نے مدعی کے جواب مین کہا کہ یہ شی جو میرے قبضے مین ہی اور تو اوسکا دعوی کرتا ہی امانت ہی زید کی یا عاریت لیا ہی اوسکو مین نے زید سے یا کرایہ مین لیا ہی یا گرو لیا ہی یا غصب کیا ہی مین نے زید سے اور اوسپر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعی علیہ سے دفع ہو جاویگی **ف** اسواسطے کہ مدعی علیہ نے گواہون سے ثابت کر دیا اس امر کو کہ قبضہ اوسکا بطور خصومت نہین ہی تو مدعی کا دعوی بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعی علیہ سے اور ابو یوسفؒ کہتے ہین کہ اگر مدعی علیہ حیلہ گری اور دروغ گوئی مین مشہور ہووے یعنی لوگون کا مال لیکر بعد اوسکے یہی حیلہ کرکے ہضم کرتا ہی تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی اور اسی کو پسند کیا ہی مختار مین در مختار **ص** اور اگر مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین کہا کہ یہ چیز مین نے خریدی ہی زید غائب سے یا مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہی یا چرائی ہی یا میرے پاس سے چوری گئی ہی تو اب دفع کرنا مدعی علیہ کا ان صورتون مین مقبول نہوگا اگرچہ مدعی علیہ اوس شی کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے **ف** اسواسطے کہ مدعی علیہ نے جب یہ کہا کہ مین نے یہ چیز خریدی ہی زید سے تو اوسنے خود اقرار کیا کہ ید اوسکا ید خصومت کا ہی تو اوس سے خصومت ساقط نہوگی اسیطرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ

یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسیطرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا کہ چیز چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ یہ چیز پاس امانت ہے فلانے کی تو بھی خصومت ساقط نہوگی نزدیک طرفین کے اور نزدیک محمدؒ کے ساقط ہوجاویگی ص جیسے گواہ اگر اس بات کی گواہی دین مدعی علیہ کی طرف سے کہ مدعی علیہ پاس اس شی کو ایک شخص نے امانت رکھا ہے کہ ہم اوسکو نہین پہچانتے ف تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہے کہ وہ شخص یہی مدعی ہووے ص البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہین کہ ہم امانت رکھنے والے کی صورت کو پہچانتے ہین اور اوسکے نام ونسب کو نہین جانتے تو خصومت ساقط ہوجاویگی نزدیک امام صاحب کے ف کیونکہ جب گواہون نے نام ونسب امانت رکھنے والے کا بیان کر دیا اور اوسکی صورت کو بھی پہچانتے ہین یا فقط اوسکی صورت کو پہچانتے ہون تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص مدعی نہین ہے اور نزدیک امام محمدؒ کے خصومت ساقط نہوگی فقط صورت پہچاننے سے جب تک گواہ نام ونسب بھی اوسکا بیان نکرین کیونکہ انھون نے ایک شخص معین کو نہین ذکر کیا جسنے امانت رکھی ہے اوسکے نزدیک کذا فی الاصل ص اور اگر مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ شی جو قبضے مین مدعی علیہ کے ہے وہ مین نے زید سے خریدی ہے اور مدعی علیہ نے یہ کہا کہ یہ شی زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہے تو خصومت مدعی کی ساقط ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اوس صورت مین خصومت دفع نہوگی جب مدعی گواہون سے یہ بات ثابت کر دے کہ زید نے مجکو وکیل کیا ہے اوس چیز کے لے لینے کے لیے ف اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اوسنے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اوسنے اقرار کیا کہ ذو الید کو زید کی طرف سے پونہچا ہے تو یہ مدعی علیہ کا ید خصومت نہین ہوا اگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کر دیگا اوس شی کے لے لینے کے لیے جاننا چاہیے کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہین کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ مدعی علیہ کے جواب کی پانچ صورتین ہین ایک امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ چوتھی رہن پانچوین غصب اور بھی اس جہت سے کہ اسمین پانچ قول ہین تو نزدیک ابن شبرمہ کے خصومت دفع نہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلی کے خصومت دفع ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ گواہ قائم نکرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسفؒ کے اگر مدعی علیہ مرد صالح ہوگا تو اوس سے خصومت دفع ہوجاویگی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکر سازی مین تو دفع نہوگی اسواسطے کہ وہ یہ کر سکتا ہے کہ اپنا مال اوسکے قبضے مین ہے ایک شخص غائب ہونے والے کو دیکر گواہ کرادے اور اوس سے کہے کہ تو روبرو گواہون کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھوا دے تاکہ کوئی اوس مال کا دعوی نکر سکے اور نزدیک محمدؒ کے خصومت دفع نہوگی جب گواہون نے یہ کہا کہ ہم اوس شخص کو نہین پہچانتے مگر صورت سے اور نام ونسب اوسکا نہین جانتے اور نزدیک امام اعظمؒ کے خصومت دفع ہوجاویگی جب مدعی علیہ گواہ قائم کر دیگا اپنے بیان پر جیسا مذکور ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص باب ایک چیز پر دو شخصون کے دعوی کے بیان مین

قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ گواہ غیر قابض کے اولی ہین قابض کے گواہون سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کرین اور ایک کے گواہ وقت نہ بیان کرین ف جاننا چاہیے کہ جب دعوی ایسے دو شخصون کا ہووے ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے احق ہونگے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک گواہ قابض کے اولی ہین پھر اگر ایک کے گواہون نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظمؒ اور محمدؒ کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسکے گواہ معتبر ہونگے جنھون نے وقت بیان کیا ہے کذا فی الاصل ص اور اگر دونون شخص خارج ہین اور دونون نے ایک شی کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شی آدھون آدھ دونون کو دیجاویگی یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعی کے نزدیک دونون طرف کے گواہ مردود ہوجاوینگے ف یا قرعہ کیا جاویگا سو جسکا نام پہلے قرعہ

نکلیگا وہ شے اوسکو حوالے کیجاویگی دلیل شافعی کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین ایسا ہی جھگڑا ہوا تو آپ نے
قرعہ ڈالا اور کہا کہ یا الٰہی تو ہی ہے فیصلہ کرنیوالا ان دونون مین روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور جواب دلیل کا حدیث
صحیح الاسناد ہے جسکو روایت کیا ابوداؤد نے سنن مین ابو موسی اشعری سے کہ دو شخصون نے دعوی کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کر دیا اوس اونٹ کو اون دونون مین آدھا
آدھا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین تمیم بن طرفہ سے کہ دو مردونے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس ایک
اونٹ مین اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹ کا دونون مین نصفا نصف کہا طحاوی نے
کہ قرعہ کا حکم ابتداے اسلام مین تھا پھر منسوخ ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث ہے **ص** تو اگر دو شخصون نے
گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونون گواہیان ساقط ہو جاوینگی **ف** اسواسطے کہ جورو مین شرکت نہین ہو سکتی ہے بخلاف
ملک کے کہ اوسمین شرکت ہو سکتی ہے کذا فی الاصل **ص** اور وہ عورت اوسکو دیجاویگی جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہے
کہ دونون شخصون کے گواہون نے وقت نکاح بیان نکیا ہو اور جو دونون نے تاریخ نکاح بیان کی تو جسکی تاریخ پہلے ہے عورت اوسی کی ہو گی
اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہون کے ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو وہ عورت اوسکی ہو جاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے
گواہ قائم کر دیے اپنی منکوحہ ہونے پہ تو پہلے شخص سے چھین کر دوسرے کو دلاوینگے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اوس عورت کے اپنی
منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے گواہون پر اس بات کا کہ یہ زوجہ اوس شخص کی ہے بعد اوسکے دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے
اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضاے اول فسخ نکیجاویگی مگر جب کہ اس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہون کی تاریخ سے مقدم بیان کرین
تو پھر زوجہ کو شخص اول سے چھین کر شخص ثانی کو دلاوینگے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے مین ہے بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم
کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جاویگی الا اوس صورت مین جب یہ بات ثابت ہو جاوے کہ نکاح اوسکا شخص قابض کے
نکاح سے مقدم ہے **ف** حاصل اسکا زیلعی مین یون مرقوم ہے کہ جب دو آدمیون نے تنازع کیا ایک عورت مین اور دونون نے گواہ پیش کیے
تو اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان کی ہین تو جسکی تاریخ مقدم ہو گی وہ اولی ہے اور اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان نہین
کین یا تاریخین متحد بیان کین تو جو قابض ہے عورت پر وطی سے یا اپنے مکان مین گھسنے سے وہ اولی ہے اور اگر یہ کوئی امر نہو تو عورت سے پوچھا
جاویگا جسکی وہ تصدیق کرے وہ اولی ہے **ص** اور اگر دو شخصون نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص
کے لیے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کر دیوے اور جب قاضی نے دونون کے لیے نصف نصف لینے کا
فیصلہ کر دیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو یہ نہین پہونچتا کہ کل مبیع لیوے **ف** کیونکہ نصف مین اوسکی بیع
فسخ ہو چکی ہے ہدایہ **ص** اور اگر اس صورت مین دونون شخصون کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی تو جسکی مقدم تاریخ ہو گی اوسکو وہ شے
ملیگی اور اگر ایک کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہونے نہ بیان کی یا دونون نے تاریخ بیان نہ کی تو جو قابض
ہے اوسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہین ہے تو صاحب وقت اولی ہوگا اور جو کسی نے وقت نہین بیان کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن
کے بدلے مین نصف مبیع لے لیوے یا چھوڑ دیوے اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ چیز مین نے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے
کہا کہ یہ چیز مجھکو زید نے ہبہ کی ہے اور مین نے اوسپر قبضہ کر لیا تھا یا صدقہ دی ہے اور مین نے اوسپر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر

گواہ پیش کیے لیکن کسی کے گواہون نے تاریخ بیان نہ کی تو شخص مدعی خرید کا کرتا ہی اوسکے گواہ مقبول ہونگے **ف** تو دعوی شرا مقدم ہی دعوی صدقہ اور ہبہ پر اور دعوی صدقہ بالقبض اور ہبہ بالقبض برابر ہین ہدایہ **ص** اور دعوی شرا اور دعوی مہر برابر ہین **ف** صورت اسکی یون ہی کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہی ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہی اور ہندہ نے دعوی کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کرکے مجھسے نکاح کیا ہی اور دونون نے گواہ پیش کیے تو دونون گواہیان اور دعوے برابر سمجھے جاوینگے تو وہی حکم مسائل سابق کا جاری ہوگا **ص** اور دعوی رہن مع القبض اولی ہی ہبہ مع القبض سے تو اگر دونون مدعی خارج ہین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اوسنے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذو الید تھا اوسنے بھی گواہ قائم کیے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولی ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخین دونون کی ایک ہین لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہی **ف** مثلاً ایک کہتا ہی کہ مین نے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہی کہ مین نے عمرو سے خریدا اور دونون کی تاریخین ایک ہین کذا فی الاصل **ص** یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونون برابر ہونگے **ف** یہ بھی صورت اوسی مین ہی جب ہر ایک دعوی خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعوی خرید کا کرتے ہون اور ایک وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اولی ہوگا جیسا کہ اوپر گذرا **ص** اور اگر ایک خارج ہی اور دوسرا قابض اور دونون نے گواہ قائم کیے مطلق ملک پر **ف** یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نہ کیا **ص** اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے اور اگر خارج نے گواہ قائم کیے ملک پر اور قابض نے خریدنے پر اوسی شخص خارج سے یا خارج اور قابض نے دونون نے گواہ قائم کیے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہی مکرر نہین ہوتا جیسے نتاج یعنی پیدایش بچہ جوان کی یا دوہنا دودھ کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ بنانے پر اور بالون کے ترشنے پر تو قابض ہی کے گواہ مقبول ہونگے اور وہ شی قابض کو دلائی جاویگی **ف** اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی مین سو کہا ہر ایک نے اونمین سے کہ جنی یہ اونٹنی میرے پاس اور قائم کیے ہر ایک نے گواہ اپنے دعوی پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹنی کا اوس شخص کے لیے جسکے قبضے مین تھی روایت کیا اوسکو دارقطنی نے **ص** اور اگر گواہ لایا ہر ایک **ف** خواہ دونون خارج ہون یا ذو الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذو الید یعنی **ص** دوسرے پر کہ مین نے اوس سے خریدا ہی **ف** یعنی دونون مدعیون مین سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ مین نے تجھ سے خریدا ہی اور وہ دوسرا یہ کہے کہ مین نے تجھ سے خریدا ہی **ص** اور بغیر ذکر وقت کے دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے بیان پر تو دونون گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اوس شخص کا رہیگا جسکے پاس قبل دعوی کے تھا اور امام محمد کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اور اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا تو اوسکی تفصیل مذکور ہی ہدایہ مین اگر تیرا جی چاہے تو اوسکا مطالعہ کرلے **ف** ہدایہ مین یہ لکھا ہی کہ اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا دعوی عقار مین اور کسی نے قبضہ اپنا ثابت نہ کیا اور وقت خارج کا مقدم ہی تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخین کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خریدا پھر بیچا اوسکو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہی عقار مین نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلیے کہ نہین صحیح ہی بیع خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ یہان دونون بیعین درست ہوسکتی ہین شیخین کے اور محمد کے مذہب پر اور جب وقت ذو الید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ

له [illegible]

له [illegible] اسواسطے بیع قبل قبض جائز نہین [illegible] امام محمد کے نزدیک [illegible] کذا فی الاصل ۱۲

گواہون نے قبضہ کسی کا بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہوگا کہ خریدا ہوگا اوسکو ذوالید نے اور قبضہ کیا اور پھر بیچا ہوگا
اوسکو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس آ گیا ہوگا انتہی **ص** اور جان
تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہے اور مین اوسکو خیر سے بطور ضبط اور اختصار ذکر کرتا ہون
تو مین کہتا ہون کہ اگر دونون مدعی گواہ لائے تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسی کی تاریخ مقدم نہو تو اگر دونون
ذوالید یعنی قابض ہین تو دونون برابر ہونگے اسی طرح اگر دونون خارج ہونگے اور دعوی ملک مطلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہونگے اور
یہ شامل ہے اس بات کو کہ دونون تاریخ بیان نکرین یا صرف ایک شخص اونمین سے تاریخ بیان کرے یا دونون تاریخ بیان کرین اور کسی کی تاریخ
مقدم نہو کیونکہ اگر کسی کی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی زیادہ حقدار ہوگا اسی طرح دعوی ملک بسبب مین مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا
دعوی کرین تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذوالید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہوگا تو خارج زیادہ حقدار ہے دعوی ملک
مطلق مین سب صورتون مین مگر جب دعوی کرین ملک مطلق کے ساتھ ایک فعل کا جیسے کہے ہر ایک اونمین سے کہ وہ میرا غلام ہے مینے اوسکو آزاد
کیا ہے یا مدبر کیا ہے تو شخص قابض احق ہوگا برخلاف اوس صورت کے جب ہر ایک اونمین سے کہین کہ وہ غلام میرا ہے مینے اوسکو مکاتب کیا ہے تو وہ دونون
برابر ہونگے اسواسطے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہین ہوتا تو وہ دونون خارج ہین اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہے مینے اوسکو مکاتب کیا
اور دوسرے نے کہا کہ مینے اوسکو مدبر کیا ہے یا آزاد کیا ہے تو یہ دوسرا اولی ہوگا تو قاعدہ یہ ہے کہ جسکے گواہ ثبوت زیادتی کے ہونگے وہ احق ہوگا یہ
صورتین خارج اور ذوالید کی ہین ملک مطلق مین لیکن ملک بالسبب مین تو اگر دونون نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک بھی ایک ہی شخص سے
بیان کرتے ہین تو ذوالید احق ہوگا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتے ہین تو خارج احق ہوگا سب صورتون مین اور اگر دونون نے سبب ملک
علیحدہ علیحدہ بیان کیے جیسے شرا اور ہبہ تو جسکا سبب قوی ہوگا وہ اولی ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا **ف** یہ خلاصہ ہے تمام مسائل متقدمہ
کا تو اوسکو یاد رکھنا چاہیے **ص** اور ترجیح نہین دیجاتی گواہون کی کثرت سے **ف** مثلاً ایک کے دو گواہ ہین اور دوسرے کے چار
ص اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت ادلہ سے **ف** یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف
دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہوگا کہ ایک طرف دو حدیثین ہین اور ایک طرف ایک ہی حدیث ہے تو دو
حدیثون کو ترجیح ہو جاوے اور ایک حدیث پر اسی طرح ایک آیت پر دو آیتون کو ترجیح نہوگی یہ مسئلہ اصول کی کتابون مین تفصیل مذکور ہے **ص**
اگر دو خارجون نے دعوی کیا ایک گھر کا اسطرح پر کہ ایک نے اوس گھر کے آدھے کا دعوی کیا اور دوسرے نے کل گھر کا اور دونون دلیل لائے
تو کل کے مدعی کو تین حصے اوس مکان کے اور نصف کے مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث
اور نصف کے مدعی کو ثلث ملیگا **ف** دلیلین امام اور صاحبین کی اصل کتاب و ہدایہ مین مسطور ہین **ص** اور اگر
ایک گھر دو شخصون کے قبضے مین تھا اور ایک نے دعوی کیا اوسکے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ
قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا مکان دلایا جاویگا اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ ملیگا **ف** اسوجہ سے کہ گھر جب دونون کے
قبضے مین تھا تو ہر ایک کے قبضے مین نصف نصف مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے مین تھا اوسکا تو کوئی مدعی نہین
تو وہ اوسکا ہوگا بغیر قضائے قاضی کے اور جو نصف مدعی نصف کے قبضے مین تھا اوسکا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ
خارج کے اولی ہین گواہون سے قابض کے اسواسطے وہ نصف بھی قاضی اوسکو دلا دیگا کذا فی الاصل **ص** اگر دو خارجون نے

[illegible]

[illegible]

دعوی کیا ایک جانور کی پیدائش کا اور دونون کے گواہون نے تاریخ اوسکی پیدائش کی بیان کی تو اوس جانور کا سن دیکھا جاویگا
جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اوسکو دلایا جاویگا اور اگر موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہو سکے تو وہ جانور دونون کا ہوگا اور جو سن
اوسکا دونون کے گواہون کے مخالف نکلے تو دونون کے گواہ مردود ہو جاوینگے اور وہ جانور جسکے پاس تھا اوسی کے قبضے مین
رکھا جاویگا تو اگر دونون خارجون مین سے ایک نے دعوی کیا ذوالید پر کہ یہ چیز تو نے میری غصب کر لی تھی اور دوسرے نے
کہا کہ مین نے یہ شی تیرے پاس امانت رکھائی تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونون کے لیے حکم کیا جاویگا اوس چیز کے
نصف نصف کا اسواسطے کہ دونون برابر ہوگئے کیونکہ جسکے امانت سپرد ہووے وہ جب انکار کرے امانت سے تو غاصب
ہو جاتا ہی سو گویا دونون شخص مدعی غصب کے ہوئے ف اور اوسمین برابر ہونگے اسی طرح اسمین ص جو کپڑے کو
پہنے ہوئے ہی وہ زیادہ حقدار ہی اوس سے جو آستین کو پکڑے ہوئے ہی ف یہان سے وہ مسائل شروع ہوتے ہین
جنمین دو شخص مدعی ہین بسبب قبضے کے اور کسی پاس گواہ نہین ہین بدائع مین ہی کہ جس موضع مین ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ
سے کہ وہ شی اوسکے قبضے مین ہی تو اوسپر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے پھر اگر وہ قسم کھائے تو بری الذمہ ہو گیا
اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا ط ص اسی طرح جو گھوڑے پر سوار ہی وہ مقدم ہی اوس شخص پر
جو اوسکی لگام کو پکڑے ہوے ہی اور جو زین پر بیٹھا ہی وہ اولی ہی اوس سے جو اوسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہی اور جسکا بوجھ اونٹ
پر لدا ہوا ہی وہ اولی ہی اوس سے جسکا کوزہ اونٹ پر لٹکتا ہی اور جو فرش پر بیٹھا ہی اور جو اوسکو پکڑے ہوئے ہی
دونون برابر ہین ف جیسے دونون بیٹھے ہین ایک فرش پر یا سوار ہین ایک زین پر در مختار ص اور جو ایک
کے ہاتھ مین کپڑا ہی اور دوسرے کے ہاتھ مین اوسکا کنارہ ہی تو دونون برابر ہونگے ف کنارے سے مراد وہی کپڑے
کا کنارہ جو بنا ہوا ہی نہ سر افقط جو بنا ہوا نہین ہوتا در مختار ص اگر ایک لڑکا جو بولتا ہی اور بات کو سمجھتا ہی ایک شخص کے
قبضے مین ہی وہ یہ کہے کہ مین اصلی آزاد ہون تو قول اوسی کا معتبر ہوگا اور جو وہ قبضے مین زید کے ہی اور کہے کہ مین غلام عمرو کا
ہون تو وہ زید ہی کا غلام رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نہ سکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہووے تو جس شخص کے قبضے مین ہی اوسکا
غلام ہوگا دیوار اوس شخص کی ہوگی جسکی کڑیان اوسپر رکھی ہوئی ہون یا اوسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہووے
بطریق اتصال تربیع ف اتصال تربیع یہ ہی کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہووے کہ ایک دیوار کی
اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اتصال تربیع اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیوارین اسواسطے
بنائی جاتی ہین کہ اور دو دیوارون کے ساتھ ملکر ایک کان مربع کا احاطہ کر لیوین کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے
اتصال ملازقت ہی وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہووے یعنی دونون دیوارون کا
جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونون صورتین اینٹون کی دیوارین معلوم ہوئین اب اگر لکڑی کی دیوارین ہون تو اتصال
تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار مین گئی ہو در مختار ص اور اگر دو شخصون نے دعوی کیا
دیوار کا اور ایک کے اوس دیوار پر تختے ف یا بانس جو کڑیون پر رکھے جاتے ہین ص دھرے ہوئے ہین
ف یا ایک کی دیوار کے ساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال ملازقت رکھتی ہی در مختار ص تو وہ شخص اولی نہوگا

بلکہ دیوار دونون مین مشترک ہے **ف** اور اگر ایک شخص کی کڑیان دیوار پر رکھی ہون اور دوسرے کی دیوار کے ساتھ اتصال تربیع یعنی جڑی ہووے تو صاحب تصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضون نے کہا کہ جسکی کڑیان رکھی ہین وہ اولی ہوگا لیکن صحیح اول ہے اور جو کڑیان ظلم سے رکھی گئی ہین دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اونکے اوکھاڑنے کے مطالبے سے ابرا کر دیوے یا صلح یا عفو کر دیوے تو وہ حق مطالبہ ساقط نہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اوسکے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مشتری کو مطالبہ اوس حق کا پہونچتا ہے اسی طرح اگر صاحب دیوار نے وہ مکان کرایہ کو دیا اور ہتیان رکھنے والے کو تب بھی اوسکا حق مطالبہ ساقط نہوگا در مختار **ص** اگر ایک دار مین ایک شخص کے دس بیت ہین اور دوسرے کا ایک بیت ہے تو وہ دونون اوسکے صحن کے منافع مین برابر ہونگے **ف** یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال مین برابر ہین یعنی پھرنے مین اور اسباب رکھنے مین اور لکڑیان چیرنے مین وغیر ذلک غایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے مین اگر نزاع ہوگی تو بقدر زمین ہر ایک کے لیے حکم ہوگا اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لیے ہے تو جسکی زمین زیادہ ہے اوسکو زیادہ حاجت ہے در مختار **ص** دو آدمیون نے اگر ایک زمین کا دعوی کیا اور ہر ایک کہتا ہے کہ وہ زمین میرے قبضے مین ہے تو قاضی حکم نہ دیوے کسی کے قبضے کا یہانتک کہ دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونون گواہ قائم کردین تو وہ زمین دونون کو نصف نصف دلائی جاویگی اور جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف کیا اوس شخص نے زمین متنازع فیہ مین کہ اینٹین بنائی تھین یا عمارت بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اسی کے قبضے کا حکم ہوگا **ف** اسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونون دلیلین قبضے کی ہین ہدایہ

ص باب دعوی النسب کے بیان مین

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھ بعد اوسکے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہے تو اوس ولد کا نسب ثابت ہوجاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلایا جاویگا اگرچہ عمرو بھی اوس لڑکے کا دعوی کرے زید کے دعوے کے ساتھ یا بعد اوسکے **ف** یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعیؒ کے نزدیک دعوی زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اوس لونڈی کو اقرار ہے اس بات کا کہ یہ میری ام ولد نہین ہے بلکہ لونڈی ہے تو اب دعوی ولد مین تناقض ہے اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نطفہ ٹھہرنا ایک امر خفی ہے تو اوسمین تناقض عفو کیا جاویگا اور نطفہ ٹھہرنا زید کی ملک مین دلیل ہے اس بات کی کہ ولد زید کا ہے اسواسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہین گذرے ہین تا احتمال ہو اس بات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعوی کرے اوس لڑکا ساتھ زید کے یا بعد دعوی زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعوی کیا ولد کا تو نسب اوس سے ثابت ہوجاویگا اور اوس دعوی کی صحت اسطرح کیجاویگی کہ عمرو نے اوس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کی ملک مین تھی پھر استیلاد کیا اوسکا پھر خرید لیا اوسکو کذا فی الاصل ہیر یا دہ **ص** اور اگر اسی صورت مذکورہ مین لونڈی مر گئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اوسکا دعوی کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہوجاویگا نہ اوس صورت مین جب لڑکا مر گیا ہووے **ف** اسواسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب مین فرمایا علیہ السلام نے ابراہیم کی مان کے لیے کہ آزاد کیا اوسکو اوسکے ولد نے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عباسؓ سے

اور جب صحیح ہوا دعویٰ زید کا بعد و جاننے لونڈی کے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک زید پورا ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبین کے
نزدیک بقدر حصۂ ولد کے نہ اوسکی مان کے حصے کو کذا فی الاصل جزیادہ **ص** اور اگر اسی صورت مذکورہ مین عمرو نے لونڈی
کو آزاد کر دیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہو جاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیر دیگا **ف** صورت اوسکی
یون ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اوسکے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہنچیگا اوسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو اوسکی
مان کو پہنچیگا اوسکو نہ پھیریگا کذا فی الاصل **ص** اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا تھا **ف** یا دونون کو آزاد کر دیا
تھا **ص** تو اب دعویٰ زید کا مسموع نہوگا جیسے اوس صورت مین کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم مین جنی
یا دو برس سے زیادہ مین جنی **ف** یعنی ان دونون صورتون مین بھی دعویٰ زید کا غیر مسموع ہوگا **ص** مگر اوس وقت کہ
عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول دو قسمون مین **ف** یعنی جب چھ مہینے سے کم مین جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد
کر دیا ہو یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم مین جنی **ص** وہی قسم اول کا حکم ہوگا **ف** یعنی زید کا نسب ثابت
ہو جاویگا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جاویگی اور بیع فسخ کر دیجاویگی اور قیمت پھیر دیجاویگی کذا فی الاصل **ص** اور تیسری
قسم مین **ف** یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ مین جنی اور مشتری نے بائع کے دعوے کی تصدیق کی **ص** بیع باطل
نہوگی اور لونڈی زید کی ام ولد ہوگی نکاح کی راہ سے **ف** ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہین جسکی اولاد اپنے خاوند سے
ہووے پھر خاوند اوسکا مالک ہو جاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعویٰ کرے ولد کا اور
اس جگہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اسپر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذا فی الاصل
بیع زیادہ **ص** جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اوسکے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اوسکو پھر کسی اور
کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے دعویٰ کیا اوس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعویٰ صحیح ہوگا اور بیع پھر جاویگی یہی حکم ہے اگر مشتری نے
مکاتب کر دیا اوس لڑکے کو یا گرو رکھا اوسکو یا کرایہ دیا اوسکو یا بائع نے اوسکی مان کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا
نکاح کر دیا اوسکا پھر لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا تو بھی نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاوینگے اسواسطے کہ
یہ سب عوارض محتمل نقض ہین اور دعویٰ نسب محتمل نقض نہین برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری نے اوس لڑکے کو آزاد
یا مدبر کر دیا ہووے کہ اس صورت مین دعویٰ بائع کا مسموع نہوگا جیسا کہ اوپر گذرا **ف** اصل مین اس مقام پر ایک
تقریر ہے جو متعلق ہے عبارت سے وقایہ کی اسواسطے متروک ہوئی **ص** جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام **ف**
اوسکا بیان آگے آتا ہے **ص** اوسی کے پاس پیدا ہوے اور اون دونون مین سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے
اوسکو آزاد کر دیا بعد اوسکے بائع نے اوس لڑکے کا جو اوسکے پاس موجود ہے دعویٰ کیا نسب کا تو دونون لڑکون کا نسب
اوس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا اسواسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اوس شخص سے
تو دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضرور ہے توام اون دو بچون کو کہتے ہین جنکی پیدایش کے بیچ مین چھ مہینے سے کم مدت گذری
ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اوسنے یہ کہا کہ یہ بیٹا زید کا ہے پھر کہنے لگا کہ میرا بیٹا ہے تو اوسکا بیٹا کبھی نہوگا
اگرچہ زید انکار کرے اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اگر زید انکار کریگا اوسکی

فرزندی سے تو وہ اوس شخص کا بیٹا ہو جاویگا اسواسطے کہ اقرار بالنسب رد ہوگیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحب کی یہ ہو کہ نسب اون چیزون مین سے ہو جو منقوض نہین ہو سکتین تو ایسے ہی اقرار نسب کا بھی رد نہوگا رد کرنے سے ف اسیطرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہو پھر کہا کہ میرا نہین ہو تو یہ نفی صحیح نہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی یا پہلے تصدیق نکرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہوا اوسکی فرزندی کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے تو نسب ثابت ہو جاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہو مقبول نہین اسواسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہو تو ضرور ہو تصدیق اوسکی درمختار ص اور اگر ایک بچہ ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ میرا غلام ہو اور کافر کہے کہ وہ میرا بیٹا ہو تو وہ آزاد ہو کافر کا بیٹا ف اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے مین بالفعل بچے کو آزادی حاصل ہوتی ہو اور اسلام انجام کار کو اسلیے کہ دلائل توحید ظاہر ہین اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اوسکو بالتبع حاصل ہو جاتا لیکن آزادی سے محروم ہوتا اور آزاد ہو جانا اوسکی طاقت سے باہر ہو کذا فی الاصل ص اگر ایک لڑکا خاوند اور جورو کے پاس ہو ف اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہین کر سکتا ہو درمختار ص اور زوج اور زوجہ دونون نے اوسکا دعوی کیا ف ایک ساتھ درمختار ص اسطرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہو کہ یہ لڑکا بیٹا میرا ہو تیرے سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہو کہ یہ میرا بیٹا ہو تیرے سوا دوسرے خاوند سے تو وہ دونون کا بیٹا قرار دیا جاویگا ف اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان کر سکتا ہو تو جسکی تصدیق کریگا اوسی کا بیٹا قرار دیا جاویگا درمختار ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اوسکا ولد زید سے ہوا اور زید نے اوسکا دعوی بھی کیا ف یعنی یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہو اسلیے کہ لونڈی فراش ضعیف ہو نسب اوسمین بدون دعوے کے ثابت نہین ہوتا ص بعد اوسکے وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کے مستحق کو دینا پڑیگی ف اسواسطے کہ زید مغرور یعنی فریب مین آیا ہوا ہو اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہو قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہو جو ایک عورت سے صحبت کرے اوسکی ملک یمین یا ملک نکاح پر اعتماد کرکے پھر وہ عورت اوس سے جنی بعد اوسکے وہ عورت کسی اور کی مملوک نکلی اور اسکو مغرور اسلیے کہتے ہین کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اوسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو بائع کی ملک نہ تھی کذا فی الاصل اسلیے کہ اوسنے لڑکے کو نہین روکا ص اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اوسکی قیمت ہوگی تو اگر وہ لڑکا مرگیا تو اوسکے باپ پر کچھ لازم نہ آویگا ف بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے کریگا ص اور ترکہ اوس لڑکے کا باپ کو ملیگا تو اگر اوس لڑکے کو خود باپ نے قتل کر ڈالا یا کسی اور نے قتل کیا ف اور باپ نے دیت اوسکی بقدر اوسکی قیمت کے یا زیادہ کے لے لی اور جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اوسیقدر تاوان اوسی کے موافق آویگا درمختار ص تو تاوان دے اور پھر باپ قیمت کا مستحق کو ادا کرے اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے جیسے ثمن لونڈی کا پھیر لیگا اور عقر اوس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے اگرچہ مستحق کو اوسنے عقر دیا ہووے اسواسطے کہ یہ بدل ہو استیفائے منفعت بضع کا مسائل ملحقہ تناقض موضع خفا میں یعنی نسب میں معفو ہو مثلا ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہین ہون پھر اوسنے دعوی کیا کہ مین اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہو جاویگا اسیطرح اگر ایک شخص نے

ایک عورت کو کہا کہ یہ میری شیر خوارہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا صحیح ہے بشرطیکہ ثابت رہنا اوسکا اپنے اقرار پر اوسکے قول سے یا گواہوں سے ثابت نہو و اسی طرح اگر وارثوں نے زوجیت کی تصدیق کی زوجیت میں اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعوی کیا اس دلیل سے کہ شوہر نے اوسکو طلاق دیدیا تھا تو یہ دعوی مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایہ لیا مدت کے بعد اوسکے مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ گھر میرا ہے اور مجھکو میرے باپ کے ترکے سے پہونچا ہے تو دعوی مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند سے اور بدل خلع دیدیا بعد اوسکے مدعی ہوئی اس بات کی کہ خاوند مجھکو پہلے خلع سے طلاق بائن دے چکا تھا تو یہ دعوی سنا جاویگا اور بدل خلع پھروا دیا جاویگا اسی طرح اگر ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا کرایہ کو لیا بعد اوسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ کپڑا میرا ہے تو یہ دعوی سنا جاویگا کذا فی الفصول ملخصا اگر مدعی یا مدعی علیہ کے نام کے بیان کرنے مین غلطی واقع ہوئی پھر اوسکا تدارک کر دیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہو سکتے ہین کذا فی الحامدیہ جو شخص دعوی کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو مدعی علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار اولا مدعی کو چاہیے کہ اپنا نسب ثابت کرے مدعی علیہ کے سامنے اور اگر دعوی کرے میراث کا تو اگر مدعی علیہ معترف ہوا اوسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کر دے مدعی علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اوسکے باپ پر نافذ نہوگا یہانتک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعی علیہ سے لیوے اور مدعی علیہ مدعی سے پھیر لیوے اور اگر مدعی علیہ منکر ہوا اوسکے نسب کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے اور نیز اوسکے مورث کی موت پر اور اگر گواہوں سے عاجز ہووے تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی اسطرح کہ مین نہین جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مر گیا ہے اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی مدعی ساقط ہو گیا اور اگر نکول کیا یا مدعی نے اپنا نسب اور موت مورث گواہوں سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اوسنے گواہ قائم کیے تو دعوی اوسکا ثابت ہو گیا اب مدعی علیہ پر حکم کر دیا جاویگا اوس مال کا اور اگر گواہوں سے عاجز ہوا تو مدعی علیہ سے بطور قطع اور تعیین کے قسم لیجاویگی اگر اوسنے قسم کر لی تو بہتر ہے ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اوسپر حکم کر دیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین ملخصا اگر ایک شخص نے دعوی کیا سگے بھائی ہونیکا تو دادا کا نام ذکر کرنا ضرور نہین اور اگر چچازاد بھائی ہونیکا دعوی کیا تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہے اگر ایک شخص نے اپنا دین میت پر گواہوں سے ثابت کیا تو وہ دین سب وارثوں کے حصے سے لیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہے اوسی کے حصے سے دین وصول کیا جاویگا بقدر اوسکے حصے کے کذا فی الدر المختار وحواشیہ **مسئلہ** شہادت نفی پر مقبول نہین ہے مثال اسکی یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعی علیہ نے فلان تاریخ فلان روز اتنے روپے مجھ سے قرض لیے تھے تو مدعی علیہ گواہ لایا اس امر پر کہ مین اوس تاریخ کو اس جگہ تھا ہی نہین بلکہ دوسری جگہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوس جگہ نہونا نفی ہے بلحاظ صورت اور معنی دونوں کے اور قول اوسکا کہ مین دوسری جگہ تھا نفی ہے بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہے نوادر مین امام ابو یوسف سے کہ گواہی دی دو مردون نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آجاویگا وہ قول یا فعل مدعی علیہ پر برابر ہے کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت مین تو اگر گواہ لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ اوس جگہ نہ تھا اوس دن تو یہ شہادت مقبول نہوگی لیکن محیط مین مذکور ہے کہ اگر نہونا اوسکا

متواتر ہو جاوے لوگون کے نزدیک اور جانتے ہون سب لوگ کہ وہ اوسوقت اوس جگہ مین نتھا تو دعوی اوسپر مسموع نہوگا اور حکم کر دیا جاویگا مدعی علیہ کی برائت ذمہ کا اسواسطے کہ لازم آتی ہی تکذیب اوس امر کی جو ثابت ہی بالبداہتہ اور اوسمین شک نہین ہو سکتا اسی طرح حال ہی ہر شہادت کا جو قائم ہو اس امر پر کہ فلانے فلانے یہ قول نہین کیا یا یہ کام نہین کیا تو یہ شہادت مقبول نہوگی ایسا ہی ہی بزازیہ مین کذا فی الحموی لیکن صاحب اشباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنی کیا ہی کہ اونمین شہادت نفی پر مقبول ہی منجملہ اونکے یہ صورت ہی کہ خاوند نے عورت کے طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اوسپر گذری تو یہ شہادت مقبول ہو جاویگی اور یہ صورت ہی کہ شاہدون نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہی تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسیطرح شہادت نفی متواتر پر مقبول ہی باقی صورتین اگر دیکھنا منظور ہین تو اشباہ کو مطالعہ کر لے مسألہ ایک مدعی علیہ نے اقرار کیا دین کا پھر مدعی ہوا اوسکے ادا کا ایک ہی مجلس مین تو مقبول نہوگا اور اگر مدعی اور مدعی علیہ دونون کی مجلس بدل گئی پھر دعوی کیا ادائے دین کا اور قائم کیے گواہ اوسپر تو یہ دعوی مسموع ہوگا بشرطیکہ دعوی ایفا کا قبل اقرار کے نہووے ورنہ باطل ہوگا اور جو دعوی کرے ادائے دین کا بعد انکار دین کے تو مقبول ہی باتفاق جیسا کہ اوپر گذر چکا حموی

ص کتاب الاقرار

ف اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ہی تو اگر اقرار حجت نہوتا تو اس حکم کے کچھ معنی نہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اوسکو ابن حبان نے بسند صحیح ابوذر سے اور حکم کیا حضرت نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا امت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہی مقر کے حق مین یہانتک کہ ثابت کیا انھون نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولی ثابت ہوگا اور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نکریگا جس چیز مین اوسکی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صادق کو اوسکی ذات کے حق مین بسبب نہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی مع زیادۃ ص اقرار کہتے ہین خبر دینے کو اس بات کی کہ غیر کا حق مجھ پر لازم ہی ف جو شخص اقرار کرے اوسکو مقر کہتے ہین اور جسکے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اوسکو مقر لہ کہتے ہین اور جس چیز کا اقرار کرے اوسکو مقر بہ کہتے ہین ص حکم اقرار کا یہ ہی کہ مقر بہ اوسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہی نہ یہ کہ اقرار انشا ہو مقر بہ کے ثبوت کا ف یعنی اقرار سے غرض اور غایت یہ ہی کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اوسکو پیدا کرے جیسے انشائی عقود ہوتی ہی آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہی ص تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہی تو صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو یہ اقرار صحیح نہوتا کیونکہ لازم آتا انشا سے تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہین اور جو کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہو جاتا اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے ہین ف یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق یا غلام کو آزاد کر دیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاوینگے جیسا کہ بیان اسکا کتاب الاکراہ مین آویگا در مختار وغیرہ مین

اور مسائل بھی ہیں جو صریح کیے ہیں اونمین سے یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کے لیے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقر لہ کو دلایا جاویگا اور منکوحیت کا اقرار زوجہ کی طرف سے بلا شہود صحیح ہی اور اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہین ہوگا مگر جو عقود دلازم ہین جیسے نکاح وغیرہ اونمین اقرار رد نہوگا اور جب مقر لہ نے اقرار مقر کا قبول کر لیا بعد اوسکے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایک دفعہ اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکو رد کر دیا بعد اوسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا بسبب بنا بے اقرار مدعی علیہ کے ایک شی معین کا تو یہ دعوی مسموع نہوگا مگر جب مدعی یون کہے کہ یہ شی میری ملک ہی اور مدعی علیہ نے اوسکا اقرار کیا ہی میرے واسطے یا یون کہے کہ میرا اوسپر اتنا ہی اور اسی طرح اوسنے اقرار بھی کیا ہی تو دعوی مسموع ہوگا باتفاق اسواسطے کہ مدعی نے اقرار مدعی علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہین ٹھہرایا پھر اگر مدعی علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاویگا نہ اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعوی کیا مدعی علیہ پر ایک شی کا اور مدعی علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس بات کا کہ میرا کچھ حق مدعی علیہ کی طرف نہین ہی تو یہ دعوی مدعی علیہ کا مسموع ہوگا **ص** جس شخص آزاد عاقل بالغ نے **ف** حالت بیداری مین خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے درمختار **ص** اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہی لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اوس شی مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقر لہ اوس سے زیادہ کا دعوی کرے اور گواہ نرکھتا ہووے تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا **ف** حاصل کلام یہ ہی کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہین ہی البتہ جہالت مقر یا مقر لہ کی مانع ہی تو جس صورت مین مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاویگا اوسکے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مجہول ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہوگا **ص** اگر مقر نے یہ کہا کہ فلان کا میرے ذمے پر مال ہی تو ایک درم سے کم مین اوسکی تصدیق نہوگی اور جو یہ کہا کہ فلان کا میرے اوپر بڑا مال ہی تو سونے اور چاندی مین مقدار نصاب زکوۃ سے **ف** یعنی بیس دینار اور دو سو درم سے **ص** کم مین اور اونٹون مین پچیس اونٹون سے کم مین اور سوا انکے اور مالون مین قیمت نصاب زکوۃ سے کم مین تصدیق نکیجاویگی **ف** درمختار مین ہی کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم مین تصدیق نہوگی اور مقدار نصاب سرقہ مین تصدیق ہوجاویگی اور اس قول کی تصحیح بھی ہوئی ہی **ص** اور تین نصاب زکوۃ سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے یون کہا کہ علی اموال عظام یعنی مجھ پر بڑے اموال ہین **ف** اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی کپڑون وغیرہ سے کریگا تو تین نصابون کی قیمت معتبر ہوگی درمختار **ص** اور دراہم کے اقرار مین تین درم سے کم مین اور دراہم کثیرہ کے اقرار مین دس درم سے کم مین تصدیق نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم مین تصدیق نہوگی اگر مقر نے کہا کہ علی کذا درہما تو ایک درہم لازم آویگا اور جو کہا کذا کذا درہما تو گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا درہما واو عطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا کذا کذا درہما تب بھی گیارہ لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا و کذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا و کذا و کذا و کذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے **ف** وجہین ان مسائل کی اصل مین ہدایہ مین مذکور ہین اور وہ متعلق ہین خاص بلاد عرب سے ہماری زبان مین اسکا کچھ لحاظ نہوگا **ص** اگر کہا کہ مجھ پر یا میری طرف فلانے کا اتنا ہی تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر لفظ امانت کا اوسکے ساتھ کہیگا تو امانت شمار کی جاویگی اور

اگر اوسکے بعد کہیگا تو دین ہی شمار کیا جاویگا اور اگر یون کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین فلانے کا اتنا ہی تو امانت پر محمول ہوگا **ف** اور جو کسی نے کہا کہ میرا اسباب اور اوسکا ہی یا جسکا مین مالک ہون وہ اوسکا ہی یا اوسکو میرے مال مین سے یا میرے دراہم مین سے اتنا ہی تو یہ ہبہ سمجھا جاویگا نہ اقرار تو ضرور ہی اتمام ہبہ کے لیے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اوسے تسلیم کرے در مختار **ص** زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار روپے ہین عمرو نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ اونکو وزن کر لے یا پرکھ لے یا مجھے اونکی مہلت دے یا مین تجھکو وہ دیچکا ہون یا تو نے مجھکو وہ روپے معاف کر دیے ہین یا خیرات کر دیے ہین یا ہبہ کر دیے ہین یا مین نے اون روپیون کا حوالہ کر دیا ہی تجھے زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہو جاویگا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہوگا **ف** یعنی اون روپیون کی طرف ضمیر نہین پھیری بلکہ اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کر لے الی آخرہ تو اقرار نہوگا وجہ اوسکی اصل مین مذکور ہی اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہین اور عمرو نے اوسکے جواب مین سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہوگا اگر زید زبان سے بولنے پر قادر ہی در مختار **ص** اگر کوئی اقرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقر لہ کہے کہ تجھے بالفعل دینا ہی تو مقر لہ کا قول قسم سے مقبول ہوگا **ف** اگر مقر کے پاس گواہ نہون میعاد کے **ص** یعنی مقر لہ کو قسم دلاوینگے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہین ہی تو جب وہ قسم کھالیگا تو قرض بالفعل دلا دیا جاویگا **ف** برخلاف اوس صورت کے کہ مقر نے کالے روپیون کا اقرار کیا تو ویسے ہی روپے اوسپر لازم آوینگے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دین میعادی کے کہ اوسمین قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مول چکایا یا امانت لی یا عاریت لی یا اوسکی ہبہ اور کرایہ لینے کی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یہ امور کیے تو گویا زید نے اقرار کر لیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہی عمرو کی اب اگر زید اپنے لیے خواہ دوسرے کی طرف سے وکالتاً یا وصایتاً اوس شی کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعوی نہ سُنا جاویگا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعوون سے عمرو کو ابرا عام کیا پھر عمرو پر دعوی کیا کسی اور کا وکیل بنکر یا وصی بنکر اپنے موکل یا صغیر کے لیے تو درست ہی در مختار **ص** ایک شخص کہے کہ مجھ پر ایک سو اور روپیہ ہی تو سو سے بھی مراد روپے ہونگے یعنی ایک سو ایک روپیہ کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہی تو پوچھا جاویگا کہ سو سے کیا مراد ہی اسی طرح سو اور دو کپڑون کے اقرار مین اور اگر یون کہے کہ میرے اوپر مائۃ وثلثۃ اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہین تو سو سے بھی مراد کپڑے ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلے کے اندر تو صرف گھوڑا اوسپر لازم ہوگا **ف** نہ طویلہ اسواسطے کہ غیر منقول مین شیخین کے نزدیک غصب نہین ثابت ہوتا قاعدہ کلیان مسائل کا یہ ہی کہ جو چیز ظرف ہونیکے لائق ہی اگر منقول ہی تو ظرف اور مظروف دونون مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہی تو صرف مظروف لازم آویگا اور جو ظرف ہونیکے لائق نہین ہی جیسے یون کہے کہ فلانے کا مجھ پر ایک درم ہی درم کے اندر تو صرف اول لازم ہوگا نہ ثانی در مختار **ص** اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اوسکا حلقہ اور نگین دونون لازم آوینگے اور تلوار کے اقرار مین اوسکا میان اور پرتلہ اور پھل لازم آویگا اور حجلہ کے اقرار مین اوسکی لکڑیان اور پردے بھی لازم آوینگے اور

تو بہ ص اور جیسے گونی میں جا نماز کی قسم یا لپٹے ف جو کپڑے میں یا کپڑے کا رومال میں یا کپڑے میں جو اقرار کیا مجبور کا تو کرے
ظرف اور مظروف دونون اوسپر لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑون مین تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا
نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہیں ہوسکتے اور امام محمد کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آوینگے
اسواسطے کہ نفیس کپڑا کئی کپڑون کی تہ مین ہوتا ہی اور جو اقرار کیا کہ مجھپر پانچ کپڑے ہین پانچ کپڑون مین اور نیت کی ضرب کی تو
صرف پانچ کپڑے لازم آوینگے اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھ پانچ کے تو دس دینے ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے
لازم آوینگے اور جو یہ کہا کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہین یا ایک درہم دس کے بیچ مین تو نو درہم لازم
آوینگے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دس درہم اور زفرؒ کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یون کہے کہ فلانے کا اس
گھر مین سے اس دیوار سے لیکر اس دیوار تک ہی تو دونون دیوارین داخل نہونگی ف صحیح ہی اقرار حمل کا دوسرے کے لیے
مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کے لیے ہی ص اور یہ اقرار محمول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک
شخص وصیت کر گیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی کسی اور شخص کے لیے بعد اوسکے موصی مر گیا تو اب وارث مقر کا اقرار کرتا ہی
اوس حمل کا موصی لہ کے واسطے اسی طرح صحیح ہی اقرار حمل کے لیے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اوپر ہزار درم ہین
بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہوسکے جیسے وصیت یا میراث اسلیے کہ وصیت حمل کے لیے
صحیح ہی اور اسی طرح حمل وارث بھی ہوتا ہی پھر اگر وہ عورت وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم مین ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچہ زندہ
جنے تو وہ مال اونکا ہوجاویگا اور اگر مردہ جنے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہوگا تو اونکے وارثون مین تقسیم ہوگا اور اگر ایسا
سبب بیان کرے جو حمل سے نہین ہوسکتا جیسے کہے کہ مین نے اوس حمل کو ہبہ کیا تھا یا مین نے اوس حمل کا وکیل ہوکر اس
چیز کو خریدا ہی یا مین نے اوسکے ہاتھ یہ چیز بیع کی ہی یا مین نے اوس سے قرض لیا ہی یا بالکل سبب بیان نکرے تو یہ اقرار لغو
ہوجاویگا ف باتفاق ایمہ ثلثہ ص اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یون کہے کہ فلانے کے مجھپر ہزار درہم
ہین لیکن اس شرط پر کہ مجکو تین دن تک اختیار ہی تو اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہوگی ف اسواسطے کہ اختیار
فسخ کے لیے ہوتا ہی اور اقرار قابل فسخ کے نہین ہی ص اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اوسکے دعوی کیا کہ مین نے
جھوٹھ کہا تھا تو طرفین کے نزدیک اوسکے اس قول کی طرف التفات نہوگا لیکن فتوی ابو یوسفؒ کے قول پر ہی کہ مقر لہ سے
قسم لیجاویگی اس امر پر کہ مقر جھوٹھ نہین بولا تھا اسی طرح پر اگر مقر کے وارث نے دعوی کیا کہ میرے مورث نے جھوٹھ
کہدیا تھا تو بعضون کے نزدیک وارث کے اس قول پر لحاظ نہوگا اور راجح یہ ہی کہ مقر لہ سے یہان بھی اوسی طور پر قسم لی
جاویگی اور اگر مقر لہ مر گیا ہی تو اوسکے وارثون سے علم پر قسم لیجاویگی یعنی یون کہ ہم نہین جانتے کہ مقر نے یہ اقرار جھوٹھ کیا تھا
مسائل ملحقہ کتابت اقرار کا حکم کرنا مثل اقرار کے ہی اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی اونگلیون کے لکھنے
سے ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری
عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہوگیا خواہ منشی اوسکو لکھے یا نہ لکھے اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے
سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہوسکتی ہی اگر مدعی علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی

لہ دونون صورتون مین ابتدا اور انتہا مین نا جائز ہی داخل بجہ بالضرورت ہی اور بعد میں مین نا جائز ہی دونون کے نزدیک یہ دونون صورتون مین نا جائز ہی داخل ہی اور زفر کے نزدیک ابتدا اور غایت دونون خارج ہین یعنی دونون صورتون مین بکہ ذانی الا اصل ۱۲

اوسکو قید کرے یہانتک کہ اقرار کرے یا انکار یا ثابت ہو جب اقرار کیا اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہی اور باوسکی آزاد ہی تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اوس عورت کے منکوحہ ہونے کا بخلاف مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہوگا کذا فی الدر المختار والطحطاوی والقنیۃ ملتقطا من مواضع

ص باب استثنا کے بیان مین

ف یعنی اقرار مین سے کچھ نکال لینے کے بیان مین ص جس چیز کا اقرار کیا ہو اوسمین سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی نکال ڈالنا صحیح ہی بشرطیکہ یہ استثنا متصل ہووے اقرار سے ف مثلاً کہے کہ زید کے مجھ پر دس روپے ہین مگر دو پیادہ کلام تو دو کم کو ساتھ ہی اگر کہیگا تو یہ استثنا صحیح ہوگا ص اور بعد استثنا کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آویگا ف مثلاً مثال مذکور مین آٹھ روپے لازم آوینگے ص اور جو سب کا استثنا کرے سب سے تو باطل ہی ف مثلاً کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہزار کم آگے ہین تو مثال مذکور مین ہزار پورے دینے ہونگے ص اور اوسپر سب لازم آوینگے ف جو چیزین نپتی ہین یا تلتی ہین اونکو درہمون مین سے استثنا کرنا درست ہی تو اوس قدر کی قیمت کم کرکے باقی روپے دینا ہونگے اور انکے سوا اور چیزون کو نکالنا درست نہین ہی مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہین ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہون کم تو استثنا صحیح ہوگا واسطے وجود مجانست فی الجملہ کے اور سو درہم مین سے قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کرکے باقی درہم دینا ہونگے اور جو کہا میرے اوپر سو درہم ہین مگر ایک کپڑا کم تو یہ استثنا صحیح نہوگا نزدیک شیخین کے اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی صورت مین صحیح نہوگا اور شافعی کے نزدیک سب صورتون مین صحیح ہوگا جس شخص نے اقرار کیا ایک امر کا اور اوسکے ساتھ انشاء اللہ تعالی ملا دیا تو اقرار باطل ہو جاویگا اگر کسی نے دار کے اقرار مین سے عمارت کا استثنا کیا تو صحیح نہوگا یعنی زمین اور عمارت اوس دار کی دونون مقر لہ کی ہو جاوینگی اسلیے کہ بنا داخل ہوتی ہین ارض مین بالتبع اور جو چیز بالتبع داخل ہو اوسکا استثنا صحیح نہین البتہ اگر یون کہے کہ عمارت میری ہی اور صحن تیرا ہی تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا اور انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہین ف یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ انگشتری فلانے کی ہی مگر نگین میرا ہی یا یہ باغ اوسکا ہی مگر درخت کھجور کے جو اوسمین ہین میرے ہین تو یہ استثنا صحیح نہین البتہ اگر یون کہیگا کہ اس انگوٹھی کا چھلا اوسکا ہی اور نگین میرا ہی یا زمین اس باغ کی اوسکی ہی اور درخت کھجور کے میرے ہین تو جیسا کہے ویسا ہی ہوگا کذا فی الاصل ص اور اگر کہا کہ اوس شخص کے میرے اوپر ہزار روپے ہین ایک غلام کی قیمت کے کہ ابھی تک مین نے اوس غلام پر قبضہ نہین کیا ہی تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہی اس صورت مین مقر لہ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپے دینا پڑینگے اور اگر غلام نہین دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مقر پر ہزار روپے واجب ہو گئے اور یہ قول اوسکا کہ مین نے ابھی اوس غلام پر قبضہ نہین کیا لغو ہو جاویگا ف امام صاحب کے نزدیک برابر ہی کہ اس قول کو اوس کلام کے ساتھ کہے یا جدا کہے کیونکہ اوسنے جب انکار کیا قبض کا ایک شی غیر معین مین تو گویا منکر ہوا وجوب دراہم کا اسواسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہی تو قیمت واجب نہوگی تو یہ رجوع ہو گیا اقرار سے اور وہ مسموع نہین اور صاحبین کے نزدیک اگر یہ قول اوس اقرار سے ملا ہوا ہی تو اس صورت مین تصدیق اوسکی کی جاویگی کیونکہ یہ بیان تغییر ہی اونکے نزدیک کذا فی الاصل ص جسطرح مقر نے یون کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے فلانے کے ہین بابت قیمت شراب یا سور کے ف یا جوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مردے کے یا خون کے کذا فی الدر المختار ص تو مقر پر ہزار روپے لازم ہونگے اور یہ اقوال لغو ہو جاوینگے ف امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اوسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے

یا جدا کہے تو نزدیک صاحبین کے اگر ملا کر کہیگا تو اوسکی تصدیق کی جاویگی کذا فی الاصل لیکن یہ صورت جب ہو کہ مقر لہ ان اقوال کا منکر ہو اور جبکہ وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان امور پر تو اب ہزار روپے اوسکو لازم نہونگے درمختار **ص** اور اگر کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہین بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپے زیوف یا نبہرہ یا ستوقہ یا رصاص ہین تو کھرے ہزار روپے اوسکو دینا ہونگے **ف** امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہو اور صاحبین کے نزدیک وصل کی صورت مین تصدیق کی جاویگی اسواسطے کہ یہ قول رجوع ہے اقرار سے امام صاحب کے نزدیک اور بیان تغییر ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل **ص** اور اگر کہے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزار روپے ہین جو مین نے اوس سے غصب کیے تھے یا اوسنے امانت رکھائے تھے مگر وہ روپے زیوف یا نبہرہ ہین تو اوسکی تصدیق کی جاویگی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپے ستوقہ یا رصاص تھے تو صورت وصل اوسکی تصدیق ہوگی اور در صورت فصل اوسکی تصدیق نہوگی **ف** وجہ فرق اصل مین لکھی ہے **ص** جو شخص اقرار کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر عیبدار کپڑا لاوے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اوسکا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلان کے مجھ پر ہزار درم ہین مگر اتنے کم ہو اگر یہ استثنا ملا کر کیا ہے تو قول اوسکا معتبر ہوگا اور جو جدا کے کیا تو استثنا باطل ہوگا اور پورے ہزار دینا ہونگے اور جو کہے کہ مین نے تجھ سے ہزار امانتا لیے تھے وہ تلف ہو گئے اور مقر لہ کہے کہ تو نے غصبا لیے تھے تو مقر پر ضمان ہزار روپیہ کا لازم آویگا اور جو مقر کہے کہ تو نے مجکو ہزار امانتا دیے تھے اور مقر لہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مقر پر ضمان لازم نہ آویگا **ف** وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول مین مقر نے اقرار کیا سبب وجوب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی مین اقرار نہین کیا اسکا بلکہ مقر لہ اوسپر دعوی کرتا ہے غصب کا اور مقر منکر ہے تو قول منکر کا معتبر ہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو مین نے لے لی ہے اور عمرو کہے کہ امانت نہین تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اوس شی کو زید سے لے لیوے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اوس شی پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اوس شی کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعوی ہو تو گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ مین نے اپنے اس گھوڑے کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایے مین دیا تھا سو عمرو اوس گھوڑے پر سوار ہوا اور اوس کپڑے کو پہنا بعد اوسکے مجھے پھیر دیا یا عمرو نے میرے اس کپڑے کو اتنے داموں کے عوض سیا تھا بعد اوسکے مین نے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتوں مین زید کے قول کی تصدیق کی جاویگی **ف** یعنی زید کو یہ حکم نہوگا کہ وہ شی عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اوسپر دعوی کرے جیسے کہ مسئلہ امانت مین گذرا بلکہ بیان عمرو کو اختیار ہے کہ گواہوں سے اپنا دعوی زید پر ثابت کرکے بعد ثبوت کے اوس چیز کو لے لیوے **ص** اور صاحبین کے نزدیک یہان بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ چیز عمرو کے حوالے کرے بعد اوسکے گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرے جیسا کہ مسئلہ ودیعت مین اور یہی موافق قیاس کے ہے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اجارے مین نہین اقرار کیا دوسرے کے متعلق قبضے کا بلکہ قبضہ ضرورۃ کا واسطے انتفاع کے ثابت ہی رہیگا سو جس قدر کا قبضہ ہا در ہائے ضرورت مین بخلاف ودیعت کے **ف** اور فتوی امام کے قول پر ہے مسائل ملحقہ اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہین بلکہ امانت عمرو کی تو ہزار زید کے اسپر ثابت ہو گئے اور اسی قدر یعنی ہزار عمرو کے اوسپر لازم ہوے اور یہی حکم غصب مین ہے اور اگر مقر لہ ایک شخص ہو اور اوسکے لیے دو اقرار کرے تو جو اقرار قدر و مقدار کے زیادہ ہے یا قدر وصف کے افضل ہے لازم ہوگا جیسے کہے کہ اوسکے میرے اوپر ایک ہزار روپے ہین

نہین بلکہ معہ ہزار روپیہ یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہونگے یا اوسکے میرے اوپر ہزار روپیہ ہین کھوٹے نہین بلکہ کھرے یا بالعکس تو ہزار کھرے لازم ہونگے کذا فی الدر المختار

ص باب مریض کے اقرار کے بیان مین

مریض پر جو دین ہو حالت صحت کا خواہ اوس دین کا سبب معلوم ہووے یا صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دین اوسپر واجب ہوا ہو حالت مرض موت مین اسباب معروفہ سے نہ صرف اوسکے اقرار سے جیسے بدل اوس چیز کا جسکا مریض مالک ہوا یا جس چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونون برابر ہین اور ان دونون قسمون کے دین **ف** یعنی دین صحت مطلقاً اور دین مرض اسباب معروفہ **ص** مقدم ہونگے ادا کرنے مین اوس دین پر جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے **ف** یعنی پہلے ترکہ میت مین سے دین صحت مطلقاً اور دین مرض جو اسباب معروفہ سے ہوا ادا کرینگے بعد اوسکے اگر کچھ مال بچیگا تو وہ دین ادا کیا جاویگا جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے اور شافعیؒ کے نزدیک تینون قسم کے دین برابر ہین اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے **ص** لیکن تینون قسم کے دین میراث پر مقدم ہونگے یعنی ترکہ وارثون مین اوسوقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دین ادا ہو چکین اگرچہ دیون پورے مال کو گھیر لیوین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ **ص** اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض قرض خواہون کا قرض ادا کرے نہ بعض کا **ف** اگرچہ یہ دین مہر کا دینا یا اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والونکا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے اور بعض کے نہ دینے مین اورون کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو محجور نہ ہوا اوسکو یہ امر جائز ہے کہ اپنے قرض خواہون مین سے کسی کا قرض اول ادا کرے اور دوسرونکا بعد ادا کرے تنقیح الحامدیہ **ص** اور جائز نہین مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے **ف** دین کا یا عین کا اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اوسکے لیے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے سنن مین **ص** مگر اوس صورت مین جب باقی قرض خواہ دین مین اور باقی ورثہ اقرار لوارث مین اوسکی تصدیق کرین **ف** کیونکہ معتبر نہونا اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق کے لیے تھا تو جب انھون نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاویگا اسی طرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دین تھا اوسکے وصول ہو جانیکا اقرار کیا تب بھی صحیح نہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کے اور اشباہ مین ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثون کے مگر کئی جگہ ایک اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسری نفی جیسے مریض کا یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین میرے باپ کی طرف یا میری ماں کی طرف اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو **ص** اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک شخص کے لیے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے **ف** اور اوس شخص نے اوسکی تصدیق کی بشرطیکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہو سکتا ہو **ص** تو نسب ثابت ہو جاویگا اور اقرار باطل ہوگا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لیے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کر لیا تو اقرار صحیح رہیگا اسواسطے کہ اول صورت مین اقرار مریض کا ہے اپنے بیٹے کے لیے اور دوسری مین اقرار اجنبیہ کے واسطے **ف** اگر اوسکے لیے وصیت کی پھر اوس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاویگی در مختار **ص** اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا

۹ ج حصہ متقرر وارثون کا بعد اوسکے جس چیز کی وصیت کرے یا بعد ادا کرنے دین کے ۱۲ یعنی بعض جگہ پر اقرار اجنبی کا نافذ ہوتا ہے اور وارثون کی اجازت پر موقوف نہین ۱۲ منہ مدظلہ

مجہول النسب ہو اور اوس سن کا لڑکا مقر سے ہو سکتا ہو اور تصدیق کی اوسکی لڑکے نے تو نسب اوس لڑکے کا ثابت ہو جاویگا مقر سے اگرچہ مقر وقت اقرار کے مریض ہووے اور وہ لڑکا شریک ہو جاویگا اور وارثون کا میراث مین اور تصدیق لڑکے کی اوسوقت ضرور ہو کہ وہ لڑکا گفتگو کر سکتا ہو اور جو گفتگو نکر سکتا ہو اور مرجاوے مقر ثابت ہوگا نسب اوسکا اور شریک ہوگا ورثہ مین اور تصدیق کی کچھ حاجت نہین ہو **ف** اشباہ مین ہو کہ علی بن احمد سوال کیے گئے ایک شخص سے کہ مرگیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اوسکو وارثون نے تقسیم کر لیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اوسنے دعوی کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اوسنے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہون سے اسطرحپر کہ میت نے اقرار کیا تھا اوسکی فرزندی کا اور قاضی نے حکم کر دیا اوسکے ثبوت نسب کا اب وارث اوس سے یہ کہتے ہین کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت نے تیری مان سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا وافع ہو سکتا ہو یا نہین تو کہا علی بن احمد نے کہ اگر قاضی اوسکے ثبوت نسب کا حکم کر چکا ہو تو نسب اور فرزندی اوسکی ثابت ہو گئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہین ہو انتہی اور اوپر گذر چکا فتاوا قنیہ سے کہ اقرار بالولد عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہو فاحفظ **ص** مرد یا عورت اگر کسی کو اپنا باپ یا مان یا بیٹا یا بیوی یا خاوند یا مولی یعنی آزاد کرنیوالا بتاوے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کرین تو اقرار صحیح ہو جاویگا اور اسیطرح شرط ہو تصدیق زوج کی اور عورت جب کسی کو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہو وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر پر کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہو اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات مین اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی بعد موت مقر کے تو صحیح ہو مگر جب زوج تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ کے اوسکے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہوگی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو جاویگی اگر اقرار کرے سوائے رشتہ ولادت کے دوسرے رشتے کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہو یا چچا ہو **ف** درمختار مین ہو کہ اسی مین داخل ہو یہ اقرار بھی کہ میرا پوتا ہو یا دادا ہو **ص** تو یہ اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار کرنا نسب کا ہو شخص غیر پر **ف** کیونکہ جب اسنے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہو تو ثابت کیا اوسکا نسب اپنے باپ سے اور جب کہا کہ میرا چچا ہو تو اوٹھایا نسب کو اپنے دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہو یعنی صرف دلیل ہو مقر پر نہ غیر پر تو اسکے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا **ص** اور وارث ہوگا ایسا مقر لہ جب کوئی اور وارث مقر کا نہووے نہ قریب اور نہ بعید **ف** یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض مین سے ہو نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مقر لہ محروم ہوگا میراث سے **ص** جسکا باپ مرگیا ہو وہ اگر اقرار کرے کسی کے واسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقر لہ اوسکے حصہ میراث مین شریک ہو جاویگا لیکن نسب اوسکا ثابت نہوگا زید کے عمرو پر سو روپے آتے تھے اب زید دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑکر مرگیا جنمین سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجملہ زر قرضہ پچاس روپیہ وصول پا چکا ہو **ف** اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہو اور خالد نے یہ بیان گواہون سے ثابت نہ کیا **ص** تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلا دیے جاوینگے **ف** بعد قسم لینے کے اسطرحپر کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے باپ نے سو روپے سے نصف وصول پائے اور یہ قسم بھائی کے حق کے لیے ہو اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دین وصول پا چکا ہو تب بھی ولید کو پچاس روپے دلائے جاوینگے قسم لیکر لیکن یہان قسم عمرو کے حق کے لیے ہوگی تو اول صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے تو خالد اوسکے حصے مین شریک ہو جاویگا اور ثانی صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہو جاویگا طحطاوی

کتاب الصلح

یہ کتاب ہے صلح کے بیان مین **ف** صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے والصلح خیر یعنی صلح بہتر ہے
اور روایت کی ترمذی نے عمرو بن عوف مزنی رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہے درمیان مین مسلمانون کے
مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہین شرطون پر اپنی مگر وہ شرط کہ حرام کرے حلال کو یا حلال
کرے حرام کو صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور منکر کہا اوسکو محدثون نے اسواسطے کہ روایت کثیر بن عبد اللہ بن عمرو بن عوف
کی ضعیف ہے اور شاید کہ ترمذی نے اعتبار کیا اوسکے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے ابو ہریرہ کی روایت سے اور
اخراج کیا اوسکا ابو داؤد نے ابو ہریرہ رضی سے کتاب القضا مین **ص** صلح ایک عقد ہے جو مٹا دیتا ہے نزاع کو اور صحیح ہے صلح ہر حال مین
خواہ مدعی علیہ مقر ہووے یا منکر ہو یا چپ ہو کہ نہ اقرار کرے نہ انکار **ف** اور شافعی رح کے نزدیک صلح نہین صحیح ہے مگر اقرار
مدعی علیہ کی صورت مین کذا فی الاصل **ص** اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہو اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے تو یہ صلح بیع کے
حکم مین ہے تو جاری ہونگے احکام بیع کے اوسمین جیسے شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرویت اور خیار الشرط برابر ہے کہ صلح واقع ہوئی ہو
ایک گھر کے دعوے سے یا ایک گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعی علیہ دونون کو بدل صلح
اور مصالح عنہ مین **ف** جاننا چاہیے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوئی ہو اور مصالح عنہ وہ ہے
جس چیز کا دعوی چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم لے لے اور مکان کا دعوی
ترک کر تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہوے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے صلح کر لی ایک مکان کے
یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونون مکان کے شفیعون کو دعوی شفعہ پہونچتا ہے **ص** صلح مین اگر بدل صلح معلوم نہو
بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہو جاویگی **ف** اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہین ہے اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مدعی علیہ
کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث منازعت نہین ہے در مختار **ص** مصالح عنہ مین سے بعد صلح کے جسقدر غیر کا حق نکلے
تو اوسکے موافق حصہ مدعی بدل صلح مین سے پھیر دیوے اور جتنا بدل صلح مین سے غیر کا حق نکلے تو اوسکے حصے کے موافق مدعی علیہ
مدعی کو مصالح عنہ مین سے پھیر دیوے **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے در مختار **ص** اور جو صلح
واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے **ف** تو اگر وہ منفعت ایسی ہے جسمین مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان
شرط ہوگا جیسے خدمت گھر کا رہنا ورنہ ضرور نہین جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پر پونچا دینا کذا فی الاصل **ص** تو وہ صلح اجارے
کا حکم رکھیگی اس صورت مین اگر اندر مدت کے دونون مین سے کوئی مر جاویگا تو صلح باطل ہو جاویگی اور صلح کہ مدعی علیہ کے انکار یا چپ
رہنے کی صورت مین واقع ہو تو وہ مدعی کے حق مین معاوضہ ہے اور مدعی علیہ کے حق مین فدیہ ہے قسم کا **ف** یعنی جب مدعی علیہ
منکر ہو تو اوسپر شرعاً قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعی علیہ بدل صلح عوض مین قسم کے دیتا ہے **ص** اور قطع نزاع کا تو اگر مدعی علیہ
منکر ہو اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت مین شفعہ واجب نہوگا اور جو گھر مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا **ف** اسواسطے
کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعی علیہ کے قبضے مین رہا اور مدعی علیہ کے گمان مین یہ نہین ہے کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا
اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہے تا شفعہ واجب ہووے اور زعم مدعی کا حجت نہین ہو سکتا مدعی علیہ پر بر خلاف اوس صورت کے
کہ وہ گھر مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی جانتا ہے کہ مین نے لیا ہے اسکو عوض مین اپنے حق کے پس معاوضہ کیا جاویگا اوسکے زعم پر اور واجب ہوگا

شفعہ کذا فی الاصل **ص** صلح سکوت اور انکار مین اگر مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اوسقدر بدل صلح مین سے
مدعی علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کر لیوے اور جو مصالح علیہ کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت مین کل مصالح عنہ کا
دعوی یا بعض کی صورت مین بعض مصالح عنہ کا دعوی مدعی علیہ پر پھر کرنے لگے **ف** اور بدل صلح کا تلف ہو جانا قبل
تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کی صلحون مین مثل استحقاق کے ہے درمختار **ص** زید نے ایک گھر کا دعوی کیا عمرو پر بعد
اوسکے اوسی گھر کے ایک حصے پر صلح کر لی تو یہ صلح صحیح نہوگی اور حیلہ اسکی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح مین کوئی چیز اور بڑھا دیوے جیسے
ایک درم یا ایک کپڑا تا کہ یہ شی باقی گھر کا عوض ہو جاوے یا باقی گھر کے دعوے سے زید عمرو کو بری کر دیوے **ف** یہ صلح اسواسطے
صحیح نہین ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہین ہو سکتا تو جب مدعی علیہ نے بدل صلح مین ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کر دیا تو یہ
شی زائد عوض اوسقدر حصے کی ہو جاویگی جو مدعی علیہ پاس باقی رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کر دیا مدعی علیہ کو باقی مکان کے دعوے سے
تب بھی صحیح ہو جاویگی اسواسطے کہ یہ ابرا ہے دعوی اعیان سے اور ایسا ابرا صحیح ہے البتہ ابرا اعیان سے درست نہین ہے اسواسطے
کہ اگر کسی سے ابرا کیا عین سے اور پھر اوسی عین کو پایا تو اوسکو لے لینا درست ہے لیکن قاضی کے نزدیک اوسکا دعوی مسموع نہوگا اور فرق
ان دونون مین ظاہر ہوگا اوس صورت مین کہ جب گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہووے اور مدعی بری کر دے اوسکو دعوی سے اوس
گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعی علیہ کے قبضے مین نہووے مثلاً ایک شخص مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا اب ایک شخص نے وارثون مین سے اپنے
حصے سے ابرا کیا تو یہ ابرا صحیح نہوگا کیونکہ یہ ابرا عن الاعیان ہے کذا فی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہے اور مدعی علیہ بری الذمہ
ہو جاویگا باقی دین سے قضاءً نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اوسکو لے لیگا درمختار **ص** صحیح ہے صلح مال کے
دعوے اور منفعت کے دعوے سے **ف** دعوی منفعت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا ورثہ پر اس امر کا کہ انکے مورث
نے وصیت کی تھی اس بات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اسکا انکار کیا اور اس صورت کے نکالنے کی اسواسطے
حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعوی کرے ایک عین کے کرایہ مین لینے کا اور مالک اوسکا انکار کرے پھر دونون صلح کر لین تو یہ صلح جائز
نہوگی کذا فی الاصل لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف مذکور ہے کہ صلح مستاجر کی موجر کے ساتھ جب وہ منکر ہو اجارے کا یا مدت کا یا
اجرت کا درست ہے طحطاوی و شامی **ص** اور صحیح ہے صلح جنایت قتل اور مادون النفس سے خواہ عمد ہو یا خطا **ف** اسواسطے
کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ط ترجمہ جسکو معاف
کیا گیا اوسکے بھائی کی طرف سے کچھ سو پیروی ہے دستور کی اور ادا کرنا ہے طرف اوسکے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباس نے کہ نازل ہوئی یہ آیت
صلح مین ہدایہ **ص** اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح آزادی ہوگی اوپر مال کے **ف** مثلاً زید نے دعوی کیا عمرو پر
کہ یہ میرا غلام ہے اور عمرو نے صلح کر لی کچھ روپے دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپے لیکر عمرو کو آزاد کیا **ص** تو اگر مدعی علیہ اقرار کرتا
ہو اپنے غلام ہونیکا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونون کے حق مین تو ولا ثابت ہوگی مدعی کے لیے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے
حق مین تو آزادی ہوگی مال پر نہ مدعی علیہ کے زعم مین بلکہ اوسکے گمان مین قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہوگی مگر گواہ ہون اوپر غلام
ہونے کے **ف** ولا کہتے ہین غلام کے ترکے کو اور بیان اسکا کتاب الولا مین انشاء اللہ تعالی آویگا **ص** اور صحیح ہے صلح
نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہو جاویگی تو اقرار کی صورت مین دونون کے حق مین خلع ہوگا

اور عدم اقرار کی صورتون مین خاوند کے زعم مین خلع ہوگا نہ عورت کے زعم مین یہانتک کہ اوسپر عدت واجب نہوگی اور جو دوسرے خاوند سے اوسیوقت نکاح کرلیگی تو صحیح ہوجاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالی تو اگر زوجہ یہ بات جانتی ہوگی کہ مین پہلے خاوند کی زوجہ ہون تو اوسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز نہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ مین اوسکی زوجہ نہین ہون تو اوسکو نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کرلے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہوگی **ف** اسی قول کو صحیح کہا ہی نقایہ اور درر اور ملتقی اور مجتبی اور اختیار مین اور بعضون نے اس صلح کو صحیح لکھا ہی اور صحیح کہا اوس قول کو درر البحار مین درمختار **ص** اور نہین صحیح ہی صلح دعوی حد سے اسواسطے کہ حد حق اللہ ہی اور غلام ماذون جب وہ کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کی طرف سے صلح نہین کرسکتا **ف** اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولی سے اذن تجارت کا دیا ہی اور ذات اوس غلام کی مال تجارت مین داخل نہین تو اوسکو اپنی ذات مین کیونکر تصرف جائز ہوگا کذا فی الاصل **ص** ہان اوس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہو اور وہ کسی کو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اوسکے نفس کی طرف سے صلح کرسکتا ہی **ف** اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اوسکی کمائی مین سے ہی تو تصرف اوسکا اپنی کمائی مین اور چھوڑنا اوسکا جائز ہوگا کذا فی الاصل **ص** اسی طرح شی مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اوسکے غاصب نے مالک سے صلح کرلی اوسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قیمت سے زیادہ پر درست نہین **ف** اور مختار قول امام صاحب کا ہی اور دلیلین دونون کی اصل مین مذکور ہین **ص** اگر ایک غلام مین دو شخص شریک تھے اونمین سے شریک تونگر نے اپنے حصے کو آزاد کردیا اور دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی تو زیادتی باطل ہوجاویگی بالاتفاق ہان اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اور یہ بالاتفاق ہی صاحبین کے نزدیک تو ظاہر ہی اور امام صاحب کے نزدیک اسواسطے کہ یہان قیمت منصوص علیہ ہی پس زیادتی قیمت جائز نہین اور غصب مین غیر منصوص ہی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لیے یا جسقدر دین کا اوسپر دعوی ہی اوسمین سے ایک حصے پر صلح کرنے کے لیے تو بدل صلح موکل پر لازم ہوگا نہ وکیل پر **ف** اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین صلح مثل بیع کے نہین ہی لیکن قتل کی صورت مین تو ظاہر ہی اور لیکن دوسری صورت مین تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہونگے طرف موکل کے کذا فی الاصل **ص** البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہوگیا ہو بدل صلح کا تو اوسپر لازم آویگا اور جو صلح مثل بیع کے ہی اوسمین بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہی **ف** مراد اس سے وہ صلح ہی جو بمال سے ہو بعوض مال کے اور یہ مال مصالح عنہ کی جنس سے نہووے اور مدعی علیہ اقرار کرتا ہووے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص فضولی نے صلح کی مدعی علیہ کی طرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال مین سے یا اپنے اس ہزار روپیہ پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپیہ پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یون کہا کہ صلح کی مین نے تجھ سے ہزار روپیہ پر **ف** یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا **ص** اور وہ ہزار روپیہ دیدیے تو ان سب صورتون مین صلح صحیح ہوجاویگی **ف** اور فضولی پر اون روپیون کا تسلیم کرنا لازم آویگا اور فضولیا

۱ [illegible]

۲ [illegible] کذا فی الاصل ۱۲

۳ فضولی سے مراد شخص اجنبی ہی یعنی مدعی علیہ نے اوسکو صلح کے لیے مقرر نہین کیا ۱۲ منہ مدظلہ

کا احسان ہوگا مدعی علیہ پر تو رجوع نکریگا مدعی علیہ پر کیونکہ بے اوسکے حکم کے صلح واقع ہوئی **ص** اور اگر فضولی نے یون
کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار روپیہ پر اور ہزار روپیہ نہ دیے تو موقوف رہیگی صلح مدعی علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھیگا
مدعی علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعی علیہ کو ہزار روپیہ دینا پڑینگے اور جو اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوجاویگی جب مدعی اپنے
قرض مین سے جو مدعی علیہ پر ہے اوسکے نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کرلیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا
جاویگا نہ عقد معاوضہ **ف** اسواسطے کہ بعض کل کا عوض نہین ہوسکتا **ص** تو صحیح ہے صلح ہزار روپیہ سے جو باقی
تھے سو نقد پر یا ہزار میعادی پر **ف** تو پہلی صورت مین نو سو روپیہ کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت مین بے میعادی
ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل **ص** یا ہزار روپیہ زیوف سے سو کھرے روپیون پر **ف** اسواسطے کہ یہ اسقاط ہے
نو سو روپیہ اور کھرے پن کا تو اس صورت مین صلح صحیح ہوجاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہین کذا فی الاصل **ص**
اور صلح دراہم سے میعادی دینارون پر درست نہین **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہوجاویگی اور اوسمین
قبض کرنا دینارون پر قبل جدائی متعاقدین کے ضرور ہے کذا فی الاصل **ص** اسیطرح صلح ہزار روپیہ میعادی سے پانسو
روپیہ نقد پر درست نہین ہے **ف** اسواسطے کہ نقد ہونا بعوض پانسو کے ہوگیا اور یہ وصف مال نہین ہے کذا فی الاصل
ص اسیطرح سیاہ رنگ کے ہزار روپیہ سے پانسو روپیہ سفید رنگ پر جائز نہین ہے **ف** اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہوا
ہزار سیاہ روپیہ کا پانسو روپیہ سے ساتھ زیادتی وصف کے کذا فی الاصل اور معاوضہ نقدین مین وصف کا اعتبار ساقط ہے پس
سب صورتون مین ربا لازم آویگا قاعدہ کلیہ اسکا درمختار مین یہ مرقوم ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو
اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونون کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضے
کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر ربا یا ربا کا شبہہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہین تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی **ص**
اگر زید کے عمرو پر ہزار روپیہ تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجکو پانسو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اسکو قبول
اس مقام مین [illegible] ۱۲ منہ
کیا اور کل کے روز پانسو ادا کردیے تو عمرو باقی سے بری الذمہ ہوجاویگا اور اگر پانسو کو کل کے دن ادا نہ کیا تو سارا دین
پھر عمرو پر لوٹ آویگا **ف** یعنی ہزار روپیہ پورے اوسپر واجب ہوجاوینگے اور اسمین خلاف ابو یوسف کا ہے دلائل
سب کے مذکور ہین اصل کتاب اور ہدایہ مین **ص** اور جو ادا کرنے کا وقت بیان نہین کیا **ف** یعنی زید نے
صرف اتنا ہی کہا کہ پانسو تو مجکو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے **ص** تو زید کا دین پورا کبھی لوٹنے کا **ف**
یعنی اگر عمرو نے اس صورت مین کل کے روز پانسو روپیہ ادا نہ کیے تو ہزار عمرو پر نہ لوٹینگے بلکہ پانسو ہی رہینگے **ص** اور اگر زید نے
صلح کرلی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اوسکو کل نصف قرضہ ادا کردے تو وہ باقی سے بری الذمہ ہے اور جو
کل نصف قرضہ ادا نکرے تو کل دین عمرو پر ہے تو اس صورت مین اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کردیوے
تو باقی سے بری الذمہ ہوجاویگا نہ پورا دین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اسیطرح اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کردیا
اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا کردے تو عمرو نصف دین سے بری الذمہ ہوگیا خواہ باقی ادا کردے یا نہ ادا کرے **ف**
بالاجماع امام اور صاحبین کے اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے **ص** اور اگر زید نے ابرا کو صریح شرط پر معلق کیا جیسے یون کہا کہ اگر

تو مجھے اسقدر ادا کر دے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہو تو یہ ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے اور اگر مدیون نے دائن سے مخفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تو مجھے مہلت ندیگا یا کچھ نہ چھوڑیگا سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دین معاف کر دیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو دائن اوسکو مہلت دیکر یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ قول پکار کر دائن سے کہا تو دائن کا پورا دین مدیون پر ثابت ہوگیا تو وہ کل دین فی الحال لیلیوے

ف فصل دین مشترک مین صلح کے بیان مین

ص دو شخصون کا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو اون دونون مین سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے مین مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لے لیوے مگر یہ کہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی قرض کی ضمانت کر دیوے تو اب شریک مصالح کا حق اوس کپڑے مین رہیگا ف مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک ۲ درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درمون کے بدلے مین ایک کپڑا ایکر زید سے صلح کر لی تو خالد کو اختیار ہے کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے البتہ اگر بکر خالد کے لیے ایک درم کا ضامن ہو جاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہین لے سکتا بلکہ درم اپنا لیگا ص یہ جب ہے کہ دین مشترک کا سبب وجوب متحد ہو جیسے ثمن اوس چیز کا جو ایک ہی عقد مین بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیون مین مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا موروث کی یا قیمت شی مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین مین جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اوسکا نصف یا بقدر حصے اپنے کے اوس سے لے سکتا ہے مثلاً ان دونون مین سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اوسمین دوسرا بھی شریک ہو جاویگا اب دونون قرضدار سے باقی کا مطالبہ کر سکتے ہین ف یعنی قرضدار اوس شریک سے جسکا حصہ قرض ادا کر چکا ہے یہ نہین کہہ سکتا کہ مین تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھ پر کچھ نہین ہے کیونکہ جتنا اوسنے دیا تھا وہ دونون شریکون مین بٹ گیا کذا فی الاصل ص اور جو دو شریکون مین سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے مین کوئی چیز مدیون سے خرید لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ خواہ اپنا نصف دین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دین کا ضمان لیوے پھر دونون شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کر لیوین اور اگر احد الشریکین نے اپنے حصۂ قرض سے مدیون کو بری الذمہ کر دیا تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دین تھا پہلے کا اور یہ دین اوس دین کے عوض مین ہو گیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا مثال اوسکی یہ ہے کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے مین وہ پچاس روپے ہو گئے جو زید کے اوسپر اس معاملے سے بیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہین پہونچتا کہ عمرو سے یون کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپے گویا وصول پا لئے تو نصف اوسکا مجھے ادا کر دے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول پایا تا بکر اوسمین شریک ہووے اور اگر احد الشریکین نے اپنے بعض حصے دین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دین اونکے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً جب ہر ایک کا دین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کر دیا یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کے تین حصے کیے جاوینگے دو حصے اوس شریک کے ہونگے جسنے معاف نہین کیا اور ایک حصہ اوسکا

جیسے معاف کر دیا اگر دو مردون نے عقد سلم کیا ملکر ایک کُر مین گیہون کے اور دونون کا راس المال سو روپیہ تھا ہر ایک نے پچاس پچاس روپے اپنے حصے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کُر کے بدلے مین پچاس روپیہ پر مسلم الیہ سے صلح کر لی بعد وہ روپیہ اپنے لے لیے تو یہ صلح جائز نہوگی امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیون نے ملکر ایک غلام خریدا پھر ایک نے اوسمین سے اقالہ کر لیا **ف** اور طرفین کی دلیل اصل مین مذکور ہے

فصل تخارج کے بیان مین

تخارج کہتے ہین اسکو کہ سب وارث اتفاق کر کے ایک وارث کو میراث سے خارج کرین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح **ص** خارج کر دیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور انھون نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور انھون نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونون ہین اور انھون نے دونون دیے تو یہ تخارج صحیح ہے سب صورتون مین برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر **ف** یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہرا کے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہووے کذا فی الاصل لیکن اس تخارج مین جہان مبادلہ بطور عقد صرف کے ہے تو وہان قبضہ کرنا طرفین کا شرط ہے صحت کی تا کہ سود لازم نہ آوے در مختار **ص** اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونون ہون اور وارث مذکور کو صرف روپے یا صرف اشرفیان دیکر خارج کرین تو یہ تخارج درست نہوگا جب تک کہ بدل اوس مقدار سے زیادہ نہو جو وارث مذکور کو اوسی جنس کے حصے سے پونہچے **ف** مثلاً وارث مذکور کو میراث مین دس درہم اور کچھ اسباب پہونچتا تھا تو صحت تخارج مین ضرور ہے کہ اور وارث دس درم سے زیادہ پر صلح کرین تا کہ دس بعوض دس کے ہو جاوین اور زائد عوض حصۂ اسباب کے ہووے ورنہ سود ہو جاویگا اسلیے کہ یہ صلح نہین جائز بطریق ابرا کے کیونکہ ترکہ اعیان سے ہے اور برارت اعیان سے جائز نہین کذا فی الاصل **ص** اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملۂ ترکہ دیون ہین متوفی کے اوپر لوگون کے اس شرط پر کہ وہ دیون باقی وارثون کے ہون کیونکہ یہ مالک کرنا ہے دین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے **ف** جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون کے لیے چھوڑا تو اوسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے **ص** مگر اس صلح کے صحیح ہونے کے کئی حیلے ہین ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث شرط کرین اسبات کی کہ مصالح اپنے حصۂ دین سے قرضدارون کو بری الذمہ کرے اور صلح کر لے اعیان ترکہ سے اوپر مال کے اور اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہ نہین کہ اوسکا حصۂ دین بقیہ ورثہ کا ہو گیا دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکی جانب سے اور مصالح اپنے حصۂ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلاوے مدیونون سے اور اس حیلے مین ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ وارثون کو نقد دینا پڑا اور اونکا حق دین ہوا تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلون مین بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیوین بقدر اوسکے حصے کے دین سے اور صلح کرین دین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالے کر دے وارثون کو اپنے قرض کا قرضدارون پر مثلاً قرض کرین ہم کہ حصہ مصالح کا دین مین سے سو درم ہے اور باقی ترکے مین سے بھی سو درم اور وارث صلح کرتے ہین بعوض دو سو درہم کے

تو ضرور ہے یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو سو سے مثلاً ایک سو دس درہم ہون تو سو درہم تو وارث اوسکو بطور قرض کے دیوین اور وہ اون تمسکوں کو اوتار دیوے قرضدارون پر اور وارث اوترائی قبول کرلین پھر صلح کرلین دین کے سوا اور چیزون سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل ہو سکتے ہون اور جو نہو سکتے ہون تو کچھ اور بڑھاوینگے مثلاً ایک چھری زیادہ کردینگے تاکہ دس بدلے مین دس کے اور چھری باقی کے بدل مین ہوجاوے **ف** یہ حیلہ احسن الحیل اسواسطے ہوا کہ حیلہ اولی مین مصالح کا ضرر ہی ابراء کرنے سے اور حیلہ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا جیسا کہ گذرا طحطاوی **ص** جس ترکے کے اعیان معلوم نہین اوسمین صلح صحیح ہونے مین مکیل و موزون پر اختلاف ہی مشایخ کا **ف** اور صحیح صحت صلح ہی درمختار دلیلین دونون کی اصل کتاب مین مذکور ہین **ص** اور اگر ترکہ غیر کیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہی قول اصح مین اور باطل ہی صلح اور تقسیم ترکہ دین ادا کرنے سے پہلے اگر وہ دین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہو تب بھی صلح نہ کی جاوے قبل ادائے دین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہانے کہا کہ صحیح ہوجاویگی **ف** یعنی دین غیر محیط مین نہ محیط مین **ص** لیکن بقدر دین ترکہ روک لیا جاویگا باقی کی قسمت کردی جاویگی از روے استحسان کے اور قیاس یہ ہی کہ کل ترکہ روکا جاوے مگر چونکہ اوسمین ضرر تھا ورثہ کا اسلیے استحساناً روک کھنا ترکے کا بقدر دین کافی ہی مسالہ مہمہ آیا صحت صلح کے لیے صحت دعوی شرط ہی یا شرط نہین تو بعض لوگ کہتے ہین کہ صحت دعوی شرط ہی لیکن قول صحیح نہین اسواسطے کہ مدعی نے اگر دعوی کیا ایک حق مجہول کا مکان مین اور مدعی علیہ نے صلح کرلی تو یہ صلح جائز ہی جیسا کہ گذرا باب التحقیق والاستحقاق مین اور شک نہین دعوی مجہول کے غیر صحیح ہونے مین اور ذخیرے مین بہت سے مسائل ہین جو تائید کرتے ہین ہمارے قول کی اللہ اعلم

ص کتاب المضاربۃ

عقد مضاربت شرع مین عبارت ہی اوس عقد شرکت سے نفع مین کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی **ف** تو جو محنت کرتا ہی اوسکو مضارب کہتے ہین اور جسکا مال ہی اوسے رب المال کہتے ہین جواز اسکا ثابت ہی شرع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرتؐ نے منع نہ کیا اوس سے اور صحابہ بھی اوسپر عمل کرتے رہے اور کسی نے اوسکا انکار نہین کیا ہدایہ **ص** اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہین تو مضاربت قبل عمل کے امانت و ودیعت ہی **ف** تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہین آتا **ص** اور وقت عمل کے توکیل ہی **ف** پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ مضارب کو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہی کذا فی الدر **ص** اور جب نفع ہووے تو شرکت ہی اور جو مخالفت کرے مضارب رب المال کی **ف** مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے رب المال نے اوسکو منع کیا تھا **ص** تو غاصب ہی اور در صورت شرط کر لینے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہی اور در صورت شرط کر لینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہی اور اجارۂ فاسدہ ہی اگر عقد مضاربت فاسد ہوجاوے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اوسکے لیے اوسکی محنت کی مزدوری ہی ہر طرح خواہ تجارت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو ولیکن زیادہ نہ دیجاوے مزدوری بمقدار مشروط سے بخلاف محمدؒ **ف** اور ایمۂ ثلثہ کے اجارۂ فاسدہ کا یہی حکم ہی کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی **ص** اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان

نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین صحیح نہین ہی مضاربت مگر اوس مال مین جسمین شرکت صحیح ہوتی ہی **ف** یعنی راس المال
دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی ہو جیسا کہ کتاب الشرکۃ مین گذرا **ص** اسی طرح ضرور ہی کہ رب المال اوس مال کو مضارب
کے سپرد کر دیوے **ف** اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہی اور وہ بدون تسلیم کامل کے متعذر ہی تو اگر رب المال
بھی اوس مال مین اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی طحطاوی **ص** اور نفع شائع ہو دونون مین **ف** یعنی
مثلاً نصفا نصف یا تین تہائی یا چار چوتھائی وغیرہ **ص** تو مضاربت فاسد ہوگی اگر ایک کے لیے نفع کے حصے سے
زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہوے **ف** جاننا چاہیے کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کر دیوے یا نفع کو مجہول کر دیوے
تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اسکے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہوگی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاویگی جیسے
ٹوٹے کا شرط کرنا مضارب پر کذا فی الاصل **ص** جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے **ف** یعنی کسی مکان
اور زمان اور تصرف خاص سے مقید نہو کذا فی الاصل **ص** تو مضارب کو اختیار ہی کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر نہ
اتنی مدت پر جسکا تاجرون مین دستور نہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع و شرا کے اور سفر کرے **ف** اور امام
ابو یوسف رح کے نزدیک اوسکو سفر کرنا درست نہین اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر مین دیا ہی تو اوسکو
سفر درست نہین اور اگر پردیس مین دیا تو سفر جائز ہی کذا فی الاصل لیکن صحیح یہ ہی کہ دونون صورت مین مضارب کو سفر جائز ہی کذا فی الدر المختار
ص اور مال کو بضاعۃ دیوے اگرچہ رب المال ہی کو دیوے اور زفر رح کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوگی اور امانت
رکھاوے اور گرو کرے یا گرو لیوے اور کرایہ کو دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے غنی او تنگدست پر البتہ مضارب کو نہین پہونچتا کہ اوس
مال کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالے کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت مین مالک نے کہدیا ہو کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کر اور نہ یہ کہ
قرض دیوے یا قرض لیوے **ف** یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہین ہی **ص** اگرچہ رب المال نے وقت مضاربت کے
کہدیا ہو کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونون کی اجازت دیدی ہو تو درست ہی اگر مضارب
سے مالک نے کہدیا تھا کہ تو اپنی راے کے موافق کرنا اور اوسنے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اوسکو پانی سے دھلوایا یا
لادوایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے دھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہی مجرا
نہین لے سکتا کیونکہ وہ اودھار کرنے کا مالک نہین ہی اور اگر اون کپڑون کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دیکر سرخ رنگوایا
تو جسقدر رنگ اوسمین بڑھا ہی اوسمین رب المال کا شریک ہو جاویگا جیسے اپنا مال اوسمین ملا دیوے **ف** اور یہ رنگ اور
خلط مال مالک کے اس قول مین کہ تو اپنی راے کے موافق کام کر داخل ہو جاوینگے برخلاف دھلوائی کے کہ اوسمین کوئی
چیز بڑھی نہین تو اگر نشاستہ یعنی کلپ دیکر دھلوایا ہوگا تو وہ رنگ کے مانند ہی اور سرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ
رنگ اس قول مین مالک کے نزدیک امام صاحب کے داخل نہوگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہی نزدیک امام صاحب کے
لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سرخی کے ہین کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار **ص** تو مضارب سرخ
رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے درصورت مالک کے یہ کہدینے کے کہ تو اپنی راے کے موافق عمل کر ضامن
نہوگا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کل لے لیگا اور کپڑے کے دامون مین نفع مین شریک ہوگا **ف**

ص [illegible] ایضاً [illegible] کو متضمن معنی [illegible] مثل ودیعت وغیرہ کے کذا فی الاصل ۱۲

اور یہ مالک شریک ہو جائیگا اور اگر مالک نے یون کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اوسکا نصف ہمین بٹیگا یا جو کچھ نفع
وہ ہم تم دونون مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت مین مضارب ثانی
کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملیگا اور جو مضارب اول نے اسی صورت مین
دو حصے نفع کے مضارب ثانی کے لیے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لیے تو مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب ثانی
کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اسمین گھٹتا ہے وہ مضارب اول سے بھر لیا جاویگا اور اگر مضارب نفع مین تہائی
رب المال کی بابت اور تہائی اوسکے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے
لیے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہو کر دار الحرب مین ملجانے سے
مضاربت باطل ہو جاتی ہے **ف** اور اگر مضارب مرتد ہو کر دار الحرب مین ملجاوے تو مضاربت باطل
نہوگی کذا فی الاصل **ص** مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہین ہوتا جب تک اوسکو خبر
برطرفی کی نہووے پھر اگر اوسکو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اوسکو بیچکر نقد کر لے اور
پھر ثمن مین تصرف نکرے اور نہ اوس نقد مین جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر وہ راس المال کی جنس سے
نہووے تو اوسکو مضارب بدل سکتا ہے از روے استحسان کے نہ قیاس کے **ف** مثلا راس المال اگر دراہم
تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہین تو مضارب اوسمین تصرف نہین کر سکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور
مال مضاربت دنانیر یا بالعکس تو مضارب اوسکو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے استحسانا تا نفع ظاہر ہووے **ص**
اگر رب المال اور مضارب دونون بعد فسخ عقد کے جدا ہو گئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگون پر تو اگر مضارب کو
اس تجارت مین نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضے کا قرضدارون سے لازم آویگا ورنہ نہین **ف**
کیونکہ جس صورت مین مال مین نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے ہوا اور نفع نہونے کی صورت مین
بطور تبرع کے **ص** بلکہ مضارب مالک کو اوسکے وصول کرنے کے لیے وکیل کر دیوے اسی طرح سب وکیلون
کا حال ہے کہ اگر تقاضا نکرین تو موکل کو وکیل کر دیوین اور دلال اور سمسار جبر کیے جاوینگے قیمت کے وصول کرنے پر
ف اسواسطے کہ دلال اجرت لیکر بکواتا ہے اور سمسار وہ شخص ہے جسکے پاس غلہ وغیرہ لوگون کا جمع کیا جاتا ہے تا
وہ اجرت لیکر بیچدے تو اوسپر بھی ثمن وصول کرنیکے لیے جبر کیا جاویگا **ص** مال مضاربت مین جسقدر نقصان
ہووے اولا وہ نفع سے مجرا لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہو جاوے تو مضارب اوسکا ضامن نہوگا
کیونکہ وہ امین ہے اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کر دیا اور مال مضاربت قبضہ مضارب مین ہے بعد اوسکے
از سر نو عقد مضاربت کیا اور اب کل یا بعض مال تلف ہو گیا تو پہلا نفع اسمین نہین لگایا جاویگا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہے
البتہ اگر نفع تقسیم ہو گیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونون نے بانٹ لیا ہے
پھیرے جمع کرین یہانتک کہ مالک راس المال لیلے [illegible] اوس نفع سے پورا کیا جاوے جو بچے اوسے دونون بانٹ لین اور اگر
اوس نفع سے [illegible] پورا ہونے سے بھی اصل مال کم رہے تو مضارب پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا **ف** اسواسطے

کہ مضارب امین ہو جیسا گذرا **ص** جو مضارب اپنے ہی شہر مین رہکر کام کاج کرے تو اپنے کھانے پینے کا خرچ
اور اپنی دوا ہر حال مین اپنے ہی پاس سے اوٹھا وے یعنی مال مضاربت مین سے نہ لیوے اور جو سفر مین جاوے
تو کھلائی پلائی لباس پوشیدنی مضارب نوکر کی تنخواہ کپڑون کی دھلوائی تیل جہان تیل کی حاجت ہو جیسے ملک حجاز
مین **ف** حجاز مکہ اور مدینہ اور طائف اور ان شہرون کو کہتے ہین جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہین
ملک حجاز مین تیل کی اسلیے حاجت ہو کہ بلاد حجاز واقع ہین اقلیم دوم مین اور زمین اقلیم دوم کی حار ہو اور وہاں
تو وہان بدون تیل ڈالے اور گھی کھائے گذر نہین ہوتا اور وہ انکا خرچ مثل نفقہ کے ہو امام اعظمؒ کے نزدیک **ص**
اور سواری خواہ کرائے کی ہو یا خریدکی ہو دانہ چارہ اوسکا ان سب کے مصارف مال مضاربت مین سے لیوے
موافق دستور کے اور جو دستور سے زیادہ صرف کر ڈالیگا اوسقدر زیادہ کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ کر آوے
اور سفر کی چیزون مین سے جو مال مضاربت سے لی گئی تھین کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت مین شریک کر دیوے
اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہو کہ جب صبح کو وہان جاتا ہو تو رات کو اپنے گھر مین نہین رہ سکتا تو اوسکا
حکم سفر کا سا ہو اور اگر شب کو اپنے گھر مین رہ سکتا ہو تو وہ مثل ایک بازار کے ہو شہر کے بازارون مین سے پھر اگر مضارب
کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اوسقدر خرچ کو مجرا لیوے جو مضارب نے مال مضاربت مین سے سفر مین
صرف کیا تھا تو راس المال پورا ہو جاوے اب اوسپر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو
مال مضاربت مین سے بطور مرابحہ بیچے تو جو کچھ اوس چیز پر صرف ہوا ہو جیسے کرایہ باربرداری وغیرہ اصل لاگت مین
لگا لیوے اور کہے مجکو اتنے کو پڑی ہو اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا ہو اوسکو نہ لگاوے **مسئلہ** اگر مضارب پاس
ہزار روپے تھے نصف نفع پر اوسنے اون ہزار روپے کا کپڑا خریدا اور اوسکو دو ہزار کو بیچکر ایک غلام خریدا اور ابھی دو ہزار
اوسکی قیمت کے بائع کو نہین دیے تھے کہ وہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہو گئے تو مضارب پانسو کا ضمان دیگا اور
باقی دام مالک دیگا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اوسکے مال مضاربت مین ہوینگے اور راس المال
اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب اس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار بتلاوے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت
غلام کی تو وہی دو ہزار تھی اور اوس تاوان کو جو بسبب ہلاکی ثمن کے مضارب پر لازم ہوا نہ ملاوے پس اگر وہ غلام چار
ہزار کو بکا تو تین ہزار حصۂ مضاربت ہوگا اور ہزار روپے خاص مضارب کے ہونگے پھر ان تین ہزار مین سے راس المال
یعنی ڈھائی ہزار کو نکالکر باقی جو پانسو بچینگے وہ نفع کے سمجھے جاوینگے اونکو رب المال اور مضارب نصف نصف بانٹ
لینگے اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو رب المال نے پانسو کو مول لیا تھا تو مرابحت پر بیچنے
کے وقت مضارب پانسو اصل جمع بتلادے اور جو مضارب نے ہزار روپے کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہو اور
اوس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا پھر رب المال اور مضارب اوس غلام کے دینے سے ڈرے اور فدیہ دینے کو
اختیار کیا تو اس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب وہ فدیہ اونہون نے دیدیا
تو اب وہ غلام مال مضاربت مین سے نکل جاویگا سو تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی

مضارب نے مال مضاربت سے ہزار روپیے کے بدلے مین ایک غلام خریدا اور قبل حوالے کرنیکے طرف بائع کے وہ روپے تلف ہوگئے تو رب المال کو ہزار پھیر دینے ہونگے پھر اگر تلف ہوگئے قبل بائع کے دینے کے تو پھر دینے ہونگے اسی طرح پر جہان تک تلف ہوتے جاوینگے مالک دیتا جاویگا اور یہ سب روپے راس المال مین شریک ہوتے جاوینگے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہوون اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجکو ایک ہزار روپیے دیے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہین اور رب المال کہے کہ مین نے تجھے دو ہزار روپیے دیے تھے تو قول مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہین وہ کہتا ہے کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر ہین زید کے اور کچھ نفع ہوچکا ہے اور زید کہتا ہے کہ بطریق بضاعت کے ہین تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم سے جیسے وہ شخص اون روپیون کو قرض کے بتلاوے اور زید اوسکو بضاعت یا امانت قرار دیوے تو بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہے اگر رب المال کہے کہ مین نے تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت مین اور مضارب اسکا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہین لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعوی کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اوسی کی طرف سے ہے

ص کتاب الودیعة

یہ کتاب ہے امانت کے بیان مین **ف** امانت مین خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہین ایمان ہے اوسکا جو امانت وار نہین ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے شعب الایمان مین انس سے یہ بڑی وعید ہے خائن کے لیے اور فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا یعنی اللہ حکم کرتا ہے تمکو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اوسکے مالکون کی طرف **ص** ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے واسطے حفاظت کے تو ضامن نہوگا مُودَع اگر خود بخود بغیر اوسکی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہوجاوے **ف** جو چیز امانت رکھائی جاوے اوسکو ودیعت کہتے ہین اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اوسکو مُودِع بکسر دال اور جسکے پاس رکھی جاوے اوسکو مُودَع بفتح دال اور امین کہتے ہین تو ودیعت جب بغیر زیادتی مُودَع کے تلف ہوگئی تو اوسپر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ نہین ہے عاریت لینے والے پر جو خائن نہو تاوان اور نہ مُودَع پر جو خائن نہو تاوان روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور روایت کی ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جسنے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہین اوسپر تاوان اور اسناد اوسکی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ ہے ائمہ اربعہ کا کذا فی المیزان **ص** مُودَع کو یہ پہونچتا ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والون کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مُودِع نے اوسکو سفر مین لیجانے سے منع نہ کیا ہووے اور راستے مین خوف غارتگری کا نہووے اور جو مُودِع نے اوسکو سفر مین ساتھ لیجانے سے منع کردیا ہووے یا راستہ خوفناک ہووے اور راہ مین امانت تلف ہوجاوے تو اوسکو تاوان دینا پڑیگا اسی طرح اگر مُودِع نے اوسکی حفاظت سوا اپنے

گھروالون کے اور لوگون سے کرائی تو بھی درصورت ہلاک ضمان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے
خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہوجاوے تو ضمان نہ دیگا **ف** اگر بدون
ان عذرات کا بغیر گواہون کے نہوگا ہدایہ **ص** تونگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مستودع نے
باوجود قدرت نہ دی یا انکار کیا اگرچہ پھر بعد اوسکے اقرار بھی کیا یا نہ کیا یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب صاحب
مال کے تو ضامن ہوجاویگا برابر ہے کہ پھر اوسکا اقرار کرے یا نکرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو
ضامن نہوگا کیونکہ یہ بھی حفاظت مال کا طریقہ ہے اور اگر مستودع نے مرتے وقت بیان نہ کیا امانت کو جب بھی
ضامن ہوگا یا مستودع نے اوس امانت کو اپنے مال مین اسطرح ملادیا کہ تمیز نہین ہوسکتی تو بھی ضامن ہوگا **ف**
مثلاً امانت گیہون تھے اور اوسنے اپنے گیہون مین اونکو ملادیا اور اگر خلاف جنس مین ملادیگا جیسے جو کو گیہون مین
تو مالک کا حق جاتا رہیگا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسی طرح اگر اپنی جنس مین ملاوے نزدیک امام صاحب
کے اور اسی طرح نزدیک ابو یوسفؒ کے مگر جب امانت کو اوسی جنس مین جو اکثر ہووے امانت سے ملاوے تو اقل
تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل مین ملادے کیونکہ اس صورت مین حق مالک کا نہ جاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمدؒ
کے نزدیک ہر حال مین شرکت ہوگی خواہ اقل مین ملاوے یا اکثر مین کذافی الاصل **ص** یا مستودع نے امانت مین
زیادتی کی اسطرح پر کہ اوسکے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار ہوا یا امانت کے روپیون مین سے کچھ خرچ کیے
پھر اوسقدر اوسمین شریک کردیے یا جس گھر مین مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مستودع نے اوسکے سوا دوسرے
گھر مین حفاظت کی تو ان سب صورتون مین مستودع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مستودع کے مال مین خود بخود مل گئی
تو دونون اوسمین شریک ہوجاوینگے اور اگر مستودع نے امانت مین زیادتی کی پھر اوس زیادتی کو دور کردیا تو
ضمان بھی زائل ہوجاویگا **ف** جیسے امانت کو جس گھر مین مستودع نے کہا تھا نہ رکھا بلکہ دوسرے گھر مین
رکھا بعد اوسکے پھر اوسی گھر مین رکھدیا تو ضمان زائل ہوجاویگا اگر وہ پہلا مکان ایسا تھا کہ جو اوسمین ودیعت
رہتی تو ہلاک ہوجاتی اور ضمان لازم ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک زائل نہوگا کذافی الاصل **ص** اگر
دو شریکون نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مستودع کو یہ نہین پہونچتا کہ اوسکا
حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آنے کے **ف** جب یہ ودیعت سوا مکیل اور موزون کے اور کوئی
چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر مکیل و موزون ہووے تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظمؒ کے برخلاف صاحبین کے
اسواسطے کہ مستودع کو ولایت تقسیم مال کی نہین ہے کذافی الاصل **ص** جب ایک چیز امانت رکھی دو مردون
کے پاس تو اگر وہ شے قابل قسمت نہین ہے تو ہر ایک اوسکا حفاظت کرسکتا ہے دوسرے کے اذن سے اور جو قابل
تقسیم ہے تو ہر ایک کو چاہیے کہ اوسکے دو حصے کرکے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے **ف** اور صاحبینؒ کے
نزدیک یہان بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے کذافی الاصل **ص** باوجود اسکے اگر ایک مستودع
نے نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیا اور وہ امانت قابل تقسیم ہے تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جس

اور کل مال پر کیونکہ مودع المودع ضامن نہیں ہوتا امام صاحب کے نزدیک اگر مودع نے منع کر دیا تھا کہ گھر کا امین امانت کو اپنے گھر والون کے سپرد نکرنا اور اوسنے دیا اوس شخص کو کہ اگر اوسکو ندیتا تو کچھ اسکا حرج نہوتا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکو دیا کہ جسکے بغیر دیئے چارہ نہ تھا جیسے امانت جانور تھا اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیزین تھین جسکی عورتین حفاظت کرتی ہین اور اپنی بیوی کو دین تو ضامن نہوگا جیسے اگر ایک دار یعنی احاطہ مین کئی کوٹھریان ہین اور مودع نے ایک کوٹھری خاص مین رکھنے کو کہا تھا اور اوسنے دوسری کوٹھری مین رکھا تو ضامن نہوگا کیونکہ ایک دار کی سب کوٹھریان حفاظت مین برابر ہین بخلاف دار کے اسلیے کہ دو دار حفاظت مین متفاوت ہوتے ہین **ف** پس جب دار بدل دیگا تو ضامن ہوگا **ص** مگر جب دوسری کوٹھری مین جسمین اوسنے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہوگا تو ضامن ہوگا **ف** جیسے اوسکا دروازہ بودا ہووے یا دیوار ٹوٹی ہووے **ص** اور اگر مودع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اول پر لازم آویگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا مودع سے لیوے خواہ مودع المودع سے لیکن اگر مودع المودع سے لیگا تو وہ مودع سے پھیر لیگا کذا فی الاصل **ص** اور اگر غاصب نے شے مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اوسکے وہ شے اوس شخص کے پاس سے تلف ہوگئی تو مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا غاصب سے لیوے اور چاہے مودع الغاصب سے اور یہ بالاتفاق ہے **ف** یعنی اوس شخص سے جسکے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مودع سے تو وہ غاصب پر رجوع کر لیوے درمختار **ص** عمرو کے پاس ہزار روپے ہین زید نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور بکر نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین اور عمرو دونون کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی عمرو کو حلف دلاویگا ہر ایک کے لیے جدا جدا اور جسکے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کرین تو قرعہ ڈال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول کیا دوسرے کے لیے حلف دلاوے اگر اوسکے لیے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونون کے ٹھہرینگے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آوینگے **ف** دلیل اسکی ہدایہ میں اور تفصیل اسکی اصل کتاب میں مذکور ہے فقط

ص کتاب العاریہ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام کے بیان مین یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان مین عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ یعنی منع کرتے ہین ماعون کو ماعون اوس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور ہدایہ مین ہے کہ عاریت جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہین عاریت لی تھین صفوان سے غزوہ حنین مین روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بخاری مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا **ص** عاریت کہتے ہین نفع کے مالک کر دینے کو بغیر عوض کے جاننا چاہیے کہ تملیکات چار قسم ہین ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہے

دوسری تملیک عین بلا عوض یہ ہبہ ہے تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلا عوض یہ
عاریت ہے **ف** اِعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا
مستعار وہ شی جو عاریت دیجاوے **ص** صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز مین نے تجکو عاریت دی یا
عطا کی یا اپنی زمین مین نے تجھے کھانیکو دی **ف** یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا **ص** یا مین نے تجھے
اس جانور پر چڑھایا یا مین نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لیے دیا یا میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے یا میرا گھر میری
عمر بھر تیرے رہنے کو ہے اور معیر کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے **ف** اگرچہ معیر نے اوسکا کوئی
وقت بھی مقرر کر دیا ہووے اور مستعیر کو پھیر دینا اوسکا واجب ہے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے عاریت ادا کی جاویگی طرف مالک کے، روایت کیا اوسکو ابو داود نے ابی امامہؓ سے اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اوسکی طرف جسنے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اوسکی جسنے خیانت کی
تیری روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود نے ابو ہریرہؓ سے اور حسن کہا اوسکو اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور
منکر جانا اوسکو ابو حاتم رازی نے **ص** اور بغیر زیادتی مستعیر کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہو جاوے
تو مستعیر پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا **ف** اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت کا تاوان نہین ہوتا اور
امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان لازم آویگا **ص** مستعیر کو یہ اختیار نہین کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر
اوسنے کرایہ دیا اور ہلاک ہو گئی تو معیر کو اختیار ہے کہ تاوان اوسکا یا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر
سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکرے اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کر لیوے اگر اوسکو کرایہ لیتے وقت
علم اس بات کا نہووے کہ یہ شی عاریت ہے موجر پاس اگر ایک شی عاریت دی اور نفع اوٹھانے والے کو معین
نہین کیا تو مستعیر کو درست ہے کہ وہ شی دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہے کہ استعمال اوسکا مختلف ہو جیسے
سواری جانور کی یا نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر اور اگر معین کر دیا اوس شخص کو جو اوس شی سے نفع لیوے
ف جیسے معیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اوٹھانا **ص** تو اگر استعمال اوسکا مختلف نہو تب مستعیر
کو اوسکا عاریت دینا درست ہے اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہین اسی طرح موجر کا حکم
ہے **ف** یعنی جسوقت کوئی شی کرایہ دی تو اگر موجر نے نفع اوٹھانے والے کو معین نہین کیا تو مستاجر دوسرے
کو عاریت دیسکتا ہے برابر ہے کہ وہ شی مختلف الاستعمال ہو یا نہو اور اگر معین کر دیا تو نہین دیسکتا مگر اوس شی کو
جو مختلف الاستعمال نہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت مین جائز نہین کذا
فی الاصل **ص** تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ مین یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے کوئی قید نہین
لگائی تو اوس شخص کو پہونچتا ہے کہ اوس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنے کے
لیے دیوے اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کرادے اور جس کام کو کر لیگا تو وہی فعل معین ہو جاویگا
اب اگر دوسرا فعل کریگا تو ضامن ہوگا **ف** اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہے اور تعیین اتفاع مین

مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی تو اگر اول آپ سواری کی تو اب دوسرے کو سوار نہین کرسکتا اور اگر بوجہ لاد اتو سوار ہو نہین سکتا **ص** اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت مین اور قسم مین تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہی کہ جسوقت چاہے جسطرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کردیا تو اگر مستعیر اور مستاجر نے اوسکے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اوس سے بڑا نفع لیگا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مقید کیا اجارہ کو ایک قسم یا قدر کے ساتھ پس اگر مستاجر نے موافق اوسکے کیا یا مثل یا بہتر کیا تو ضامن نہوگا او جو اوس سے بدتر کیا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو یا بطور عاریت کے لیا بعد فراغت کے اوس جانور کو مالک کے اصطبل مین چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اوس نوکر کے ساتھ جسکو تنخواہ ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجدیا یا مالک کے غلام کے ہمراہ خواہ وہ غلام اوس جانور پر مقرر ہو یا نہو یا اوسی کے نوکر کے ہمراہ روانہ کردیا پھر وہ جانور مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہوگیا تو ضامن نہوگا **ف** اور جو نوکر روزینہ ملازم ہو تو اوسکے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا مالک نہین اور بعض کے نزدیک اگر غلام اوسکا اوس جانور پر مقرر نہوگا تو اوسکو تسلیم سے ضامن ہوگا کذافی الاصل **ص** جیسے مستعیر شی مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت نہو معیر کے گھر مین دے آوے پھر وہ ہلاک ہوجاوے مالک کو پہونچنے سے پہلے تو ضامن نہوگا اور اگر وہ شی نہایت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر مین دے آنے سے بری الذمہ نہوگا بلکہ خاص مالک کو دینا چاہیے اسی طرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر دے آویگا تو ضامن ہوگا **ف** یعنی درصورت ہلاک بلکہ امانت اور مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہی کذافی الاصل **ص** اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور مکیل اور موزون اور معدود کا قرض مین داخل ہی **ف** اسلیے کہ ان اشیا سے نفع حاصل نہین ہوسکتا بدون استہلاک عین کے الا اوس صورت مین جب انتفاع کو معین کردیوے جیسے روپیہ مانگے واسطے وزن کرنیکے لیے یا دوکان کی آرایش کے لیے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہی کہ اگر یہ چیزین ہلاک ہوجاوینگی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اوسپر لازم آویگا کذافی الاصل **ص** صحیح ہی عاریت دینا زمین کا واسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہی کہ جسوقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو حکم کرے واسطے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو معیر اوسکا ضامن نہوگا اگر عاریت کے وقت معیر نے کوئی وقت بیان نہ کیا ہووے اور اگر وقت مقرر کردیا ہو اور قبل وقت کے اوسکے کھود دینے کا حکم کرے تو جسقدر قیمت اوس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاویگی اوسکا معیر کو تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہی کہ معیر قبل وقت کے عاریت مین رجوع کرے **ف** کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہی اور وہ حرام ہی **ص** اور اگر زمین کھیتی بونے کے لیے عاریت دی تو معیر کو یہ نہین پہونچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنی لے لیوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو **ف** اسواسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم تک ہی تو اس حکم مین رعایت طرفین کی ہی بخلاف درخت یا مکان کے کہ اوسکی کچھ نہایت نہین ہی کذافی الاصل **ص** شی مستعار اور مستاجر اور مغصوب کی ردکی اجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہی

ف مستاجر پر اجرت دینی واجب نہین بلکہ اوسپر صرف خالی اور فارغ کردینا ضرور ہی نہ روکرنا اسلیے کہ نفع قبضہ کا واسطے موجر کے ہی پس ہوگی اجرت روکرنیکی موجر پر نہ مستاجر پر کذا فی الاصل **ص** جب ایک شخص زمین واسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کی دستاویز مین یون لکھے کہ تو نے مجکو زمین کھانے کے لیے دی ہی نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اسلیے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے اور درخت لگانیکے ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک یون ہی لکھے کہ تو نے زمین مجھے عاریت دی ہی واللہ اعلم

ص کتاب الہبۃ

ف ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپس مین تا محبت زیادہ ہو آپسمین روایت کیا اوسکو بخاری نے ادب مفرد مین ابو ہریرہؓ سے اور ابو یعلی نے اسناد حسن سے اور روایت کیا اوسکو مالک نے مؤطا مین عطاء سے مرسلاً اور نسائی نے کتاب الکنی مین اور بیہقی نے شعب الایمان مین اور روایت کی بزار نے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپسمین ہدیہ بھیجو اسلیے کہ ہدیہ دور کرتا ہی کینے کو اور اسکے جواز پر اجماع منعقد ہوا **ص** ہبہ کہتے ہین ذات ایک شی کا مالک کردینا غیر کو بغیر عوض کے **ف** اور واہب کہتے ہین ہبہ کرنے والے کو اور موہوب لہ جسکو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شی جسکو ہبہ کرے **ص** صحیح ہی ہبہ ان الفاظ سے وَہَبْتُ ہبہ کیا مین نے نَحَلْتُ عطا کیا مین نے **ف** اسلیے کہ وہبتُ صریح ہی معنی ہبہ مین اور نحل بھی مستعمل ہی ہبہ مین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے لیے جسنے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدِہٖ نحلتہ مثل ذلک کیا سب لڑکون کو دیا تو نے (روایت کیا اوسکو شیخین نے نعمان بن بشیرؓ سے ١٢) اسی طرح **ص** اَعْطَیْتُ عطا کیا مین نے اَطْعَمْتُکَ ھٰذَا الطَّعَامَ کھانے کو دیا مین نے تجھے یہ کھانا **ف** اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہی طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہی اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہے اَطْعَمْتُکَ ھٰذِہِ الْاَرْضَ تو عاریت ہی جیسا کہ گذرا کذا فی الاصل **ص** جَعَلْتُ ھٰذَا لَکَ اسکو مین نے تیرے لیے کردیا اور اَعْمَرْتُکَہٗ اور جَعَلْتُہٗ لَکَ عُمْرٰی مین نے یہ چیز تجھے بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی **ف** عمری یہ ہی کہ ایک شی کسی کو اپنی مدت العمر اوسکی دیدیوے اور کہے کہ جب تو مرجاویگا تو مین پھیر لونگا سو تملیک صحیح ہی اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطین باطل ہوجاتی ہین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسی کو عمری دیوے تو وہ چیز معمر لہ کی ہی تا حیات اوسکی کے اور بعد اوسکے وارثون کی روایت کیا اوسکو جماعت نے سوا بخاری کے جابرؓ سے برخلاف اوس صورت کے کہ داری لک عمری سکنی کہے کیونکہ قول اوسکا سکنی عاریت ہی کذا فی الاصل **ص** حَمَلْتُکَ عَلٰی ھٰذِہِ الدَّابَّۃِ مین نے تجکو سوار کیا اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو کَسَوْتُکَ ھٰذَا الثَّوْبَ پہنایا مین نے تجکو یہ کپڑا داری لک ھِبَۃً تَسْکُنُھَا میرا گھر تیرا ہی موہوب ہوکر اوسمین رہیگا تو اور قول تسکنہا تفسیر نہین بلکہ مشورہ ہی اور اگر یون کہے کہ داری لک ھبۃ سکنی تو عاریت ہوجاویگا کیونکہ اس صورت مین لفظ سکنی کا تمیز ہوگا اور تفسیر ہوگا اپنے ما قبل کا

پس عاریت ہوگا یا یون کہے سُکْنٰی ہِبَةً اسواسطے کہ ہبہ حال ہوگا سکنی سے جب بھی عاریت ہوگا اسیطرح نُحْلٰی
سُکْنٰی اور سُکْنٰی صَدَقَةً اور صَدَقَةٌ عَارِیَّةٌ اور عَارِیَّةٌ ہِبَةً مین بھی عاریت ہوگا ف نُحْلٰی سُکْنٰی کے معنی
دیا مین نے تجکو یہ گھر دینے کر ازروے سکونت کے اور سُکْنٰی صَدَقَةً یعنی گھر میرا تیرے لیے ہی بطریق سکنی کے
حال آنکہ وہ سکنی صدقہ ہی اور صَدَقَةٌ عَارِیَّةٌ یعنی گھر میرا تیرے لیے صدقہ ہی بطریق عاریت کے عَارِیَّةٌ ہِبَةٌ یعنی
گھر میرا تیرے لیے ہی بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہی یعنی ہبہ منافع مراد ہی نہ ہبہ عین کذا فی الاصل ص
اور تمام ہوتی ہی ہبہ قبض کامل سے ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین
جائز ہوتی ہی ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہی البتہ روایت کیا اوسکو عبد الرزاق
نے قول سے ابراہیم نخعی رح کے اور مراد اس سے یہ ہی کہ بدون قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ
جواز بدون قبض کے بھی ہوجاتا ہی ہدایہ ص مراد قبض کامل سے یہ ہی کہ جسقدر ممکن ہو موہوب لہ موہوب پر قبضہ
کرے تو منقول مین قبض کامل وہ ہی جو اوسکے مناسب ہو اور غیر منقول مین جو اوسکے مناسب ہووے تو گھر کی کنجیون پر
قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہی اوسمین قبض کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہین تو کل پر
قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہوجاویگا پس صحیح ہی اگر قبضہ کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ مین بلا اذن واہب کے
اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہی صحیح ہی ہبہ کرنا اوس مشاع کا جو قابل قسمت نہین ہی ف مشاع
اوس شی کو کہتے ہین کہ شریکون مین مشترک ہووے اور اوسکی قسمت نہوئی ہووے ص اور مراد یہ ہی کہ جب تقسیم
کیا جاوے تو قابل منفعت نرہے جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان ف کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہین رہتا تو اگر
ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب لہ کو اور موہوب لہ نے اوسپر قبضہ کر لیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہوجاتی ہی ص
اور نہین صحیح ہوتی ہی ہبہ اوس مشاع کی جو قابل تقسیم ہی جو تقسیم کی جاوے تو منفعت اوسکی باقی رہے اور شافعی کے نزدیک
صحیح ہی اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہی ف یعنی قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اوسپر قبضہ کرلیوے ص
اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہیے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع ہی جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے
طاری ہوجاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اوسکے بعض غیر معین مین رجوع کیا یا بعض غیر معین کسی اور
کا نکلا برخلاف رہن کے کہ وہان شیوع طاری بھی مفسد ہی تو اگر واہب نے اوسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ کو
تو ہبہ صحیح ہوجاویگی ف یعنی پہلے اوسنے نصف شائع ہبہ کیا پھر تقسیم کرکے تسلیم کر دیا تو ہبہ صحیح ہوجاویگی اسواسطے
کہ تمامی ہبہ قبض سے ہی اور وقت قبض کے شیوع نرہا کذا فی الاصل ص اگر ہبہ کیا گیہون کے اندر کا آٹا یا تلون کے
اندر تیل نہین جائز ہی اگرچہ گیہون پیسکر آٹا دیدیوے یا تلون مین سے تیل نکال کر دیدیوے اسیطرح ہبہ دہن کی دودھ
مین جائز نہین ف اگرچہ دودھ مین سے گھی نکال کر دیدیوے اسواسطے کہ یہ چیزین معدوم ہین وقت ہبہ کے تو
انکی ہبہ کسی طرح جائز نہوگی برخلاف مشاع کے کذا فی الاصل ص اور ہبہ دودھ کی تھن مین اور اون کی بکری کی پیٹھ
پر اور کھیت و درختون کی زمین مین اور کھجور کی درخت مین مثل مشاع کے ہی ف یعنی اگر ان چیزون کو بعد ہبہ

جب اوسکے دیدیگا تو ہبہ صحیح ہو جاویگی مثل مشاع کے ورنہ نہین **ص** ہبہ اوس چیز کی جو موہوب لہ کے پاس ہو
ف اگرچہ بطور غصب یا امانت ہووے درمختار **ص** بغیر قبضہ جدید کے تمام ہو جاویگی **ف** یعنی
موہوب لہ کو ضرورت نہین کہ اوسپر دوسری مرتبہ قبضہ جدید کرے **ص** اگر باپ **ف** یا جسکو ولایت ہو
بچہ پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اسمین داخل ہین جب باپ نہو بشرطیکہ صغیر اونکے عیال
مین ہووے درمختار **ص** اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شی ہبہ کرے تو ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہو جاویگی نہ
اسمین قبول کی حاجت ہو نہ قبض کی **ف** اسواسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضہ موہوب لہ کے شمار کیا جاویگا درمختار۔
ص اگر اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہو جاویگی خود اوس صغیر کے قبضہ سے اگر وہ عاقل ہو
ف یعنی تحصیل مال کو سمجھتا ہووے درمختار **ص** یا اوسکے باپ کے قبضے سے یا اوسکے دادا کے قبضے
سے یا باپ اور دادا کے وصی کے قبضے سے یا مان کے قبضہ کرنے سے اگر وہ صغیر مان کے پاس ہووے **ف**
یعنی اوسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اوسکی پرورش مین نہووے تو اوسکا قبضہ کافی نہوگا **ص** یا اجنبی
کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اوس صغیر کی پرورش کرتا ہو اور وہ لڑکا اوسی کے پاس ہو اور اگر ایک شی ہبہ کی صغیرہ
کے لیے اور اوسکی طرف سے اوسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہو بشرطیکہ بعد زفاف کے ہو **ف**
اور قبل زفاف کے صحیح نہین درمختار زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہو زوج کے گھر مین بعد نکاح کے **ص** دو آدمیون
نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہو اسواسطے کہ کل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہین ہو اور اسکا اولٹا یعنی
ایک شخص اپنا گھر دو آدمیون کو ہبہ کرے تو صحیح نہین نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو **ف**
اسواسطے کہ تملیک متحد ہو تو شیوع باقی نہین رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصون پاس اور امام صاحب کی دلیل یہ ہو کہ
ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہن کے کہ وہان ہر ایک کے دین کے بدلے مین کل شی محبوس
رہیگی کذا فی الاصل **ص** جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دو توانگرون کو تو درست نہین اور دو فقیرون
کو اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہو **ف** اور صاحبین کے نزدیک اول صورت مین بھی درست ہو جیسے مکان
کی ہبہ مین دو شخصون کو دلیل امام صاحب کی یہ ہو کہ توانگرون کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہ دو شخص ہو گئے
اور وہ موجب ہو شیوع کو اور صحیح ہو صدقہ دو فقیرون پر اسلیے کہ مراد صدقہ سے ہبہ ہو مجازاً اور ہبہ جائز ہو برخلاف تصدق
اور ہبہ کے دو فقیرون پر کیونکہ وہ در اصل خدا کو دینا ہو اور خدا واحد ہو فرمایا حضرت علیہ السلام نے صدقہ پڑتا ہو
اول کف مین خداے تعالی کے قبل اسکے کہ پڑے کف مین فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث اس لفظ سے مجھکو نہین ملی واللہ اعلم

ص باب ہبہ کر کے پھیر لینے کے بیان مین

ہبہ کر کے پھیر لینا درست ہو ہمارے نزدیک اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنے والا [illegible]
حقدار ہو [illegible] بدلا پاوے اوس کا **ف** روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے [illegible]
[illegible] **ص** [illegible]

مگر یہ کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اسلیے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنے والا اپنی ہبہ میں مگر باپ اوس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو **ف** روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور ابن حبان اور حاکم نے **ص** ہم کہتے ہیں کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ دو مردوں کو جائز نہیں کہ رجوع کریں البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہو جاتا ہے **ف** یعنی یہ ممانعت جو حدیث شافعی میں مروی ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اوسمین کہ پھیرنا ہبہ سے ہمارے نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے پھیرنے والا اپنی ہبہ میں جیسے کتا کہ قے کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قے کی طرف روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابن عباس رض سے در مختار وطحطاوی لیکن رجوع کے سات موانع ہیں جو کہ دمع خزقہ میں مجتمع ہیں سات امر مانع ہیں رجوع فی الہبہ کے امام نسفی نے تسہیل ضبط کے واسطے اون موانع کی طرف اشارہ ان سات حرفوں میں کر دیا ہے معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ آنسو نے زخمی کر ڈالا اوسکو خزق یعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہت دی کذا فی الطحطاوی **ص** منع کرتی ہے رجوع کرنے ہبہ سے زیادتی تو دال سے مراد زیادت ہے **ف** جو نفس شے موہوب میں ہووے اور اوسکے سبب سے قیمت شے موہوب کی بڑھ جاوے اور **ص** متصل ہووے شے موہوب سے **ف** یعنی جدا ہونا اوس زیادت کا شے موہوب سے ممکن نہووے زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور نفس شے موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل گئی جو صرف نرخ میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شے موہوب کا نرخ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسے طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا کہ یہ بھی مانع رجوع نہیں **ص** جیسے عمارت بنانا اور درخت کا جمانا **ف** کہ ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی بعد اوسکے موہوب لہ نے اوسمین عمارت بنائی یا درخت جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہوگا فتاوی عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ کی ہو موہوب لہ نے ایک کنارہ پہ کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل زمین میں نہ بعض زمین میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہو یا نقصان میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں تو اگر دکان نہایت چھوٹی بناوے تو یہ ہرگز زیادت نہوگی تو اوسکا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو اگر عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اوسکے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو وہ [illegible] رجوع جائز [illegible] **ص** [illegible] یعنی مرنا ہو جانا [illegible]
[illegible]
[illegible]

اور معاف ہوجانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت کی یا قرأت کی اور لکھنے اعراب مصحف کی اور نقل متاع
ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہان اوسکی قیمت زیادہ ہوجاوے درمختار ص نہ وہ زیادتی جو جدا ہووے
شی موہوب سے ف کہ وہ مانع رجوع نہین ص جیسے بچہ ہونا شی موہوب کا ف اور پھل درخت
کا تو اس صورت مین واہب اصل شی کو پھیر لیوے نہ زیادت کو درمختار ص اور میم سے مراد ہے مرجانا واہب کا
یا موہوب لہ کا ف بعد قبض کے کہ پھر اختیار رجوع کا باقی نہین رہتا اور جو قبل تسلیم کے کوئی مرگیا تو عقد ہبہ
باطل ہوجاویگا درمختار ص اور عین سے مراد عوض ہے جو ہبہ کے بدلے مین موہوب لہ نے واہب کو دیا ہووے
بشرطیکہ اوس عوض کی اضافت طرف ہبہ کے کی ہو ف مثلاً موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنے ہبہ کا
عوض یا اوسکا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ بولا جس سے واہب کو معلوم ہوجاوے
کہ یہ اوسکے ہبہ کا عوض ہے اور واہب نے اوسپر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہوجاویگا اسواسطے کہ ہبہ بالعوض
انتہاءً بیع ہے ص اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہ کی طرف سے واہب کو عوض اوسکے ہبہ کا دیوے یہ کہکر
کہ لے تو اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اوسکو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہوجاویگا اور اگر عوض ہبہ کی اضافت
طرف ہبہ کے نہ کی ف یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہوجاتا کہ یہ میری ہبہ کا عوض ہے ص
۱۱۷ تو ہر ایک واہب اور موہوب لہ اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا ہے اور خے سے مراد یہ ہے کہ وہ شی موہوب ملک سے موہوب لہ
کی خارج ہوجاوے ف مثلاً موہوب لہ اوس شی کو فروخت کرڈالے یا کسی اور کو ہبہ کر دیوے تو اگر موہوب لہ
اپنے موہوب لہ سے بعد ہبہ کے اوس شی کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر سکتا ہے اوس سے اسی طرح اگر موہوب لہ
۱۱۸ نے نصف شی موہوب فروخت کرڈالی تو نصف باقی مین واہب رجوع کرسکتا ہے درمختار ص اور زاے معجمہ
سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے ف یعنی جسوقت ہبہ ہوئی ہے اوسوقت واہب اور موہوب لہ مین علاقہ زوجیت
ہونا مثلاً خاوند جورو کو کوئی شی ہبہ کرے یا جورو خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ ص اگر ہبہ کیا
ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اوس سے نکاح کیا تو رجوع کرسکتا ہے ف اسلیے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نہ تھی ص
اور اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ کو اور بعد ہبہ کے اوس عورت کو جدا کردیا تو پھیر لینا شی موہوب کا جائز نہین ف اسلیے کہ وقت
۱۱۹ ہبہ کے علاقہ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتین ہین اگر جورو خاوند کو ہبہ کرے اونمین بھی یہی حکم ہے ص اور قاف
سے مراد قرابت محرمیت ہے ف یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہوجاوے تو اگر فقط قرابت ہو محرمیت نہو
۱۲۰ جیسے چچا یا خالہ یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہے ص اور ہاے سے
مراد ہلاک ہونا شی موہوب کا ہے ف ہلاک سے تلف ہوجانا اوس شی کی ذات کا یا اوسکے عامہ منافع کا مراد ہے جو
باقی رہنے ملک موہوب لہ کے تو خروج عن الملک کے کہنے کے بعد یہ مانع زائد نہوگا ص اگر عوض دینے کے بعد
آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہ نصف عوض اپنا پھیر لیوے اور اگر عوض مین آدھا کسی اور کا نکلا تو واہب
رجوع نہین کرسکتا کہ آدھا موہوب واپس لے لیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اوسکے پاس باقی ہے موہوب لہ کو پھیر کر اپنا

کل موہوب واپس لے لیوے یا اوسی آدہے عوض پر قناعت کرے **ف** اور امام زفر کے نزدیک اس صورت مین آدہا موہوب پھیر سکتا ہی باعتبار عوض کے اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہی **ص** اگر موہوب لہ نے آدہے موہوب کا عوض دیا تو واہب نصف موہوب جسکا عوض نہین پونہچا پھیر لے سکتا ہی اور جو موہوب لہ نے نصف موہوب کو فروخت کر ڈالا تو واہب نصف باقی مین رجوع کر سکتا ہی اسی طرح واہب کو اختیار ہی کہ نصف موہوب پھیر لیوے اگرچہ موہوب لہ نے اوسمین سے کچھ بھی فروخت نہ کیا ہووے **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین واہب کو کل پھیر لینے کا اختیار ہی تو نصف کو بطریق اولی پھیر لے سکیگا **ص** اور صحیح نہین رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونون کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے **ف** اسلیے کہ رجوع فی الہبہ مین اختلاف ہی مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور موہوب لہ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح نہوگا **ص** پس اگر موہوب کو آزاد کر دیا موہوب لہ نے بعد رجوع واہب کے قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہو جاویگی اور اگر موہوب لہ نے موہوب کو روک رکھا واہب سے بعد رجوع کے لیکن ابھی قاضی نے حکم نہین کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہو گیا موہوب لہ کے پاس تو موہوب لہ ضامن نہوگا اسیطرح اگر تلف ہو گیا موہوب لہ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ موہوب لہ کا قبضۂ ضمان نہین ہی البتہ جب بعد حکم قاضی کے موہوب لہ موہوب کو روک رکھے یعنی باوصف طلب واہب نہ دیوے تو تاوان اوسپر لازم ہوگا بشرطیکہ قادر ہو تسلیم پر **ص** اور ہبہ مین جب رجوع قضاے قاضی سے ہو جاوے یا بہ تراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا نہ ہبۂ جدید موہوب لہ کی طرف سے واسطے واہب کے اسیواسطے قبضہ واہب کا رجوع مین شرط نہین **ف** اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہوگا بدون قبض کے اور جب قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اوسمین رجوع کرنا جائز نہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع **ص** اور صحیح ہی رجوع مشاع مین **ف** یعنی ہبۂ مشاع اگرچہ صحیح نہین لیکن رجوع فی الہبہ مشاع مین درست ہی اسلیے کہ رجوع فسخ ہی اصل ہبہ کا نہ ہبۂ ثانی صورت اوسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصون کو ہبہ کیا اب ایک کے حصے مین رجوع کرے **ص** اگر موہوب موہوب لہ پاس تلف ہو گیا بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا اور موہوب لہ نے اوسکا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہ واہب سے وہ تاوان پھر نہین سکتا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہی نہ معاوضے کا تو اوسمین سلامت موہوب کا استحقاق نہین ہبہ کرنا عوض لینے کی شرط پر **ف** اسکو عربی مین ہبہ بشرط العوض کہتے ہین مثلاً یون کہا کہ مین ہبہ کرتا ہون تجکو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اسکے بدلے مجکو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط ہی اسمین کہ عوض معین ہووے اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا مین **ص** ابتدا مین ہبہ ہی تو شرط ہوگا کہ واہب اور موہوب لہ دونون قابض ہو جاوین بدلین پر مجلس عقد مین اور باطل ہوگا شیوع سے **ف** جب موہوب قابل قسمت کے ہووے **ص** اور انتہا مین یہ ہبہ بیع ہی پس پھیر سکتا ہی بسبب عیب کے اور خیار الرویت کے اور ثابت ہوگا اوسمین حق شفعہ شفیع کو ہمارے نزدیک اور امام زفر اور شافعی کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہی ابتدا اور انتہا دونون مین **ف** اور دلیل ہماری اور اونکی مذکور ہی ہدایہ و اصل کتاب مین

ص فصل مسائل متفرقہ مین ہبہ کے

جسنے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا بغیر اوسکے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہ اوسکو آزاد کر دیوے یا اپنی ام ولد بنا دے یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اسمین سے مجکو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب صورتون مین ہبہ صحیح ہی اور اول صورت مین حمل کا استثنا اور باقی صورتون مین شرط باطل ہی اور اگر اوسنے آزاد کر دیا اوس لونڈی کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہی **ف** اسواسطے کہ حمل واہب کی ملک نرہا تو جب اوسکی مان کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو ہبہ کیا باستثناے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہی تو یہ بھی جائز ہوگا **ص** اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اوسکی مان کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا اسلیے کہ حمل باقی رہا ملک واہب مین پس نہوگا مثل استثنا کے جس شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کل ہو تو وہ قرض تیرا ہی یا تو اوس سے بری الذمہ ہی **ف** یا کہے کہ مجکو آدھا قرض ادا کر دے تو باقی آدھا تیرا ہی یا تو اوس سے بری الذمہ ہی ہدایہ **ص** تو یہ قول باطل ہی **ف** اسواسطے کہ ابراے دین کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہی کذا فی الاصل **ص** درست ہی ہبۂ عمری اور رہ وہ معمر لہ کا ہوگا اوسکی زندگی تک اور بعد اوسکے اوسکے وارثون کا ہوگا اور عمری کہتے ہین ایک شخص کو اپنا گھر دینا اوسکی مدت العمر تک اس شرط پر کہ جب معمر لہ مرجاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہو جاویگا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور واہب کی شرط مدت العمر تک کی باطل ہو جاویگی بلکہ وہ گھر معمر لہ کا تا بحالت حیات مملوک رہیگا اور بعد اوسکی موت کے اوسکے وارثون کا ہوگا **ف** صحیح مسلم مین ہی کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس اپنے مال اور نہ تباہ کرو اوسکو سو بیشک جسنے کیا عمری سو وہ اوسکا ہی جسکو دیا گیا جیتے اور مرے اوسکے اور اوسکے وارثون کا اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت مین ہی کہ جو چیز عمری دی گئی تو وہ معمر لہ کے وارثون کی ہی کذا فی بلوغ المرام **ص** اور باطل ہی ہبۂ رقبی وہ یہ ہی کہ اگر مین مرجاؤن پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہی اور جو تو مرجاوے تو پھر وہ چیز میری ہو جاویگی **ف** رقبی مشتق ہی رقوب سے جسکے معنی انتظار کے ہین گویا ہر ایک اون دونون مین سے دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہی اور یہ باطل ہی نزدیک طرفین کے اور نزدیک ابو یوسف رح کے صحیح ہی اور شرط باطل ہی اسلیے کہ قول اوسکا دَارِیْ لَکَ رُقْبٰی کے یہ معنی ہین کہ یہ گھر میرا تیرے لیے ہی اور مین منتظر ہون تیری موت کا تو پھر آوے وہ گھر میری طرف پس صحیح ہوگا یہ قول اور باطل ہوگی شرط مثل عمری کے تو اختلاف کی بنا تفسیر عمری پر ہوئی کذا فی الاصل **ص** صدقے کا حکم ہبہ کا سا ہی کہ صحیح نہین ہوتا بغیر قبضے کے اور نہ اوس مشاع مین جو قابل قسمت ہی مثلاً تصدق کیا ایک شی محتمل القسمۃ کے نصف کو تو صحیح نہین البتہ اگر ایک شی دو فقیرون کو تصدق کرے تو درست ہی اور صدقے مین رجوع درست نہین ہی **ف** کیونکہ صدقے کا عوض ثواب ہی اور وہ متصدق کو حاصل ہو گیا برخلاف ہبہ کے کذا فی الاصل

مسائل ملحقہ اگر قرضخواہ نے خود کہا کہ نام میرا تمسک مین بطور عاریت ہی اور یہ قرضہ اصل مین دوسرے شخص کا ہی تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اور مقر لہ اوس دین کو لے سکتا ہی ایسا ہی حکم ہی اگر یون کہا کہ میرا قرضہ جو فلان شخص پر ہی وہ فلانے کا ہی تو دو شخصون نے باہم صلح کر لی اس امر پر کہ عطاے سلطانی مین دفتر سرکار مین ایک شخص کا

نام لکھوا دیا جاوے تو عطاے سلطانی اوسی کی ہوگی جسکا نام دفتر سرکار مین مرقوم ہی ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیون کی اور ہر ایک کو ایک ایک علٰحدہ خوانون پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہین کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اوسمین سے کچھ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے مکان ہیکے سوا اور مکان کی بلی کو دیوے یا کتے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہووے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہی اسلیے کہ اوسکا اذن عادۃً گویا پایا جاتا ہی جوہرہ مین ہی کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اوسمین یہ لکھا کہ اسکی پشت پر جواب لکھدینا تو مکتوب الیہ کو اوس خط کا پھیر دینا ضرور ہی اور اگر جواب پشت پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ اوس خط کا مالک ہوجاویگا حاکم کو جبر نہین پہونچتا اداے زکوٰۃ غیر سوائم اور نذر اور کفارے پر دین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو یا بری کیا اوسکو تو درست ہی پھر دائن کو رجوع اوس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہو درست نہین ہی لاکن رد ہوجاتا ہی اگر مدیون نے قبول ہبہ یا ابرا کو رد کیا خواہ مجلس مین یا بعد اوس مجلس کے اسلیے کہ اسمین معنی اسقاط کے ہین عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اوسپر ظلم چھوڑ دیوے یا اوسکو حج کرادے اور خاوند نے ایفاے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہیگا اور عفو نہوگا کذا فی الدر المختار وشرحہ من الطحطاوی والشامی

الحمد للہ کہ جلد ثالث کتاب نور الہدایہ ترجمۂ شرح وقایہ خدا کے فضل و کرم سے تیسری تاریخ رمضان شریف ۱۲۹۱ھ ہجری روز پنجشنبہ کو تمام ہوئی اب عنقریب ترجمہ چوتھی جلد کا شروع ہوتا ہی خداے تعالیٰ سے امید یہ ہی کہ اوسکے تمام کی بھی جلد توفیق دیکر مقبول فرماوے اور اس کتاب کو آخرت مین ذریعۂ مغفرت اور حصول ثواب گردانے فقط

الحمد للہ العظیم والصلوٰۃ والسلام علی نبیہ الکریم کہ اندنون بعد طبع جلدین اولین نور الہدایہ ترجمۂ اردوی شرح وقایہ کے یہ تیسری جلد بھی بتحشیۂ حواشی جدیدہ و تصحیح مسائل باصل نسخۂ عربیہ و اصلاح عبارات مطبوعۂ سابقہ بصرف زر کثیر حسب قانون بستم ۱۸۶۷ء رجسٹری ہوکر باہتمام عاجز محمد عبد الرحمن خان بن حاجی محمد روشن خان و تربیت یافتۂ خدمت برادر معظم محمد مصطفےٰ خان غفر اللہ لہما مطبع نظامی واقع کانپور مین بماہ رجب المرجب ۱۳۰۱ ہجری چھپکر تمام ہوئی مطبوع خاص و عام ہوئی

محمد روشن خان ... محمد عبد الرحمن

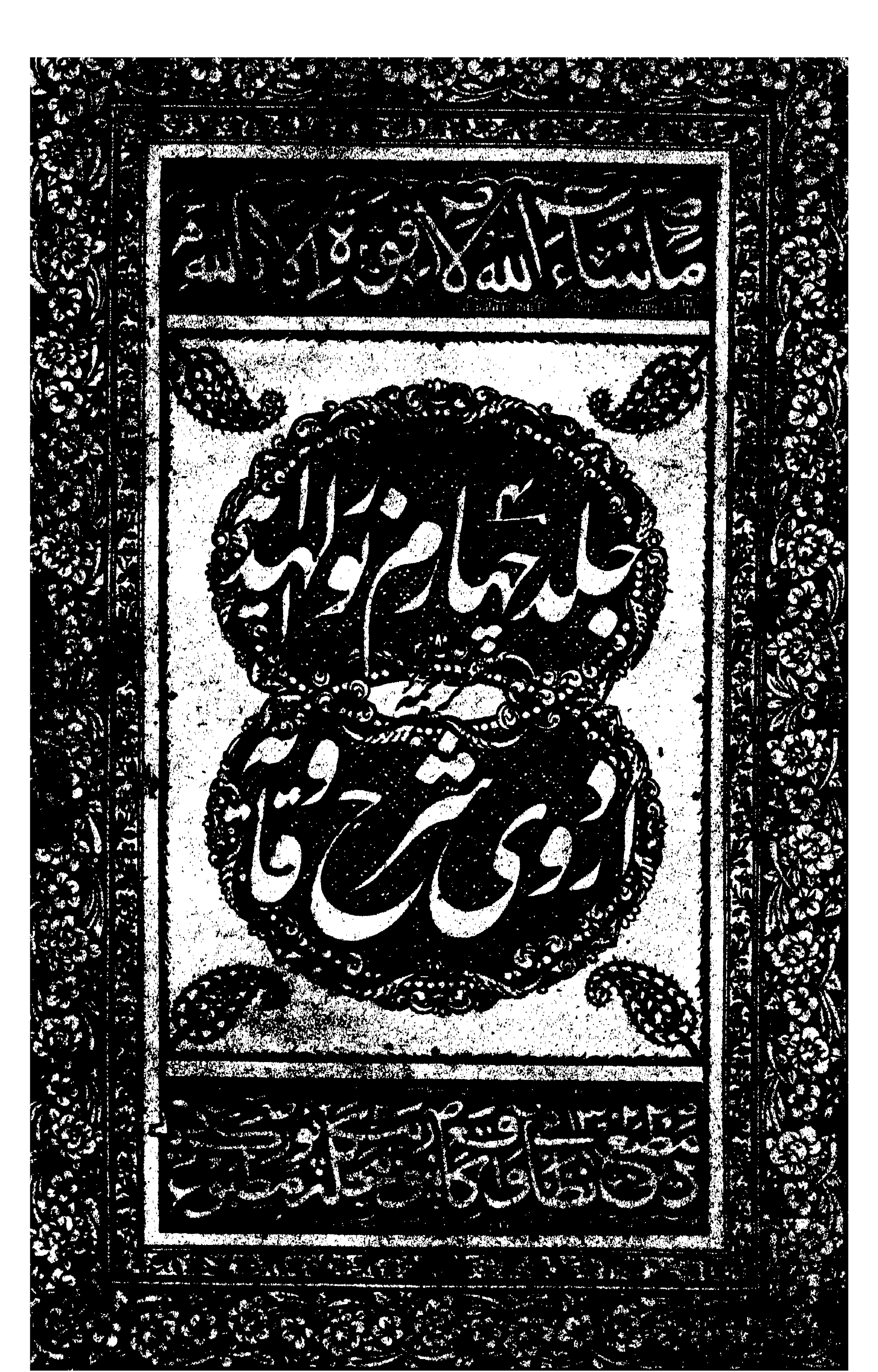
محمد عبد الرحمن خان ...

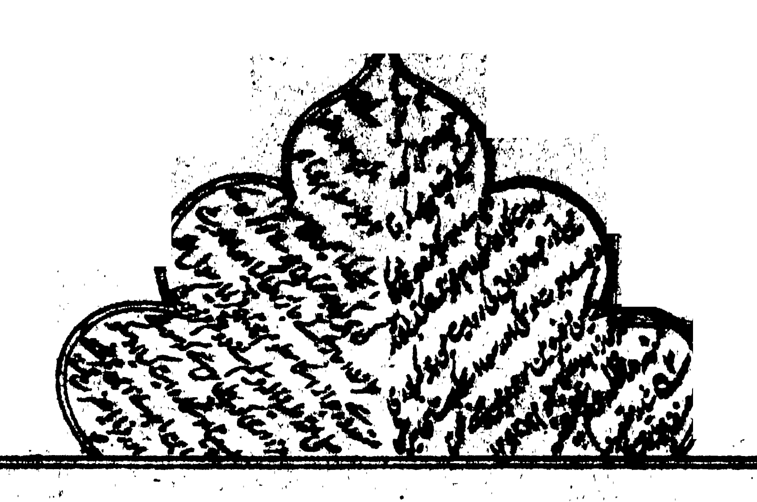
ورنہ مہر و دستخط بر خاتمہ

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب مطبع نظامی واقع کانپور مین چھپی ہی مہر و دستخط مہتمم مطبع کے خاتمے پر ثبت کیے گئے

فہرست جلد سوم نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

تمت


ماشاء الله لا قوة الا بالله
جلد چہارم نور الہدایہ
اردو شرح وقایہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاجارۃ

ف ہندی میں اجارے کو ٹھیکہ اور نوکری کو مزدوری اور کرایہ لکھتے ہین جو شخص اپنی چیز کو اجارے مین دیوے اوسکو موجر اور جو
اجارے مین لیوے اوسکو مستاجر کہتے ہین ص لغت مین اجارہ کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہین اور اصطلاح شرع مین اجارہ بیع ہے
ایک نفع معلوم کی بدلے مین ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہو ف جیسے گھوڑا اچھر بیل بکری کتاب وغیرہ ص
یا دَین ہووے ف جیسے روپیا اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہے کہ یہ جو تعریف مصنف نے اجارے کی بیان کی ناقص ہے اسواسطے
کہ اجارہ فاسدہ جسمین نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہووے اس تعریف سے نکل جاتا ہے حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد
دونون کو شامل ہے اسلیے صاحب درمختار نے معلوم کی قید نہین لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھادی کہ وہ نفع
مقصود ہو اور اس قید سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑون یا برتنون کا محض آرایش و زیبایش کے لیے یا گھوڑا کوتل چلانے
کے لیے یا غلام و خادم جلو مین چلنے کے لیے تا لوگ سمجھین کہ یہ مستاجر کی ملک ہین کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہے موجر کو اسمین اجرت نہ ملیگی
اجارہ جائز ہے [illegible] سے جہان پر ایک دستور معین ہو مثل بیع کے جیسے پالکی کی سواری کی اجرت یا حمام کی مزدوری
یا فصد یا حمام [illegible] کی اجرت مقرر [illegible] ص اور منفعت معلوم ہوتی ہے مقدار مدت
اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھرون مین بسنے اور زمین مین کھیتی کرنیکی فلان مدت [illegible] ف
اور [illegible] ایکسال [illegible] لیکن مفتی [illegible] ص [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کئی عقدون پر مشتمل ہو جیسے تین برس ... کا ہو تو اس طرح مدت اجارہ کی بہت طویل ہو سکتی ہے اور جب ایک عقد ختم
ہو جاویگا تو دوسرا عقد شروع ہو جاویگا اور یہی حیلہ ہے ... اور کرخی کے نزدیک یہی جیسا اراضی وقف میں ایک سال سے زیادہ مدت
جائز نہیں لکھتے شامی نے اس قول کو اس طرح پسند کیا کہ اجارہ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ ایسا نہو کہ مستاجر بسبب مدت
ایک مدت طویل تک باستقلال قبضے اپنے کے مدتون مین دعوی ملک کرے اسلئے وقف ضائع ہو جاوے اور یہ وجہ مستاجرین مین بھی
پائی جاتی ہے تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارہ طویلہ ناجائز ہوا تو فسخ ہو جاویگا کل مدت مین یعنی تمام سال مین صحیح رہیگا
نہ زیادہ مین اور بعض کے نزدیک اجارہ طویلہ اگر اراضی مین ہو تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر گھر یا دوکان
مین ہو تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہے مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم ص اور کبھی منفعت
معلوم ہوتی ہے کام کے بیان کر دینے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا اسباب کی لدوائی جانور پر جسکی مقدار معلوم ہو ویا ایک مسافت معین تک
ف یا سواری ایک جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اگر مسافت یا وقت کا بیان نہووے تو اجارہ فاسد ہے
دھلوائی اور رنگوائی کو اور اسیطرح زرگری وغیرہ کو اسطرح بیان کر دینا لازم ہے کہ پھر اخیر کو منازعت نہووے مثلاً رنگوائی مین کپڑیکا بیان اور رنگ
کی قسم کا کہ زرد یا سرخ یا سبز جو مطلوب ہو ضرور ہے اسیطرح سلوائی مین دوخت کی قسم اور کپڑیکا بیان لازم ہے اور ایسا ہی دھلوائی مین
کپڑیکا معین ہونا ضرور ہے در مختار و طحطاوی ص اور کبھی منفعت معلوم ہو جاتی ہے اشارے سے جیسے ایک چیز کیطرف اشارہ کرکے
کہا کہ اسکو فلان جگہ تک پہونچا دے اور اجرت صرف عقد اجارہ سے واجب نہین ہوتی ف اور شافعی کے نزدیک صرف عقد اجارہ سے
واجب ہو جاتی ہے کذا فی الاصل ص بلکہ جب مستاجر اجرت کو پیشگی دیدیوے یا شرط ف یعنی شرط اجارہ مین ہو کہ اجرت پیشگی لیجاویگی
یا کہ از خود مستاجر جلدی کرکے اجرت دیدیوے تو اب وہ واجب ہو جاتی ہے اس معنی کرکے کہ پھر مستاجر اسکو پھیر نہین سکتا ص یا اجرت کی
پیشگی لینے کی ہو گئی ہو پس پیشگی دینا واجب ہوگا یا مستاجر پورا نفع اوٹھا چکے یا قدرت ہو پورے نفع اوٹھانیکی پوری ہو جاوے ف جب موجر مستاجر کو
اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دے اور اوسکی طرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے کوئی مانع نہو تو مستاجر ٹھہریگا اسوقت ... مستاجر
اوس سے نفع نہ اوٹھاوے لیکن بعد گذرنے مدت کے اجرت اوسپر لازم ہوگی الا تین صورتون مین ایک اجارہ فاسدہ مین قدرت انتفاع سے
اجرت لازم نہین آتی بلکہ جب اوس سے نفع اوٹھاوے دوسری جب کسی نے جانور خارج شہر کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو ملنے باپ
باندھ رکھا اور اوسپر سوار نہین ہوا تیسری یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اوسکو چند سال تک رکھ چھوڑا
بدون پہننے کے تو اجرت صرف اونتے دنون تک کی لازم ہوگی جہان تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اوسکے بعد کی لازم
نہوگی اشباہ ص جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور اپنے قبضے مین کر لیا اور اوس مین سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد
گذرنے مدت کے اور جو مدت اجارہ مین اوس گھر کو کرایہ دار سے کسی نے جبراً چھین لیا اسطرح کہ اوسکی قدرت نفع لینے کی نرہی
تو جس مدت تک وہ گھر اوسکے پاس سے نکل کے غاصب پاس آگیا اوسقدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا ف اور اوس صورت مین کہ اوس
غاصب کا نکالنا ممکن ہو کہ ایسا کہ سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور کے ذریعے سے اوسکو نہ نکالا تو اون دنون کی بھی اجرت
دینا پڑیگی کذا فی الاشباہ ص اور موجر کو درست ہے کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے
... یہ صورت جبکہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہو کہ بلاقید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل

یا اجیر کا بیان جس کیا ہو وے تو یہی تشریح کا شرط کے موافق ہو مختار ص اور وہ جس ہل بغیر درزی مزدوری جب ملک کی کام تمام فارغ
حاصل کرے ف اور اگر وہ شی قبل اسکے تلف ہو گئی تو مزدوری اسکی ساقط ہو جاویگی در مختار ص اگر سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے
گھر میں کیا ہو وے ف واسطے اسکے کہ خیاط اگر کام مستاجر کے گھر میں کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہو گیا تو اوسکو بقدر سلائی کے مزدوری ملیگی
کذا فی الاصل اسی طرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور ہنوز بنا کے گر گئی تو اجرت ملیگی اور جب ہو گی موافق مذہب صحیح کے الا درزی کی شخص کا ایک ایسا
اور قبل ہونے کے درزی نے کپڑا مالک کو دیا ایک شخص نے اوسکی سینے کو دی ہزار الی تمدن ہی کہ مزدوری ملیگی ہاں درزی کو بیٹا ہو کر
سے تاوان لینے کا اختیار ہے اور پھر دوبارہ سینے پر دیسی جیسی ہو گا کذا فی الدر المختار ص اور نان پز مزدوری لے سکتا ہے جب روٹی
تنور سے نکال لیوے اگر روٹی جل جاوے بعد نکال لینے کے تو اوسکو اجرت ملیگی اور جو قبل نکال لینے کے جل جاوے تو مزدوری اوسکو نہ ملیگی اور
دونوں صورتوں میں نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آویگا ف نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک نان پز پر مالک کا جسقدر
آٹا تھا حوالے کرے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیکر پکانے کی مزدوری اوسکو دیدے یہ اختلاف
صرف صورت اول میں ہے اور لیکن صورت ثانی میں یعنی جب روٹی تنور سے نکالنے کے قبل جل جاوے تو بالاتفاق اوسکو مزدوری
نہ ملیگی اور تاوان لازم آویگا بسبب اوسکی تقصیر کے کذا فی الدر والبحر یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر میں پکائی جاتی ہو وے
اور جو اوسکے گھر میں نہ پکتی ہو وے تو جل جانے یا چوری ہو جانے کی صورت میں بالکل مزدوری نہ ملیگی خواہ وہ روٹی تنور سے نکالنے کے قبل
جلی ہو وے یا بعد نکالنے کے اور تاوان دینا نہ ہو گا اسلیے کہ اوسکے ہاتھ میں امانت تھی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان
ہو گا اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہے یہ ہے در مختار ص اور دیگ پکانے والے باورچی کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے
پیالوں میں یا رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہو گا ف پس اگر باورچی کھانا بگاڑ دیوے یا جلا دیوے یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو
وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اوس پر لازم ہو گا در مختار ص اور کچی اینٹ پاتھنے والے کی مزدوری واجب ہو گی
جب اینٹیں کھڑی کر دیوے ف یعنی الگ الگ کر ڈال دیوے یہ قول امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض کو
بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہو گی اسلیے کہ تشریج تمام عمل سے ہے اور امام صاحب کے نزدیک وہ فعل زائد ہے مثل نقل کے
کذا فی الکافی اور فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے در مختار ص جو اجیر کہ اوسکے کام کا اثر موجود ہو اوس شی میں جیسے رنگریز اور دھوبی
جو نشاستہ لگا کر کپڑے کو سفید کرے یہ دھوبی ف کہ ان دونوں کے کام کا اثر کپڑے میں موجود ہو جاتا ہے یعنی رنگ اور نشاستہ وغیرہ اور
بعضوں کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہے کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس صورت میں وہ دھوبی جو فقط کپڑا سفید کرے اور نشاستہ
وغیرہ نہیں لگاتا اسی حکم میں داخل ہے در مختار میں ہے کہ قول ثانی صحیح ہے تو کپڑا دھونے والا اور بستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور
آٹا پیسنے والا اور رفو کرنے والا اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ص ان سبکو روک رکھنا چیز کا مزدوری حاصل کرنے کے لیے جائز ہے
تو اگر ان لوگوں نے چیز کو روک رکھا اور وہ چیز تلف ہو گئی تو مزدور پر تاوان ہے اور نہ مالک پر مزدوری ہے ف یہ مذہب امام صاحب کا
ہے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ وہ شی قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو اب بعد روکنے کے بھی مضمون ہو گی پس مالک کو
اونکے نزدیک اختیار ہے چاہے تاوان لیوے ان لوگوں سے اوس چیز کی قیمت کا جو قبل اوس عمل کے تھی اور مزدوری
نہ دیوے یا اوس کی قیمت کا جو بعد عمل کے ہے تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور بعض چیز کے کام کا اثر نہیں

کو اون مزدوری سے جیسے [illegible] باقی [illegible] اور [illegible] تلف ہوگی

سپاہ روک رکھنا اسواسطے مزدوری پہنچنی نہیں ہو سکتی ف اور اگر اون لڑکون سے پھیر کر ہو یکھا اجازت ہو گئی [illegible]
پیچھے مثل غاصب کے ہو رہیگا ص البتہ یہ غلام بھاگے ہوے کو لیکر آوے تو اپنی مزدوری کے لیے اوس غلام کو
روک سکتا ہی ف اگرچہ اوسکے کام کا اثر غلام مین کچھ پایا نہیں جاتا اسلیے کہ غلام آبق مثل ہلاک کے تھا تو لانے والے
نے گویا اوسکو جلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اجرت کے فروخت کیا اور زفر کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہین ہی برابر ہی کہ اوسکے کام کا
اثر اوس چیز مین ہو یا نہووے کذا فی الاصل ص اگر مالک نے اجیر سے قید اس بات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے
کرنا تو اوسکو اختیار ہی کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگا دی جیسے کہا اس کپڑے کو اپنے ہاتھ سے سینا تو
اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہین ف مگر دایہ کہ اوسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہی شرط اور بلا شرط [illegible]
ص ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اسبات کا کہ زید کے اہل و عیال کو لے آوے ف مثلاً بصرہ سے جا کر اور جب بصرہ مین گیا ص بعض
اہل و عیال اوسکے مرگئے تھے وہ شخص جو باقی تھے اونکو لیکر آیا اس صورت مین اجیر کو اجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک
خط دیا کہ بکر کو لیجا کر پہنچا دے اجرت سے عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مرجانے بکر کے وہ خط پھیر زید کے پاس واپس کر لایا اس صورت مین
عمرو کو کچھ اجرت نہ ملیگی یہی حکم ہی اگر کچھ کھانا لیجاوے کسی کے پہنچانے کے لیے اور اوسکے مرجانے کے سبب سے یا اوسکے غائب ہو جانے کے سبب سے وہ کھانا پھر مالک
پاس پھیر لاوے کہ اجرت کچھ نہ ملیگی ف نزدیک شیخین کے اور نزدیک محمد رحمہ کے خط مین اوسکو اجرت جانیکی ملیگی یعنی نصف
پوری اجرت کی اور کھانے مین کچھ نہ ملیگا بالاتفاق اسلیے کہ باطل ہوگیا عمل اوسکا بسبب عود کے کذا فی الاصل طحطاوی مین ہی کہ
یہ حکم جب ہی کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونون کو کہا ہووے اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہو گا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت
لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین تصحیح ہی اور امام محمد رحمہ کے جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور مین انتہی مختصراً ص
صحیح ہی کرایہ لینا گھر کا یا دکان کا اگرچہ ذکر نکرے اوس کام کا جو اوسمین کریگا ف اسواسطے کہ عمل متعارف دونون مین سکونت ہی
تو مطلق منصرف ہوگا طرف متعارف کے کذا فی الاصل ص اور کرایہ دار کو جائز ہی کہ اوس دکان یا مکان مین جو کام چاہے کرے مگر
وہ کام جس سے عمارت شکست ہو جاتی ہی جیسے حلوائی وغیرہ ف اور لوہاری اور آٹا پیسوائی کہ ان کامون سے عمارت مین
نقصان آتا ہی تو بدون رضامندی مالک کے یا ان چیزون کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ مین یہ کام درست نہین اسیطرح مستاجر کو
اختیار ہی کہ جب مکان یا دکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسی کو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ جن سے عمارت مین
نقصان ہوتا ہی نہ رکھے کذا فی ص اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے کے تو درست ہی پھر جب
مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو لازم ہی کہ عمارت اور درخت اپنا اوکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جبکہ
مالک زمین کا اوس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھد جانے کے ہوتی ہی راضی ہو جاوے تو جبراً اوسقدر
قیمت دیکر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہی اگر کھود ڈالنے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا
نقصان ہوتا ہو [illegible] نقصان نہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہی یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے
[illegible] عمارت اور درخت اپنا [illegible] زمین پر [illegible] تو زمین مالک کی رہیگی اور عمارت اور درخت مستاجر کے

ف یعنی عمارت اور درخت کا ہبہ دینا اگر بعوض اجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک زمین اور مالک مکان دونون کو پہونچتا ہو کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ دیوین اور کرایہ قیمت زمین بے عمارت کا اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہو تقسیم کر کے بقدر اپنا اپنے حصے کے بانٹ لیوین درمختار ص اور رطبہ کا حکم ف رطبہ یا مین درخت اور گھانس کے ہی مراد یہان رطبہ سے وہ چیز ہی جسکو ایک مرتبہ بو دین تو جڑ اوسکی ہمیشہ زمین مین باقی رہے اور اوسکے پتے یا پھول توڑ لے اور بیچتے جاوین ص مثل درخت کے ہو ف یعنی مستاجر پر رطبہ اور کھیت کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہی اسلیے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہین ہوئی تو مثل درخت کے ہوگئی کہ اوسکا اکھیڑنا ضرور رہا بر خلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہو گئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہین آیا تو مستاجر پر جبر نہ کیا جاویگا کھیت اوکھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاویگی اور اسی کھیتی کے حکم مین ہین وہ ترکاریان جنکی ایک انتہا ہی جیسے مولی گاجر بینگن وغیرہ درمختار ص اگر ایک جانور سواری کو کرایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونیکا ذکر کیا بعد اوسکے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھایا اور جانور ہلاک ہو گیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑیگی ف اور گرانی وزن کا اعتبار نہو گا اسواسطے کہ کبھی ہلکا آدمی جو ناواقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پہونچاتا ہی اوس بھاری آدمی سے جو فن سواری کو جانتا ہو کذا فی الاصل ص اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہونے بوجھ کے ف مثلا تین من لادنا ٹھہرا تھا اور اوسنے چار من لادا اوس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے ص یہ حکم جب ہی کہ وہ جانور اوسقدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہی طاقت رکھتا تھا اور جو اوسقدر بوجھ کی وہ جانور طاقت ہی نرکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا ف اسی طرح اگر ردیف کی سواری کی بالکل طاقت ہی نرکھتا تھا اور مستاجر نے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا یا بوجھ کی جگہ پر سوار ہو گیا یا بہت سے کپڑے اپنا [illegible] لیان سب صورتون [illegible] کل قیمت کا تاوان دیگا درمختار ص اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو ایسا مارا یا اوسکی لگام کھینچی کہ جانور ہلاک ہو گیا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان [illegible] جب کہ ایسی مار مارے یا ایسی لگام کھینچے جو موافق دستور کے ہو ف اسی پر فتوی ہی اور امام [illegible] بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ [illegible] ہر نقل اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہی اذن عرفی کے سبب سے اور ملتقط [illegible] جانور کو ترش [illegible] امام ابو حنیفہ سے مروی ہی کہ اوسکو ہرگز نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اور بعض شروح مین [illegible] ہر شخص کو منع کرنا درست ہی علی الخصوص جب مالک جانور کے موجود نہ ہو درمختار ص اگر ایک جانور کو کرایہ پر لیا ایک مقام معین تک لے جانے کے لیے اور اوس مقام سے آگے لیگیا بعد اوسکے [illegible] اور جانور ہلاک ہو گیا تو اوسکو ضمان دینا ہوگا ف یہی حکم ہی عاریت مین اور بعض [illegible] جانے کے لیے کرایہ لیا ہو اور جو [illegible] تو تاوان [illegible]

ضمان ہی کذا فی الاصل تعدد الشرح یہ ہے کہ اگر جانور اوس مقام مین پہونچکر ہلاک ہو گیا اور یقین ہو جاوے کہ اوسکی ہلاکت مین اوس مقام سے آگے جانے کو دخل نہین ہے تو فتوی ہی کہ ضمان نہ آنے پر اور اگر ہلاک ہوا ایسے سبب سے کہ اسکا یقین نہین ہے بلکہ احتمال ہی کہ آگے جانے کو اوسکی ہلاکت مین دخل ہو تو فتوی ضمان آنے پر ہی انتہی مختصرا **ص** اگر ایک گدھا کرایہ لیا جسپر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اوسکا زین اوتار کے پالان اوسپر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہو گیا تو ضمان لازم آویگا برابر ہی کہ اوس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اوس زین کو اوتار کر دوسرا زین اوسپر کسا تو دیکھنا چاہیے اگر وہ زین جسکو مستاجر نے کسا ہی ایسا ہی کہ اوس قسم کا زین ایسے گدھے پر نہین کسا جاتا ہی تو ضمان ہوگا اور اگر کسا جاتا ہی تو ضمان نہوگا مگر جب بوجھ مین زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی وزن ضمان ہوگا یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک پالان مین بھی یہی حکم ہی **ف** یعنی جب پالان اس قسم کا ہووے کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہی تو ضمان نہین ہی مگر جب وزن مین زائد ہو زین سے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص کو بوجھ پہنچانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لیکر وہ رستہ اختیار نکیا جسکو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے راستے سے گیا اور دونون راستون مین فرق تھا **ف** مثلا مالک کا رستہ مقرر کیا ہوا امون اور محفوظ تھا اور مزدور کا راستہ پرخوف وخطر یا دشوار گذار تھا **ص** یا مزدور جس راستے گیا اوسمین لوگ آمد ورفت نہین کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے راستے جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے راستے گیا اور مال و اسباب تلف ہو گیا تو حمال ضامن ہوگا **ف** اور جو دونون راستون مین کچھ فرق نہووے تو ضامن نہوگا ہدایہ **ص** اور اگر باینہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پونہچا دیا (محفوظ ہو جانے مین ۱۲) تو مالک کو اجرت دینا پڑیگی اوسکو سبب [illegible] واسطے حصول مقصود کے جس شخص نے زمین کرایہ لی گیہون بونے کے لیے اور پھر اوسمین رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان زمین کا رطبہ لگانے سے ہوگا وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اجرت نہین دیگا اسلیے کہ وہ خلاف کرنے سے غاصب ہو گیا اور غاصب پر صرف تاوان ہی جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کرتا سینے کے لیے اور اوسنے قبا سی ڈالی تو مالک کو اختیار ہی خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل اجر مسمی سے زیادہ نہ دیوے **ف** یعنی جسقدر کرتے کی سلائی مقرر ہوئی تھی اوس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمی سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہو گیا اور اجارہ فاسدہ مین ہمارے نزدیک اجر مسمی سے زیادتی نہین ہوتی

مسائل ملحقہ

رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سرخ رنگنے کو کہا اور اوسنے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہی چاہے زرد رنگین لے لیوے اور رنگریز کو اوتنا دیوے جتنی قیمت سفید کپڑے کی [illegible] زیادہ ہو گئی اور رنگریز کو اسواسطے اجرت نہین اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لیوے اگر [illegible] کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جو کافی [illegible] سو وہ کم ہوا بقدار معین سے سو اگر بقدر اوسکی [illegible] کم ہو تو ضمان [illegible] کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اوسکو

قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اوسکو سی دے سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کیواسطے کافی نہین ہی تو اوسپر تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے دھوکا دیا ساربان او ترا میدان مین یہان تک کہ مال تلف ہو گیا چوری یا بارش سے اگر وہان چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہی تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے اہل بازار مین سے دوسرے تاجر کا مال بیچ دیا بغیر تقرر اجرت کے بعد اوسکے اجرت طلب کی تو عرف کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اجرت لینے کا دستور ہوگا تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہین ظاہر الروایۃ مین گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہین ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ ساقط کر دیا جاویگا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانیکا اور کرایے مین مجرا کر لینے کا تو عمارت مین دونون نے اتفاق کیا اور مقدار صرف مین اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہونگے طحطاوی و درمختار

ص باب اجارۂ فاسدہ کے بیان مین

اجارہ فاسد ہو جاتا ہی اوس شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہی ف یعنی اوس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کہ اگر مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہو جاوے جب بھی کرایہ ساقط نہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہو جاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارہ کو وہی شروط فاسد کرتے ہین جو بیع کو جیسے ماجور یا اجرت یا مدت یا عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہی اجارہ کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہووے باین طور کہ اپنے گھر مین سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہو گیا ہووے جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر بعض مین فسخ کر ڈالا یا دو شریکون نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مر گیا اگر اجارہ دیا شی مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اوسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا نہ بعد ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہی کہ جب مستاجر اوس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے اگر اجرت کا تسمیہ اور تعین ہوا ہو اور جو اجرت شی مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہان تک پہونچے اجارۂ فاسدہ جدا ہی اجارۂ باطلہ سے اجارۂ فاسدہ وہ ہی جو اوپر گذرا یعنی اصل اوسکی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہو گیا ہووے اجارۂ باطلہ جو اصل سے مشروع نہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بت تراشی یا تصویر سازی کیلیے تو اجارۂ باطلہ مین مطلق اجرت واجب نہین اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے طحطاوی و درمختار ملخصاً ص اور اس اجارۂ فاسدہ مین اجرت مثل واجب ہوتی ہی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رحمہ کے نزدیک جہان تک پہونچے اجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد مین قیمت مبیع کی جہان تک پہونچے واجب ہوتی ہی دلیل ہماری یہ ہی کہ منافع غیر متقوم ہین فی نفسہا بلکہ متقوم ہو جاتے ہین بسبب عقد کے اور عقد مین خود متعاقدین نے زیادتی کو اجرت مسمی سے ساقط کر دیا ہی کذا فی الاصل ص ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے مین اجارہ صحیح ہوگا ف اور باقی مدت مین فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہین کہ پانچ مہینے یا دس درمختار ص اور جس مہینے کے اول مین ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اوسمین بھی اجارہ صحیح ہوگا ف یہ مذہب بعض مشایخ کا ہی کہ جب چاند دیکھا جاویگا تو ہر ایک کو حق فسخ ہی بس جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گذرا تو اوس مہینے مین بھی

ص جنونکہ اوس وقت معلی المنفعت عمل ہو چکا ہے اجارۂ فاسدہ مین اجرت واجب نہین ہوتی ہوا مفسد

عقد اجارہ لازم ہو جاویگا اور ظاہر الروایۃ مین ہر ایک کو حق فسخ پہونچتا ہی چاند رات اور پہلی تاریخ کی شام تک اسواسطے کہ فقط رویت چاند کی آن کے اعتبار کرنے مین حرج ہی کذا فی الاصل **ص** مگر یہ کہ سب مہینون کا اکٹھا ذکر کر دیوے تو سب مین صحیح ہو جاویگا مثلاً یون کہدیوے کہ یہ گھر مینے تجکو چھہ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسیطرح اگر سال بھر تک اجارہ دیوے اسی طرح **ف** یعنی یون کہے کہ یہ گھر مینے تجکو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے مین اتنا کرایہ **ص** اگرچہ ہر مہینے کے کرایہ کا ذکر نکرے **ف** یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کر دیوے اور ہر مہینے کا کرایہ بیان نکرے تو صحیح ہوگا اور اوس سال کے کرایہ کو ہر مہینے پر تقسیم کر لیونگے درمختار **ص** اور ابتداے مدت اجارہ وہ ہی جو مذکور ہو **ف** مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ اجارہ شروع ہوگا غرۂ ماہ رجب یا غرۂ ماہ رمضان سے **ص** اور اگر ابتداے مدت مذکور نہووے تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہی سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوسوقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینون کا شمار چاند چاند ہوا کریگا اور اگر اجارہ ہوا ہو اثناے مہینے مین **ف** مثلاً دسوین آٹھوین چھہ دسوین بیسوین وغیرہ **ص** تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک مہینون کا شمار دنون سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینا ہو جاویگا اور صاحبین کے نزدیک پہلا مہینا دنون سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسوین تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام صاحب رح کے نزدیک سال پورا ہوگا دنون کے شمار سے ہر مہینا تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسوین تاریخ اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھوین تاریخ کو اور حق یہ ہی کہ تمام ہوگا سال دسوین ذیحجہ کو دونون صورتون مین کیا تو نے سنا ہی کہ ایک سال مین دو عید اضحی ہووین **ف** ہمارے عرف کے موافق مذہب صاحبین کا اولی بالعمل ہی **ص** اور جائز ہی اجرت دینا حمام کی اور حجام کی **ف** درمختار مین وجہ اجرت حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام مین تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب لدنیہ مین لکھا ہی کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہی اس صورت مین اولی یہ ہی کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور جہالت مدت سے ناجائز اسواسطے نہ ہوا کہ اس پر اجماع ہی مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو مسلمان نیک جانین سو اللہ تعالی کے نزدیک بھی نیک ہی اور جسکو مسلمان بد جانین وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی بد ہی کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہی مرفوعاً البتہ روایت کیا اوسکو احمد رح نے موقوفاً ابن مسعود رض سے اور اسیطرح روایت کیا اوسکو بزار اور طبرانی اور طیالسی نے ترجمۂ ابن مسعود مین اور حجام کی اجرت کے جواز کی دلیل یہ ہی کہ روایت کی بخاری نے ابن عباس رض سے کہا کہ پچھنے لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانے والے کو اجرت اوسکی اور اگر ہوتی مزدوری اوسکی حرام تو نہ دیتے آپ اوسکو اور وہ جو مروی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے حرام ہی کمائی حجام کی اور خبیث ہی کسب حجام کا روایت کیا اوسکو مسلم نے رافع بن خدیج سے سو وہ حدیث منسوخ ہی یا محمول ہی اوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم **ص** اور درست ہی اجارہ لینا اناکا ایک اجر معین پر **ف** بسبب رواج لوگون کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کے واسطے گاے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہین

جہالت کے سبب سے ص اسی طرح انّا کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہی امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہی اور امام صاحب یہ کہتے ہین کہ یہ جہالت موجب منازعت نہین ہوتی کیونکہ انّا پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہی بچہ کی محبت اور شفقت سے ف فتاوای کبری مین ہی کہ انّا کے نوکر رکھنے مین دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہی دلیل اسکے جواز کی صاحب ہدایہ نے قول اللہ تعالی کا بیان کیا ہی فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَکُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ یعنی اگر دودھ پلاوین تمہارے لیے تو دو تم اجرت اونکی دوسرے یہ کہ عمل درآمد اس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین اور حضرت نے اوسکو قبول کیا اور ثابت رکھا ص اور انّا کے خاوند کو جائز ہی کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے لیکن نہ مستاجر کے گھر مین ف اسواسطے کہ گھر ملک ہی مستاجر کی تو وہ منع کرسکتا ہی ص انّا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہونچتا ہی اگر اوسکا نکاح ظاہر ہو لوگون مین یا اوسپر گواہ ہووین اپنے حق کی صیانت کے لیے اور اگر نکاح کا ثبوت صرف انّا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہین کرسکتا ف کیونکہ صرف اون دونون کا قول مستاجر کے زوال حق مین قبول نہوگا در مختار ص اور بچے والے فسخ کرسکتے ہین عقد اجارہ کو اگر انّا بیمار ہوجاوے یا حاملہ ہوجاوے ف اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہی کذا فی الاصل اسیطرح جائز ہی فسخ اگر اوسکی زناکاری اور فسق و فجور ظاہر ہوجاوے یا لڑکا اوسکے دودھ کو قی کر ڈالتا ہووے یا وہ چور ہووے یا لڑکا اوسکی چھاتی موہ مین نلیتا ہووے یا دودھ اوسکا نہ پیتا ہووے اسکا حاصل یہ کہ جو امر بچے کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہی چنانچہ زمانہ دراز تک انّا کا غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہین اور اوسقدر اجارے سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذا فی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہین اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہین کرتا اور اگر بچے کا باپ مرجاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا البتہ اگر لڑکا یا انّا کوئی ان مین سے مرجاوے تو اجارہ فسخ ہوجاویگا در مختار ص اور انّا پر لازم ہی بچے کو اور اوسکے کپڑون کا دھونا اور اوسکا کھانا طیار کرنا اور اوسکے بدن مین تیل لگانا نہ ان چیزون کی قیمت کہ ان چیزون کی قیمت اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت بچے کے باپ پر ہی ف اگر بچے کا مال نہووے ورنہ اوسی کے مال سے دیجاویگی مثل نفقہ کے در مختار ص سو اگر انّا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا یا اوسکو کھانا کھلا کر رکھا اور مدت اجارے کی گذر گئی تو اجرت نہ پاویگی ف برخلاف اس صورت کے کہ انّا نے اپنی لونڈی سے یا اور ایک عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت مین انا کو اجرت ملیگی مگر جب خود انا کے دودھ پلانے کی شرط ہوگئی ہووے تو غیر سے دودھ پلوا دینے مین مستحق اجرت نہوگی بر قول اصح اور راجح یہ ہی کہ اجرت واجب ہوگی در مختار و طحطاوی ص اور نہین صحیح ہی اجارہ لینا اذان کے واسطے ف اسواسطے کہ روایت کیا ابوداؤد نے عثمان بن ابی العاص سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ کر دیجیے مجھکو امام اپنی قوم کا فرمایا آپنے تو امام اونکا ہی اور رکھ تو ایسا موذن جو نہ لیوے اذان پر اجرت ص اور حج اور امامت کے واسطے اور قرآن اور فقہ کی تعلیم کے واسطے ف اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ ہین اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اوسکی روایت کیا اوسکو امام احمد رح نے مسند مین کلیہ اسکا یہ ہی کہ جمیع عبادات اور طاعات
کے لیے اجارہ درست نہین ہی درمختار ص اور آجکے زمانے مین فتویٰ اسپر ہی کہ تعلیم قرآن اور فقہ ف
اور امامت اور اذان درمختار ص کے لیے اجرت لینا درست ہی ف کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہی
کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہین ہی لیکن جب سستی پڑ گئی دین مین تو اب فتویٰ دیا جاتا ہی ساتھ صحت
اجارہ کے تعلیم قرآن اور فقہ کے لیے اس غرض سے کہ مبادا یہ چیزین محو اور ضائع نہو جاوین کذا فی الاصل مین کہتا ہون
موافق قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہی جسکو روایت کیا بخاری نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے زیادہ لائق اون چیزون مین کہ اجر لیا تمنے اجرت کتاب اللہ کی ہی واللہ اعلم ص تو جب بنظر
زمانۂ حال ان چیزون کی اجرت لینا درست ٹھہرا تو مستاجر پر جبر ہوگا اوس اجرت کے دینے پر جو اوس نے قبول کی ہی اور
درصورت نہ دینے کے اوسکے عوض مین محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اوس مٹھائی کے دینے پر جو اوستادون کو دیا کرتے
ہین ف عربی مین اوسکو حلوہ کہتے ہین حلوہ ایک ہدیہ ہی جو معلمون کو دیا جاتا ہی بعض سورتون کے شروع ہونے پر جیسا کہ سیپارہ عم
اور فتح اسکے یہ کا نام حلوہ اسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہین اور یہ لغت ہی اہل ماوراء النہر کی کذا فی الاصل ص
اور نہین جائز ہی اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے ف یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو تین شریک ہون تو ایک شریک کو
اجارہ دینا درست نہوگا درمختار اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہی شریک
اور غیر شریک سے کذا فی الاصل لیکن مفتی بہ قول امام صاحب کا ہی اور اوسی پر اعتماد کیا ہی ارباب شروح و متون نے
طحطاوی ص اور نہین جائز ہی اجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنیکے واسطے ف اسواسطے کہ حدیث شریف
مین ہی کہ فرمایا حضرت نے حرام ہی اجرت لینا نر کی گدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ مین ہی زیلعی نے لکھا کہ اس لفظ سے تو غریب
ہی البتہ روایت کیا بخاری نے ابن عمر سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نر کی گدوائی سے مادہ پر ص اسیطرح
نہین جائز ہی اجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو و لعب کے بجانے کے لیے ف اسواسطے کہ یہ سب
معاصی مین داخل ہین اور معاصی پر اجرت لینا ناجائز ہی اور بیان انکی حرمت کا انشاء اللہ تعالیٰ آگے آویگا ص اگر ایک شخص
نے دوسرے کو سوت دیا اسطرح پر کہ کپڑا بن دیوے اور آدھا کپڑا بنوائی کی مزدوری مین لے لیوے یا ایک گدھا
غلہ اوٹھانے کے لیے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلے کے اوسی مین سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض
کچھ تھوڑے آٹے کے اوسی آٹے مین سے تو یہ اجارہ فاسد ہی ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہی کہ جب اجرت وہ شی ہوگی جو اجیر
کے عمل سے پیدا ہوتی ہی تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہی یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اوسی
آٹے مین سے دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوس سے روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے
ابو سعید خدری سے اور اول اور دوسری صورت محمول ہی اوپر صورت ثالثہ کے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ایک
نان پز کو مقرر کیا تا کہ اسقدر آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض ایک درم کے ف تو یہ اجارہ فاسد ہی نزدیک
امام اعظم کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہی صاحبین یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہی اور وقت کا

ذکر محض تعجیل کے لیے ہی امام اعظم یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت مین اور عمل کے معقود علیہ ہونے مین مستاجر کو نفع ہی اور وقت کے بیان کرنے مین صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہی اوسوقت مین اور اوسمین نفع ہی اجیر کو تو آیندہ موجب منازعت ہو گا اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ معقود علیہ دونون ہون مثلاً روٹی پکایا کرے سارے دن کہ ایک آن خالی نرہے اس لیے کہ یہ ممکن نہین ہی عادۃً یہان تک کہ اگر یون کہا کہ روٹی پکا دیوے آجکے دن مین تو امام سے مروی ہی کہ صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ مین کے کہنے سے استغراق جاتا رہا کذا فی الاصل ص یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو دو بار جوتے ف تو اگر مراد یہ ہی کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہین اس اجارے کے فساد مین اس لیے کہ یہ ایسی شرط ہی جسکو عقد اجارہ مقتضی نہین ہی اور اوسمین نفع ہی احد المتعاقدین یعنی موجر کا اور اگر یہ مراد نہین ہی بلکہ وہ زمین ایسی ہی کہ بدون دو بار جوتنے کے کھیت نہین ہوتا تو عقد فاسد نہو گا اسواسطے کہ اس صورت مین یہ شرط ایسی ہوئی جسکو عقد مقتضی ہی اور جو بدون دو بار کے جوتنے کے کھیتی ہو جاتی ہی تو اگر اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہو جانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہو گا اسواسطے کہ اوسمین منفعت ہی مالک زمین کی اور جو باقی نرہیگا تو اجارہ جائز ہو گا کذا فی الاصل ص یا اوس زمین کی نہرین کھود دیوے ف مراد نہرون سے یہان بڑی نہرین ہین نہ چھوٹی چھوٹی نالیان اسواسطے کہ منفعت بڑی نہرون کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا اوسمین پانس ڈال دیوے ف اسواسطے کہ اوسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا ایک زمین اجارہ لی زراعت کے لیے اس اجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین مین زراعت کرے ف اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہی اور ہمارے نزدیک ایک نوع کا اجارہ ہمجنس نوع سے جیسا کہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہی کذا فی البرجندی ص یہ سب قسمین اجارے کی فاسد ہین ہان اگر زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بووے یا اوسکو سینچے اور بووے تو درست ہی ف کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہی ص اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہین کیا کہ اوس مین زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہو گا اگر موجر نے تعمیم نکی ہو اور جو عام کر دیا ہو وے مثلاً یہ کہہ دیا ہووے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہو گا برخلاف مکان کے کہ اوسکا اجارہ مطلق سکونت پر محمول ہو گا اگرچہ نہ کہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اوسکے مستاجر نے اوس مین زراعت کی اور مدت گذر گئی تو اجارہ صحیح ہو جاویگا اور محمدؒ کے نزدیک صحیح نہو گا اگر ایک اونٹ مصر تک کرایے کو لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہی پھر اوس پر بوجھ موافق عادت کے لادا اور اونٹ مر گیا تو مستاجر پر تاوان نہین ہی ف اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہی تو وہ اونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ مین امانت ہی ف اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہی اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اوس نے تعدی نہین کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہی ص اور اگر اوس اونٹ نے بوجھ مصر تک پہنچا دیا تو اونٹ والے کو اجرت مقررہ ملیگی تو اگر موجر اور مستاجر مین قبل کھیتی کرنے کے ف اجارۂ زمین کی صورت مین بغیر ذکر زراعت کے ص یا بوجھ لادنے کے ف اجارہ شتر کی صورت مین ص تقاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے دفع فساد کیواسطے

ص باب اجیر یعنی مزدور مشترک کے بیان مین

اجیر مشترک وہ ہی جو مستحق ہوا اجرت کا بعد عمل کے ف برابر ہی کہ چند شخصون کا کام کرتا ہو جیسے رنگریز
دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا بتعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے درمختار
ص تو وہ عامہ خلائق کا کام کرسکتا ہی اسی لیے نام اوسکا اجیر مشترک ہوا جیسا درزی اور مثل اسکے ف اور مقابل
اسکے اجیر خاص اور اجیر واحد جسکا بیان آگے آتا ہی ص اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس
تلف ہو جاوے اگرچہ اوس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسی پر فتوی ہی ف یہی قول مروی ہی حضرت عمرؓ اور علیؓ سے
ص اسلیے کہ مال اجیر مشترک کے پاس امانت ہی اور امانت کا ضمان نہین ہوتا اگر تعدی سے اور صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا
مگر اوس صورت مین کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہو جاوے جسکا بچانا ممکن نہین جیسے خود مر جاوے یا آتش زنی عظیم
ہووے ہان اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اوسکی حفاظت مین کمی نکی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبین
کے مثل اوس ودیعت کے جو بعوض اجرت کے ہووے کہ اوسمین حفاظت مال کی مودع پر لازم ہوتی ہی اور ابوحنیفہ رح
یہ کہتے ہین کہ اجرت مقابلہ عمل مین ہی نہ حفاظت کے بدلے مین تو مثل اوس ودیعت کے ہوئی جو بلا اجرت ہووے لیکن اگر
شرط کی ضمان کی تو بعض مشایخ کے نزدیک یہ ہی کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظم رح کے اور نزدیک بعضون کے
ضامن نہوگا اور وقایہ مین اسی قول کو اختیار کیا ہی اسلیے کہ شرط ضمان کی ودیعت مین باطل ہی لیکن ممکن ہی کہ کہا جاوے
کہ جب ضمان کی شرط کرلی تو اجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونون کے ہو گئی تو اس صورت مین اوس ودیعت کے حکم
مین جو بلا اجرت ہو نہو گی ف یہ مضمون ہی اصل کتاب کا اور زیلعی مین ہی کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہی اسلیے کہ
اہل حرفہ دغاباز اور خائن ہو گئے ہین اور تاوان کے لازم آنے سے لوگون کے مال محفوظ رہین گے اور متاخرین نے
نصف قیمت پر صلح کرلینے کا فتوی دیا ہی غایۃ الاوطار ص البتہ اوس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اوسکے
عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے یا جس رسی سے بوجھ کو باندھا ہووے
اوسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہو جاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہو جاوے ف یہ مذہب
ہمارا ہی اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک ضامن نہوگا اسلیے کہ عمل اوسکا مالک کے اذن سے ہی جواب ہمارا یہ ہی کہ مالک کا
اذن عمل صالح کو ہی نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے صدر الشریعۃ کہتے ہین کہ مراد عمل سے تلف ہو جانے کی
یہ ہی کہ عمل اوسکا متجاوز ہو گیا اوس قدر سے جو موافق عادت کے ہی جیسے حجام مین آتا ہی یا وہ عمل جسمین مقدار معلوم معتاد نہین
کذا فی الاصل اور درمختار مین عمادیہ سے منقول ہی کہ ضمان دونون صورتون مین ہی خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہو بخلاف
حجام کے اور منیہ مین ہی کہ کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اوس وقت پر ہی جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا
وکیل کشتی مین موجود نہووے ورنہ تاوان لازم نہوگا ص اور جو اس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے
کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو اوسکا تاوان لازم نہوگا اور تاوان نہین حجام یعنی پچھنے لگانے والے پر اور سلوتری
پر اور آدمیون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کر گیا ف پھر اگر مکان معتاد سے

تجاوز کرگیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک نہوا ہوا ور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان بھی لازم ہوگا اگر ختنہ کرنے والے نے ساری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہوگیا تو ختنہ کرنے والے پر پوری دیت واجب ہوگی اور جو مرگیا تو نصف دیت نفس کی واجب ہوگی درمختار ص اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ میں تو مالک کو اختیار ہے چاہے مزدور سے تاوان لے اوس قیمت کا جو مٹکا اوٹھانے کی جگہہ پر اوسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہان کی قیمت لیوے جس جگہہ ٹوٹا ہے تو جسقدر مزدور نے راہ طے کی ہے اوسکے حساب سے اوسکو اجرت دیوے ف یہ تاوان اوس صورت میں ہے کہ مٹکا اوسکے فعل سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہو مثلاً لوگون کے ہجوم وغیرہ سے کوٹ گیا تو اوسپر تاوان نہین ہے درمختار ص اور اجیر خاص ف وہ ہے جو ایک مستاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص کا مستاجر درمختار ص مستحق ہوتا ہے اجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نکرے مانند اوس شخص کے جو ایک سال کے لیے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا بکریان چرانیکے لیے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے ہین اسلیے کہ وہ صرف مستاجر کا کام کرتا ہے غیر کا کام نہین کرتا ف خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہے تا وقتیکہ لوگ سو وین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کیواسطے عمل کرنا جائز نہین اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے کم کرڈالا جاوے درمختار ص اجیر خاص پر تاوان نہین اوس چیز کا جو اوسکے پاس یا اوسکے فعل سے تلف ہوجاوے ف جیسے کپڑا پھٹ جاوے اوسکے کوٹنے سے مگر جب قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے بکریون کو ایسا مارے کہ اونکی کھوپری پھوٹ جاوے یا پاؤن ٹوٹ جاوے تو تاوان دیوے درمختار ص اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر خیاط سے یون کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیون کے سیے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیے گا تو دو درم اجرت ہین ف اور زمان اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ مین تردید کرنے سے درمختار ص یا اگر کپڑے کو تو کسم سے رنگے گا تو یہ اجرت ہے اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر مین تو عطار کو رکھے گا تو یہ کرایہ ہے اور اگر لوہار کو رکھے گا تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفے تک لے چلے گا تو یہ اجرت ہے اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اس گھر مین رہیگا تو یہ کرایہ ہے اور جو اس گھر مین تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہون لادے گا تو یہ اجرت ہے اور جو جو لادیگا تو یہ اور تردیدات مذکورہ مین سے جو چیز پائی جاویگی اوسکی اجرت واجب ہوگی ف ایسا ہی تین چیزون مین بھی تردید درست ہے لیکن چار چیزون مین درست نہین مثل بیع کے لیکن خیار التعیین شرط ہے بیع مین نہ اجارے مین اسواسطے کہ اجارے مین اجرت واجب ہوتی ہے عمل سے اور وقت عمل کے اجرت متعین ہو جاویگی برخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس عقد سے اور مبیع مجہول ہے اور ہدایہ مین مذکور ہے کہ مسئلہ تردید عطار اور لوہار اور گیہون اور جو مین اختلاف ابو یوسف اور محمد کا ہے اور حمل بار مین کوفے تک یا واسط تک احتمال اختلاف ہے اور مسئلہ خیاطت اور رنگ کا متفق علیہ ہے کذا فی الاصل ص اگر مستاجر نے خیاط سے یون کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج سی دے تو ایک درم ہے اور جو کل سیے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاویگا اور جو کل سیے گا تو اجرت مثل ملیگی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون شرطین جائز ہین اور زفر رح کے نزدیک دونون فاسد ہین ف دلیل سب کی اصل مین مذکور ہے ص لیکن اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی ف اور جامع صغیر مین ہے کہ ایک درم سے زیادہ نہ دیجاویگی اور نصف درم سے کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول اول ہے اسواسطے کہ کل کا مسمی نصف درم تھا اور اجارۂ فاسدہ مین اجرت

مثل مسمی سے زیادہ نہین دیجاتی ہی اور جو حصہ کام کا اوسکو پہنچا تو بھی اجرت مثل ملیگی لیکن پانسو درم سے زیادہ نہ دیجاویگی کذا فی الاصل ص جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کے لیے تو مستاجر اوسکو اپنے ساتھ سفر مین لیجا نہین سکتا مگر جب پہلے سے شرط کرلی ہو ف اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہی جسکو ضرر کہتے ص ایک غلام مجبور نے ف ضد ماذون یعنی وہ غلام جسکو مولی نے اجازت عمل کی نہ دی ہووے ص اپنے تئین مزدوری مین لگایا اور مستاجر نے اوسکو مزدوری دی بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام مجبور تھا تو مستاجر مزدوری پھیر نہین سکتا ف اسواسطے کہ فساد اجارہ بسبب رعایت حق مولی کے ہوی اور بعد فراغ کے اجارہ صحیح ہی استحساناً اسلیے کہ فساد بجہت رعایت حق مولی کے تھا اور اب مولی کے حق کی رعایت اسی مین ہی کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اجرت واجب ہووے کذا فی الاصل ص غاصب نے ایک عبد مجبور غصب کیا اور اوس عبد مجبور نے اپنے تئین مزدوری مین لگایا اور غاصب نے مزدوری اوسکی لیکر کھا لی تو وقت غلام پھیر لینے کے تاوان مزدوری کا غاصب کو نہ دینا ہوگا امام اعظم رح کے نزدیک اسلیے کہ غلام اپنے نفس کا محرز نہین ہوتا پس اسیطرح اپنی کمائی کا تو نہوگا یہ اجر مال متقوم اور صاحبین رح کے نزدیک دینا ہوگا اسلیے کہ وہ مال مولی کا ہی اور صحیح ہی غلام کو اپنی مزدوری لے لینا غاصب سے پھر مولی کا اوس سے لے لینا اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوون اور یہ بالاتفاق ہی اسواسطے بعد فراغ عمل کے اعتبار کیا جاتا ہی ماذون ہونا اوسکا جیسا کہ گذرا اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہی پہلے مہینے مین چار اور دوسرے مین پانچ واجب ہونگے اگر ایک غلام مین موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اسطرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہی کہ یہ غلام اول مدت اجارہ مین بھاگ گیا تھا یا مریض ہوگیا تھا اور موجر یہ کہتا ہی کہ نہین بلکہ آخر مدت مین البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہوگیا تھا تو حال کو حکم بناوینگے ف یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا کہ اگر فی الواقع غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہی تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہین ہی تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسالہ نظیر ہی پن چکی کے پانی کے مسالہ کی جب مالک کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ مین اور مستاجر اوسکا انکار کرے تو حال کو حکم بناوینگے لیکن جسکا قول مقبول ہوگا سو قسم سے مقبول ہوگا ص اگر مالک مین اور اجیر مین اختلاف ہوا عمل مین مثلاً مالک یہ کہتا ہی کہ مینے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے کرتہ سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تو نے کہا تھا ویسا ہی مینے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر مالک یہ کہتا ہی کہ تو نے یہ کام مجھے مفت کر دیا ہی اور اجیر کہے کہ مینے اجرت سے کیا ہی تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا ف اسواسطے کہ مالک منکر ہی جسکے تقوم عمل کا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے ہین تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہین اور محمد رح کے نزدیک اگر وہ کاریگر اس پیشے کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرنے مین بعوض اجرت کے اور اوسکا گذارا اسی اجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور امام صاحب فرماتے ہین کہ ظاہر حال لائق حجت نہین واسطے استحقاق اجر کے واللہ اعلم کذا فی الاصل اور اسی پر فتوی ہی در مختار اگر زمین اجارہ لی واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہوگئی تو مستاجر پر اجر لازم آویگا برخلاف خراج سلطانی کے کہ در صورت تلف ہوجانے زراعت کے خراج ساقط ہو جاویگا کذا فی الدر المختار

ص باب فسخ اجارہ کے بیان مین

ف اجارے کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہو سکتا ہی در مختار ص مستاجر فسخ کر سکتا ہی اجارہ اوس عیب سے

ف خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے کے پیچھے یا قبضے کے پہلے ص جسکے سبب سے منفعت فوت ہو جاوے جیسے گھر کا ویران ہو جانا یا پنچکی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہو جانا ف اگر بالکل پانی نہ بند ہوا بلکہ کم ہو گیا تو مستاجر کو اختیار رہیگا چاہے اجارے کو فسخ کر دیوے کل زمین مین یا جسقدر زمین سیراب ہووے اوسکے حساب سے اجرت دیوے اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی مین پھر اوس بستی کے لوگ سب وہان سے کوچ کر گئے تو اجرت مستاجر سے ساقط ہو گی اور اگر بعض نکل گئے تو اجرت ساقط نہو گی درمختار ص یا اوس منفعت مین خلل ہو جاوے جیسے غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی ف یا گھر کی ایک دیوار گر جانا درمختار ص تو اگر مستاجر نے باوصف خلل کے اوس سے نفع اوٹھایا یا موجر نے اوس عیب کو زائل کر دیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نرہیگا اسیطرح فسخ اجارے کا ہو سکتا ہی خیار الشرط اور خیار الرویت سے ف اور شافعی کے نزدیک خیار الشرط سے اور عذر سے فسخ اجارے کا نہو گا ص اور عذر سے عذر اوسکو کہتے ہین کہ اگر مستاجر اجارے کو باقی رکھے تو ایسا نقصان اوسکا ہوتا ہو جو عقد اجارہ سے اوسپر لازم نہین ہوا تھا مثال اوسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے درد کے سبب سے اپنے دانت اوکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اوکھیڑنے کے درد جاتا رہا ف کیونکہ اس صورت مین اگر عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح سالم دانت کو اوکھاڑنا پڑتا ہی اور یہ مستاجر پر لازم نہوا تھا کذا فی الاصل ص یا زوجہ کی دعوت ولیمہ کے لیے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مر گئی ف یا اوسنے خلع کر لیا کیونکہ اس صورت مین اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر ہوتا ہی بدون ولیمے کے کھانا پکانیکا کذا فی الاصل ص یا موجر پر دین اسطرحکا لاحق ہوا کہ بدون اوس شی کے بیچے جو اجارے مین دی ہی وہ قرض ادا نہین ہو سکتا ف برابر ہی کہ وہ قرض سب لوگون کو معلوم ہووے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے درمختار ص یا ایک غلام خدمت کے لیے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کے کامون کے لیے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا ف اسواسطے کہ اگر مطلق خدمت کے لیے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہو گی جو شہر مین ہوتی ہی تو اس صورت مین اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق فسخ پہونچتا ہی اور اگر خود مستاجر نے چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہی اور جو مالک غلام کے لیجانے پر راضی ہو گیا تو اب مستاجر کو فسخ نہین پہونچتا کذا فی الاصل ص یا دکان تجارت کے لیے کرایے کو لی پھر مستاجر مفلس ہو گیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کے لیے پھر اوسنے یہ کام چھوڑ دیا ف فقہا نے کہا ہی کہ مراد درزی سے وہ درزی ہی جو اپنا مال صرف کر کے سلائی کرتا ہی اور اوسکا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہی لیکن وہ درزی جسکا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہین اور اجرت پر وہ سلائی کرتا ہی تو وہ مراد نہین ہی اسواسطے کہ عذر متحقق نہین ہی کذا فی الاصل ص یا ایک جانور سفر کو جانیکے لیے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہو گا ف اسواسطے کہ اوسکو ممکن ہی کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو کر دیوے ہدایہ ص اسیطرح خیاطہ اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا تو یہ عذر نہو گا اسلیے کہ ممکن ہی کہ ایک ہی دکان مین ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف یہ صرافی کرے ف اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایے کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشے کے لیے دکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہو گا

ھ یعنی پیوند سیون سے

در مختار ص اسطرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارے مین دیا پھر وہ چیز بیچڈالی تو یہ عذر نہوگا ف بدون لاحق ہونے دین کے اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے گذرنے تک اور یہی قول مختار ہی لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہین پہونچتا در مختار ص اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہی احد العاقدین کی موت سے جنھون نے اپنی ذات کے لیے عقد اجارہ کیا ہووے اور اگر غیر کے لیے عقد اجارہ کیا جیسے وصی یتیم کے لیے کرے ف یا باپ یا دادا لڑکے کے لیے ص یا وکیل موکل کیطرف سے یا متولی وقف تو ان کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا

ص باب مسائل متفرقہ کے بیان مین

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھونٹیان جلائین اور اوسکے سبب سے دوسرے کی زمین مین کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہوگا اگر جلاتے وقت زور کی ہوا نہووے اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا ف اسیطرح اگر کوئی شخص اوسجا مین جہان رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اوس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہوجاوے تو تاوان نہ ہوگا اور اگر وہان رکھے جہان رکھنے کا استحقاق نہو جیسے دوسرے کی ملک ہے یا راہ مین تو ضامن ہوگا تو اگر راہ مین آگ ڈالدی اور اوس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الا اوس صورت مین کہ ہوا اوس آگ کو اوڑا کر اور کہین لیجاوے اور اوس سے نقصان ہو تو ضامن نہوگا ہذا خلاصۃ الدر المختار ص اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھاوے جو دکان دار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگون سے لیکر دیوے نصفا نصف اجرت پر تو صحیح ہی ف برابر ہی کہ دونون کا پیشہ ایک ہو یا مختلف درمختار ص جیسے ایک اونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کرکے کہ اوسپر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص سوار ہونگے ف تو یہان اگرچہ اونٹ غیر معین ہی اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہین گئے لیکن یہ اجارہ جائز ہی بوجہ رواج کے بوجہ معتاد و معمول مراد ہوگا چنانچہ ابتک حجاج کا مکہ معظمہ مین یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا جمال کو بہتر ہی تاکہ بعد کو جھگڑا نہووے اور شافعی رح کے نزدیک یہ اجارہ درست نہین بوجہ جہالت کے ص تو اگر اونٹ کرایہ لیا واسطے لادنے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اوسکے اوس توشے مین سے کچھ کھالیا تو اوسکے بدلے اوسقدر توشہ اور بڑھا سکتا ہی اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ مین تجھسے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے یہ سنکر گھر خالی نہ کیا تو اوسپر اوسقدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا الا اوس صورت مین کہ غاصب مالک کی ملک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اوسکے اپنی ملک پر گواہ قایم کرے یا مالک کی ملک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اجرت دینے کا انکار کردیوے ف کہ ان دونون صورتون مین غاصب پر کرایہ بھی لازم نہ آویگا اسلیے کہ وہ اجارے پر راضی نہین ہوا ص صحیح ہی اجارہ اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات (انکا بیان آگے ہووے گا) اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا ایک زمان آیندہ کی طرف نسبت کرکے جیسے محرم مین کہے کہ مینے یہ مکان تجھکو کرایہ دیا غرہ رمضان سے فلانے سال تک نہ بیع اور بیع کی اجازت درصورت کسی اجنبی کے بیع کرنیکے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دین سے کہ ان امور کو زمانہ آیندہ کی طرف مضاف کرنا صحیح نہین ہی مسائل ملحقہ تحریر شہادت اور تحریر فتوے پر اجرت لینا درست ہی کاتب سے کتابت کی اجرت پر اسطرح پر کہ ہر ورق مین غلطی کی تو مالک کو اختیار رہی جا

وہ کتاب لے لیوے اور کاتب کو اجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور جانیے اپنے کاغذ اور روشنائی دام بعض نے
کہا ہے کہ اجرت لیکر روپیہ رکھدیے پھر کچھ روپیہ کھوٹے نکلے تو اوسکے حساب سے اجرت پھیر لیجاویگی دلال نے وہ کپڑا جسکو
بیع کے لیے لیے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ہے اگر مستاجر بسبب سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے
اور موجر کو اوسکے قول کا یقین نہیں تو اوسکو قسم دیوے یا اوسکے رفیقوں سے پوچھ لیوے اگر ایک شخص مدیون مرا اور اوسکے بعض اشیا
لوگوں کے پاس کرایہ میں جنکا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا تو مستاجرین بعد مدت اجارہ ان چیزوں کو قرضخواہوں کو دینگے

ص کتاب المکاتب

ف مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے اوسکے آزاد کرنیکے لیے کچھ عوض ٹھہرالیا ہو کہ اتنا تو دیوے تو آزاد ہے
ص کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا از روے تصرف کے بالفعل اور از روے رقبہ کے بعد ادا کرنے بدل کتابت کے ف
یعنی جسوقت عقد کتابت ہوا تو غلام آزاد ہوگیا باعتبار ید یعنی تصرف کے یعنی اوسکو اختیار تصرف کا اپنی کمائی میں حاصل
ہوگیا لیکن رقبہ یعنی ذات اوسکی بعد ادا ے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اوسکو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہے اور ملک رقبہ مآل کار میں
جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالے نے فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا یعنی مکاتب کرو تم اونکو اگر جانو
تم اونمیں بہتری اور یہ امر استحباب ہے ص تو اگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگرچہ صغیر عاقل ہو بعوض اوس مال کے جو بالفعل
یا بعد ایک مدت معین کے یا باقساط ٹھہرے صحیح ہے اور شافعی کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض اوس مال کے ہو وے جو بالفعل
نقد ٹھہرے درست نہیں ہے ورنہ وہ مدت دو ماہ ہے اسواسطے کہ غلام عاجز ہے ادا کرنے بدل کتابت سے زمانہ قلیل میں ہم کہتے
ہیں ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولی یوں کہے کہ مینے تیرے اوپر ہزار روپے کر دیے تو اونکو قسطوں سے ادا کرے
پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر تو ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا اور اگر عاجز ہو جاویگا تو غلام ہو جاویگا اور غلام قبول
کر لیوے صحیح ہوگا ف اگرچہ اس صورت میں مولی نے لفظ کتابت کا نہ کہا اسواسطے کہ معنی اوسکے ادا کر دیے ص اور وہ غلام
مولی کے تصرف سے نکل جاویگا نہ اوسکی ملک سے ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جبتک
اوسپر ایک درم باقی ہے روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بھی روایت کی ابوداؤد نے کہ فرمایا آنحضرت نے جو غلام مکاتب
کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کر دیوے مگر دس دینار جب بھی وہ غلام ہے ہدایہ ص تو اگر بعد کتابت کے مولی اوسکو آزاد کرے
مفت آزاد ہو جاویگا اور تاوان دیگا مولی اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اوسپر یا اوسکے لڑکے پر
یا اوسکے مال پر ف یعنی جماع کی صورت میں عقر دیگا اور جنایت نفس کی صورت میں دیت اور جنایت مال میں مثل اوس مال کے
یا قیمت اوسکی کذا فی الاصل ص اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا اوسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر
اس شرط سے کہ مولی اوسکو ایک غلام غیر معین پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سور کے عوض میں تو ان سب
صورتوں میں کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سور ادا کر دیگا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولی کو دینا پڑیگی اور
قیمت کتابت فاسدہ میں کم نہ کیجاویگی مسمی سے اور جو زیادہ ہو تو زیادہ کیجاویگی اگر ایک جانور کے بدلے میں مکاتب
کرے اور اوسکی جنس کہ اونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کر دیوے اگرچہ نوع اور وصف اوسکا بیان نکرے تو درست ہے

ورنہ نہین اور غلام کو اوس جنس کا جانور متوسط القیمت دینا ہوگا یا اوسکی قیمت دینی ہوگی ف اصل ما جب مین مقدمات
مین کچھ طول کیا ہی لیکن ہمنے نظر اسکے کہ زمانۂ حال مین مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہی ترک کیا ص اگر مولی بھی
کافر ہو اور غلام بھی کافر ہی اور اوسنے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب کے تو درست ہی اور جو دونون مین سے
مسلمان ہوجاویگا تو مالک کو قیمت دیجاویگی اور اگر مولی شراب لیگا تب بھی غلام آزاد ہوگا لیکن پیچھے اوسکی قیمت دینا ہوگی

ص باب تصرفات مکاتب کے بیان مین

مکاتب کو درست ہی خرید اور فروخت اور مسافرت گو شرط ہوگئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اور اپنے غلام کا مکاتب
کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت بعد مکاتب اول کے آزاد ہونیکے ادا کیا تو اوسکی ولا مکاتب کو ملیگی اور جو قبل اوسکے
آزاد ہونیکے ادا کیا تو ولا اوسکی مولی کو ملیگی مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدون اذن مولی کے درست نہین ہی اسیطرح جائز نہین مکاتب کو
ہبہ کرنا اگرچہ بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر شی قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کر دینا اگرچہ بعوض مال کے ہووے
اسواسطے کہ یہ فوق کتابت ہی اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اوسکے ہاتھ ف اسلیے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہی ص اور نہ اوسکا نکاح
کر دینا اسلیے کہ اسمین اتلاف مال ہی اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی مملوک مین مثل مکاتب کے ہین اور ان امورات مین سے کسیکی قدرت
اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہین ہی اور اگر مکاتب نے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہونگے تبعا
ف یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولی کے غلام ہوجاوینگے ص اور جو سوا
اصول اور فروع کے اور رشتہ دارون کو خریدے تو وہ کتابت مین داخل ہونگے اگر مکاتب نے اپنے ام ولد کو مع اوسکے لڑکے خریدے تو اوسکی
بیع بھی درست ہی اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اوسکی بیع جائز نہین ہی اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اوسکو اپنا ولد کہے
کتابت مین داخل ہوجاویگا اور اوسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولی نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے جو
آپسمین جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اوسکے اون دونون سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا مان کی کتابت مین داخل ہوگا
اور اوسکی کمائی بھی مان کو ملیگی ف اسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہی مان کا رق اور عتق اور فروعات مین اوسکے ص اگر مکاتب
یا عبد ماذون نے باذن مولی ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئین آزاد کہتی تھی اور اوسکی اولاد ہوئی بعد اوسکے وہ کسیکی مملوک
نکلی تو اولاد بھی اوسکی لونڈی کے مالک کی مملوک ہوجاویگی ف اور مکاتب اوسکو قیمت نہین لے سکتا نزدیک امام ابوحنیفہ اور
ابویوسف کے اور نزدیک امام محمد کے وہ حر بالقیمۃ ہوگا اسلیے کہ وہ ولد مغرور ہی اور دلیل شیخین کی اصل مین نور ہی البتہ یہی صورت اگر شخص آزاد مین
ہووے تو وہ اپنی اولاد لونڈی کے مولی سے بقیمت لے سکتا ہی ص اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولی کے اپنی لونڈی سے وطی کی اس گمان سے کہ وہ ملک اوسکی ہی
لیلیا ہی اور اوسکو مباح گئی ہی اور اوسکو پھر لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بطور بیع فاسد خرید کر اوس سے وطی کی پھر رد کی گئی مالک کو تو اوسکو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک
لونڈی سے باذن مولی کے نکاح کرکے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا اگر مولی نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہی اب اوسکو اختیار ہی
چاہے اپنے تئین عاجز کر دیوے اور ادا بدل کتابت سے اور مدبر ہوجاوے یا عقد کتابت پر رہا جاوے تو اگر مولی مر گیا اور سوا اوسکے مکاتب کے
کچھ مال نہین رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے ف یعنی مکاتب کو اختیار ہی اسلیے کہ اگر
اوسکو فی الحال عتق منظور ہوگا تو دو ثلث قیمت کے کماویگا اور جو مؤجلا منظور ہوگا تو دو ثلث بدل کتابت کے کماویگا

اور صاحبین کے نزدیک جو دونون مین سے کم ہوگا اوسمین سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتبہ کا ولد ہوا اور مولی نے اوسکا دعوی کیا تو اب وہ لونڈی ام ولد مولی کی ہوگئی اب اوسکو اختیار ہی کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل کتابت ادا کرکے بالفعل آزاد ہو جاوے یا اپنے تئین عاجز کرکے بعد موت مولی کے آزاد ہو جاوے تو اگر اپنی کتابت پر باقی رہے تو اوسکو پہونچتا ہی کہ عقر اپنا وصول کرے مولی سے اگر چاہے اگر کسی نے ام ولد کو مکاتب بنایا تو وہ بعد مرجانے مولی کے مفت آزاد ہو جاویگی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور مولی مفلس مرا تو وہ دو ثلث مین اپنی قیمت کے یا کل بدل کتابت مین سعی کریگا یہ امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جو اقل ہو اوسمین سعی کرے اور امام محمد رح کے نزدیک سعی کرے اوسمین جو اقل ہو دو ثلث قیمت یا دو ثلث بدل سے اور اگر مولی نے مکاتب سے ہزار روپے بدل کتابت بقسط ٹھہرائے بعد اوسکے اوس ہزار کے عوض مین پانسو روپے نقد پر صلح کرلی تو درست ہی اگر کوئی بیمار جسنے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض ایک میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اوسکی قیمت سے دو چند ہین یعنی قیمت اوسکی ہزار روپیہ ہی بعد اوسکے وہ بیمار مرگیا اور وارثون نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کر دیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک ادا کرتا رہے اور اگر یہ نکر سکے تو غلام بن جاوے ف یعنی عقد کتابت کو لغو کر دیوے اور رقیق بنجاوے یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد رح کے نزدیک اختیار ہی کہ خواہ دو ثلث اپنی قیمت کے فی الحال دیدیوے اور باقی میعاد تک یا غلام بنجاوے وکذا فی الاصل ص اور جو بدل کتابت کم ٹھہرایا اور قیمت اوسکی دو چند ہی بدل کتابت سے تو غلام کو اختیار ہی چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دیدیوے یا غلام بنجاوے اگر ایک آزاد نے مولی سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کر اتنے روپیون پر خواہ یہ بھی کہا کہ اگر مین ادا کردون تو وہ آزاد ہی یا نہ کہا اور مولی نے اوسکے کہنے سے مکاتب کر دیا اب شخص آزاد نے اوسقدر روپے مولی کو ادا کر دئے تو وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہین لے سکتا اور جو غلام کو اسکی خبر پہونچی اور اوسنے اس عقد کو قبول کیا تو وہ مکاتب ہو جاویگا اگر ایک شخص دو غلامون کو مکاتب کرے جسمین ایک حاضر اور ایک غائب ہی مثلاً غلام حاضر مولی سے یہ کہے کہ مکاتب کر مجکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہی ہزار روپے پر اور مولی نے مکاتب کر دیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب اون دونون مین سے جو کوئی بدل کتابت ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور دونون آزاد ہو جاوینگے اور جو ادا کرے وہ دوسرے سے اوسکا حصہ نہین لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے کے حصے مین متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہوگا اور قبول اوسکا بھی لغو ہی نظیر اسکی مسئلہ معیر رہن ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اوسکو گرو کرکے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اوسکے چھوڑانے کی حاجت پڑی اور اوسنے زر رہن لیکر بکر پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا زر رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شی عمرو کو لادیجاویگی مگر یہان اتنا فرق ہی کہ عمرو وہ زر رہن زید سے مجرا لیگا اگر ایک لونڈی نے اپنا اور اپنے دو چھوٹے لڑکون کا جو صغیر ہین عقد کتابت کر لیا ہے تو صحیح ہی اب تینو مین سے جو ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور سب آزاد ہو جاوینگے اور کوئی دوسرے سے اوسکا حصہ مجرا نہین لے سکتا

ص باب غلام مشترک کے مکاتب کرنیکے بیان مین

زید اور عمرو ایک غلام مین شریک ہین اونمین سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپے کے عوض مین مکاتب کرکے بدل کتابت وصول کر لینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہوگیا تو جو لیا ہی وہ عمرو کا ہی زید کا ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو مین مشترک تھی اوسکا ایک لڑکا پیدا ہوا تب زید نے دعوی کیا کہ یہ لڑکا میرا ہی بعد اوسکے دوسرا لڑکا ہوا تب عمرو نے دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہی اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی ادا بدل کتابت سے تو یہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہر گئی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہریگا اور عمرو زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکے کی دیگا اور قبل عجز کے جو کوئی عقر اوس لونڈی کو دیدیگا صحیح ہوگا تو اگر

عمرو نے اوس لونڈی سے صحبت نہین کی بلکہ اوسکو مدبر کر دیا اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی ام ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید عمرو مین سے کسی نے اوسکو آزاد کر دیا اور آزاد کرنیوالا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو نصف قیمت کا تاوان دیگا لونڈی سے حصول کر لیوے ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا ایک نے اوسکو مدبر کیا اور دوسرے نے اوسکو آزاد کیا اور آزاد کرنے والا غنی ہے یا سکا اوٹا ہوا یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اوسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا خواہ اپنا حصہ بھی آزاد کر دیوے یا غلام سے سعی کرا لیوے دونون صورتون مین اور پہلی صورت مین صرف یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لے لیوے ف اس مقام کی اصل مین طول کیا ہے ہمنے اوسکو ترک کیا

ص باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اوسکے مالک کے مرنیکے بیان مین

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہو جاوے اور کہین سے اوسکو مال ملنے کو ہووے تو حاکم اوسکے عجز کا تین دن تک حکم نہ کرے ف اور جب تین دن بھی گذر جاوین اور وہ قسط ادا نکرے تو اوسکے عجز کا حکم کر دیوے کذا فی الاصل ص اور جو اوسکو کہین سے مال ملنے والا نہووے تو حاکم اوسکو اوسی وقت عاجز کر دیوے ف یہ امام ابو حنیفہ اور محمد کا قول ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نکرے جب تک اوسپر دو قسطین نہ چڑھین کذا فی الاصل دلیل امام ابو یوسف کی قول ہے حضرت علی کا کہ جب مکاتب پر دو قسطین چڑھ جاوین تو غلامی مین رد کیا جاوے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ہم یہ کہتے ہین کہ معارض ہے اوسکی وہ جو مروی ہے ابن عمر سے کہ ایک مکاتبہ اونکی عاجز ہو گئی ایک قسط ادا کرنے سے تو رد کیا اوسکو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے کہا غریب ہے ص اور عقد کتابت کو حاکم فسخ کرے بطلب مولی اگرچہ مکاتب فسخ پر راضی نہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولی بھی اوسکو فسخ کر سکتا ہے پھر جب عقد کتابت فسخ ہو گیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بن جاویگا اور جو کچھ مال اوس پاس ہوگا وہ سب مولی کا ہو جاویگا تو اگر مکاتب قبل ادائے بدل کتابت کے اوسقدر ترکہ چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہوسکے مر جاوے تو عقد کتابت فسخ نہوگا اور اوسکے ترکے مین سے بدل کتابت ادا کرکے اوسکی آزادی کا حکم آخر حیات مین کرینگے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہیگا وہ اوسکے وارثون کو ملیگا اور وہ اولاد اوسکی آزاد ہو جاویگی جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہو یا اونکو خرید ا ہووے یا اوسکے ساتھ مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر ف اور شافعی کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہو جاویگی دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علی اور عبد اللہ بن مسعود کا ہے جسکو بیہقی نے روایت کیا اور دلیل شافعی کی قول زید ابن ثابت کا ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے کذا فی التخریج للزیلعی لیکن اصل مین دلیل دونوں کی با تفصیل مذکور ہے ص اور جو اسقدر مال چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اوسکی حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہو وہ اپنے باپ کی قسطون کے ادا کرنے مین کوشش کریگی اور جب قسطین ادا کر دیگی تو اونکا اور اونکے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت مین خرید ا تھا اونکو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت نقد دیدو تو آزاد ہو ورنہ غلام ہو جاوگی ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اونکا بھی حکم مثل اوسی اولاد کے ہے جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہووے ص تو اگر مکاتب مر جاوے اور ایک لڑکا اوسکا ہووے عورت حرہ سے اور اسقدر

قرض کسی پر چھوڑ مرے کہ اوسکے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم ماں کے عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم نہوگا البتہ اگر موالی ماں کے اور موالی باپ مکاتب کے ولد کے ولا مین نزاع کرین اور ولا کا حکم موالی ام کے لیے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوۃ لیکر مولی کو بدل کتابت مین ادا کیا بعد اوسکے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولی کو حلال ہیگا **ف** اگرچہ مولی مصرف زکوۃ کا نہو لیکن مکاتب مصرف ہی تو اگر اوسنے لیکر مولی کو ادا کیا پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ مال مولی کو درست نہووے اسلیے کہ مولی غنی ہی اور غنی کو زکوۃ لینا درست نہین ہی باینہمہ مولی کو وہ مال خوش اور حلال ہی اسواسطے کہ اوسنے جسوقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام نے بطور صدقہ لیا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ لونڈی سے فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہی اور ہمارے لیے ہدیہ ہی کذا فی الاصل **ص** اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اسکی خبر نتھی اوسنے مکاتب کردیا پھر وہ عاجز ہوگیا یا ایک مکاتب نے جنایت کی پھر حکم نہین کیا گیا ساتھ موجب جنایت کی اور عاجز ہوگیا تو اب مولی کو اختیار ہی چاہے اوس غلام کو بعوض جنایت کے دیدیوے یا جنایت کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت مین تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیع کیا جاوے گا اور کتابت مالک کے مرجانے سے فسخ نہین ہوتی بلکہ مکاتب مولی کے وارثون کو حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اوسکو آزاد کردین تو صحیح نہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کردیوین تو مفت آزاد ہوجاویگا **ف** اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی

ص کتاب الولاء

اسمین ولا کا بیان ہی ولا نام اوس ترکہ کا ہی جسکا آدمی مستحق ہوتا ہی بوجہ آزاد کرنیکے کسی شخص کے اپنی ملک مین یا بسبب عقد موالاۃ کے تو ولا دو قسم ہی ایک ولاء عتاقہ دوسرا ولاء موالات تو پہلے بیان ولاء عتاقہ کا ہوتا ہی جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق سے یا فروع سے اوسکے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم محرم کے مالک ہوجانے کی وجہ سے تو ترکہ اوسکا یعنی ولاء اوسکی مولی کو ملیگی اگرچہ ولا نہ ملنے کی شرط ہوگئی ہو **ف** اسواسطے کہ یہ شرط مخالف ہی مقتضی عقد کے تو عتق باطل نہ ہوگا اور شرط باطل ہوجاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور ام ولد تو بعد مولی کے مرنے کے آزاد ہوتے ہین تو اونکی ولا مولی کو کیسے ملیگی ہم کہینگے کہ صورت اسکی یون ہی کہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب چلا جاوے اور قاضی اوسکی موت کا حکم کرے اوسکے مدبر اور ام ولد کی آزادی کا حکم کردیوے بعد اوسکے مولی پھر مسلمان ہوکر چلا آوے اب یہ مدبر یا ام ولد مرجاوے تو ولا اوسکی مولی کو ملیگی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ولا اوسکو ہی جو آزاد کرے روایت کیا اوسکو ایمہ ستہ نے حضرت عائشہ رض سے اور فرمایا آپ نے کہ مولی قوم کا قوم مین ہی اور حلیف اونکا بھی اوسی قوم مین ہی اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہی روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ اور امام احمد نے اور حضرت حمزہ رض کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا مال اوسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہ رض کی بیٹی کو روایت کیا اوسکو نسائی نے اور حاکم نے مستدرک مین **ص** جسنے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اوسکا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم مین ایک بچہ جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملیگی اور غلام کے مولی کو نملیگی اگرچہ غلام کا مولی بھی اوسکو آزاد کردیوے **ف** دلیل اسکی اصل مین مسطور ہی **ص** یہی حکم ہی اگر دو بچے جنی تو آمین اور پہلے کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم مین ہووے البتہ اگر وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملے گی لیکن اگر باپ کا مولی باپ کو آزاد کردیوے تو وہ ولا اپنے بیٹے کی

له [illegible]

اپنی قوم کیطرف کھینچ لیگا ف یعنی اب اگر وہ بچہ مرگیا بعد باپ کے مرجانے کے تو ولا اوسکی موالی باپ کو ملیگی اسواسطے کہ ولا بمنزلہ نسب کے ہی اور نسب آبا کیطرف ہوتا ہی تو اسی طرح ولا بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ولا ایک لحمہ ہی مثل لحمہ نسب کے نہین بیع کی جاتی ہی اور نہ ہبہ کی جاتی ہی روایت کیا اوسکو شافعی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حاکم نے ص ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اوس عورت سے نکاح کیا جسکو عرب نے آزاد کیا تھا اب اوسکا بچہ پیدا ہوا تو ولا اوسکے بچے کی ماں کے مولی کو ملیگی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک باپ کے مولی کو ملیگی اور مولی عتاقہ عصبہ ہی سببی اور عصبات نسبی ف جیسے باپ بیٹا وغیرہ ص مقدم ہین اوسپر اور وہ مقدم ہین ذوی الارحام پر ف یعنی عصبہ جو صاحب فرض سے بچے گا لیلیگا اور اگر کوئی صاحب فرض نہو گا تو کل مال لے لیگا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کو جسنے ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاویگا اور کوئی عصبہ نچھوڑیگا تو مال اوسکا تجھے ملیگا روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور بھی روایت کی عبد الرزاق نے زید بن ثابت سے کہ وہ میراث دلاتے تھے مولی عتاقہ کو نہ ذوی الارحام کو اور عصبات نسبی تین قسم ہین ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی اور میت کیطرف اگر اوسکو نسبت کرین توبیچ مین عورت کا واسطہ نہ آوے جیسے باپ اور ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہوجاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹون کے ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب اقسام عصبات کے مقدم ہین مولی عتاقہ پر اور مولی عتاقہ مقدم ہی ذوی الارحام پر یعنی ان وارثون پر جنکا کوئی حصہ مقرر نہین ہی اور لونکی نسبت میں طرف میت کے عورت کا واسطہ آتا ہی جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذافی الاصل سے زیادہ ص تو اگر مولی مرجاوے بعد اوسکے وہ غلام آزاد مرے تو اوسکا ترکہ مولی کے قریب تر عصبہ کو موافق فرائض کے ملیگا اور عورتون کو ولا نہ ملیگی مگر اوس غلام کی جو وہ خود آزاد کرین جیسا حدیث مین آیا ہی ف پوری حدیث یون ہی کہ عورتون کو ولا نہین ہی مگر اوس غلام کی جو وہ خود آزاد کرین یا اونکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کرین یا اونکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کرین یا اونکا مدبر مدبر کرے یا اونکا آزاد کیا ہوا غلام ولا کو کھینچ لاوے یا آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولا کو کھینچے انتہی لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہی

ص فصل ولای موالات کے بیان مین

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اور نو مسلم نے اوس شخص کو مولی کیا کہ نو مسلم کے مرنے کے بعد وہ اوسکے مال کا وارث ہووے اور اگر وہ نو مسلم کچھ قصور کرے تو اوسکی طرف سے دیت دیوے یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور دوسرے مسلم سے یہی عقد موالاۃ کیا تو یہ عقد صحیح ہی پس صورت مین اگر وہ نو مسلم مریگا تو یہ شخص اوسکا وارث ہوگا اور اوسکی طرف سے در صورت ہوجانے جنایت کے تاوان دیگا ف اور شافعی کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہی اور ہماری دلیل قول اللہ تعالی کا ہی وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ اور یہ آیت عقد موالاۃ مین اوتری ہی اور روایت کی ابو داؤد نے تمیم داری سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہی اوس شخص مین کہ مسلمان ہووے دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپ نے وہ شخص جسکے ہاتھ پر مسلمان ہوا زیادہ حقدار ہی اوس نو مسلم کا حیات اور ممات مین ہدایہ ص لیکن مولی الموالاۃ اوس صورت مین وارث ہوگا کہ اوس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہو ذوی الارحام مین سے بھی اور جب تک مولی الموالاۃ نے اوس شخص کیطرف سے

یا اوسکے ولد کی طرف سے تاوان جنایت کا نہین دیا ہی تو اوسکو درست ہی کہ اوسکو چھوڑ کر اور کسیکو اپنا مولی الموالاۃ بناوے وقت ہونے مولی موالات اول سکے اور اگر تاوان دیچکا تو درست نہین اور غلام آزاد کو درست نہین کہ کسیکو مولی الموالاۃ بناوے ف اسواسطے کہ اوسکا مولی عتاقہ موجود ہی اور دوسرے موالاۃ کی شرط یہ ہی کہ وہ غلام آزاد کیا ہوا نہو اور دوسرے وہ شخص مجہول النسب ہووے تیسرے یہ کہ عربی نہووے کیونکہ عربون کے قبائل موجود ہین تو اون کے ہوتے غیر کیسے وارث ہوسکتا ہی کذا فی الاصل واللہ اعلم بالصواب

ص کتاب الاکراہ

ف یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان ص اکراہ لغۃً وہ فعل ہی جسکو آدمی غیر پر کرے اسطرح سے کہ اوس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اوسکا اختیار فاسد ہوجاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے ف یعنی اکراہ دو قسم ہی ایک وہ جو رضامندی مکرہ کو فوت کردیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کردیوے اوسکے اختیار کو مثلاً تہدید کرے قتل سے یا کسی عضو کے قطع سے تو رضامندی کا فوت ہوجانا عام ہی فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب مین رضامندی فوت ہوجاتی ہی لیکن اختیار صحیح رہتا ہی اور قتل کی صورت مین بھی رضامندی فوت ہوتی ہی اور اختیار بھی صحیح نہین رہتا بلکہ فاسد ہوجاتا ہی تحقیق اسکی یہ ہی کہ رضا کے مقابلے مین کراہت ہی اور اختیار کے مقابلے مین جبر ہی تو حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہی لیکن اختیار موجود رہی ساتھ وصف صحت کے اسواسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہی کہ تلف جان یا عضو کا خوف ہووے دیکھو جس امر مین جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہی اوس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت مین جبلی اور خلقی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روکتی ہی بلند مکان سے گرنے سے یا آگ مین پڑنے سے درصورت گمان تلف کے تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہی لیکن اختیار ضروری ہی جو جبر سے قریب ہی اسی طرح اوس اکراہ مین جو تلف جان یا عضو سے ہووے اختیار ہی باز رہنے کا مظنہ ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہی اسلیے کہ انسان دونون مین حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہی با وصف اسکے اہلیت دونون قسم کی اکراہ مین باقی ہی ملجی اور غیر ملجی مین اسواسطے پائی جانے عقل اور بلوغ کے کذا فی الاصل ص اکراہ کی شرطین یہ ہین کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اوس امر پر جسکا خوف دلاتا ہی برابر ہی کہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو ف یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق مین اسی طرح مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہی تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے اوسکے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہین ہی اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی الطحطاوی ص اور امام اعظم سے ایک روایت ہی کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہین کرسکتا تو شاید یہ قول اونکا بنظر اپنے زمانے کے ہووے ف والا بنظر زمانہ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کرسکتے ہین ہدایہ ص دوسری یہ کہ مکرہ کو ظن غالب ہوجاوے اسبات کا کہ مکرہ اوسکے ساتھ وہ امر کریگا جسکا خوف دلاتا ہی تیسری یہ کہ وہ امر جسکا مکرہ خوف دلاتا ہی ایسا ہو جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم واندوہ کو موجب ہووے جاوے اسکی رضا کو معدوم کرے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ ف جاننا چاہیے کہ یہ غم امر مختلف ہی باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کبھی اونکو ضرب اور حبس سے کچھ باک اور غم نہین ہوتا تو اونکو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت

درجے اندوہ اور ملال ہوتا ہو تو اونکے حق مین اسی قدر اکراہ کے لیے کافی ہو کذا فی الاصل ص چوتھی کہ مکرَہ اوس کام کے کرنے سے جسپر جبر کیا جاتا ہو رُکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کے لیے جیسے اپنا مال بیچڈالنے یا تلف کرنے مین یا اپنے غلام آزاد کرنے مین یا دوسرے کے حق کے لیے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے مین یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب پینے یا زنا کرنے مین تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا تخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس ف مدید برخلاف ضرب خفیف اور حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کے لیے اسی قدر کافی ہو در مختار ص یہان تک کہ اوسنے اس جبر کے سبب سے اپنا مال بیچڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اوس شخص کو اختیار ہو کہ ان عقود کو فسخ کر ڈالے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہوگا اسی طرح ساقط نہوگا مشتری کی موت اور چند مرتبہ دست بدست اوسکی بیع ہو جانے سے یا مبیع مین زیادت ہو جانے سے در مختار ص یا اونکو نافذ کر دیوے ف یعنی وہ عقود موقوف رہینگے اسکی فسخ اور امضا پر ص تو قبل نافذ کرنے مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل (یعنی جائز لازم ۱۲ منہ) اسی لیے اگر مشتری اوس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع نے بیچا ہو اپنے قبضے مین کرکے آزاد کر دیوے تو اعتاق اوسکا صحیح ہو جاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجبی لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات مین جنکا نقض نہین ہو سکتا وہ سب صحیح ہو جاوینگے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ در مختار ص تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اوس چیز کی لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہو گئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہو گی بلکہ بائع اگر اوسکے پاس وہ ثمن باقی ہے تو پھیر سکتا ہو ف اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہو جاوے تو تاوان کچھ نہوگا اسلیے کہ اوسکے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شی کو بیچا اور مشتری نے بلا جبر اوسکو خریدا بعد اوسکے وہ مبیع مشتری پاس تلف ہو گئی تو اوسکی قیمت کا تاوان بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہو کہ اوسکی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول کرے خواہ اوس شخص سے جسنے اوسپر جبر کیا تھا تو اگر اوسنے مکرِہ سے وصول کیا تو مکرِہ مشتری سے وصول کر لیوے اور اگر مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی ہوگی ف یہان پر دو مسائل ہین پہلا مسالہ یہ ہو کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسالہ یہ ہو کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ساتھ اور ثالث رابع کے ساتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لیوے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریان جائز ہو جاوینگی اور مصنف نے ان دونون مسلون کو خلط کر دیا کذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مردار کے کھانے پر یا شراب یا خون پینے پر یا سور کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو ان چیزون کا تناول درست نہین ف اسواسطے کہ یہ اکراہ غیر ملجی ہو تو اسمین ضرورت نہین اور یہ چیزین مستثنے ہین حرمت سے وقت اضطرار ملجی اور مخمصہ کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر تخویف کیا گیا ساتھ قتل یا قطع کسی عضو کے تو درست ہو ف اسواسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہی اور یہان ضرورت واقع ہو اور ان چیزون کی حرمت سے بنص آیت حالت اضطرار مستثنے ہو فرمایا اللہ تعالے نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَ

الدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ترجمہ سوا اسکے نہین کہ حرام کیا ہے تمہارے
مردار اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اوسکے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی بے بس ہووے نہ حد سے نکل جانے والا
اور نہ تجاوز کرنے والا اسو نہین ہی گناہ اوپر اوسکے ص سع اگر اوسنے صبر کیا اور قتل ہوگیا اور ان چیزون کو نہ کھایا تو گنہگار رہوگا
جیسے حالت شدت بھوک مین ف اگر ان چیزون کو نہ کھاویگا تو گنہگار مریگا البتہ اگر کفار کے غصہ دلانے کے لیے یا
مسائلہ معلوم نہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہوگا درمختار ص اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر
یا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو اوسکو رخصت ہی کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دلمین اپنا اعتقاد اور یقین
مضبوط رکھے ف اور اگر حبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہین ہی دلیل اسمین قول ہی اللہ تعالی کا
اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ یعنی مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل اوسکا مطمئن ہی ساتھ
ایمان کے انتہی اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین محمد بن عمار بن یاسر سے کہ مشرکین نے انکے باپ عمار بن یاسر کو
پکڑا تو نہ چھوڑا اونکو یہان تک کہ برا کہوایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتون کی تو جب آئے
عمار حضرت کے پاس سو ذکر کیا انھون نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرت نے کہ کسطرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا عمار نے کہ میرے دلمین ایمان
مضبوط تھا تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کرین تو تو بھی ایسا ہی کر زیلعی و درمختار مین ہی کہ
اگر توریہ کا خیال اسکو آیا اور اسنے توریہ نہ کیا تو عورت اوسکی دیانۃً اور قضاءً بائن ہوجاویگی اور جو اوسکے دلمین توریہ کا بالکل
خیال نہ آیا اور دل مین اوسکے ایمان مضبوط تھا تو عورت اوسکی بائن نہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی ص اور جو زبان سے
بھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہوجاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل و قطع کی تخویف کے اور قسم کی تہدید مین رخصت
نہین ہی ف اسواسطے کہ عمار بن یاسر اور خبیب دونون اس آفت مین مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسر نے رخصت پر
عمل کیا اور خبیب نے نہ کہا یہان تک کہ سولی دی گئی تو نام اونکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہدا رکھا کذا فی الاکمل
والهدایۃ ص اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر ف یا ذمی کے مال تلف کرنے پر ص
تو اوسکو جائز ہی کہ تلف کر ڈالے ف اور اگر تلف نکریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا درمختار ص اور صاحب مال تاوان اوسکا مکرہ بالکسر یعنی اکراہ
کرنیوالے سے لیگا نہ مکرہ بالفتح سے یعنی جسپر اکراہ ہوا اور جو قتل یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کر ڈالنے پر ف یا اوسکے
کسی عضو کاٹنے پر یا گلا اوسکا مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی مین ڈبوانے پر یا زنا کرنے پر ص تو اوسکو رخصت نہین ہی
کہ ان کامون کو کرے بلکہ نہیمہ اگر اوسنے قتل کر ڈالا تو قصاص مکرہ بالکسر پر ہوگا نہ مکرہ بالفتح پر ف اور زفرؒ کے نزدیک مکرہ
بالفتح پر اور شافعیؒ کے نزدیک دونون پر اور ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی پر نہوگا کذا فی الاصل اور دلیل سبکی اصل مین مذکور ہی اور اگر اوسنے
زنا کی تو حد نہ پڑیگی استحساناً بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہووے اسواسطے کہ حد اور مہر دونون کے دونون ساقط
نہین ہوجاتے درمختار ص صحیح ہی نکاح اور طلاق اور عتاق مکرہ کا ف اسواسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہوجاتے ہین اکراہ سے
جیسے ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہین ہوتے کذا فی الاصل اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق مین گذرے
ص تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اوسنے طلاق دیدیا تو مکرہ بالفتح مکرہ بالکسر سے نصف مہر مسمی ف ورنہ نصف متعہ

اگر مہر مقرر نہوا ہو درص جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت جب ہو کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہو وسطے اور جو وطی کرچکا ہو وے تو کچھ پھیر نہین سکتا ف اسلیے کہ مہر اوسپر وطی سے واجب ہو چکا تھا ص اسیطرح عتاق مین قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے اور صحیح ہی نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلا اور رجوع ایلا اسے حالت اکراہ مین اور جائز ہی اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاویگا ف یعنی زبردستی سے اسلام لاکر پھر کافر ہو گیا تو اوسکو قتل نہ کرینگے جیسے اور مرتدین کو قتل کرینگے اسواسطے کہ اوسکے اسلام مین شبہہ ہی کہ شاید اوسنے دل سے قبول نکیا ہووے لیکن جبر کیا جاویگا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اس لیے صحیح ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا مین اس بات کا کہ قتال کرون لوگون سے یہان تک کہ کہین وہ لوگ لا الہ الا اللہ یعنی نہین ہی کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے ابن عمرؓ سے اور اس حدیث کو اسی قدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین مین یون ہی کہ مجکو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کرون لوگون سے یہان تک کہ وہ شہادت دین اس بات کی کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کرین نماز کو اور ادا کرین زکوۃ کو تو جب انھون نے ان کامون کو کیا بچالیا انھون نے مجھسے اپنے خونون کو اور مالون کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب انکا اللہ پر ہی انتہی ص صحیح نہین حالت اکراہ مین معاف کر دینا اپنے مدیون کے دین کا ف تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دیدینے یا دوسری عورت سے نکاح کرنیکے کی تو یہ اکراہ نہین ہی اس صورت مین ہبہ مہر نافذ ہوگا اسیطرح اگر شوہر نے اپنی زوجہ مریضہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا الا جبکہ وہ مہر اپنا بخشدیوے سو اوسنے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہی اسلیے کہ یہ اوس عورت کے مانند ہی جسپر اکراہ ہوا در مختار ص یا بری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہو جانا تو اوسکی زوجہ بائن نہو گی اور اگر زنا کریگا حالت اکراہ مین تو اوسپر حد پڑیگی مگر جب سلطان اکراہ کرے تو حد ساقط ہو جاویگی ف یہ فرق امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً حد نپڑیگی جیسا اوپر گذر چکا

ص کتاب الحجر

حجر کہتے ہین تصرف قولی کے نفاذ کو روکدینا ف تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہین جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ اور تصرف فعلی جو برخلاف اسکے جیسے قتل اتلاف مال تو حجر مین صرف تصرف قولی نافذ نہین ہوتا نہ تصرفات فعلے جو افعال جوارح ہین چنانچہ اگر صبی نے کسی کا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون مین کذا فی الاصل ص حجر کے سبب تین ہین ایک صغر سن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی پنے کی تو صحیح نہین ہی طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا ف مجنون مغلوب وہ ہی جسکی عقل جاتی رہی ہو اسطرح پر کہ اوس سے افعال اور اقوال بطریقہ عقلا نہو سکین مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہی جسکے کلمات مختلط ہون یعنی کبھی کلام اوسکا بطور عقل کے ہو وے اور کبھی بطور مجانین کے اور اوسکو معتوہ بھی کہتے ہین اوسکا حکم آگے آویگا کذا فی الاصل ص اور عتاق اون دونونکا اور اقرار اونکا اور صحیح ہی طلاق غلام کا اور اقرار اوسکا اپنی ذات پر نہ اوسکے مالک کے حق مین تو اگر غلام مجبور نے کسی کے قرض کا اقرار کیا اپنے اوپر تو اوسکا مطالبہ بعد آزادی کے اوس سے کیا جاویگا اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد یا قصاص اوسپر فی الحال قائم

کیا جاویگا جو شخص ان تینون مین سے **ف** یعنی عبد اور صبی اور مجنون **ص** کوئی عقد ایسا کرے جسمین امید نفع اور ضرر دونون کی ہووے اور وہ اوس عقد کو سمجھتا ہو اور قصد کرتا ہو تو موقوف رہیگا اوسکے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہے اگر اجازت دیوے تو نافذ ہوجاویگا ورنہ باطل ہوگا **ف** مجنون سے یہان وہ مجنون مراد ہے جو بیع وشرا کو جانتا ہے اور اوسکا قصد کرتا ہے اگرچہ مصلحت کو اوسکے مفسدہ سے ممتاز نہین کرسکتا اور وہی معتوہ ہے جو غیر کیطرف سے وکیل ہوسکتا ہے اور عقد مین یہ قید کہ امید نفع اور ضرر دونون کی ہووے اسواسطے لگائی کہ جس عقد مین محض نفع ہی نفع ہے جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہے اور جس مین محض ضرر ہے جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہین کذا فی الاصل **ص** اور جو کوئی چیز تلف کردین تو ضمان دینگے **ف** اسلیے کہ افعال مین محجور نہین ہین جیسا کہ گذرا برابر ہین کہ عاقل ہون یا غیر عاقل **ص** اور حجر نہین کیا جاویگا جو شخص حر مکلف ہو بسبب سفاہت کے **ف** سفاہت سے مراد اسراف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدر **ص** یا فسق کے یا قرض کے **ف** یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین اور شافعی رح کے نزدیک سفیہ پر حجر ہوسکتا ہے اور یہی مفتی بہ ہے البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طلبگار حجر کے ہووین تو قاضی اوسکو مجبور کرے اور اوسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون (امام صاحب کے نزدیک) محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اوسکو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہوجانے اون دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اوس شخص کا مال گواہون سے ثابت ہوجاوے تو مقرلہ اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دین وصول کریگا اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک فاسق پر بھی حجر ہوسکتا ہے واسطے زجر کے کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار **ص** البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر **ف** مفتی ماجن وہ مفتی ہے جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تاکہ بائن ہوجاوے اپنے شوہر سے یا اوس سے زکوۃ ساقط ہوجاوے پھر مسلمان ہوجاوے **ص** اور طبیب جاہل پر **ف** طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دواے مہلک پلا دیتا ہووے خواہ اوسکو مہلک جانتا ہووے یا نجانتا ہووے اور جب کہ وہ دوا مریض پر شدت کرے تو وہ اوس کا ضرر دور نکرسکتا ہووے کذا فی الطحطاوی **ص** اور مکاری مفلس پر **ف** یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت سفر کا آوے تو جانور نہ دیسکے تب کرایہ دار اپنے رفیقون سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل حاصل یہ ہے کہ جس سے ضرر عام ہووے تو اوسکے دفع کے لیے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہے طحطاوی **ص** اور جو صغیر بالغ ہوجاوے اور بیوقوف رہے تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جاوے یہان تک کہ پچیس برس کو پہونچے **ف** در مین ہے کہ پچیس برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق رض سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جبکہ وہ پچیس برس کا ہوجاتا ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ روکنا مال کا اوس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہے کہ بعد پچیس برس کے تادیب نہین ہوتی کیا تو نہین دیکھتا کہ پچیس برس کا آدمی کبھی دادا ہوجاتا ہے انتہی دادا ہوجانے کی صورت یہ ہے کہ ادنی مدت بلوغ لڑکے کی بارہ برس ہین اور ادنی مدت حمل چھ مہینے تو فرض کیجیے کہ بارہ برس کی عمر مین اوسنے نکاح کیا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا پیدا ہوا اب اوس لڑکے کا بارہ برس کی عمر مین نکاح ہوا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا باوصف اسکے کہ عمر اوسکی پچیس برس ہے کذا فی الاصل **ص** تو اگر تصرف کریگا قبل اس مدت کے تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس برس کے مال اوسکا اوسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف

[illegible]

لیسے ہے اور ہوشیار ہووے شخص آزاد اور اگر مدیون ہووے تو قاضی اوسکو محبوس کرے تا مال اپنا اپنے ادائے دین کے لیئے بیچے اور جو اوسکے مال مین روپے یا اشرفیان ہووین اور قرض بھی روپے یا اشرفیان ہووین تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کر دیوے اوسکے مال سے اور جو قرض اشرفیان ہووین اور مال مین روپے ہووین یا قرض روپیہ اور مال اشرفیان تو بھی قاضی کو بیچڈالنا بغیر اوسکے امر کے واسطے ادائے دین کے درست ہے اور اسباب اور مکان اور زمین اوسکی قاضی نہ بیچے مگر اوسکو قید کرے تا وہ خود مجبور ہو کر بیچے لیکن صاحبین کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اوسکا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض موافق حصون کے ادا کر دیوے **ف** اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے درمختار **ص** ایک شخص مفلس ہو گیا اور اوسکے پاس وہ چیز ہے جو اوسنے خریدی لیکن ہنوز ثمن نہین ادا کی تو اوسکا بائع اور قرضخواہون کے ساتھ مساوی ہے **ف** یعنی وہ چیز بیچکر اوسکو حصہ رسد اوسکی قیمت مین سے دیا جاویگا یہ نہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کر لیوے بعد اوسکے جو بچے تو وہ اور قرضخواہون کو ملے اور شافعی رح کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کر کے بائع کو اختیار فسخ دیدیگا اور بائع اپنی چیز لے لیگا

ص فصل حد بلوغ کے بیان مین

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کر دینے سے اور انزال سے **ف** اور اصل انزال ہے اسلیئے کہ جب تک انزال نہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اوس سے حاملہ ہوگی **ص** اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہے **ف** اور موئے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ مین معتبر نہین اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہوجانا معتبر نہین ہے بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی **ص** پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین ان علامات مین سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہووے اور صاحبین کے نزدیک جب تک دونون پندرہ برس پورے کے نہو جاوین **ف** یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہوجاوین تو اونپر حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ علامات ظاہر نہووین اسی پر فتوی ہے اسلیئے کہ ہمارے زمانہ مین عمرین بہت چھوٹی ہولئی ہین درمختار **ص** اور ادنی مدت بلوغ کی فرزند کے لیئے بارہ برس اور دختر کے لیئے نو برس ہے تو اگر دونون قریب بلوغ کے ہوے اور انھون نے کہا کہ ہم بالغ ہوگئے تو قول اونکا معتبر ہوگا اور وہ دونون مثل بالغ کے حکما ہونگے **ف** جب ظاہر حال اونکے قول کی تکذیب کرتا ہو مثلا بارہ برس سے لڑکا کم ہووے یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعوی بلوغ معتبر نہوگا اور تنبیہ الانام مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہو چکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کر دیوین بدون قسم کے

ص کتاب المأذون

اذن کہتے ہین حجر کے دور کرنے کو اور حق کے ساقط کر دینے کو **ف** جان تو کہ اصل انسان مین یہ ہے کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب بسبب غلامی عارض ہوئی اور مولی کا حق اوس سے متعلق ہوگیا تو حق مولی نے ملک تصرفات کو روک دیا اب جب مولی نے اپنا حق ساقط کر دیا تو مانع زائل ہوگیا اور حجر اوس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک یہ اذن توکیل ہے اور نائب کرنا ہے کذا فی الاصل **ص** تو جب مولی نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف کریگا اپنی ذات کے لیئے کریگا اپنی ذات کے لیئے تو اوسکی جوابدہی مولی پر نہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی تو ثمن

اوسکی مولی سے طلب نکیا جاویگی اسلیے کہ اوسنے اپنے لیے خریدی ہی برخلاف وکیل کے کہ وہ موکل سے ثمن طلب کرسکتا ہی اسواسطے
کہ اوسنے موکل کے لیے خریدا ہی اور ماذون اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک دن کے لیے تو وہ
ماذون رہیگا جب تک مولی اوسپر حجر نکرے اسی طرح کسی قسم خاص کے ساتھ مقید نہوگا (بخلاف وکالت کے) پھر جب مولی نے ایک قسم خاص تجارت کا
اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت مین ماذون ہوجاویگا **ف** مراد یہ ہی کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اوسکا تمام
انواع مین عام ہوجاویگا اسی طرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بٹھالے تو یہ اذن ہوگا اوسکے تمام لوازم اور رنگ و سیات کی خرید کا (بخلاف شافعی کے)
اسی طرح اگر کہا کہ ہر مہینے اتنا غلہ تو مجھے ادا کردیا کر بخلاف اوس صورت کے کہ مولی نے ایک شی معین کے خرید کی اجازت دی کہ یہ اذن
نہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت خاص لینا ہی کذا فی الاصل **ص** اور ثابت ہوتا ہی اذن دلالت حال سے تو جو غلام کہ مولی اوسکو
خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چپ رہے تو وہ ماذون ہی ہمارے نزدیک اور اسمین خلاف زفر اور شافعی کا ہی اور ماذون ہوتا ہی نفع غیر کے
کے لیے اور صراحت سے تو اگر مطلق اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہووے مگر
صاحبین کے نزدیک غبن فاحش سے درست نہین اور خرید و فروخت مین وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ
اور مساقاۃ اور مزارعت لیوے اور بیج بونے کے لیے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ اور مال بطریق مضاربت دیوے
اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ مین دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کو بھی کرایہ مین دیوے نہ شافعی کے
نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دین کا اور ہدیہ دے قلیل طعام کا اور ضیافت کرے اوسکی جو اوسکو کھلاوے اور ثمن گھٹا
دیوے اگر عیب نکلے مبیع مین موافق دستور تجار کے اور اپنا نکاح نکرے اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور امام
ابو یوسف کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اسلیے کہ اوسمین بھی تحصیل مال ہی اور طرفین کی دلیل یہ ہی کہ وہ داخل تجارت نہین اور
نہ مکاتب کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہووے اور عورت کو درست ہی کہ اپنے خاوند کے گھر
مین سے ایک شی قلیل خدا کی راہ مین دیوے **ف** یہ مسئلہ اگرچہ اس باب سے نہین ہی لیکن اوسکو مناسبت کر کیا اسلیے کہ عورت بھی اسقدر
صدقے کے لیے ماذون ہی عادۃً کذا فی الاصل **ص** جو دین عبد ماذون پر واجب ہووے تجارت کے سبب سے جیسے خرید اور فروخت اور
یا اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اوسکے حکم مین ہی جیسے تاوان غصب و رد ودیعت کا جسکا ماذون نے انکار کیا اور وہ عقر جو
واجب ہوا وطی سے لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اوس غلام کی ذات سے بیچا جاویگا وہ اوس دین مین اور اوسکی
ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہون کو بطور حصہ رسد اور اوسکی کمائی سے جو قبل دین کے ہو یا بعد دین کے اور اوس سے جو چیز اوسکو ہبہ کی
گئی تھی اور اوسنے ہبہ قبول کرلیا تھا **ف** یہ ہمارا مذہب ہی اور زفر اور شافعی کے نزدیک وہ خود دین مین نہ بیچا جاویگا بلکہ
اوسکی کمائی بیچی جاویگی اسواسطے کہ مولی کی غرض اذن سے استحصال اوس چیز کا ہی جو حاصل نتھی نہ فوت کرنا اوس چیز کا جو اوسکو
حاصل تھا اور ہم یہ کہتے ہین کہ دین ظاہر ہوا مولی کے حق مین تو متعلق ہوگا اوسکے رقبہ سے تا لوگون کو ضرر نہووے **ص**
لیکن وہ دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولی نے اوس سے لے لیا تھا قبل لحوق دین کے اور جو دین کہ کسب اور
ثمن غلام سے بھی باقی رہے تو اوسکا مطالبہ اوس سے آزاد ہونے کے بعد کیا جاویگا **ف** اور دوسری بار نہ بیچا جاویگا **ص**
مولی کو ماذون سے وہ رقم مقررہ لینا جو قبل لحوق دین کے اوس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہی **ف** اگرچہ

قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہو بعد لحوق دین کے لیکن اسواسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولی اوس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کر دے تو کمائی کا دروازہ بند ہو جاوے اور دین والون کو نقصان ہووے ص اور جو اوس سے بڑھے وہ قرضخواہون کو ملیگا اور عبد ماذون اگر بھاگ جاوے تو مجبور ہو جاویگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک مجبور نہوگا کیونکہ ماذون کرنا عبد آبق کا صحیح ہے اسواسطے کہ بھاگنا منافی اذن کے نہیں اور ہماری یہ دلیل ہے کہ دلالت حجر کی قائم ہے اسلیئے کہ مولی ازالہ اپنے حق کا غلام سرکش نافرمان سے ہونے پر راضی نہوگا اور جب اوسکو اذن صریح دیا تو اوس سے دلالت حجر فوت ہو جاویگی اور یا مولی مر جاوے یا مولی کو جنون مطبق ہو جاوے ف محمد بن حسن سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہووے وہ مطبق نہیں کذا فی الطحطاوی ص یا مولی دار الحرب مین مرتد ہو کر چلا جاوے یا مولی اوس غلام کو مجبور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والون کو اسکی خبر ہو جاوے واسطے دفع غرور کے آدمیون سے تو ان سب صورتون مین وہ غلام مجبور ہو جاویگا اور لونڈی ماذونہ کو اگر ام ولد بنایا تو وہ مجبور ہو جاویگی ہمارے نزدیک اور امام زفرؒ کے نزدیک نہوگی اور جو مدبر کیا تو مجبور نہوگی لیکن مولی کو لونڈی کی ذات کی قیمت اوسکے قرضخواہون کو دینا ہوگی ف یعنی استیلاد اور تدبیر کی صورت مین اگر مستولدہ یا مدبرہ پر دین محیط ہو تو مولی تاوان اوسکا بقدر اوسکی قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اسلیئے کہ مولی نے ان تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اوسکی قیمت دینا ہوگی کذا فی الاصل ص اگر غلام مجبور ہو گیا بعد اوسکے اوسنے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانتاً یا غصباً ہے یا اپنے اوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہوگا اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک موجب تصحیح اقرار اذن ہے اور وہ جاتا رہا اور امام صاحب کے نزدیک قبضہ ہے اور وہ باقی ہے کذا فی الاصل ص اگر اوس غلام پر اس قدر قرضہ ہے کہ اوسکی ذات اور مال کو محیط ہووے تو مولی اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے مالک نہوگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک ہوگا اسواسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولی کی تو اوسکی کمائی بھی مملوک ہوگی اور امام صاحب کہتے ہین کہ ملک مولی کی بطور خلافت غلام کیطرف سے ثابت ہوتی ہے جبکہ وہ غلام اپنی حاجت سے فارغ ہو جیسے ملک وارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث کے حوائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور مانحن فیہ مین مال غلام کے حوائج سے فارغ نہین ہے کذا فی الاصل ص تو ایسی صورت مین اگر مولی اپنے غلام کے غلام کو آزاد کر دیگا تو آزاد نہوگا ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور مولی اوسکی قیمت کا تاوان قرضخواہون کو دیگا کذا فی الاصل ص اور جو دین اوسکے مال اور ذات کو محیط نہوگا تو غلام کا غلام مولی کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جاویگا اور عبد ماذون اپنے مولی کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کر سکتا ہے نہ کم کو اور مولی اوسکے ہاتھ کم کو بھی فروخت کر سکتا ہے ف یہ جب ہی ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دین محیط ہووے اسلیئے کہ اس صورت مین مولی اجنبی ہے اوسکے مال مین اور صاحبین کے نزدیک اگر کم قیمت سے مولی کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع جائز ہوگی اور مولی کو اختیار ہوگا محابات دور کرے یا نقض بیع مین اسلیئے کہ دفع ضرر غرما سے اسطرح ہو سکتا ہے اور امام صاحب کے نزدیک جائز نہین بسبب تہمت کے کذا فی الاصل اور جو دین محیط نہووے تو بیع ہی ناجائز ہے ص اگر مولی نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اس صورت مین مولی کو حکم ہوگا کہ یا زیادتی کو کم کر دیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولی نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے تو اب مولی کو قیمت نہ ملیگی ف اسلیئے کہ مولی نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اوسکی نہین لی تو مولی کا حق ذات مبیع مین باطل ہو گیا اور دین غلام پر رہا اور مولی کا دین غلام پر شرعاً باطل ہے اس صورت مین

ثمن باطل ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور مولی کا حق ہے کہ مبیع کو روک رکھے واسطے لینے ثمن کے اگرچہ عبد ماذون مدیون ہو خواہ
دین محیط ہو یا نہو لیکن مولی اوسکو آزاد کر سکتا ہے اسلیے کہ ملک اوسکی غلام مین باقی ہے اور دین اور قیمت مین سے اوس غلام کے جو کم
ہوگا اوسقدر مولی کو تاوان دینا ہوگا **ف** یعنی اگر دین کم ہوگا تو مولی دین ادا کریگا اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا تو مولی صرف
قیمت دیدیگا قرضخواہون کو اسلیے کہ قرضخواہون کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولی نے اوسکو تلف کر دیا تو قیمت کا
تاوان دینا ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام جسپر دین محیط تھا
فروخت کیا گیا اور مشتری نے اوسکو غائب کر دیا تو قرضخواہون کو اوسکے اختیار ہے کہ خواہ بیع جائز رکھکر ثمن اوسکی سے لیوین یا
مشتری یا بائع سے اوسکی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیوین تو اگر وہ تاوان لیوین بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام
بائع کے پاس پھر آوے تو بائع وام قیمت کے جو قرضخواہون کو اوسنے دیے تھے پھیر لیوے اور قرضخواہون کا حق پھر غلام سے
متعلق ہو جاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچا اور بیچتے وقت مشتری کو اگرچہ بتا دیا کہ یہ غلام مدیون ہے تو اب بھی قرضخواہونکو یہ پہنچتا ہے کہ
بیع کو رد کر دیوین اگر اوسکی ثمن اوسکو نہ پہنچی ہو اور جو پہونچ گئی ہو اور بیع مین قیمت سے کچھ کمی نہووے تو بیع رد نہین کر سکتے اور جو کمی
ہووے تو کمی منا دیجاوے یا بیع فسخ کیجاوے اور جو مشتری منکر ہو دین کا اور بائع غائب ہووے تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہین
کر سکتے طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک خصومت کر سکتے ہین اگر ایک غلام شہر مین آیا اور اوسنے کہا کہ مین فلان کا
غلام ہون اور اوسنے مجھے اذن دیا ہے تجارت مین اور وہ خرید و فروخت کرتا ہے تو وہ ماذون سمجھا جاویگا اسی طرح جو اوسنے سکوت کیا اذن
کی وجہ سے لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہو جاویگا تو وہ قرضے کے لیے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولی اقرار کرے اوسکے ماذون ہونیکا
ف اسلیے کہ جبتک مولی نے اقرار نہین کیا اذن کا تو دین اوسکے حق مین ظاہر ہوا اور معاملہ کرنے والون نے نقصان اوٹھایا
اسلیے کہ انہون نے ظاہر حال پہ بھروسا کیا اور مولی نے اونکو کچھ دھوکا نہین دیا کذا فی الاصل **ص** نابالغ کا تصرف اگر محض
نافع ہو **ف** یعنی کسیطرح کا ضرر اوس مین نہووے **ص** جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے **ف** اگر وہ
صبی عقل رکھتا ہے تو ہمارے نزدیک اسلام صبی عاقل کا صحیح ہے اور شافعی کے نزدیک صحیح نہین دلیل ہماری یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرام
حالت نابالغی مین مسلمان ہوے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکا اسلام صحیح رکھا کما ابن الہمام نے کہ اخراج کیا بخاری نے
تاریخ مین عروہ سے کہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکم نے مستدرک مین طریق ابن اسحاق سے
کہ حضرت علی ایمان لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباس سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت
علی کے سپرد کیا روز بدر کے اور اونکی عمر بیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور برشرط شیخین کے کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث نص ہے اسبات
پر کہ حضرت علی نے سات یا آٹھ برس کی عمر مین ایمان لائے اور مروی ہے حضرت علی سے یہ **شعر** سبقتکم الی الاسلام
طرا * غلاما ما بلغت اوان حلم * یعنی سابق ہوا مین تم پر طرف اسلام کے سب پر حالانکہ مین لڑکا تھا کہ سن حلم
کو نہین پہونچا تھا روایت کیا اسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اسکو اور ابن عساکر نے تاریخ مین **ص** اور جو محض ضرر
یعنی نقصان دینا پہونچانے والا ہووے جیسے طلاق اور عتاق **ف** اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ **ص**
تو جائز نہوگا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جسمین نفع اور ضرر دونون کا احتمال ہے جیسے بیع اور شرا تو موقوف رہیگا

در بیان تصرفات صبی

ولی کے اذن پر **ف** اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو حال اور حکم اوسکا مثل عبد ماذون کے ہوگا **ص** نابالغ کے تصرف صحیح ہونگی اذن سے شرط یہ ہو کہ وہ عاقل سمجھتا ہو بیع کو ملک کا دور کرنے والا اور شراکو ملک مین لانے والا اور ولی نابالغ کا پہلے اوسکا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہو تو باپ نے جسکو وصی کیا ہووے **ف** پھر اوسکے وصی کا وصی در مختار **ص** پھر اگر وہ بھی نہو تو دادا اوسکا ہی دور کا ہووے پھر دادا اسکا وصی **ف** پھر اوسکے وصی کا وصی در مختار **ص** پھر قاضی یا اوسکا وصی **ف** اول دونون صورتون مین پھر وصی کہا اور یہان یون کہا کہ یا وصی اوسکا اسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہی جسکو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات مین لیکن وہ شخص جسکو ولی نے حالت حیات مین اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہی نہ وصی اور ایسا ہی دادا مین لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہی جسکو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال مین تصرف کرنے کے لیے تو وہ قاضی کی زندگی مین بھی تصرف کریگا اور وصی اگرچہ خلیفہ بعد موت کے ہوتا ہی مگر وصی قاضی کو وصی اسلیے کہتے ہین کہ گویا یہ خلیفہ یتیم کے باپ کا ہی اور دادا نے وصی کیا اسکو کذا فی الاصل اور سوا ان یا اوسکے وصی مال مین تصرف نہین کر سکتے اسی طرح چچا اور بھائی اور کوتوال اور بہن اور پھوپھی اور خالہ صغیر کی ولی نہونگے کذا فی الطحطاوی **ص** اگر صبی ماذون نے اپنی کمائی کے مال مین اقرار کیا کہ اسقدر مال فلان شخص کا ہی تو صحیح ہوگا اسیطرح اگر اپنے مورث کے متروکہ کے مال مین اقرار کیا اور امام اعظم سے ایک روایت ہی کہ صحیح نہین ارث مین

ص کتاب الغصب

یہ کتاب ہی غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان مین غصب شرع مین عبارت ہی ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہو بغیر اذن مالک کے اسطرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کر دیوے **ف** تو غصب مردار مین نہوگا اسلیے کہ وہ مال نہین ہی اسی طرح شخص آزاد مین اور نہ مسلمان کی شراب مین کیونکہ وہ قیمت دار نہین ہی اور نہ حربی کے مال مین اسلیے کہ وہ محترم نہین ہی اور قول اوسکا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہی امانت سے اور یہ اسواسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کر دیوے کہ غصب ہمارے اصحاب کے نزدیک زائل کرنا ہی قبضہ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضہ ناحق کے اور امام شافعی کے نزدیک غصب نام ہی قبضہ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضہ حق زائل کرنا شرط نہین ہی ہم کہتے ہین کہ کلام ہمارا اوس فعل پر ہی جو سبب تاوان کا ہی اور اسپہ بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہین مثلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہین ہین اور امام شافعی کے نزدیک مضمون ہین اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق کا موجود ہی گو کہ ازالہ قبض حق نہووے اور اسی سبب سے غصب عقار مین اختلاف ہی اور آگے اوس کا ذکر آویگا اور اونھین مسائل مین سے ہی وہ جو مصنف بیان کرتا ہی کذا فی الاصل **ص** تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہی نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا **ف** اسلیے کہ اول کی دونون صورتون مین نقل ہی غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک جس سے ازالہ قبضہ مالک کا ہو گیا اور تیسری صورت مین فرش اپنے حال پر ہی بیٹھنے والے نے کوئی فعل اوسمین ایسا نہین کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے اسی طرح بعض نے متفرع کیا کہ مویشی کا دور کر دینا مالک سے یہان تک کہ وہ ہلاک ہو جاوین اور کسی کو کپڑے ہنایہان تک کہ دوسرا اوسکا دانت دکھار ملیوے ہمارے نزدیک غصب نہین ہی اور شافعی کے نزدیک غصب ہی اور ان دونون

بسبب عدم قبضہ غاصب ۱۲

مسالون کی تفریع مستقیم نہین ہی اسلیے کہ اثبات قبضۂ ناحق یہان مفقود ہی پھر ایک اور قید تعریف غصب مین لگانا ضرور ہی کہ اس مال کا لے لینا بطور اخفا نہووے تاکہ چوری نکلجاوے کذا فی الاصل ص اور حکم غصب کا یہ ہی کہ غاصب گنہگار ہوتا ہی اگر اوسکو معلوم ہووے کہ شی مغصوب غیر کا مال ہی ف ورنہ گنہگار نہوگا لیکن تاوان درصورت ہلاک عین اور رد عین درصورت بقا ہرطرح واجب ہی طحطاوی متفق علیہ حدیث مین سعید بن زید سے مروی ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لیگا تو اللہ تعالی سات طبقون زمین کا اوسکے گلے مین طوق ڈالے گا اور بخاری کی روایت مین ہی کہ ساتون زمین تک دھسایا جاویگا اور امام احمد نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمین کسی کی ناحق چھین لیگا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اوسکی مٹی اوٹھاوے اور ایک روایت مین ہی کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لی تو اللہ تعالی اوسکو تکلیف دیگا اوسکے کھودنے کی ساتوین زمین کے آخر تک پھر طوق ڈالے گا اوسکے گلے مین دن قیامت تک یہان تک کہ لوگون کا فیصلہ ہووے ان حدیثون سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ زمین بھی سات ہین جیسے آسمان سات ہین ص اور جب تک شی مغصوب غاصب کے پاس قائم ہی تو اوسکا پھیر دینا لازم ہی اور درصورت تلف ہو جانے کے تاوان اوسکا دینا واجب ہی ف اسلیے کہ روایت کیا ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے سمرہ بن جندب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہی وہ چیز جو اوسنے لے لی ہی یہان تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہی کسی کو کہ لے لیوے چیز اپنے بھائی کی نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم مین سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے اوسکو روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور روایت کی احمد اور ابو داؤد و نسائی نے سمرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پاوے اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہی اوسکا ص تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہی جیسے وہ چیزین جو وزن کر کے یا پیمانے مین بھر کے بکتی ہین یا شمار کر کے لیکن مقدار مین قریب قریب ہین ف جیسے اخروٹ وغیرہ اصل مین یہان تفصیل وتحقیق ہی ص تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن ف یعنی حاکم کے حکم کے وقت درمختار ص اوسکی قیمت ہوگی دینا پڑیگی ف اور امام محمدؒ کے نزدیک جو قیمت اوس شی کی بازار مین نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑیگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی دینا پڑیگی خزانہ مین ہی کہ قول امام ابو حنیفہؒ کا اصح ہی اور تحفہ مین ہی کہ وہ قول صحیح ہی اور نہایہ مین ابو یوسفؒ کے قول کو مختار کہا ہی اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمدؒ کے قول کو مفتی بہ لکھا ہی طحطاوی اور دلائل سب کے اصل مین مذکور ہین ص اور جو وہ چیز غیر مثلی ہی جیسے وہ چیزین جو شمار سے بکتی ہین اور ایک دوسرے مین فرق رکھتی ہین مثل جانور وغیرہ کے تو اوسکی قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی ف اسیطرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہون اور جو ملے ہون یا تلون کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اسکے چنانچہ بجنس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اوسکی قیمت دینا ہوگی ص تو اگر غاصب کہے کہ شی مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اوسکو قید کرے یہان تک کہ معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اگر شی مغصوب اسکے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا ف اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہین بلکہ مفوض برای حاکم ہی تبیین ص پھر اوسپر عوض دینے کا حکم کرے ف خواہ وہ عوض مثل ہو اگر شی مغصوب مثلی ہووے یا قیمت

زمین سات ہین

اگر وہ شی غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شی مغصوب غاصب کے پاس تلف ہو گئی اور غاصب نے دعوی کیا کہ مینے مالک کو
پھیر دی اوسکے پاس تلف ہوئی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ غاصب کے اولی ہونگے ص اور غصب کی شرط یہ ہی کہ شی
مغصوب اموال منقولہ مین سے ہووے تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار ف یعنی مال غیر منقول چنانچہ گھر زمین غیرہ ص
غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہو گیا ف آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا
ص تو غاصب ضامن نہو گا شیخین کے نزدیک اور محمدؒ کے نزدیک ضامن ہو گا ف اور یہی قول ہی ایمہ ثلثہ باقیہ کا اور اسی پر فتوی ہی
در مختار اور دلائل سب کے اصل مین مرقوم ہین ص اور اگر اوسمین کوئی نقصان ہو گیا اوسکے فعل سے جیسے اوسکی سکونت سے مکان بگڑ گیا
یا اوسکی کشتکاری سے زمین مین نقصان ہو گیا تو نقصان کا ضامن ہو گا ف باجماع سب علما کے ص جیسے منقول
مین نقصان کا تاوان دینا ہو گا مثلاً ایک غلام غصب کر کے اوسکو مزدوری مین لگایا اور اسوجہ سے وہ غلام بیمار یا دبلا ہو گیا
تو تاوان نقصان کا دینا ہو گا ف اگر مثلاً باغ غصب کر کے اوسکے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہو گا در مختار ص غاصب نے
اگر شی مغصوب کو اجارہ دیکر اوسکا کرایہ لیا تو اوس کرایہ کی رقم کو خیرات کر دیوے اسی طرح شی مستعار کی اجرت کو بھی بتصدق
دیدیوے ف یعنی فقرا کو تقسیم کر دیوے اپنے صرف مین نلاوے ص اسیطرح جو نفع اوسنے کمایا شی مغصوب یا مستعار مین تصرف
کر کے بشرطیکہ وہ شی اشارہ کرنے سے متعین ہووے ف یعنی اسباب کی قسم سے ہو وے درہم اور دینار نہو وے ص یا امانت
کے یا غصب کے روپیون کے بدلے مین کوئی چیز خرید کر وہی روپے دیے اور اوسمین نفع کمایا تو بھی تصدق کرے اور اگر خریدتے
وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے مین خریدا اور ادا اور روپیے کیے یا خریدا اور روپیون کے بدلے مین یا مطلق روپیون
کے بدلے مین خریدا اور ادا وہ روپیے کیے جو مغصوب یا امانت تھا اور نفع کمایا تو اوسکو تصدق کرنا ضرور نہین اور اوسنے اپنے صرف مین
لا سکتا ہی اسی پر فتوی ہی ف اور قول مختار یہ ہی کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہین ہی اگرچہ بعد ادا ضمان کے ہو وے یہی قول صحیح
ہی چنانچہ فتاوای نوازل مین ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک ہر حال مین حلال ہی جب جنس مختلف ہو وے در مختار ص اگر غاصب
نے ایک شی کو غصب کر کے اوسمین ایسا تغیر کیا جس سے اوسکا نام بدل گیا اور اعظم منافع ف یعنی اکثر مقاصد اوسکے
ص فوت ہو گئے ف جیسے ذبح کیا بکری کو اور پکایا اوسکو یا بھونا اوسکو یا گیہون کو غصب کر کے اوسکو پیس ڈالا کہ نام
اوسکا بدل گیا یعنی آٹا ہو گیا اور اکثر منافع بھی اوسکے جیسے ہریسہ اور گھنگنیان وغیرہ فوت ہو گئے ص تو غاصب پر تاوان
اوسکا واجب ہو گیا اور غاصب اوسکا مالک ہو جاویگا قبل ادا کرنے تاوان کے لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اوسکو نفع لینا
اوس شی سے درست نہین ہی ف اور جب تاوان اوسکا دیدیوے یا مالک معاف کر دیوے یا قاضی اوس سے تاوان لے لیوے
تو درست ہو ص مثال اوسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے بکری غصب کر کے اوسکو ذبح کیا پھر اوسکو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہون
غصب کر کے اوسکو پیس ڈالا یا کھیت مین بو دیا یا لوہا غصب کر کے اوسکی تلوار بنالی یا پیتل غصب کر کے اوسکے برتن بنا لیے
یا سا گوان یا اینٹ غصب کر کے اوسکی عمارت بنوالی یہ امام ابی حنیفہؒ کے نزدیک ہی کہ اوسکی صنعت متقومہ نے گردانا حق
مالک کا ہلاک ایک وجہ سے اور امام شافعیؒ کے نزدیک حق مالک کا اوس سے منقطع نہین ہو گا اسلیے کہ عین باقی ہی اور نہین
اعتبار کیا جاتا فعل غاصب کا اسواسطے کہ وہ ممنوع ہی پس نہو گا سبب ملک کا ف بشرطیکہ قیمت عمارت کی اوس

ساگوان کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اوسکو یعنی کر ثمن اوسکی دلادیجاوے قاعدہ کلیہ اس مقام کا یہ ہی کہ ضرر شدید کو دور کرینگے واسطے ضرر خفیف کے پھر صاحب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لیگا در مختار **ص** اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کر کے اوسکی اشرفی روپیہ بنوا ڈالے یا برتن بنوالیے تو اوسکا مالک نہوگا بلکہ یہ چیزین مالک کو دلادیجاوینگی اور غاصب کو کچھ نہ ملیگا اگر ایک شخص کی بکری لیکر اوسکو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہی کہ اوس بکری کو غاصب کو دیوے اور اوسکے دام لے لیوے یا بکری مذبوح لیوے اور اوسکے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھر لے یہی حکم ہی اگر غاصب کپڑے کو اسقدر پھاڑ ڈالے کہ کچھ منفعت فوت ہو جاوے اور کچھ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اوٹھانیکے قابل نرہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا اور جو بہت کم پھاڑے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اوس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین مین عمارت بنائی یا درخت لگا دیے **ف** بغیر اذن مالک کے در مختار **ص** تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اوکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کر دیوے **ف** اگر قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہووے اور یہی محمد کا قول ہی اور ظاہر الروایۃ مین ہر طرح اوکھیڑنے کا حکم ہی اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی درخت ظالم کو کچھ حق روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے سعید بن زید سے **ص** اور اگر اوس درخت یا عمارت کا اوکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہونچاوے یعنی اوس سے زمین ناقص ہو جاتی ہووے تو مالک کو پہونچتا ہی کہ غاصب کو قیمت اوس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لے لیوے تو اوس زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت اور عمارت کے ساتھ بھی لگاوینگے اور جسقدر دوسری قیمت پہلی قیمت پر زائد ہوگی مالک غاصب کو دیگا **ف** دوسری قیمت جو لگائی جاویگی تو اوسمین درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاویگی جو اوکھیڑنے والی درخت یا عمارت کی ہووے گی یعنی اوکھیڑی ہوئی عمارت اور درخت مین سے اوسکی اجرت اوکھیڑنے کی مجرا کر کے باقی کو قیمت اوس درخت یا عمارت کی قرار دینگے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اوس درخت کی اگر وہ اوکھڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اوکھڑوائی کی مزدوری ایک روپیہ ہی تو نو روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو ۱۰۹ روپیہ کی ہوگی تو مالک نو ۹ روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور درخت بھی لے لیگا کذا فی الاصل **ص** اگر غاصب نے کپڑے کو سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کر کے اوسکو گھی مین ملایا تو مالک کو اختیار ہی خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی مثل ستو کے لیوے یا اوسی کپڑے اور ستو کو لیکر غاصب کو رنگوائی اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اوس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہی خواہ سفید کپڑے کی قیمت اوس سے لیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھ نہ دیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھ کپڑے کی قیمت نہین بڑھتی بلکہ نقص ہو جاتا ہی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین رح کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سرخ کا ہی **مسائل ملحقہ** اگر روئی غصب کر کے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اوسکے عین مین زائل نہوگا اگر چاندی سونا غصب کر کے اوسکے روپے یا اشرفی بنا لیے تو مالک اوسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا مالک کو اختیار ہی کہ تاوان شی کا غاصب سے لیوے یا غاصب سے کچھ اول سے اور کچھ ثانی سے اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی ہو اور اوسمین دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتون پر ہی اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہووے تو اوسکو مردہ اوکھاڑنا اور زمین کا برابر کر دینا جائز ہی اور اگر زمین مباح ہو تو اوسکو قبر کھودنے کی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہووے تو اسی طرح اوسکی اجرت ثابت ہی دوسرے کے مال مین تصرف جائز نہین مگر چند مسائل مین ایک اوسکو

[illegible]

اپنے لڑکے کے مال مین دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال مین بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ تیسرے مُوْدَعْ کو درست ہی کہ مودع بالکسر کے مال مین سے اوسکے والدین مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مُودِع بالکسر کے دیوے جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہان ممکن نہو چوتھے حالت مسافرت مین اگر ایک شخص مرجاوے تو باقی رفقا کو اوسکا اسباب بیچنا اور اوسکی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی ورثہ کو دینا درست ہی اور اون پر تاوان نہین ہی کذا فی الدر المختار و الاشباہ

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان مین

غاصب نے شی مغصوبہ کو چھپا دیا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اوس شی کا مالک ہو جاویگا ف اور امام شافعی رح کے نزدیک نہوگا کذا فی الاصل اور دلیل اونکی اور ہماری اصل مین مذکور ہی تو غاصب اوسکی کمائیون کا بھی مالک ہو جاویگا نہ اوسکی اولاد کا در مختار ص قیمت مغصوب غائب مین اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہون سے ثابت نکرے ف تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہونگے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان نہ کی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہی تو غاصب پر جبر ہوگا بیان قیمت پر اور جو بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی اور جو قسم کھالیوے تو نہین در مختار ص اگر غاصب نے مالک کو شی مغصوب کی قیمت ادا کر دی بعد اوسکے وہ شی بھی پیدا ہوئی اور قیمت اوسکی زیادہ نکلی اوس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہی کہ اپنی شی لے لیوے اور قیمت غاصب کو واپس کر دیوے یا اوسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہون سے ثابت کی تھی یا نکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شی مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہوگا اگر غاصب نے شی مغصوبہ کو بیع کر دیا بعد اوسکے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہو جاویگی اور جو آزاد کیا تو اعتاق نافذ نہوگا اور زوائد شی مغصوب کے خواہ متصل ہون جیسے غلام مغصوب موٹا ہو جاوے یا حسین ہو جاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہونگے تو اوسکا تاوان نہ دینا ہوگا مگر جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے نہ دیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا ف اور شافعی رح کے نزدیک ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل ص اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہو گئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور بچے سے اوسکے نقصان قیمت کا جبر کیا جاویگا اگر بچے کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور وہ حاملہ تھی بعد لوٹنے کے مالک کے پاس ولادت سے وہ مر گئی تو غاصب اوسکی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا برخلاف عورت حرہ کے ف کہ اگر اوس سے زنا کر کے حالت حمل مین پھیر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہین ہی کہ اوسمین غصب متحقق ہووے ص مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہوگا ف برابر ہی کہ غاصب شی مغصوب سے منفعت اوٹھاوے مثلاً مکان مین سکونت کرے یا بیکار رہنے دیوے اور امام شافعی رح کے نزدیک مضمون ہی باجمل دونون صورتون مین اور امام مالک رح کے نزدیک مضمون ہی اگر اوس سے پورا نفع لیا ورنہ نہین کذا فی الاصل ص اگر کسی شخص نے مسلمان کی شراب یا سور تلف کر دیا تو اوس پر کچھ تاوان نہین ہی اور جو ذمی کی شراب یا سور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور امام شافعی رح کے نزدیک لازم نہوگا اسلیے کہ ذمی تابع مسلم کا ہی اور ہماری یہ دلیل ہی کہ وہ چھوڑا گیا ہی اپنے اعتقاد پر اور اگر مسلمان کی شراب غصب کر کے

سرکہ بنا ڈالا اوس طور سے جسمین کچھ دام خرچ نہین ہوتے جیسے دھوپ مین رکھ کے یا مردہ جانور کی کھال لیکر اوسکی دباغت کی اوس
چیز سے جسمین دام خرچ نہین ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ سے تو مالک اوسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا اور جو غاصب اوسکو تلف
کر ڈالے گا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکا سرکہ بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ غاصب کا ہو جاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملیگا **ف** یہ مذہب
امام ابوحنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک (یعنی شراب کا) اوسکو لے لیگا اور نمک کی زیادتی (قیمت کا) غاصب کو ادا کریگا کذا فی الاصل **ص** اگر
کھال کی دباغت مصالح لگا کر کی جیسے قرظ یا مازو سے تو مالک اوسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیگا اور جو غاصب اوسکو تلف کر ڈالے
تو ضامن نہوگا **ف** اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا جو اوس کھال کی قیمت بعد دباغت کے ہووے اور امام صاحب کی دلیل کا فرق
اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہے **ص** جو شخص کسیکے گانے بجانے کے آلات توڑ ڈالے **ف** جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ **ص** (اگرچہ یہ چیزین مسلمان کی ہون ۱۲)
تو اوسپر تاوان لازم ہوگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک لازم نہوگا اور امام صاحب کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ
لازم ہے جو اوسکی قیمت قطع نظر لہو سے ہے جیسے ستار مین اوسکی لکڑی تراشی ہوئی یا تار کا ضمان ادا کریگا **ص** اور جو طبل غازیون کا
ہے یا دف وہ ہے جسکا بجانا حلال ہے شادی مین تو اوسکا ضمان بالاتفاق ادا کریگا اسی طرح اگر کسی شخص کا سکر یا منصف **ف** سکر نام
ہے کچے پانی کا کھجور کے جب وہ تیز ہو جاوے اور منصف وہ پانی ہے انگور کا جسکا نصف جل چکا ہووے آگ پر پکانے سے اور بیان اسکا
کتاب الاشربہ مین آویگا **ص** بہا دیوے تو تاوان اوسکا دینا ہوگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اسیطرح گانے والی لونڈی اور مینڈھا
لڑائی کا اور کبوتر اوڑنیوالا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام کہ ان سب چیزون کی قیمت تلف کرنے سے واجب ہوگی جو اونکی
قیمت نفس الامر مین ہووے قطع نظر صنعت معصیت سے درمختار **ص** اگر کسی شخص نے دوسرے کی ام ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک
ہوگئی تو اوسپر تاوان لازم نہ آویگا بر خلاف مدبرہ کے اور صاحبین کے نزدیک دونون کا تاوان لازم ہوگا اسلیے کہ دونون متقوم ہین اور
امام صاحب کے نزدیک مدبرہ متقوم ہے نہ ام ولد جس شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی پانون سے کھولدی یا جانور کی رسی کھولدی
یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندے کا کھولدیا اور یہ چیزین جاتی رہین یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اوسکو ستاتا ہے اور
حال یہ ہے کہ بدون حاکم سے نالش کرنیکے وہ ستمگر مانتا نہین ہے یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اور اوسکے کہے سے
باز نہین آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہین لیتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے
اوس موذی یا فاسق یا مال پانے والے سے کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اوسکا تاوان نہ آویگا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو
ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آویگا اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر اگر اوسنے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ کے
واسطے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے اور شیخین کے نزدیک لازم نہین آتا اسلیے کہ اسمین توسط فعل فاعل مختار کا ہے در
کھولنے دروازے اصطبل اور پنجرے کے امام محمد کے نزدیک ضمان لازم ہوگا شیخین کی دلیل وہی توسط فعل فاعل مختار ہے اور امام
محمد فرماتے ہین کہ ان حیوانون مین بھاگنا خلقی ہے **مسائل ملحقہ مترجم** اگر مسلمان نے ذمی سے شراب لیکر پی تو مسلمان پر قیمت
اوس شراب کی واجب نہوگی تاوان حکم کرنیوالے پر نہین ہے بلکہ فعل کرنیوالے پر ہے مگر کسی جگہ ایک سلطان دوسرے پر تسلط رکھتے مثلاً جیسا موصی
یا عبد ہووے اگر جوڑے مین سے ایک فرد تلف کرے تو فرد باقی بھی اوسیکو دیگا اور سب تاوان کل کا ادا کرے ابو یوسف نے کہا کہ ایک شخص نے زمین غصب کی
اور اوسمین مسجد بنائی اور دوکانین اور حمام تو اوس مسجد مین نماز کا مضایقہ نہین لیکن حمام مین نہ جانا چاہیے اور دوکانون کو کرایہ لینا بھی درست

نہین اور نماز بھی ہشام کے قول مین کروہ ہی اور جو لوگ ان دوکانون مین مغصوب جانکر بستے ہین اونکی شہادت مقبول نہین در مختار مع طحاوی

ص کتاب الشفعة

شفعہ مشتق ہی شفع سے لغت مین جسکے معنی ملانے کے ہین اور اصطلاح شرع مین شفعہ عبارت ہی مالک ہونے سے عقار کے جبرًا اوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے ف یعنی جن دامون کو مشتری نے لیا ہی اوسی دامون کو جبرًا اوس سے عقار لے لینا ص اور واجب ہوتا ہی شفعہ بعد بیع کے یعنی ثابت ہوجاتا ہی اور مضبوط ہوجاتا ہی گواہ کرنے سے ف اسواسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہی اسلیے کہ اگر وہ طلب مین تاخیر کریگا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اوسنے گواہ کر دیے شفعہ مضبوط ہوگیا کذا فی الاصل ص اور شفیع اوس عقار کا مالک ہوجاتا ہی مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہی بقدر شفیعون کی تعداد کے نہ بقدر ملک کے ف یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہون تو وہ عقار علی السویہ سب مین تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلًا ایک زمین مین تین آدمی شریک ہین ایک نصف کا دوسرا ثلث کا تیسرا سدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونون شریکون نے شفعہ طلب کیا تو نصف نصف عقار مبیعہ کا دونون کو دلایا جاویگا اور شافعی رح کے نزدیک اوس نصف عقار مبیعہ سے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک حصہ صاحب سدس کو ملیگا کذا فی الدر المختار ص شفعہ اول اوس شریک کو پہونچتا ہی جو ذات مبیع مین شریک ہووے پھر جو حقوق مبیع مین شریک ہووے مثلًا پانی کے حصے مین یا راہ مین شریک ہووے اور مراد پانی کے حصے اور راہ سے وہ ہین جو مخصوص ہون مثلًا پانی کا حصہ اوس چھوٹی نہر کا جسمین کشتیان نہین چلتین اور راہ وہ جو نافذ نہین ہی ف اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہی تو شفعہ ثابت نہوگا در مختار ص پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اوسکے مکان کا دوسرے کوچے مین ہو ف اور جو اوسکا دروازہ اوسی کوچے مین ہی اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہی تو وہ شریک ہی حق مبیع مین نہ جار تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہی شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملیگا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع کو ملیگا اور جار کو نہ پہونچیگا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہونچیگا لیکن اوسی جار کو جسکی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے ملاصق اور متصل ہی اور جو ان دونون کے بیچ مین طریق نافذ موجود ہی تو اوسکو حق شفعہ ثابت نہوگا یہ ترتیب شفیعون کی اور استحقاق امام اعظم رح کے نزدیک ہی اور شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہین ہی ہماری دلیل بہت سے احادیث ہین پہلی حدیث ابو رافع کی روایت کیا اوسکو بخاری نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہی اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالک کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق رکھتا ہی روایت کیا اوسکو نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے تیسری حدیث جابر رض کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہی اپنے ہمسایہ کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ ان دونون کی ایک روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے اور راوی اسکے سب معتبر ہین ان احادیث سے استحقاق ہمسایہ کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا اب ترتیب تو روایت کی صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہی خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہی شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہی اور خلیط سے فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہی اور کہا ابن جوزی نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہی

ع ... نہین ۱۲

اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین شریح سے کہ خلیط احق ہی شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگون سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے شریک اول حقدار ہی شفعہ کا تو اگر شریک نہو تو ہمسایہ حقدار ہی اور خلیط احق ہی شفیع سے اور شفیع احق ہی اپنے سوا اور لوگون سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہی کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات مبیع مین شریک ہی تو اوسکا حق زیادہ ہی بعد اوسکے وہ ہی جو ذات مبیع مین شریک نہووے بلکہ حقوق مین شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے **ص** اور جسکی کڑیان دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہون تو وہ بھی ہمسایہ ہی **ف** یعنی شریک نہین ہی اسی طرح جو ہمسایہ کہ اوسکا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہی کوچہ غیر نافذہ مین تو اوسکو بھی شفعہ ہی اور اگر کوچہ نافذہ مین ہی تو شفعہ نہین ہی اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اوسکو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملیگا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اوسکا اعتبار نہوگا بعد بیع کے پھر طلب کرسکتا ہی شفیع یہ نہین کرسکتا کہ عقار مبیعہ مین سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے در عقار وقف اور اوسکے جوار مین شفعہ نہین ہی در مختار

باب طلب شفعہ کے بیان مین

ص شفعہ مین تین طلب ضرور ہین پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر پونہچے تو مجلس علم مین شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جنسے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یون کہے کہ مینے شفعہ طلب کیا یا مین طالب ہون شفعہ کا یا مین طلب کرتا ہون شفعہ کو یہ اختیار ہی کرخی کا اور بعضون کے نزدیک ضرور ہی کہ جسوقت شفیع کو خبر شفعہ کی پونہچے اوسیوقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذری دیر بھی چپ رہے گا تو شفعہ اوسکا باطل ہوگا **ف** یعنی مجلس علم تک اختیار نہوگا بلکہ خبر پہونچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہی در مختار مین ہی کہ اسی پر فتویٰ ہی اور اختیار کرخی اصح ہی اور متون سب اوسی پر ہین **ص** اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین **ف** اسلیے کہ مواثبت کے معنی کودنے اور اوچھلنے کے ہین تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہی گویا شفیع کودتا ہی اور شفعہ طلب کرتا ہی کذا فی الاصل **ص** پھر دوسری یہ کہ شفیع گواہ کرے عقار پر جاکر یا اوس شخص پاس جسکے قبضے مین وہ عقار اوسوقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری پس کہے کہ فلان شخص نے اس گھر کو خریدا ہی اور مین اوسکا شفیع ہون اور تحقیق کہ مینے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہون تم گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہین **ف** جاننا چاہیے کہ یہ طلب ضرور ہی جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر پاس جاکر یا قابض کے پاس جاکر یہان تک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اشہاد نکی تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا اور ذخیرہ مین ہی کہ جب شفیع مکے کے راستے مین ہووے اور اوسنے بیع کی خبر سنکر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جاکر یا قابض کے پاس جاکر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو کسیکو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیجدیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہووے تو شفعہ اوسکا باقی رہے گا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ امور ممکن ہووین اور نہ کرے تو شفعہ اوس کا باطل ہوجاویگا کذا فی الاصل **ص** پھر تیسری طلب کرے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کہے قاضی پاس جاکر کہ فلان شخص نے ایک گھر ایسا خرید کیا ہی اور مین اوسکا شفیع ہون

بسبب اپنے ایک ایسے گھر کے تو حکم کرو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہین
اور اس طلب مین تاخیر کرنیسے شفعہ باطل نہین ہوتا اور کہا امام محمد رح نے کہ ایک مہینے تک اگر طلب خصومت نکرے تو اسکا
شفعہ باطل ہوجاوے گا اور اسی پر فتوی ہی ف اور ظاہر روایت یہ ہی کہ شفعہ باطل نہوگا اس طلب کی تاخیر سے
جبتک شفیع زبان سے اپنی شفعہ ساقط نکرے اور یہی مفتی بہ ہی اور یہی ظاہر مذہب ہی اور جب فتوی ظاہر الروایۃ
اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایت مقدم ہی کذا فی الطحطاوی ص اور جسوقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ
طلب کرے تو قاضی خصم ف یعنی مدعی علیہ مشتری ص سے سوال کرے کہ شفیع اوس عقار کا مالک ہی جسکے سبب
دعوی شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہی ف زیلعی نے کہا مالک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہی بلکہ قاضی مدعی
اول سوال کرے قبل مدعی علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے مین ہی اور اوسکے حدود کیا ہین اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعوی
کیا تو وہ معلوم چاہیے اسلیے کہ دعوی مجہول صحیح نہین ہی پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہی یا نہین
اسواسطے کہ بلاقبض مشتری پر دعوی صحیح نہین جب تک بائع حاضر نہو پھر جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکے حدود سے
سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمین مختلف ہوتے ہین شاید کہ وہ سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کرتا ہو یا وہ اور شخص حق کے سبب
محجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجکو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب بیع
تھا اسلیے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہی طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول اور ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہی
پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر طلب کی اور کسکے پاس اشہاد ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ قریب تھا
اپنے غیر سے یا نہین پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دیوے اور کسی شرط کو فوت نہونے دیا ہووے تو دعوی اوسکا پورا اور کامل ہو گا تو اب
مدعی علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اوس گھر کی ملک کا سوال کرے جسکی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے طحطاوی
ص تو جب مدعی علیہ اقرار کرے اوس عقار کے مملوک ہونیکا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع
گواہ قائم کرے اپنی ملک پر نسبت عقار مذکورہ کے تو اب قاضی اوس سے سوال کرے کہ تو نے دوسرا عقار خرید کیا ہی یا نہین اگر وہ
اقرار کرے خرید کا یا نکول کرے قسم کھانے سے حاصل پر یا سبب پر ف جاننا چاہیے کہ جہان پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہو جیسے
شفعہ خلیط تو وہان قسم حاصل پر دیجاویگی مثلاً مدعی علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھپر نہین ہی اور
جہان مختلف فیہ ہی جیسے شفعہ جوار تو وہان قسم سبب پر دیجاویگی اسطرح پر کہ واللہ مینے اوس عقار کو نہین خریدا اسلیے کہ اگر
حاصل پر یہان بھی قسم دیجاوے تو اوسکو گنجایش ہی کہ شافعی رح کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اسکا ذکر کتاب الدعوی مین
گذر چکا کذا فی الاصل ص یا شفیع گواہ قائم کرے مدعی علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لیے ثابت
کر دیوے ف یہ جب ہی کہ مدعی علیہ شفیع کی طلب شفعہ کا منکر نہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع پاس طلب مواثبت
اور طلب اشہاد کے گواہ نہون تو قول مدعی علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا درمختار ص اگرچہ شفیع وقت دعوے کے قیمت
ثمن کی ادا نہ کی ہووے اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کر دیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعی علیہ کو عقار
کا روک رکھنا تا حصول ثمن پہونچتا ہی تو اگر شفیع نے ادائے ثمن مین تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہوگا اور جو بائع سے وہ عقار

ابھی مشتری کے قبضہ میں نہ دیا ہووے تو خصم شفیع کا بائع ہوگا ولیکن گواہ نہ سُنے جاوینگے بائع پر جبتک مشتری حاضر نہووے **ف** اسلیے کہ وہی مالک ہی تو اوسکے حضور مین فسخ بیع کیا جاویگا برخلاف اوس صورت کہ مشتری کے قبضے مین عقار آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہین ہی اسلیے کہ وہ اجنبی ہوگیا کذا فی الاصل **ص** اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدہ ثمن **ف** جب وہ مبیع کسی غیر کی نکلے **ص** بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرویت اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط کر دیوے براءت کی ہر عیب سے اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں اوس عقار کے **ف** اور گھر مشتری کے قبضے مین ہی اور ثمن بائع کو نقد مل گئی ہی در مختار **ص** تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونون گواہ لاوے تو شفیع کے گواہ مقبول ہونگے **ف** طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے اور فتوی طرفین کے قول پر ہی **ص** اگر مشتری نے قیمت زیادہ بیان کی اور بائع نے اوس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہی تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاویگا **ف** اور جس صورت مین اسکا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہی اور قبل قبض کے دونون کو قسم کھانا ہوگا اور جو نکول کریگا طرف ثانی کا قول مقبول ہو جاویگا اور جو دونون نے قسم کھالی تو بیع فسخ ہو جاویگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت دیکر عقار لےلیگا در مختار **ص** اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری قیمت مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع کچھ قیمت مشتری کو چھوڑ دیوے تو اوسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی **ف** اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھیگی در مختار **ص** اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے مین عقار کو خریدا ہی تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا تو شفیع اوسکی قیمت مشتری کو دیوے **ف** یعنی جو قیمت روز خرید اوس چیز کی ہووے در مختار **ص** تو عقار کی بیع مین بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے مین لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن موجل کے ہو تو شفیع نقد دام دیکر لےلیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گذر جانے مدت کے ثمن دیکر لیوے اور اگر جو شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو بعوض شراب یا سُور کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہی تو شراب کی صورت مین شراب دیکر اور سور کی صورت مین قیمت اوسکی دیکر عقار لےلیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونون صورتون مین قیمت دیوے اگر مشتری نے اوس عقار مین عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہی کہ ثمن عقار کے ساتھ اون دونون کی قیمت جو حالت استحقاق قلع مین ہی دیکر اونکو بھی لےلیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اوکھاڑ کر لیجاوے اگر شفیع نے زمین لیکر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہین لے سکتا برخلاف مشتری کے کہ اگر وہان ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیرے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد اوسکے وہ ویران اور خراب ہوگیا یا باغ خریدا اوسکے درخت سوکھ گئے تو شفیع اگر اوسکو لیوے تو پورا ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہین کر سکتا اگر مشتری نے مکان لیکر اوسکو گرایا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لےلیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے زمین خریدی اور اوسکے اندر کے درخت اوسی کے ساتھ مع پھل مول لیے یا جسوقت خریدا اوسوقت درخت پر

پھل نہ تھے پھر لگ آئے تو شفیع بھی دو نون صورتون مین درخت مع پھلون کے لے لیگا اور اگر مشتری نے اونکو کاٹ لیا تو صورت اول مین پھلون کے دام مجرا لیکر شفیع قیمت مین کمی دیوے اور صورت ثانی مین کل ثمن ادا کرے **ف** اسواسطے کہ پھل مشتری نے جسوقت خریدا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لیے حکم شفعہ کا قاضی نے کردیا تو اب شفیع کو اوسکا چھوڑنا جائز نہین درمختار

ص باب بیان مین اوسکے جسمین شفعہ ہوتا ہی اور جسمین نہین ہوتا اور جس سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی

شفعہ واجب ہوتا ہی قصداً **ف** یعنی شفعہ قصدیہ واجب ہوتا ہی بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا مین بھی شفعہ ہوجاتا ہی لیکن بالذات اوسمین نہین ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاوین بدون زمین کے تو اوسمین شفعہ واجب نہوگا **ص** اوس شی غیر منقول مین جو ملک مین آوے عوض کے بدلے مین اور وہ عوض مال ہووے اگرچہ اوسکی تقسیم نہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنوان **ف** عوض کی قید سے ہبہ نکل گیا یہان تک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا بلا عوض تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا البتہ اگر ہبہ بالعوض کریگا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہو جیسے ایک گھر عوض مین مہر یا خلع کے دیا جاوے اور غیر مقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہی کہ شافعی رح کے نزدیک غیر مقسوم مین شفعہ نہین ہی اسلیے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے محنت قسمت کے ہی اور ہمارے نزدیک شفعہ ہی کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہی کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار مین جب تنہا بیچے جاوین بدون زمین کے شفعہ نہین ہی اور جو بتبعیت زمین کے بیچے جاوین تو اونمین بھی شفعہ واجب ہی اسی طرح شفعہ نہین ہی میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور اوس گھر مین کہ تقسیم کیا جاوے شرکا مین یا اجرت کے عوض مین دیا جاوے یا بدل مین خلع کے یا آزادی کے یا بدل مین صلح کے قتل عمد سے یا مہر مین اگرچہ بعض گھر کے مقابلے مین مال بھی ہو **ف** جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کرکے اوسپر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایکہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر مین شفعہ نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے حصے مین شفعہ واجب ہوگا اور امام شافعی کا عوض اجرت وغیرہ مین خلاف ہی کذا فی الاصل **ص** اگر عقار اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہی تو جب تک بائع کو اختیار رہیگا شفعہ واجب نہوگا **ف** پھر اگر اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہوگیا بشرطیکہ شفیع اوس وقت طلب کرے قول صحیح مین اور بعضون کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضرور ہی اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہی درمختار **ص** اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہی شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا **ف** اور جب حق فسخ ساقط ہوجاوے مثلاً مشتری اوسمین عمارت بناوے تو شفعہ ثابت ہوجاویگا کذا فی الاصل **ص** اگر بیع کیوقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اوسکے مبیع بسبب خیار الرویت یا خیار الشرط یا خیار العیب بحکم قاضی بائع پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا اسلیے کہ یہ فسخ بیع ہی نہ بیع جدید اور جو بغیر حکم قاضی وہ شی خیار العیب مین یا اقالہ بیع بائع پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا اور غلام ماذون مدیون بدین محیط رقبہ کو اپنے مولی کے مال مین اور سید کو اپنے غلام ماذون مدیون مذکور کے مال مین حق شفعہ پہونچتا ہی اور شفعہ ثابت ہی اوس شخص کے لیے جو خود خرید کرے یا دوسرے کے لیے خریدے یا کوئی دوسرا اوسکے لیے خریدے فائدہ اسکا یہ ہی کہ اگر مشتری یا موکل شریک ہون اور ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری کے موکل کو بھی شفعہ پہونچے گا **ف** مثلاً ایک گھر مین تین شخص شریک ہین ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسرے کا حصہ

خریدنے کے لیے توموکل شفیع ہی اور وکیل مشتری ہی تو دونون کو حق شفعہ پونہچیگا کذا فی الاصل ص اور اگر مشتری شریک ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو شفعہ نہ پونہچیگا اور جو شخص بیچے اصالةً یا وکالةً یا اوسکی طرف سے دوسرا شخص بیچے یا وہ ضامن ہو درک کا اور وہ شفیع ہو تو اوسکا شفعہ ساقط ہو جاویگا ف اسلیے کہ بیع اور ضمان درک مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتی ہی لہذا شفعہ باطل ہو گیا ص اگر کسی نے اپنی زمین اسطرح بیچی کہ جو جانب شفیع کی طرف ملی ہوئی تھی اوسمین سے ایک ہاتھ کم کرکے فروخت کی ف یہ پہلا حیلہ ہی اسقاط شفعہ کا جو بسبب جوار کے ہووے صورت اوسکی یہ ہی کہ گھر کو بیع کرے مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک انگل کے موافق عرض مین اور طول مین جسقدر شفیع کی زمین سے ملی ہی چھوڑکر باقی کو بیع کرے ص تو شفیع کو شفعہ نہ پونہچیگا ف اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے تھا اور اتصال مبیع سے یہان نہ تھا ص یا ایک حصہ اوس زمین کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصہ اول مین شفعہ پونہچیگا نہ ثانی مین ف یہ دوسرا حیلہ ہی واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اوسکی یہ ہو کہ جب ایک گھر کے خرید کا ارادہ کرے بدلے مین ایک ہزار روپیہ کے تو اوس کل گھر مین سے کسیقدر حصہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزاروان حصہ اوس گھر کا نوسو ننانوے روپے کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزاروین حصے مین گھر کے پونہچیگا اور اوسکو بھی وہ نہ لے سکیگا بوجہ گرانی قیمت اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے کو نہین لے سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک تھا اور شریک مقدم ہی جار پر کذا فی الاصل مع زیادة ص یا ثمن کے عوض مین خرید کرکے ایک کپڑا بائع کو دیدیوے تو شفیع نہین لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے مین ف یہ تیسرا حیلہ ہی واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہی کہ ہمسایہ ہو یا شریک صورت اسکی یون ہی کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہی اوسکو ہزار روپے کے بدلے مین خرید کرکے عوض ہزار روپے زر ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اوس گھر کو نہین لے سکتا مگر ہزار روپے کے عوض مین کذا فی الاصل ص حیلۂ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوة اور شفعہ کے امام ابو یوسف رح کے نزدیک مکروہ نہین ہی اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہی مگر فتوی شفعہ مین ابو یوسف رح کے قول پر ہی اور زکوة مین محمد رح کے قول پر ف اسواسطے کہ زکوة عبادت ہی اور اوسمین حیلہ کرنا انتہا کی برائی ہی اسلیے کہ یہ اختیار کرنا ہی بخل کا اور قطع ہی فقرا کے حقوق کا جنکو اللہ تعالی نے مقرر کیا ہی اغنیا کے مال مین اور داخل ہو جانا ہی زمرے مین اون لوگون کے جنکی برائی اس آیت مین ہی وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الآیۃ اور عذاب موعود آیۂ کریمہ کا مستحق ہوتا ہی اور مین کہتا ہون کہ شفعہ مشروع ہوا ہی واسطے رفع کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہی جس سے ہمسایے کے لوگ ایذا پاتے ہین تو اسقاط شفعہ حلال نہین ہی اور اگر مشتری مرد نیک ہی ہمسایے اوس سے نفع اوٹھاتے ہین لیکن ناحق شفیع اوسکا رہنا نہین چاہتا تو اوس وقت مین حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل ص اگر شفیع نے طلب مواثبة نہ کی یا طلب اشہاد نہ کی یا بعد بیع کے شفعہ اپنا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کرلی اپنے حق شفعہ کے بدلے مین کسی عوض پر توان سب صورتون مین شفعہ باطل ہو جاویگا اور صورت اخیر مین شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسیطرح اگر شفیع مر جاوے تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اوسکے ورثہ کو نہ پونہچیگا اور امام شافعی رح کے نزدیک ورثہ کو حق شفعہ پونہچیگا ف یہ جب ہی کہ شفیع قبل

حیل اسقاط شفعہ

قضاے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو ورثہ کو شفعہ ملے گا کذا فی الاصل ص اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہوگا ف بلکہ اوسکے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاویگا ص اگر شفیع قبل اس بات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اوس جائداد کو اپنی بیچڈالے جسکے سبب سے اوسکو استحقاق شفعہ کا حاصل ہے تب بھی شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا ف الا جب کہ بیع بشرط اختیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے ص اگر شفیع کو خبر پہونچی کہ مکان زید خریدتا ہے اور اوسنے شفعہ چھوڑ دیا بعد اسکے معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپئے کو فروخت ہوا تو اوسنے شفعہ چھوڑ دیا پھر یہ کھلا کہ ہزار سے کمکو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے میں بکا کہ قیمت اوسکی ہزار یا زیادہ ہے تو شفیع کو پھر دعوی شفعہ پہونچیگا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے مین بکا جسکی قیمت ہزار روپئے یا زیادہ ہے تو شفعہ نہ پہونچیگا ف اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیا دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہے بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب مین اگر اوسکی قیمت ہزار روپئے ہے تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزار روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہے اور اگر زیادہ ہے تو بطریق اولی شفعہ نہوگا کذا فی الاصل ص اگر چند شخصون نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصہ لے سکتا ہے اور جو چند شخصون نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصہ نہین لے سکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین مین سے نصف زمین بیچڈالی پھر اوسکو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علیحدہ کیا تو شفیع اوس نصف کو لے سکتا ہے مسائل ملحقہ ابراے عام سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے قضاءً نہ دیانۃً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہو و اگر دار مبیعہ کی ملک کا بھی دعوی ہے اور شفعہ کا بھی تو یون دعوی کرے کہ میں اس گھر کی ملکیت کا دعوی کرتا ہون اگر یہ گھر مجھے پہونچا تو بہتر ہے ورنہ مین شفعہ کے دعوی پر ہون جس لڑکے کا کوئی ولی نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اگر قاضی اوسکی طرف سے کوئی کارپرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے در مختار

ص کتاب القسمۃ

قسمت کہتے ہین ایک حصہ شائع ف یعنی پھیلے ہوئے ص کو جدا کر دینا اور معین کر دینا ف اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شرکا کا یا بعض کا منفعت کو اپنی ملک سے تو اگر شریکون کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین اور شرط قسمت یہ ہے کہ منفعت فوت نہو جاوے تو دیوار اور حمام اور مانند اسکے قسمت نہ کیے جاوینگے در مختار ص جو چیز مثلی ہے تو اوسکی قسمت مین افراز یعنی اپنے حق کا جدا کر لینا غالب ہے اور جو غیر مثلی ہے تو اوسمین مبادلہ غالب ہے ف مثلی جیسے گیہون چاول جو وغیرہ مین افراز اسلیے غالب ہے کہ اوسکے اجزا اور ابعاض مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلاً گیہون اور جو مین سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اوسکی مثل ہے ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہے اور غیر مثلی مین جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین مین مبادلہ غالب ہوا اسلیے کہ اون مین تفاوت بہت ہوتا ہے جیسا کہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اوسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہے کیونکہ دونون حصون مین بالیقین مماثلت اور مساوات نہین ہے ص تو ہر شریک حصہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت مین مثلی مین لے سکتا ہے نہ غیر مثلی مین ف اسلیے کہ مثلی مین تفاوت نہین ہے برخلاف غیر مثلی کے در مختار ص اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر بھی جبر کیا جاویگا

متحد الجنس میں **ف** یہ جواب ہی ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہی غیر مثلی میں پھر کیا وجہ ہی کہ متحد الجنس غیر مثلی میں جبر
کیا جاتا ہی قسمت پر باوجود اس بات کے کہ مبادلہ مال پر جبر نہین کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہی کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہی لیکن اسمین
معنی افراز کے پائے جاتے ہین اور شریک چاہتا ہی کہ اپنے حصے سے نفع اوٹھاوے اسوجہ سے اسمین جبر جاری ہوا علاوہ
اسکے کبھی مبادلہ مین بھی جبر ہوتا ہی جب اوس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے ادائے دین مین کذا فی الاصل **ص** اور
قسمت کرنے والا یعنی قاسم اگر بیت المال سے اجرت دیا جاتا ہو تا لوگون کے مال بغیر اجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اولی ہی اور جو
اجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہی اور اجرت سب شریکون پر برابر ہوگی **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک
جس کا حصہ زیادہ ہو وہ زیادہ اجرت دیوے اور جسکا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اجرت محنت ہی ملک کی اور امام صاحبؒ کہتے ہین
کہ اجرت بعوض ممیز کر دینے کے ہی ایک حصے کو دوسرے حصے سے اور اسمین تفاوت نہین قلیل اور کثیر مین بلکہ کبھی قلیل تر
مشکل ہوتا ہی اور کثیر مین آسان اور کبھی اسکا اولٹا ہوتا ہی تو اوسکا اعتبار متعذر رہا پس سب شریکون پر اجرت برابر ہوگی
باعتبار اصل تمیز کے کذا فی الاصل اور اجرت ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چراسنے اور سلانے والے کی اور محافظت
کرنے والے کی باتفاق امام اور صاحبین کے بقدر حصون کے ہوگی درمختار **ص** واجب ہی کہ قاسم عادل ہو اور علم قسمت
کو خوب جانتا ہووے **ف** اور عادل امانت دار ہووے درمختار **ص** اور حاکم یہ نکرے کہ قسمت کے لیے خاص ایک شخص کو مقرر کر دے **ف**
اصلح یہ کہ وہی شخص اجرت لیکر تقسیم کیا کرے کیونکہ وہ اجرت گران لیگا اور لوگون کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی **ص** اور نہ یہ کہ
اجرت قسمت کی سب قاسمون مین مشترک ہوا کرے **ف** ورنہ وہ آپسمین اتفاق کر کے اجرت گران لینگے **ص** قسمت صحیح ہی سب
شریکون کی رضامندی سے مگر جب اونمین کوئی شریک صغیر سن ہو **ف** یا مجنون ہو جسکا کوئی نائب نہین ہی یا کوئی شریک غائب
ہووے جسکی طرف سے کوئی وکیل نہین ہی کہ ان صورتون مین قسمت لازم نہوگی درمختار **ص** بلکہ اوسوقت اجازت قاضی کی **ف** یا غائب
یا صبی کی بعد بلوغ کے یا اوسکے ولی کی درمختار ضروری ہی **ف** یہ جب ہی کہ شرکا وارث ہون اور جو مشتری ہون تو قسمت
باطل ہی اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہو جاوے جب تک وہ صبی بالغ ہو کر یا اوسکا ولی اجازت ندیوے یا غائب حاضر
نہووے درمختار **ص** اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکی شرا کا یا مطلق
ملک کا اسی طرح غیر منقول اگر اوسکی شرا یا ملک کا دعوی کرتے ہون اور جو اوسکی میراث کا دعوی کرتے ہون تو وہ تقسیم
نہ کیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک یہان تک کہ گواہ لاوین موت پر مورث کی اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبین کے نزدیک
تقسیم کر دیا جاویگا مثل اور صورتون کے اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ عقار اونکے قبضے مین ہی جبتک وہ
اپنی ملک کے گواہ نلاوین باتفاق امام اور صاحبین کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور انھون نے مورث
کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے اور ایک عقار اون دونون کے قبضے مین ہی اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہی
یا غائب ہی تو عقار کو تقسیم کرکے قاضی ایک شخص کو مقرر کر دیگا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کر لیوے اور جو ایک وارث
حاضر ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر یا کئی شخصون نے ایک چیز ملکر خریدی اب ایک خریدار
غائب ہی اور باقی شریک حاضر ہین یا کل یا بعض عقار اوس طفل نابالغ یا غائب کے قبضے مین ہووے تو قسمت نکی جاویگی اس شکل

قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے حصے سے نفع اوٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہے
اور دوسرے کا اسقدر قلیل ہے کہ وہ اوس سے نفع نہین اوٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہوگی اور
حصہ قلیل والے کی طلب سے قسمت نہ کی جاویگی **ف** اسلیے کہ صاحب حصہ قلیل کو قسمت مین کچھ نفع نہین ہے وہ نقصان
پونہچانیوالا ہے طلب قسمت مین اور بعضون نے برعکس کہا ہے یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف
نقصان چاہتا ہے صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کی جاویگی اسلیے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہے اور بعضون
نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی کذا فی الاصل درمختار مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے نقلاً عن الخانیۃ **ص** اگر
قسمت کرنے سے سب شریکون کو ضرر ہوتا ہووے تو قسمت نہوگی جب تک سب شریک طلب کرین تقسیم کو اور قسمت کیجاوے اون
اسباب اور عروض کی جنکی جنس متحد ہے **ف** مثلاً صرف بکریان ہووین یا صرف اونٹ ہووین یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہووے
ص اور جو مال مشترک دو جنس کے ہون **ف** یا کئی جنس کے جیسے بکریان اور اونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے **ص** یا
غلام لونڈی ہون یا جواہرات ہون یا حمام ہو **ف** یا کنوان یا چکی یا کتابین درمختار **ص** تو قاضی قسمت نہین کر سکتا
مگر جب سب شریک راضی ہوجاوین تقسیم پر **ف** اور صاحبین کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شرکا کی طلب سے بھی
تقسیم کردیے جاوینگے جیسے اونٹ وغیرہ امام صاحب کہتے ہین کہ آدمی آدمی مین بہت تفاوت فاحش ہوتا ہے تو مثل اجناس
مختلفہ کے ہوئے اور جواہر مین بعضون کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہین کہ جواہرات
اگرچہ متحد الجنس ہووین جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجہا متفاوت اور کم و بیش ہوتی ہے تو مساواۃ قیمت
اوس مین ممکن نہین ہے اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین تقسیم نہ کی جاوینگی وارثون مین لیکن ہر وارث اوس سے
نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی اوراق کے شمار سے نہوگی اسی طرح جلد جلد سے اگر ایک کتاب کئی
جلد مین ہووے اور اگر وہ شریک باہم راضی ہوجاوین اس بات پر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ
کتابین لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین درمختار **ص** کئی گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک
ہے یا ایک گھر اور ایک دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت جدا جدا ہوگی **ف** یعنی یہ نہوگا کہ ایک شریک کو گھر دیدیا جاوے اور
دوسرے کو زمین یا دکان یا دوسرا گھر دیدیا جاوے بلکہ ہر ایک مین علیحدہ علیحدہ قسمت کیجاویگی اگر سب گھر ایک شہر مین
ہووین امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر مین ہین اور جو دو شہر و نہ
مین ہین تو بالاتفاق قسمت ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ کیجاویگی کذا فی الاصل **ص** اور قسمت کرنے والا شی مقسوم کا نقشہ
کھینچے **ف** قاضی کے دکھانے کے لیے درمختار **ص** اور مقسوم کو قسمت کے حصون پر تعدیل اور تسویہ کرے **ف**
اسطرح پر کہ اقل سہام کو دیکھکر اوسکے مخرج پر مقسوم کے حصے کرلیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہے تو شی مقسوم کے تین حصے کرے
اور جو سدس ہے تو چھ حصے کرے علی ہذا القیاس **ص** اور گزون سے اوسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت
مقرر کرے اور ہر حصے کی آمد کی راہ اور پانی جدا کردیوے اور حصون کا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے
تو جسکا نام پہلے نکلے اوسکو پہلا حصہ دیوے اور جسکا نام دوسری بار مین نکلے اوسکو دوسرا حصہ دیوے **ف** یعنی قاسم

اوس کاغذ پر گزون کو لکھکر جدول قلم سے ہر ذراع فی ذراع کو بہ شکل خشت خام کے بناوے اور مکان اور سائبانون کو بتعین گزون سے ناپ لیوے آور عمارت کی قیمت لگا لیوے آور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب غربی سے مثلاً شروع کرے تو اول حصے کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اوسکے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسیطرح جتنے حصے ہون اخیر تک بعد اوسکے شرکا کے نام قرعہ پر یا کسی اور چیز پر لکھکر پہلے جسکا نام نکلے اوسکو ابتدائی جانب سے جو حصے پہونچتے ہون دیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصے برابر ہون یا کم وبیش انتہی کذا فی الاصل ص اور نقد روپیہ گھر اور زمین کی قسمت مین داخل نکیے جاوینگے مگر شرکا کی رضامندی سے ف تو اگر زمین مین عمارت بھی ہو تو اوسکی قسمت قیمت سے ہوگی امام ابو یوسف رح کے نزدیک آور امام ابو حنیفہ رح سے مروی ہو کہ زمین برابر برابر تقسیم کرکے جسکے حصے مین عمارت آئے وہ دوسرے کو موافق قیمت عمارت کے روپیہ پھیر دیوے تا حصہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے روپیہ داخل کیے جاوینگے قسمت مین اور امام محمد رح سے مروی ہی کہ جسکے حصے مین عمارت ہی وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر اس سے بھی پورا نہو تو کچھ روپیہ دیدیوے اسلیے کہ ضرورت اسیقدر مین ہی کذا فی الاصل ص اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہو گئی اب ایک شریک کی مُہری یا راہ دوسرے شریک کے حصے مین سے ہی اور اسکی شرط قسمت کے وقت نہین ہوئی تھی تو راہ اور مُہری اوسکی بدل دینگے اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کرکے اسطرح تقسیم کرینگے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد و رفت کی راہ جدا ہو وے اگر ایک مکان اوپر اور نیچے کا مشترک ہی اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہی اور اوپر کا مشترک اور ایک اوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہی اور نیچے کا مشترک تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کرکے بلحاظ قیمت تقسیم کیے جاوین امام محمد رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی ف آور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک گزون سے ناپ کر تقسیم کرینگے اسطرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل مین دو گز اوپر کے مکان سے دینگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بھی گزون سے تقسیم ہوگا لیکن اوپر اور نیچے کا مکان برابر رہیگا کذا فی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنے حصے پانے کا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اوسکی تصدیق نہوگی مگر گواہون سے ف اسلیے کہ وہ چاہتا ہی فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہون سے اور ہدایہ مین ہی کہ دعوی اوسکا مقبول نہونا چاہیے بسبب تناقض کے اور مبسوط اور فتاوے قاضی خان مین بھی اسکی تائید ہی آور روایت متن کی یہ دلیل ہی کہ اوس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے اپنے حق پانیکا اقرار کر لیا پھر جب اوسنے خوب سوچا تو اوسکے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اوس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاویگا وقت ظاہر ہونے حق کے کذا فی الاصل مین کہتا ہون کہ اگرچہ یہان اوسکے دعوی مین تناقض ہی لیکن تناقض محل خفا مین عفو ہی جیسا کہ اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ مین مصرح ہی ص اگر دو شخص قاسم تھے تو اونکی شہادت احد الشریکین پر جب وہ انکار کرے اپنے حصہ پانے کا مقبول ہی ف شیخین رح کے نزدیک اور محمد اور شافعی رح کے نزدیک مقبول نہین ہی اسلیے کہ یہ شہادت خود اونکے فعل پر ہی ہم یہ جواب دیتے ہین کہ نہین اپنے فعل پر شہادت نہین ہی بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر بات کی کہ مینے اپنا حصہ سب پا لیا ص اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ مینے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اوسمین سے کچھ لے لیا تو اوس شریک کو حلف دلا دینگے اور جو قبل اقرار استیفاے حق کے اوسنے یہ کہا کہ مجکو اسقدر حصہ پہونچا تھا اور دوسرے شریک نے آنا نہ دیا تو دونون

قسم کھاوین اور قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک راہ کے عرض مین اختلاف کرین تو راہ کا عرض موافق قد دروازہ مکان کے عرض کے کر دیا جاوے اور طول اوسکا بقدر طول دروازے کے اور زمین مین بقدر چلنے بیل کے اور جو شریکون نے شرط کر لی کہ مقدار راہ کی متفاوت رہے تو جائز ہی درمختار ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے مین سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہین بلکہ وہ شریک موافق اوس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لیلیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین مین کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاویگی ف اور اصل کتاب مین اس مقام پر تفصیل کی ہی اگر کسی کا جی چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہی باری باری نفع لینا شی مشترک سے جسکو مہایاۃ کہتے ہین مثلاً ایک دار مشترک مین ایک طرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا اوپر کے مکان مین رہے اور دوسرا نیچے کے مکان مین رہے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یہ کام لیا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر مین ایک دن یہ رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہون ایک ایک سے کام لیا کرے دوسرا دوسرے سے ف

مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہو گیا پھر میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کر ڈالینگے مگر جب سب وارث ملکر قرض کو ادا کر دین یا قرضخواہ اپنا قرضہ سب وارثون کے ذمے سے معاف کر دیوین یا اور ترکہ اسقدر باقی ہو جو قرضے کو کافی ہو اگر بعد قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دعوی دین کیا تو مسموع ہی نہ دعوی عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے مین درخت کی ملک کا مدعی ہوا تو باطل ہی اگر ایک شریک کے حصے کا درخت اوسکی شاخین دوسرے شریک کے حصے مین لٹکتی ہین تو اوسکو جبر اوس درخت کے کاٹنے پر نہین ہوپہنچتا اگر زمین مشترک مین احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی تو اوسکے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین قسمت کر دینگے اگر جسنے عمارت بنائی اوسی کے حصے مین آگئی تو بہتر ہی ورنہ اوسکو منہدم کر دینگے اور یہی حکم درخت کا ہی البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ گراوینگے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کر لین تو درست ہی جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اوسمین ملک قابض کی آجاویگی اور جو اوسمین تصرف کریگا وہ نافذ ہوگا مثل مقبوض بہ شرای فاسد کے اگر مکان مشترک گر گیا اور ایک شریک اوسکی تعمیر نہین کرتا تو قسمت کر دیوین اور جو قسمت نہو سکے تو ایک شریک اوسکو بنا کر کرایہ پر چلاوے اور دام اپنے وصول کر لیوے اگر قاضی کے حکم سے بناوے ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو پھر لیوے انسان کو اپنی ملک مین تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اوس سے ضرر پہنچے درست ہی اسی پر فتوی ہی اور بعضون نے کہا نہین درست ہی اور اوسی پر فتوی ہی درمختار

ص کتاب المزارعۃ

شرع مین مزارعت عبارت ہی اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بقدر بعض خارج ف یعنی تہائی یا چوتھائی اناج جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اوسمین زراعت کرے جو کچھ پیدا ہووے اوسکی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہی ارکان اس مزارعت کے چار ہین ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل مختار

ص امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہین ہی اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا مخابرہ سے ف روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر سے اور مخابرہ لغت مین اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہین اور ایک روایت مین مسلم کی

صاف مزارعت کا لفظ موجود ہی ص اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہی بعض کو اوس چیز کے جو اجیر کے عمل سے
نکلتی ہی تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ ممنوع ہی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی ف اسلیے کہ لوگ اسپر عمل
کرتے چلے آئے ہین اور حاجت ہی طرف اسکے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا
اہل خیبر سے اوپر نصف خارج کے خواہ پھل ہون یا اناج ہو روایت کیا اوسکو ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ بخاری مسلم نے ابن عمرؓ سے
ہدایہ میں اسکا جواب دیا ہی کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحب کے نزدیک جائز
ہی بالجملہ دلیل امام اعظمؒ کی ظاہر حدیث سے قوی ہی اور عمل کرنا مذہب صاحبین پر بنظر ضرورت اور احتیاج کے ہی ص لیکن
مزارعت کے صحیح ہونے کے لیے کئی شرطین ہین پہلی شرط یہ ہی کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہی کہ عاقدین اہل ہون
ف یعنی عاقل ہون تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہین ہی لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہی
طحطاوی ص تیسری شرط یہ ہی کہ مدت مذکور ہو ف موافق دستور کے اور درمختار مین ہی کہ ہمارے زمانے مین ذکر مدت ضرور لہ واسطے اونکے اہل معاملہ کے ۱۲
نہین اور اسی پر فتوی ہی ص چوتھی شرط یہ ہی کہ تخم دینے والے کو معین کر دینا ف یعنی بیج بونے کے لیے کون
دیوے جسکی زمین ہی وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہی وہ دیوے اسکی تعیین ضرور ہی اور بعضون کے نزدیک موافق عرف کے
عمل ضرور ہی درمختار ص پانچوین شرط یہ ہی کہ جو چیز بوئی جاوے اوسکی جنس مذکور ہو ف یعنی باجرا یا جوار یا گیہون
ص چھٹی شرط یہ ہی کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے ف یعنی جس کا بیج نہین ہی اوسکا حصہ مقرر کر دینا ضرور ہی
ص ساتوین شرط یہ ہی کہ زمین محنت کرنے والے کے بالکل سپرد کر دی جاوے ف تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی
شرط ہو یا دونون کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہی کہ زمین کا مالک کہے
کہ مینے زمین تجکو تسلیم کر دی کذا فی الطحطاوی ص آٹھوین شرط یہ ہی کہ جو غلہ پیدا ہووے اوسمین دونون کی شرکت ہووے تو
مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے من یا دو من غلہ معین کر دیا گیا ہووے ف یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے کہ
دس من غلہ فلان کو ملے گا بعد اسکے نصفا نصف یا اثلاثا تقسیم کر لینگے مزارعت اس صورت مین اسلیے باطل ہی کہ احتمال ہی
کہ سوا دس من غلے کے اور کچھ پیدا نہووے تو مشارکت منقطع ہو جاویگی پس ضرور ہی کہ جسقدر نکلے دونون مین مشترک رہے
ص یا ایک مقام خاص مین جو غلہ نکلے وہ ایک کے لیے معین کر دیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر
خراج معین کے پہلے دیدیا جاوے پھر باقی تقسیم ہووے ف ان سب صورتون مین مزارعت باطل ہی اسلیے کہ شاید وہی
مقام خاص مین غلہ نکلے اور کہین نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جسقدر خراج معین ہی اوسیقدر غلہ نکلے زیادہ نہ پیدا ہووے
پس مشارکت نرہیگی اور اگر خراج مقاسمہ ہو یعنی جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہی ہووے تو عقد مزارعت باطل نہوگی جیسے
عشر کی پہلے دیدینے کی شرط ہووے اسلیے کہ اسمین شرکت منقطع نہین ہوتی بلکہ جسقدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اوسکا ربع
یا خمس جو خراج مقاسمہ مین ہووے ادا کرکے باقی بطور شرط کے تقسیم کر لینگے کذا فی الاصل ص یا بھوسا ایک کا ہووے اور دانہ دوسرے کا
ف اسلیے کہ شرکت اس صورت مین منقطع ہو جاتی ہی اوسمین جو مقصود زراعت ہی یعنی اناج کذا فی الاصل ص یا دانہ نصفا نصف
ہووے اور بھوسا اوسکا جو صاحب تخم نہین ہی ف اسلیے کہ یہ شرط خلاف ہی مقتضائے عقد کے کیونکہ بھوسے کا

مستحق وہی ہی جسکے بیج ہین ص یا بھوسا نصفا نصف ہوا ور دانہ ایک کا ہووے ف اسلیے کہ مقصود مین شرکت
منقطع ہو جاتی ہی ص اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور بھوسا تخم والے کو ملے یا بھوسے کا بالکل ذکر نہی کیا
تو درست ہی ف اسلیے کہ اول صورت مین شرط موافق مقتضائے عقد کے ہی کیونکہ بھوسا اوسیکے ملک کی فرایش ہی جسکا تخم ہو
اور دوسری صورت مین مقصود یعنی اناج مین شرکت حاصل ہی تو اس صورت مین کل بھوسا صاحب تخم کو ملیگا اور بعضون
کے نزدیک مشترک رہیگا دانے کی متابعت سے کذا فی الاصل ص اسی طرح مزارعت درست ہی اگر تخم اور زمین ایک کی
ہو اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم ایک کا
اور باطل ہی اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک
کی ہو یا زمین اور عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین اور محنت ایک کی ہووے
ف کل صورتین یہان سات ہین جسمین سے تین درست ہین اور چار نادرست جیسا مذکور ہوا اور تفصیل اور دلیل سب کی
اصل مین مذکور ہی ص جب عقد مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور جو کچھ پیدا نہووے تو محنت
کرنے والے کو کچھ نہ ملیگا اور جبر کیا جاویگا عقد مزارعت کے پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اوس پر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب
تخم پر جبر نہوگا بیج ڈالنے کے پہلے ف اور بعد بیج ڈالنے کے اوسپر بھی جبر ہوگا در مختار ص اور جس صورت مین عقد مزارعت
فاسد ہو جاوے تو پیداوار سب اوسکو ملیگی جسکا تخم ہی اور دوسرے کو اگر اوسکی زمین ہی تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہی تو
محنت کی اجرت ملیگی لیکن جسقدر شرط ہوا تھا اوس سے زیادہ نہ ملیگا اور امام محمدؒ کے نزدیک جہان تک پہنچے اجرت
مثل دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے ف اور جو مزارعت فاسدہ مین کچھ پیدا نہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے
تو زمین اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اجرت مثل عامل کی دینا ہوگی در مختار
ص اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنیوالا زمین کو جوت چکا ہی تو قاضی کے
حکم سے اوسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃً یعنی فیما بینہ وبین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیے ف تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک
عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب اوسکے فریب دینے کے کذا فی الدر المختار ص اور باطل ہو جاتی ہی مزارعت
احد المتعاقدین کے مرجانے سے اور فسخ کی جاتی ہی اگر دین کے سبب سے اوس زمین کی بیع ضرور ہو جاوے ف یہ جب ہی کہ کھیتی پیدا
نہوئی ہو لیکن دیانۃً واجب ہی کہ اگر عامل عمل کر چکا ہو تو اوسکو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اوگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو
تو زمین کی بیع نہوگی اسلیے کہ مزارع کا حق اوس سے متعلق ہی کذا فی الاصل ص اور جو مدت مزارعت کی گذر گئی اور کھیت پختہ نہ ہوا
تو مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت مثل زمین کی واجب ہی اور اخراجات اوسکے دونون پر ہونگے بقدر حصون کے
جیسے اجرت کھیت کاٹنے اور اوٹھانے اور روندنے اور غلے کو بھوسے سے صاف کرنیکی دونون پر بقدر حصون کے ہوگی
اور جو اسکی شرط محنت کرنیوالے پر ہو تو مزارعت فاسد ہو جاویگی اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہی اور عامل کو یہ کام کرنا پڑیگا بسبب
رواج کے تو حاصل اس مقام کا یہ ہی کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہی تو وہ عامل پر ہی اور جو بعد اوسکے ہی وہ دونون پر ہی موافق حصون کے

ص کتاب المساقاة

مساقات کہتے ہین اشجار دینے کو اسلیے کہ دوسرا شخص اوسکو پرورش کرے بعوض ایک حصے کے اوسکے پھلون مین سے اور مساقات مثل مزارعت کے ہی حکم مین ف یعنی مساقات صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی ص اور اختلاف مین ف یعنی امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک باطل ہی اور صاحبین رح کے نزدیک درست ہی اور دلائل ہر ایک کے وہی ہین جو کتاب المزارعۃ مین گذر چکے ص اور شرطون مین ف یعنی جو شرطین مزارعت کی تھین وہی شرطین مساقات کی ہین جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور عامل کا حصہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہین مساقات مین اور امام شافعی رح کے نزدیک مساقات جائز ہی اور مزارعت ضمن مین مساقات کے درست ہی اسلیے کہ اصل ان عقود مین مضاربت ہی اور مساقات بہت مشابہ ہی مضاربت سے اس امر مین کہ دونون مین نفع مین شرکت ہی اور مزارعت مین صرف نفع مین شرکت جائز نہین یعنی اوس اناج مین جو تخم پر زائد ہووے بلکہ کل مین شرکت چاہیے کذا فی الاصل ص اگر مدت کا ذکر مساقات مین ضرور نہین ہی اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی ف از روے استحسان کے اسلیے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہی کذا فی الاصل ص اور اول بار کے پھلون پر واقع ہوگی اور رطبہ مین جبتک اوسکا بیج نہ نکلے ف رطبہ کو فارسی مین سپست تر کہتے ہین اور وہ ایک گھانس ہی کہ جانورون کو کھلایا کرتے ہین تو جب کسی نے رطبہ کو بطور مساقات کے دیا تو بیان مدت شرط نہین ہی پس جب تک رہیگی کہ بیج اوسکا نہ نکلے اسواسطے کہ اوسکے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہی مترجم مین کہتا ہون کہ اکثر اوسمین تخم غیر مقصود ہوتا ہی بلکہ ہر سال مین چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہی اور اگر تخم مقصود ہو تو ایکدفعہ کاٹ کے چھوڑ دیجاتی ہی تخم کے پکنے تک پس جہان تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیے کہ ایک سال تک مساقات رہے کذا فی الاصل ص اگر مساقات مین ایتنی مدت بیان کی جسمین پھل نہین پکتا تو فاسد ہوگی اور جو اسقدر مدت بیان کی کہ اوسمین کبھی پک جاتا ہی اور کبھی نہین پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اوس میعاد مین پک گیا تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہی مساقات انگور اور درخت اور ترکاریون اور بیگن کی جڑون اور کھجور مین اگرچہ اوسمین پھل موجود ہون لیکن پکے نہون تو اگر پکے ہوے پھل ہون تو پھر مساقات صحیح نہوگی بسبب حاجت نہونیکے جیسے مزارعت تیار کھیتی مین صحیح نہین ہی تو اگر احد المتعاقدین مر جاوے یا مدت مساقات کی گذر جاوے اور پھل کچے ہون تو عامل یا وارث اوسکے کام کیے جاوین اگرچہ زمین کا مالک یا اوسکے ورثہ خوش نہون اور مساقات نہین فسخ ہوگی مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہوجانے سے یا چور ہونے سے کہ اوسکی طرف سے خوف ہو پھل اور شاخون کا اور خالی جنگل کا دیدینا کسی کو ایک مدت معین کر کے تاکہ وہ اوسمین درخت لگاوے پھر زمین اور درخت دونون مین نصفا نصف ہو جاوے درست نہین ہی بلکہ درخت اور اوسکے پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت ملیگی ف یعنی جو درخت کی قیمت گاڑنے کے دن تھی حیلہ اسکے جواز کا یہ ہی کہ عامل آدھے درختون کو بعوض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اجرت پر تاکہ مالک کے حصے مین وہ محنت کر کے درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم

ص کتاب الذبائح

ف ذبائح جمع ہی ذبیحہ کی ذبیحہ اوس حیوان کا نام ہی جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہی اور ذبح بالفتح تو عبارت ہی قطع عروق سے درمختار ص حرام ہی وہ ذبیحہ جسکی ذکات نہ کی جاوے ف ذکات کا بیان آگے آتا ہی اسواسطے کہ فرمایا

یعنی ذبح نہ کیا جاوے ۱۲

اللہ تعالی نے اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ یعنی حرام ہین اوپر تمھارے میتہ اور دم بیان تک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی اوسکی اور ذبیحہ
سے مراد وہ حیوان ہی جو قابل ذبح کے ہی تو اوس سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی اسواسطے کہ اونکی شان سے ذبح نہین ہی اور اس آیت سے
معلوم ہو گئی حرمت اوس جانور کی جو اونچے سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو ٹکڑا زندہ جانور سے قطع کر لیا گیا
کذا فی الاصل باختصار و زیادہ ص ذکات دو قسم کی ہی ایک ذکات ضروری وہ زخم پونہچانا کسی مقام پر بدن کے ہی اور دوسرا
ایک ذکات اختیاری وہ ذبح کرنا ہی درمیان حلق اور لَبَّہ کے ف لَبَّہ بفتح لام اور تشدید با عبارت ہی منحر سے اور منحر موضع
ہی نحر کا سینے سے کذا فی الاصل یعنی سر سینہ جہان سے سینہ شروع ہوا ہی وہان سے لیکر جبڑون تک ذکات اختیاری کا
مقام ہی و دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ذبح درمیان مین لبہ اور
جبڑون کے ہی کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہی اس لفظ سے ص اور ذبح کی رگین جنکا قطع ذبح مین ضروری ہی
چار ہین پہلی حلقوم یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہی دوسری مَرِی بروزن اَمِیر نام اوس رگ کا ہی جس سے کھانا
پانی جاتا ہی تیسری اور چوتھی دو شہ رگین کہ اون مین خون پھرتا ہی اور اون کو عربی مین وَدجین کہتے ہین ف یہ دونون
رگین داہنے بائین حلقوم اور مری کے واقع ہین ص تو جائز نہین ہی ذبح فوق العقدہ یعنی اوپر گرہ کے ف
بعض کے نزدیک جائز ہی اسواسطے کہ فرمایا حضرت علیہ السلام نے ذکات درمیان مین لبہ اور جبڑون کے ہی کذا فی الاصل
درمختار مین اسی قول کو صحیح رکھا ہی ص اور حلال ہو جاویگا ذبیحہ اگر ان چارون رگون مین سے تین رگین بھی کٹ جاوین ف
اسواسطے کہ تین اکثر ہین اور اکثر کو حکم کل کا ہی یہی قول ہی امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر رگ کا اکثر
قطع ہونا ضرور ہی ہدایہ ص صحیح ہی ذبح ہر ایک دھاردار تیز چیز سے جو ان چارون رگون کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ
نرکل کا پوست یا پتھر تیز دھاردار ہووے ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے رافع بن خدیج سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالی کا تو کھاؤ اوسکو سوا دانت اور ناخون کے لیکن دانت
تو ہڈی ہی اور لیکن ناخن سو چھریان حبشیون کی ہین اور روایت کی بخاری نے کعب بن مالکؓ سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری
کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اوسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اوسکے کھانے کا ص مگر دانت سے
اور ناخون سے جب بدن مین جمے ہوے ہون ف لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہون بدن سے تو اون سے ذبح حلال
ہی ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہی اور شافعیؒ کے نزدیک حرام ہی اور ذبیحہ مردار ہی اسلیے کہ رافع بن خدیج کی حدیث مین جو اوپر
گذری حضرتؐ نے استثنا کر دیا دانت اور ناخون کا اور فرمایا آپ نے کہ وہ چھریان ہین حبشیون کی اور جواب ہمارا اس حدیث سے
بچند وجوہ ہی پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہی اور ذبح دانت اور ناخون سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہی دوسری یہ کہ مراد اوس
حدیث مین دانت اور ناخون سے وہی دانت اور ناخون ہین جو انسان کے بدن مین جمے ہوے ہون اسلیے کہ حبشیون کی یہی عادت تھی
کہ ناخون بڑھایا کرتے تھے اور انہی سے ذبح کیا کرتے تھے کذا فی الاصل اور جب ناخون اور دانت جدا ہو گیا تو اب حکم اوسکا
مثل اور آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہی تیسری یہ کہ روایت ابوداؤد اور نسائی مین موجود ہی کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ
بہا تو خون جس چیز سے چاہے تو اور ذکر کر تو نام اللہ تعالی کا اور اسمین استثنا نہین دانت اور ناخون کا تو یہ حدیث عام ہی

اور عام معارض ہی خاص کی واللہ اعلم ص اور مستحب ہے کہ چھری تیز کر رکھے قبل جانور کے لٹانے کے ف
اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے شداد بن اوس رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی نے
ضرور کیا احسان ہر چیز پر سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیے کہ تیز کرے ایک تم مین
سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحے کو ص اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی
حاکم نے مستدرک مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوئے ہے بکری کو اور تیز کر رہا ہے
چھری کو تو فرمایا آپ نے کہ تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیون نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے ص جیسے
اوس کا پاؤن پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے اسیطرح مکروہ ہے ذبح کرنا گردن کے پیچھے سے ف لیکن وہ حلال ہے
ہمارے اور شافعی رح کے نزدیک اگر رگون مذکورہ کے کٹنے تک وہ زندہ رہے اور جو قبل اوسکے مرجاوے تو حرام ہے
اسواسطے کہ بدون ذبح کے مرگئی اور امام مالک اور احمد رح کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہے ص اور اسیطرح سخت ذبح کرنا
کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اوسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے ف کلیہ یہ ہے کہ
جس مین عذاب دینا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہے وہ سب مکروہ ہے در مختار ص اور شرط ہے کہ ذبح کرنیوالا مسلمان ہو
یا اہل کتاب مین سے ہووے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ
یعنی ذبیحہ اون لوگون کا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاری حلال ہے واسطے تمہارے اسواسطے کہ وہ نام اللہ
تعالی کا لیتے ہین وقت ذبح کے کذا فی الاصل اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عزیر یا عیسی مسیح علیہ السلام
کا نام لیوین تو ذبیحہ حرام ہوجاوے گا جیسے مسلمان اگر ذبح کے وقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیکے ذبح کرے کفایہ
جاننا چاہیے کہ مراد طعام سے اس آیت مین ذبیحہ ہے نہ اناج وغیرہ اسلیے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی
بیکار ہوئی جاتی ہے کیونکہ اناج وغیرہ مشرکین سے بھی لینا درست ہے ص اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنیوالا
اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے تو درست ہے ذبیحہ اوس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے
ہون ف اور جو صبی یا مجنون ایسا ہو کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نسمجھتا ہووے تو اوس کا ذبیحہ درست نہین ہے ص
اور درست ہے ذبیحہ جسکا ختنہ نہوا ہووے اور گونگے کا ف اسلیے کہ گونگا اللہ تعالی کے نام لینے سے معذور ہے
تو وہ مثل ناسی کے ہوا ص اور نہین حلال ہے ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا ف اسواسطے کہ مسند عبد الرزاق
مین حسن بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان مین کہ نہ نکاح
کرنے والے ہو اون کی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحہ اون کے ص اور مرتد کا اور جو عمداً اور قصداً
وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اگر مسلمان قصداً ذبح کیوقت تسمیہ ترک
کرے تو ذبیحہ حرام ہوجاویگا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ یعنی نہ کھاؤ
تم اوس جانور کو جس پر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزین نے ابن عباس رض سے کہ جو شخص بھول جاوے بسم اللہ
کو وقت ذبح کے تو کچھ مضایقہ نہین اور جو عمداً ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاویگا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سا حدیث مین عدی بن حاتم سے کہ تو نے بسم اللہ کہی ہی اپنے کتے پر نہ دوسرے کے کتے پر تعلیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ کے
اور اجماع کیا صحابہ کرام اور تابعین نے حرمت پر اوس ذبیحہ کی جسپر قصداً نام اللہ تعالیٰ کا ترک کیا جاوے اور خلاف ذکا
حرمت وحلت مین اوس ذبیحہ کے ہی جسپر سہواً اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالکؒ کا یہ ہیکہ وہ بھی حرام ہی اور
ابن عباسؓ اور علیؓ اور اکثر صحابہ کے نزدیک حلال ہی پس قول امام شافعیؒ کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصداً ترک کرے تسمیہ کو حلال
ہی مخالف ہی کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہ ومن بعدہم اللہ وکثر ائمہ مجتہدین کے اور وہ جو استدلال کرتے ہین
شافعیؒ اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمان ذبح کرتا ہی اللہ تعالیٰ کے نام پر تسمیہ کہے یا نہ کہے تو جواب اوس سے
بچند وجوہ ہی اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہین پائی گئی ہان روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمان کافی ہی اوسکو نام اللہ تعالیٰ کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کیوقت تو چاہیے کہ بسم اللہ
پڑھ کر کھا لیوے اور اسنادمین اسکی محمد بن یزید بن سنان صدوق ہی لیکن ضعیف الحفظ ہی اور روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے
اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہی ابن عباسؓ پر اور حدیث موقوف شافعیؒ کے نزدیک حجت نہین ہی اسیطرح جو روایت کی ابوداؤد
نے مراسیل مین کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہی لیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالیٰ کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اوسکے ثقات مین کیونکہ حدیث مرسل شافعیؒ
کے نزدیک قابل احتجاج کے نہین ہی دوسری یہ کہ یہ حدیث محمول ہی اوپر حالت نسیان کے اسی واسطے اجماع کیا صحابہ رضی اللہ عنہم
نے حرمت متروک التسمیہ عامداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہ کرام مین کچھ اس باب مین مناظرہ اور خلاف ہوتا
تیسری یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہی عامد اور ناسی کو مخالف ہی کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہو
آیت قطعی کے تو باتفاق اہلیہ قابل قبول نہین ہوتی چوتھی یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل اصحاب صدر اول یعنی صحابہ اور تابعین نے
اور یہ دلیل ہی اسکے ضعف اور بے اصلیت کی پانچوین یہ کہ یہ حدیث مخالف ہی اجماع صحابہ کے پس رد کی جاویگی واللہ اعلم
ص تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہی ف بسبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لا
تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا یعنی نہ مواخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاوین ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام اللہ کا
دل مین ہی ہر مسلمان کے محمول ہی اوپر حالت نسیان کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت مین بھی ذبیحہ حرام ہی کذا فی
الاصل ص اگر کسینے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم اللہ اللّٰہم تقبل من فلان
تو مکروہ ہی ف یا یون کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ دال کے پیش سے اور جو دال کو زیر یا زبر دیگا تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا در مختار اور اگر
قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ہی چنانچہ صحیح مسلم مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہی کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لٹایا دنبے کو پھر اوسکو ذبح کیا اور کہا بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَّمِنْ اُمَّۃِ
مُحَمَّدٍ یعنی یا اللہ قبول کر تو اسکو محمد سے اور آل سے محمد کی اور امت سے محمد کی ص اور جو بسم اللہ پر عطف کر کے کہا جیسے
باسم اللہ واسم فلان یا بسم اللہ وفلان یعنی ذبح کرتا ہون مین اللہ تعالیٰ کے نام اور فلان کے نام پر یا اللہ اور فلان کے نام پر تو وہ ذبیحہ مردار
حرام ہو جاویگا ف خواہ وہ فلان نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَآ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی حرام ہی تمہیر وہ
ذبیحہ جسپر غیر خدا کا نام لیا جاوے در مختار مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو مقام مین مجکو ذکر نکرنا چاہیے ایک تو

پھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت **ص** اور جو قبل لٹاتے جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہین ہی
ف جیسا کہ گذرا صحیح مسلم مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت ذبح کے فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابوداؤد وترمذی
نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو اونکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ
دعا کی اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ
صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ
وَلَكَ وَاِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کیا اور دوسری حدیث
جابرؓ سے ترمذی مین یون ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ
اکبر اللہم ھٰذا عنی وعمن لم یضح من امتی **ص** مستحب ہی اونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گاے بکری کا
ذبح کرنا اور جو اونٹ کو ذبح کیا اور گاے بکری کو نحر کیا تو درست ہی لیکن مکروہ ہی **ف** بسبب مخالفت سنت کے اسلیے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دنبے کو ذبح کیا اور اونٹ کو نحر کیا جیسا بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہی اور اللہ تعالی
نے بھی فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ پہلی آیت گاے مین اور دوسری دنبے مین
دونون مین ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب مین **ص** اور ضروری ہی ذبح کرنا اوس
وحشی جانور کا جو آدمیون سے ہل گیا **ف** اسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اوس صورت مین حاجت ہوتی ہی
جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو درمختار **ص** اور کفایت کرتا ہی زخمی کرنا اوس چارپائے جانور کا جو وحشی ہوگیا **ف** اسلیے
کہ جب وہ جانور وحشی ہوگیا تو ذکات اختیاری سے عجز ہوا پس ذکات اضطراری جائز ہی **ص** یا کنوئین مین گر پڑا اور اوسکا ذبح نا ممکن
ہوگیا **ف** یا سرکش ہوگیا اور آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جسپر اوسنے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال
ہی درمختار اور امام مالک رح کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہوگا اور دلیل ہماری قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور
کے حق مین کہ اگر تو نیزہ مارے اوسکی ران مین تو کافی ہی یعنی ذکات ضرورت مین اور صحیح بخاری مین ہی ابن عباسؓ سے کہ جو تیرے
ہاتھ سے نکل جاوے تو حکم اوسکا مثل صید کے ہی اور کہا اونھون نے کہ اونٹ اگر گر پڑے کنوئین مین تو ذکات کر اوسکی جسطرح
قادر ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہی علیؓ اور ابن عمرؓ اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالی
کتاب الصید مین آویگا **ص** ایک جانور کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے ایک بچہ مردہ نکلا تو وہ حلال نہین ہی **ف** البتہ اگر زندہ نکلے
اور اوسکو بھی ذبح کر لیا جاوے تو حلال ہی یہ مذہب امام اعظم رح کا ہی اور صاحبین اور شافعی رح کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مردہ نکلے
حلال ہی جب اوسکی خلقت پوری ہوگئی ہو اسواسطے کہ مروی ہی ابو سعید خدریؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اوسکی مان کا ہی اور عبارت حدیث کی یہ ہی ذَكَاةُ الْجَنِيْنِ ذَكَاةُ اُمِّهٖ اخراج کیا اوسکا امام احمد رح نے
اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور دلیل امام اعظم رح کی آیت ہی کلام اللہ کی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ اور جواب اس
استدلال سے یہ ہی کہ لفظ اس حدیث کا دو طرح سے منقول ہی ایک ذکات امہ بہ نصب ذکات دوسرے برفع ذکات اور ظاہر ہی
کہ نصب ذکات کی صورت مین کاف تشبیہ یہان سے محذوف ہی تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین کی مثل ذکات مان

له یعنی ... نزدیک ... اور امام مالک ... اونٹ کا ... [illegible]

[illegible] ... نہین ... الا ... [illegible]

اوسکی سکے ہی یعنی جیسے ماں کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہی ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اوسکے ذبح سے ہو گی تو یہ حدیث حجت ہماری ہو گی نہ صاحبین اور شافعیؒ کی اور برفع ذکات کی صورت مین بھی تشبیہ علی وجہ الکمال ہی اسلیے کہ جب مبالغہ تشبیہ مین منظور ہوتا ہی تو مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کر دیتے ہین جیسے شاعر کا قول وعیناک عیناہا وجیدک جیدہا اگر کوئی کہے کہ ابتداے حدیث مین یہ ہی کہ کہا ہمنے یا رسول اللہ ہم نحر کرتے ہین ناقہ کو اور ذبح کرتے ہین گائے بکری کو تو پاتے ہین ہم پیٹ مین اوسکے بچہ آیا ڈال دین ہم اوسکو یا کھا دین اوسکو تب فرمایا آپنے کھاؤ اوسکو تم روایت کیا اوسکو ابو داؤد وابن ماجہ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہی اوس امر پر کہ مراد جنین میت ہی تو ہم جواب دینگے کہ اس دلالت کو ہم منع کرتے ہین اور کون سی دلیل ہی مقام پر کہ مراد سوال وجواب مین خاص جنین میت ہی بلکہ جائز ہی کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور درصورت ارادہ مطلق استدلال کرنا نص محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حرمت میتہ پر دال ہی کمال بعید ہی انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہی

ص فصل بیان مین اون جانورون کے جنکا کھانا درست ہی اور جنکا درست نہین

حلال نہین ہی ہر درندہ جو لیتے دانت سے شکار کرتا ہی ورنہ ہر پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہو ف باتفاق ائمہ ثلثہ یعنی ابو حنیفہ و شافعی و احمدؒ اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندے سے اور روایت کی ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہی دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجے والے پرند جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص اور حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہین جیسے چوہا اور گھونس چھچھوندر سیہی وغیرہ یہی قول ہی شافعیؒ اور احمدؒ کا بھی اسلیے کہ یہ جانور سب خبیث ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے ویحرم علیہم الخبائث اور حرام کرتا ہی اون پر ناپاک چیزین اور امام مالکؒ کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض مکروہ ہین بکراہت تحریمی ص اور بستی کے گدہے ف یعنی پالو گدہے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے بھی اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہین دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدھون کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابرؓ مین ہی کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھون کے گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ایمہ درست ہی اسلیے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے ابو قتادہ سے حمار وحشی کے قصے مین کہ کھایا اوسمین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جسکی ماں گدھی ہو اور جو ماں اوسکی گائے ہو تو وہ حلال ہی باتفاق یہی قول ہی شافعیؒ اور احمدؒ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہی دلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہی کہا کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھون کا اور خچرونکا اور ہر درندے اور پنجے والے کا روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا غریب ہی اور روایت کی ابن ماجہ نے خالد بن الولیدؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑون کے اور خچرونکے اور گدھون کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور بعض مالکیون کے اور احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک حلال ہی بدلیل حدیث جابرؓ کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت مین گھوڑون کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور بھی روایت کیا بخاری و مسلم نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے کہا انھون نے نحر کیا ہمنے عہد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا پھر کھایا ہمنے اوسکو دلیل امام اعظمؒ کی حدیث خالد بن الولید کی ہی جو اوپر گذری تو دوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہی اور مانا اوسکے گوشت کے

ع [illegible]

مباح ہونے مین تقلیل ہی آلہ جہاد کی اور صحیح یہ ہی کہ امام اعظم رح نے رجوع کیا حرمت سے اوسکی اور قائل ہوئے اوسکی حلت کے تین دن
اپنی موت سے پیشتر اور اوسی پر فتوی ہی در مختار ص اور بجو اور گوہ ف اسواسطے کہ بجو دانت والا ہی اور گوہ حشرات الارض
مین سے ہی اور روایت کی ابوداؤد نے عبدالرحمن بن شبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے
اور یہ حدیث حجت ہی مالک رح اور شافعی رح پر کہ اونکے نزدیک گوہ مباح ہی دلیل اونکی حدیث ابن عباس رض ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہین ہی لیکن نہین ہوتا میری قوم کی زمین مین سو مین مکروہ جانتا ہون اسکو روایت کیا اوسکو بخاری
ومسلم نے امام صاحب کی طرف سے اس استدلال کا یہ جواب ہی کہ یہ حدیث ابتداے اسلام کی ہی اور پہلے آپنے گوہ کو خود نہ کھایا
تھا لیکن منع بھی نہین کیا تھا بعد اوسکے آپنے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباس رض کی معارض ہی حدیث عبدالرحمن بن شبل
کی تو نہی کو ترجیح ہوگی اسلیے کہ محرم مقدم ہی مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے مین گوہ کے احتیاط ہی برخلاف کھانے کے ص اور بھڑ
اور کچھوا ف اسلیے کہ بھڑ موذیات مین سے ہی اور کچھوا خبائث حشرات مین سے ہی ہدایہ ص اور کوا سیاہ بڑا یا گِدا اور ابلق کوا جو مردار
کھاتا ہی ف اور جو کوا مردار بھی کھاتا ہی اور دانہ بھی کھاتا ہی یا صرف دانہ کھاتا ہی تو وہ درست ہی امام اعظم رح کے نزدیک عینی
ص اور ہاتھی ف اسلیے کہ وہ دانت والا ہی ص اور جنگلی چوہا ف یا گھونس اسلیے کہ وہ حشرات الارض اور سباع مین سے
ہی ص اور سنولا ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض مین سے ہی اور چمگادڑ مین دو قول ہین ایک قول مین حلال دوسرے مین حرام
ہی عالمگیری ص اور دریائی جانورون مین سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہین ہی ف اور امام مالک رح کے نزدیک سب دریائی
جانور حلال ہین کیکڑا اور کچھوا دریائی اور مینڈک اور سور دریائی لیکن سور دریائی اونکے نزدیک مکروہ ہی اور ایک روایت مین ہی کہ انھون نے
توقف کیا اوسمین اور امام احمد رح کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہین مگر گھڑیال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سور دریائی
یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا اور بعض اصحاب شافعی رح کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہین اور یہی اصح ہی اونکے
مذہب مین ظاہر متمسک انکا آیت سے کلام اللہ کی ہی اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ یعنی حلال ہی واسطے تمھارے شکار دریا کا اور
یہ عموم سب جانورون کو شامل ہی اور ہم یہ کہتے ہین کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سے آیات و احادیث مین مچھلی ہی اسلیے کہ وہی
پاکیزہ ہی اور باقی سب خبیث ہین اور خبائث ہمارے دین مین حرام ہین دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہی لیکن حضرت صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم نے منع کیا اوس سے کہ دوا مین ڈالا جاوے تو کھانا بطریق اولی حرام ہوگا روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بھی حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے کذا فی الہدایہ ص لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مرکر پانی پر تیر آوے
تو اوسکا کھانا حرام ہی ف اسلیے کہ وہ میتہ ہی اور جو کسی آفت سے مثلاً پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا کھانے سے مرجاوے یا زخمی
ہوکر مرجاوے تو درست ہی اسیطرح جو مچھلی پیٹ مین سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہی جو مچھلی خود بخود مرکر تیر آوے اوسکو طافی
کہتے ہین حنفیہ کے نزدیک حرام ہی اور شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک درست ہی کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے دریا پاک ہی پانی اوسکا اور حلال ہی مردہ اوسکا روایت کیا اوسکو ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ابوہریرہ رض سے امام صاحب
کی طرف سے جواب یہ ہی کہ مراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہی جو بآفت مرجاوے جیسے پکڑلی جاوے یا مدیا لگٹ جاوے یا دریا اوسکو باہر نکالکر پھینک
دیوے اسلیے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ابن عدی نے کامل مین

ابوالزبیرؓ سے انھون نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو پھینکدے دریا یا پانی اوسکو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اوسکو اور جو مرجاوے دریا مین اور تیر آوے تو نہ کھاؤ اوسکو تو جب حدیث صریح ممانعت مین طافی کے موجود ہی پھر حلت کی کیا وجہ ہی **ص** مچھلی کی سب قسمین درست ہین یہان تک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہی **ف** اور محمدؒ سے ایک روایت مین حرام ہین لیکن یہ قول ضعیف ہی **ص** اور حلال ہی ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیان بغیر ذکات کے **ف** یہی قول ہو احمدؒ اور شافعیؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہی دلیل ہماری بہت حادیث ہین ایک حدیث احمدؒ اور دارقطنی اور ابن ماجہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہین واسطے ہمارے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہین اور دو خون جگر اور تلی ہین دوسری حدیث ابن ابی اوفی کی کہا انھون نے کہ جہاد کیے ہمنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے ٹڈی کو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی نے تیسری حدیث سلمانؓ کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب مین کہ نہ کھاتا ہون مین اوسکو نہ حرام کرتا ہون مین اوسکو روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے **ص** اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہی اور خرگوش **ف** حلال ہی باتفاق ائمہ اربعہ کے اور بہت سے احادیث اوسکی حلت مین وارد ہوے ہین جو مذکور ہین صحاح مین بخاری مین انسؓ سے مروی ہی کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت خرگوش کا **ص** اور عقعق نہ کا **ف** عقعق وہ کوا ہی جو مردار اور دانہ دونون کھاتا ہی اوسکا حلال ہونا صحیح قول ہی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہی اسیطرح جو مرغی نجاست کھاتی ہو حلال ہی لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہی اسیطرح حلال ہی طوطا اور ہدہد طاؤس باتفاق ائمہ ثلثہ کے کذا فی المیزان الشعرانی **مسألہ ضروری** ذبح کیا ایک جانور امیر کے آنے کے لیے یا کسی شخص کی تعظیم کے واسطے سواے خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہی اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جاوے در مختار اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان مین رواج ہی کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گاے یا شیخ سدو کا بکرا یا اوجالا شاہ کا مرغا ذبح کرتے ہین وہ گاے بکرا مرغا مردار ہی اسواسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہین اور صحیح مسلم مین وارد ہی حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہ لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ یعنی لعنت کرے اللہ اوس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانون کو چاہیے کہ ایسے امورات سے خود احتراز رکھین اور اورون کو جو جاہل ہین سمجھا کر ان چیزون کو ترک کرا دیوین نمایۃ الاوطار مع زیادۃ البتہ یہ صورت درست ہی کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کرین اور ثواب اس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پونہچا دین واللہ اعلم

ص کتاب الاضحیۃ

ف یہ کتاب ہی قربانی کے بیان مین جو جانور عید اضحی کے دن ذبح کیا جاوے اوسکو اضحیہ کہتے ہین کیونکہ وقت ضحی یعنی چاشت کے اوسکو ذبح کرتے ہین **ص** قربانی مین ایک بکری ایک آدمی کیطرف سے ضرور ہی اور گاے یا بیل یا اونٹ ایک آدمی سے سات آدمیون تک کیطرف سے بھی ہو سکتا ہی **ف** اور جو سات سے کم ہون تو بطریق اولیٰ جائز ہی لیکن بکری مین ایک آدمی سے زیادہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسمین ایک آدمی سے زیادہ اجازت نہین دی چنانچہ ابو سعیدؓ سے مروی ہی کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا جسکے پاؤن اور آنکھین اور منھ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اونٹ اور بیل اور گاے مین بھی لیکن جائز رکھے ہمنے اوسمین سات آدمی تک اسلیے کہ روایت کی مسلم اور ابو داؤد نے جابرؓ سے کہ فرمایا

ف [illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گائے سات آدمیون کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیون کی طرف سے ہی **ص**
لیکن یہ شرط ہو کہ کوئی شریک ساتوین حصے سے کم کا نہووے **ف** تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتوین حصے سے کم
ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی درست نہوگی اور امام مالک رح کے نزدیک ایک گائے یا بیل یا اونٹ ایک گھروالون
کی طرف سے درست ہی اگرچہ سات سے زیادہ ہون لیکن دو گھروالون کیطرف سے درست نہین اگرچہ سات سے کم
ہون کذا فی الاصل **ص** پھر جب قربانی مین شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کرین نہ اٹکل سے مگر جب کہ
گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملا لیجاوین تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین **ف** یعنی ہر جانب مین کچھ گوشت
اور کچھ پائے ہون یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہون اور دوسری جانب مین گوشت
اور کھال ہو اور اس صورت مین اٹکل سے تقسیم اسلیے درست ہوئی کہ جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیر دینگے کذا
فی الاصل **ص** ایک گائے ایک شخص نے قربانی کے لیے خریدی پھر چھ آدمی اوسمین اور شریک ہوگئے تو جائز
ہی استحساناً **ف** اور قیاساً نہین جائز ہی اور یہی قول ہی زفر کا اسلیے کہ اوسنے قربۃً الی اللہ خریدی ہی پس کیونکر جائز
ہوگی بیع اوسکی وجہ استحسان یہ ہی کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گائے ملجاتی ہی لیکن شریک اوسوقت نہین ملتے تو وہ خرید
لیتا ہی بعد اوسکے شریک ملجاتے ہین تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا **ص** لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک ہوجاوین
تو بہتر ہی **ف** اور مروی ہی امام صاحب سے کہ شریک ہونا بعد خریدکے مکروہ ہی **ص** اور قربانی واجب ہی **ف** اور ابو یوسف
اور شافعی رح کے نزدیک سنت ہی بدلیل حدیث ام سلمہ رض کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم مین سے
چاند ذیحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اوسکو جماعت
نے یہ جو کہا کہ اگر ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قربانی واجب نہین ہی دلیل امام اعظم رح کی حدیث ہی ابوہریرہ رض کی کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو وسعت ہو اور قربانی نکرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلے کے روایت کیا اوسکو احمد
اور ابن ماجہ نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سنت کے ترک پر نہین ہوتی اور حدیث
ام سلمہ رض کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کا قصد ہو قربانی کا جو ضد ہی سہو کی نہ تخییر کذا فی الہدایۃ **ص** اوس شخص پر جسپر صدقہ
فطر واجب ہی **ف** اور وہ وہ شخص ہی جسکے پاس جایداد بقدر نصاب شرعی زیادہ حاجت اصلیہ سے ہو اگرچہ ایک سال
اوسپر نگذرا ہو اور اگرچہ وہ نصاب نامی نہو لیکن طحطاوی مین ہی کہ کتابون سے آدمی غنی نہین ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے
دو نسخے ہون یا وہ کتابین طب اور نجوم اور ادب کی ہووین **ص** اپنی طرف سے نہ اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے **ف**
تو بالغ لڑکے کی طرف سے بطریق اولی واجب نہوگی **ص** ظاہر الروایۃ مین **ف** اور حسن بن زیاد کی روایت مین امام اعظم رح
سے طفل نابالغ کی طرف سے بھی واجب ہی مثل صدقۂ فطر کے لیکن فتوی ظاہر الروایۃ پر ہی طحطاوی **ص** بلکہ طفل نابالغ
اگر مالدار ہووے تو اوسکے مال مین سے اوسکا باپ یا وصی قربانی کردیوے **ف** یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد اور شافعی رح کے
نزدیک باپ اوسکا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اوسکے مال سے اور درمختار مین اسی کو معتمد رکھا ہی کہ باپ اوسکے مال مین سے
قربانی نکرے **ص** تو اگر طفل کے مال مین سے قربانی کی تو جسقدر اوس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے

اوس چیز سے جسکے عین سے نفع اوٹھا سکتے ہین جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ **ف** لیکن اوس چیز سے نہ بدلا جاوے جس کو تلف کر کے نفع اوٹھاتے ہین مثل روٹی کے یا جیسے روپیا اشرفی کذا فی الاصل مع الدلیل **ص** اگر قربانی ذبح کی جاوے شہر مین تو اول وقت اوسکا بعد نماز عید کے ہی **ف** اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک جب تک امام قربانی نکرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہین سبب یہ صحت یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اوسنے ذبح کیا اپنے نفس کے لیے اور جسنے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اوسکی اور پائی اوسنے سنت مسلمانون کی اور ایک روایت مین ہی کہ فرمایا آپ نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اوسکے بدلے مین دوسرا جانور ذبح کرے اور جسنے نہین ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اوسکو بخاری ومسلم نے براء ابن عازب اور جندب بن عبداللہ سے اور بھی فرمایا حضرتؐ نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہی پھر قربانی روایت کیا اوسکو بخاری ومسلم نے کذا فی الہدایۃ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ذبح قربانی کا قبل نماز عید کے جائز نہین **ص** اور جو شہر مین نہو وے تو اول وقت اوسکا بعد طلوع فجر کے ہی دن نحر کے یعنی دسوین تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اوسکا قبل غروب آفتاب کے ہی بارھوین تاریخ ذیحجہ تک **ف** اور معتبر اسمین مکان فعل ذبح کا ہی نہ مکان صاحب قربانی کا اور شافعیؒ کے نزدیک تیرھوین تاریخ کی شام تک جائز ہی کذا فی الاصل دلیل شافعیؒ کی قول ہی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن مین روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے مسند مین اور ابن حبان نے صحیح مین جبیر بن مطعم سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہی جو مروی ہی حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے کہ کہا ان سبھون نے ایام قربانی کے تین دن مین افضل اون سب مین پہلا روز ہی یعنی دسوین تاریخ اور روایت کی مالکؒ نے موطا مین نافع سے انھون نے ابن عمرؓ سے کہ کہا انھون نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر کے دو دن ہین اور کہا کہ ایسا ہی پہونچا مجکو علی ابن ابی طالبؓ سے اور ظاہر ہی یہ بات کہ حدیث موقوف اس باب مین مثل مرفوع کے ہی اسلیے کہ یہ امر غیر قیاسی ہی بدون شارع کے بیان کیے ہوے معلوم نہین ہو سکتا اور ابن عمرؓ نہایت متبع بین طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدلہ شافعیؒ منقطع ہی کہا بزار نے کہ یہ حدیث مروی ہی عبدالرحمن ابن ابی حسین سے انھون نے جبیر بن مطعم سے حال آنکہ عبدالرحمن نے نہین ملاقات کی جبیر بن مطعم سے دوسرے یہ کہ اوس حدیث مین لفظ ذبح کا وارد ہی نہ اضحیہ کا **ص** لیکن اعتبار آخر روز کا ہی فقر اور غنا اور ولادت اور موت مین **ف** یعنی جب وہ غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہو گیا آخر روز مین یعنی تیسرے دن کا تو اوسپر قربانی واجب نہو گی اور جو اسکا الٹا ہوا تو واجب ہو گی اور اگر پیدا ہوا آخر روز مین تو اوسپر قربانی واجب ہو گی اور جو اوس دن مر جاویگا تو اوسپر واجب نہو گی کذا فی الاصل **ص** ذبح کرنا رات کو مکروہ ہی اگر کسی نے قربانی ترک کی اور ایام اوسکے گذر گئے اور اوسنے کسی معین بکری کے ذبح کی نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید کر چکا تھا تو زندہ اوسکو صدقہ کر دیوے اور جو وہ غنی تھا اور اوسنے نذر نہین کی تھی تو قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید چکا ہووے یا نہ خرید چکا ہووے اور صحیح ہی قربانی مین چھ مہینے کا دنبہ **ف** جسکو عربی مین ضان کہتے ہین اور وہ چکتی دار ہوتا ہی بشرطیکہ تنومندی مین اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریون مین پہچانا نجاوے دور سے چھ مہینے کا دنبہ اسلیے درست ہوا کہ روایت کی ابوداؤد ونسائی ابن ماجہ نے مجاشعؓ سے کہ نبی صلی اللہ

ع یعنی فقیر تھا اول روز قربانی میں ... غنی ہو گیا آخر ... میں ۱۲

علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دُنبہ کافی ہوتا ہی سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذی نے ابوہریرہؓ سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہی قربانی چھ مہینے کے دُنبے کی اور فرمایا آپؐ نے کہ نہ ذبح کرو مگر مُسنّہ یعنی ثنی جسکا
بیان آگے آویگا مگر جب دشوار ہو تم پر تو ذبح کرو چھ مہینے کا دُنبہ **ص** اور بکری اور بھیڑ اور گاے اور اونٹ میں سے ثنی اور ثنی اونٹ
پانچ برس میں ہوتا ہی اور گاے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں **ف** اسواسطے کہ فرمایا آپ نے نہ ذبح کرو مگر مُسنّہ اور مُسنّہ
ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گاے کا سا ہی تو اس سے کم عمر والے جانور درست نہیں ہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل
ہیں عالمگیری **ص** اور صحیح ہی منڈی جسکے سینگ نہوں اور دیوانی اور خصی **ف** اس لیے کہ سینگ سے کوئی غرض
متعلق نہیں ہی اور دیوانی سے مراد وہ ہی جو چارہ وغیرہ کھاتی ہی نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہی اور خصی کا گوشت
تو عمدہ ہوتا ہی بلکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے عایشہؓ اور ابوہریرہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو مینڈھوں
کی نمکین رنگ کے دونوں خصی تھے ہدایہ **ص** اور صحیح نہیں ہی اندھی اور کانی اور اس قدر دُبلی کہ اوسکی ہڈیوں میں
گُودا نہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جا سکے **ف** اسواسطے کہ روایت کی امام احمدؒ اور چاروں عالموں نے
حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم
کانی کی آخر حدیث تک اور روایت کی احمدؒ اور مالکؒ اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے براء بن
عازبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اون قربانیوں سے جنسے بچنا چاہیے سو فرمایا آپ نے چار ہیں ایک لنگڑی
جسکا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسری کانی جسکا کانا پن کھلا ہووے تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دُبلی
کہ اوسمیں گودا نہووے **ص** اور جائز نہیں جسکا ہاتھ یا پانوں کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکا کان یا دُم کٹی ہووے یا تہائی
سے زیادہ اوسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سرین کٹی ہووے **ف** اسلیے کہ ثلث تک قلیل ہی اور ثلث سے زیادہ
کثیر ہی اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہی اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہی کیونکہ حضرتؐ نے ثلث مال میں فرمایا
کہ ثلث کثیر ہی روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہی اور ربع پس زیادہ کثیر ہی اور ایک
روایت میں نصف سے زیادہ کثیر ہی اور نصف اور اوس سے کم قلیل ہی سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دُم مقطوع ہو
تو جائز ہی اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہی کہ جب جانور بھوکھا ہو تو کم روشن آنکھ کو اوس کی بند کرے
اور اوسکے سامنے چارہ دلیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے چارہ کہاں سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اوسکی بند کرکے چارہ لیجاوے
اور نظر کرے کہ اوسنے کہاں سے چارہ دیکھا اب دونوں مکانوں کی تفاوت کا اندازہ کرلیوے اگر تہائی کا تفاوت ہو
تو تہائی روشنی گئی اسی طرح قلیل یا کثیر معلوم کرلے کذا فی الاصل **ص** اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خریدا بعد اوسکے
ایک شخص اون میں سے مر گیا اور اوسکے وارثوں نے کہا کہ تم اوسکی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کرلو تو صحیح ہو جاویگا
ف استحساناً اور ابویوسف سے مروی ہی کہ صحیح نہوگا اور یہی قیاس ہی چنانچہ وجہ اوسکی اصل کتاب میں مذکور ہی **ص**
جیسے ایک گاے قربانی اور قران اور متعہ سب کی طرف سے درست ہی اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہوگا یا
صرف گوشت لینا اوسکو منظور ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی جائز نہوگی اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے

اور دوسرون کو بھی کھلاوے ف خواہ دوسرے غنی ہون یا فقیر اور افضل یہ ہی کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی
مین اقارب اور دوستون کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے روایت کی ابو داؤد نے نبیشہ ہذلی سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہمنے منع کیا تھا تمکو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کا تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور
جمع کرو ص اور جسکو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہی کہ تہائی گوشت خدا کی راہ مین دیوے ف اسواسطے کہ احوال تین ہین
قربانی مین ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی
کھلاؤ قناعت کرنے والیکو اور سوال کرنے والے کو تو سارا گوشت ان تینون امر پر اثلاثا منقسم ہوگیا ہدایہ ص اور جو
شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال کی وسعت کے لیے ف اسواسطے کہ ذوی القربی اگر محتاج ہون
تو وہ مقدم ہین مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے اوسکو آدمی اپنے نفس یا اہل پر
تو اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بغوی نے معالم مین جابر بن عبد اللہؓ سے اور روایت کی مسلم نے
ابی ہریرہؓ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہی جسکو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت مین ہی کہ جب آدمی اپنے
اہل پر کچھ خرچ کرے بامید ثواب تو وہ اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ترمذی نسائی نے ابی
مسعود بدری سے ص اور اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہو تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے ف لیکن خود بھی وقت ذبح کے
حاضر رہے اگر ہو سکے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر
گذرا اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے
کہ کھڑی ہو اور دیکھ اپنی قربانی کو اسلیے کہ جب اوسکے خون کا پہلا قطرہ نکلیگا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاوینگے ص اور
مکروہ ہی کہ قربانی کو اہل کتاب سے ذبح کراوے ف اور اگر اوسنے ذبح کر دیا تو درست ہی ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہی در مختار
ص اور قربانی کی کھال کو للہ دیدیوے ف اسواسطے کہ حدیث علیؓ مین ہی کہ حکم کیا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ
تقسیم کردون مین کھالون کو قربانی کی اوپر مساکین کے اور نہ دون مین اجرت قصاب کی اوسمین سے روایت کیا اوسکو بخاری
مسلم ابو داؤد نسائی نے ص یا اوسکی کوئی چیز مثل جھولی یا موزے یا پوستین کے بنالیوے ف یا چھلنی یا مشک
یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے در مختار ص یا کھال کو بدلے اوس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اوسکو باقی
رکھ کے نہ اوس چیز سے جس سے فائدہ نہ اوٹھ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزین پھر اگر کھال یا گوشت کو
قربانی کے بیچڈالے تو اوسکے ثمن کو تصدق کرے ف اسواسطے کہ ثمن قائم مقام مثمن کے ہی اور یہ جو روایت کی حاکم
نے مستدرک مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچڈالی سو اوسکی قربانی نہوئی تو مراد اوس
سے کراہت بیع ہی لیکن بیع کی جواز مین سو شبہہ نہین ہی اسلیے کہ ملک قائم ہی اور قدرت علی التسلیم حاصل ہی ہدایہ ص اگر ہر شخص نے
غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کرڈالی تو دونون کی قربانی صحیح ہوگئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا ف لیکن ہر ایک
دوسرے سے معاف کرالے اگر گوشت اوسکا کھایا ہو اور بعد اسکے پہچانا ہدایہ ص اگر کسی نے ایک بکری غصب کرکے اوسکی
قربانی کی تو صحیح ہو جاویگی اور جو کسی کی بکری امانت تھی اوسکی قربانی کی تو جائز نہوگی اور تاوان قیمت کا دیوے دونون صورت مین ف اسواسطے کہ غصب

مین غاصب کی ملک کا حکم ہوتا ہو وقت غصب سے برخلاف امانت کے کذافی الاصل **مسائل ملحقہ** مادہ اگر قیمت مین نر کے برابر ہو تو افضل ہو نر سے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اوسکے بچے کو بھی ذبح کریگا اور بعضون کے نزدیک بدون ذبح کے خیرات کر دینگے قربانی جائز نہین ہو پہلے جانور کی جسکے دانت نہون اور جسکے کان نہون یا ناک نہو قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا اور اوس سے نفع اوٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہی اگر ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر دوسرے نے بھی ہاتھ رکھا تو بیچ کرنے مین اعانت کے لیے تو دونون بسم اللہ کہین ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا در مختار عقیقہ کرنا سنت ہی بچے بچی کا ساتوین روز فرزند کیطرف سے دو بکری اور دختر کیطرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابو داؤد ترمذی نسائی ام کرز سے

ص کتاب الکراہیۃ

ف بیان مین اون امورات کے جو مکروہ ہین اور جو مکروہ نہین ہین **ص** ہر مکروہ حرام ہو نزدیک امام محمدؒ کے **ف** یعنی جیسے حرام پر عذاب نار ہی اوسی طرح مکروہ پر **ص** لیکن حرام اونہون نے اسواسطے نہ کہا کہ اوسکی حرمت نص قطعی سے ثابت نہین ہوئی **ف** تو مکروہ کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہی جیسی واجب کی فرض کیطرف کذافی الاصل اور مباح وہ ہو جسکا فعل اور ترک برابر ہو **ص** اور شیخین کے نزدیک مکروہ حرام کو نہین کہتے ہین لیکن وہ حرام کیطرف بہت قریب ہی **ف** مراد اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہی نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہو کذافی الاصل اور بدعت اور مشتبہ حرام کیطرف قریب ہی تو مکروہ تحریمی پر شیخین کے نزدیک عذاب نار نہین ہو بلکہ عتاب ہی جیسے ترک سنت موکدہ پر کذافی الطحطاوی

ص فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان مین

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہی **ف** اگرچہ حالت مخمصہ مین کھانا مردار ہو یا مغصوب ہو اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کلوا واشربوا یعنی کھاؤ اور پیو تو اگر حالت مخمصہ مین مردار یا شراب سؤر نہ کھاویگا اور مرجاویگا تو گنہگار مریگا **ص** اور اسقدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکے اور روزہ رکھ سکے ثواب ہی **ف** اور بعضون کے نزدیک اسقدر بھی فرض ہی اسلیے کہ قیام بھی نماز مین فرض ہی اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہین اوس سے ادا ہو سکین در مختار **ص** اور کھانا مباح ہی سیری اور آسودگی تک تا اوسکی قوت زیادہ ہووے اور حرام ہی اس سے زیادہ کھانا **ف** یعنی پیٹ بھر جانے کے بعد کھانا حرام ہی اسلیے کہ یہ اسراف ہی اور اللہ تعالی نے منع کیا اوس سے فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا **ص** مگر کل کے روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنے کے لیے یا اس لیے کہ مہمان نہ شرماوے جائز ہی **ف** یا کسی اور عذر سے مثلا قے کرنیکے لیے اور طرح طرح کے کھانے پکانے مہمان کے لیے کچھ مضایقہ نہین اور بلا وجہ اسراف ہی اور سنت ہی بسم اللہ کہنا اول طعام مین اور الحمد للہ آخر مین اور ہاتھ دھونا اول کھانے کے اور بعد کھانے کے اور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھاتے مین یاد آوے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہلیوے اور آٹے یا سبوس سے ہاتھ دھونا لاباس بہ ہی بلکہ امامؒ اور صاحبینؒ سے منقول ہی اور انگلیون کا چاٹنا ہاتھ دھوینکے اول اور رکابی کا صاف کرنا اور جو دسترخوان پہ گرا ہو اوسکا کھالینا اور رکابی مین ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ مین سے اور روٹی کی عظمت اور حرمت کرنا یعنی جب روٹی آجاوے تو سالن کا خواہ مخواہ انتظار نہ کرنا اور کبھی کھانے لگنا یہ سب امور سنت مین کذافی الطحطاوی باختصار **ص** اور مکروہ ہی گدھی کا دودھ **ف** اور گوشت اور اوس جانور کا جو گوہ کھاتا ہو

اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت مین اور دوسری روایت مین گھوڑی کا دودھ حلال ہے **ص** اور پیشاب اونٹ کا
ف نزدیک امام اعظم رح کے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حلال ہے دوا کے لیے اور محمد رح کے نزدیک مطلقاً حلال ہے
بدلیل حدیث عرینین کے کہ حضرت نے انکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے انس رض سے امام
اعظم رح کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اسواسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اوسکو
حاکم نے ابو ہریرہ رض سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور اسمین کوئی علت مین نہین جانتا اور روایت کیا اوسکو بزار نے عبادہ
ابن صامت رض سے اور اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے انس رض سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہ رض سے اور اس حدیث مین پیشاب
مطلق ہے شامل ہے ان جانورون کے پیشاب کو بھی جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گاے وغیرہ اور جواب حدیث عرینین کے
یہ ہے کہ یہ حدیث ابتداے اسلام مین تھی دوسرے یہ کہ حضرت نے شفا اونکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب
یہ امر ممکن نہین **ص** اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتن مین کھانا پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا **ف** مرد اور عورت سب کے
لیے اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ام سلمہ رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے باب مین جو پیتا ہے چاندی
سونے کے برتن مین کہ اوتارتا ہے اپنے پیٹ مین آگ جہنم کی اور روایت کی صحاح ستہ مین حذیفہ رض سے کہا کہ پلایا انکو ایک مجوسی نے
چاندی کے برتن مین سو کہا انھون نے کہ فرمایا آنحضرت نے نہ کھاؤ اور نہ پیو تم برتنون مین چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو
حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ اونکی رکابیون مین اسواسطے کہ یہ برتن کافرون کے واسطے ہین دنیا مین اور تمہارے واسطے ہین آخرت
مین پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو اون برتنون سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی سونے کے
چمچے سے کھانا یا اونکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونے کا سرمہ دانی اور قلم اور دوات اور
آئینہ اور سینی اور چلمچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کے لیے بشرطیکہ اونکا استعمال ہو
اپنے اپنے کامون مین ابتدائً اور جو ابتدائً استعمال نہو جیسے کھانا سونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن مین کھاوے
یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ مین ڈال کر سر پر لگاوے تو کچھ مضایقہ نہین اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور
زرہ اور دستانون کو جنگ مین ضرورت کے سبب سے مستثنی کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن مین اور
افضل مٹی کا برتن ہے در مختار **ص** اور حلال ہے کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن مین **ف**
اور شافعی رح کے نزدیک اسمین بھی مکروہ ہے اسلیے کہ یہ چیزین بھی سونے اور چاندی کے حکم مین ہین تفاخر کی راہ سے
ہم جواب دیتے ہین کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ ان چیزون سے کذا فی الہدایہ
ص اور حلال ہے کھانا پینا اوس برتن سے جسمین کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسیطرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت
یا زین پر جب کہ چاندی اور سونے کی جگہ سے بچے **ف** یعنی پینے مین مونہہ سے اور لینے مین ہاتھ سے اور بیٹھنے مین
موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمد ایک روایت مین امام اعظم رح
کے شریک ہین اور دوسری روایت مین ابو یوسف رح کے ساتھ ہین کذا فی الاصل اور جس برتن مین چاندی سونے کا
ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور اگر چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہون یا زیور مصحف کا یا خنجر یا لگام یا زین

[illegible]

یا وہ چھری یا رکاب یا تلوار یا چھری ہی یا اونکے قبضے مین ہووے تو جہدست ہی بشرطیکہ اوسپر ہاتھ نہ لگا وے درمختار و عالمگیری

ص مقبول ہی قول کافر کا ف اگرچہ مجوسی ہو درمختار ص جب وہ کہے کہ مینے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے

خریدا ہی تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ مینے مجوسی سے خریدا ہی تو حرام ہوگا ف اسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہی معاملات مین

بسبب حاجت کے نہ دیانات مین کذا فی الاصل تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہی اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اوسکو ذبح کیا ہی تو قول اوسکا

مقبول نہوگا اسلیے کہ ذبح دیانات مین سے ہی چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ مینے بت پرست سے

خریدا ہی تو گوشت حرام ہوجاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابون سے گوشت خریدنا صرف اونکے اس قول پر اعتماد کرکے

کہ ذبح انکو مسلمان نے کیا ہی ناجائز ہی اور وہ گوشت حرام ہی خدا ہمارے اہل زمان کو اس آفت سے نجات دیوے کہ جہلا درکنار

بعضے اہل علم بھی اس مین مبتلا ہین اور وقت فہمایش اور اظہار حق کے دیدہ و دانستہ اوس سے غفلت اور چشم پوشی

کرکے تاویلات رکیکہ کرتے ہین ص مقبول ہی قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات مین

جیسے خرید مین جو منکور ہوئی یا توکیل مین ف یعنی ایک شخص یہ کہے کہ مین فلان کا وکیل ہون اس شی کی بیع مین تو صرف

اوسکے کہنے پر اوس سے وہ چیز خرید کرنا درست ہی کذا فی الاصل ص اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیے مین اور اذن مین

ف جیسے ایک لڑکا ایک چیز لاکر یہ کہے کہ فلان نے تجکو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہی تو قبول کرنا اوس سے ہوسکتا ہی یا غلام یہ کہے کہ مین

ماذون ہون تجارت مین تو قول اوسکا قبول کیا جاویگا ص اور شرط ہی عدالت خبر دینے والے کی دیانات مین جیسے پانی کی

نجاست کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق

یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جسپر رای اوسکی قرار پکڑے اوسکے موافق عمل کرے ف یعنی اگر اوسکے

گمان غالب مین یہ آوے کہ خبر اسکی سچی ہی تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہین ص اور اگر اوس پانی کو بہا دیوے

پھر تیمم کرے جبکہ اوس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبۂ ظن ہو یا وضو اور تیمم دونون کرے جب اوسکے جھوٹے

ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسمین زیادہ احتیاط ہی ف لیکن احوط یہ ہی کہ پہلے وضو کرلیوے پھر تیمم کرلے درمختار

اور جو ایک عادل شخص اوسکی طہارت کی اور ایک اوسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا بخلاف

ذبیحہ کے کہ وہان اختلاف مین حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہو ص ایک شخص مقتدی ہی ف

یعنی لوگ اوسکی پیروی کرتے ہین اور سند لاتے ہین اوسکے قول و فعل کی ص وہ دعوت ولیمہ مین گیا وہان پر جاکے لہو و لعب

راگ دیکھا اور اوسکے منع پر قادر نہین تو نکل آوے اور وہان نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدی نہو تو اگر بیٹھ کر کھالیوے جائز ہی

ف درمختار مین ہی کہ غیر مقتدی کے لیے بیٹھ کر کھانا اوس صورت مین جائز ہی جب وہ لہو و لعب راگ باجا دسترخوان

پر نہووے اور جو عین دسترخوان پر یہ امور ہون تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر فرمایا اللہ تعالی نے فلا

تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالمون کے ص اور جو پہلے

سے علم ہووے اس بات کا کہ وہان راگ باجا لہو و لعب ہوگا تو ہرگز نجاوے منقول ہی امام ابو حنیفہؒ سے کہ مین ایکبار اس آفت مین

مبتلا ہوا تھا تو مینے صبر کیا اور یہ امر قبل تھا اس بات کے کہ امام صاحب مقتدے وقت ہووین اور اونکے اس قول سے

ف بیان قول کافر وغیرہ

کہ میں اس آفت میں مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو و لعب حرام ہیں **ف** مگر تین مستثنی ہیں حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کے ساتھ دوسرے تعلیم و تادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور تیر اندازی کے حکم میں ہیں سائر آلات حرب کے مثل بندوق و توپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان میں

حرام ہو حریر **ف** حریر وہ کپڑا ہی جو کل ریشم کا ہو **ص** کا پہننا مرد کے لیے **ف** اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہنکر اون پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہی اور موافق ہی حدیث کے اسواسطے کہ روایت کی جماعت نے حذیفہ سے کہا کہ سنا میںنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث میں ہی بخاری و مسلم کی کہ فرمایا آپ نے حریر کو وہ پہنتا ہی دنیا میں جسکو کوئی حصہ نہیں آخرت میں اور وہ جو ایک روایت ہی کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اوسپر پہنے تو درست ہی تو یہ روایت ضعیف ہی قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہی **ص** مگر بقدر چار اونگل **ف** اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے عمر بن الخطاب رض سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے ایک جبہ جسمیں سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور بھی اخراج کیا ابوداؤد نے ابن عباس رض سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش و نگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہیں ہی اور یہی قول امام ابوحنیفہ کے نزدیک حالت جنگ اور غیر جنگ میں سب میں حریر پہننا درست ہی اور صاحبین کے نزدیک جنگ میں درست ہی بسبب ضرورت کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ضرورت دفع ہو جاتی ہی اوس کپڑے کے پہنے سے جسکا تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہووے کذا فی الاصل اور در مختار میں ہی کہ جس کپڑے پر نقش و نگار ریشم کے ہوں تو وہ درست ہی اسی طرح اگر چاندی سونے کے پھول اور بیل بوٹے ہوں لیکن بشرطیکہ سب ملا کر چار اونگل سے نہ بڑھے ورنہ مردوں کو درست نہوگا اگر مسہری کا پردہ یا ازار ریشمی ہو تو درست ہی اور ازاربند یا ازار ریشمی مکروہ ہی اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیہ میں اگر چاندی یا سونے کی چار اونگل تک ہو تو درست ہی **ص** اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اوسکا فرش بچھانا درست ہی **ف** امام رح کے نزدیک اسلیے کہ منقول ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ایک تکیے پر حریر کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہی دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عباس رض کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اوسکا ابن سعد نے طبقات میں اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہی اور یہی قول ہی شافعی اور مالک رح کا در مختار میں ہی کہ یہی قول صحیح ہی لیکن یہ تصحیح مخالف ہی مشہور کے اسلیے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہی واللہ اعلم **ص** اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہووے تو اوسکا پہننا مطلقاً درست ہی **ف** اسلیے کہ اعتبار حلت و حرمت میں بانے کا ہی کیونکہ فقط تانے سے وہ کپڑا نہیں کہلاتا جب تک بانا نہ بجاوے اور بننا بانے سے ہوتا ہی تو اوسی کا اعتبار ہوا ہدایہ میں ہی کہ ہمنے اس کپڑے کو اسلیے جائز رکھا کہ بہت سے صحابہ کرام خز کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہی اور بانا بال ہوتے ہیں ایک جانور کے **ص** اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اوسکو لڑائی میں ضرورت کے سبب سے پہننا درست ہی **ف** اور بلا ضرورت مکروہ ہی اور مکروہ ہی مردوں

ف حاشیہ ابن الہمام ... مصنف ... منہ عفی عنہ

کسم کا رنگ اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگوں میں کچھ قباحت نہیں ہے لیکن نرا سرخ رنگ بعضوں کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور درمختار میں ہے کہ سرخ رنگ میں آٹھ قول ہیں منجملہ ان اقوال کے ایک قول یہ ہے کہ یہ رنگ مستحب ہے اور جو سرخ کپڑا مخلوط ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے **ص** اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہے **ف** مطلقاً حرب اور غیر حرب میں اسلیے کہ روایت کی ابوداؤد نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں سونا لیا اور بائیں ہاتھ میں حریر اور کہا کہ یہ دونوں چیزیں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور روایت کی ترمذی نے ابی موسی سے مرفوعاً کہ اللہ تعالی نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردوں کے میری امت سے اور حلال کیا عورتوں پر اونکی اور ابن حبان نے اس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اسلیے کہ اوسکی اسناد میں ابو ہند ہے اور اوسنے ابو موسی سے نہیں سنا اور روایت کی احمد اور طحاوی نے مسلمہ بن مخلد سے انھوں نے ابن عامر سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلعم نے سونا اور حریر حرام ہے اوپر مردوں کے میری امت سے نہ عورتوں کے تو تمام احادیث میں صرف سونے کی حرمت منصوص ہے اور چاندی کی سو قیاس کیا ہے حنفیہ نے اوسکا سونے پر اسلیے کہ چاندی کا حکم استعمال میں پینے اور کھانے کے بعینہ مانند سونے کے ہے جیسا اوپر گذرا سو ایسا ہی پہننے میں ہوگا اور بعض علما کا مذہب یہ ہے کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے میں مردوں کو مطلقاً ہے اور چاندی کی حرمت صرف کھانے کے اور پینے کے حق میں ہے لیکن چاندی پہننا مردوں کو تو درست ہے دلیل اونکی حدیث ہے سہل بن سعد کی مرفوعاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ اوسکا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا پہناوے لیکن چاندی سو کھیلو تم اوس سے جسطرح چاہو تم اور اوسکی اسناد میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہے اور اسکے معنی میں ہے وہ جو اخراج کیا اوسکا احمد نے ابی قتادہ سے مرفوعاً کہ چاندی کھیلو تم اوس سے کھیلنا کر اور اوسکی اسناد میں مجاہیل ہیں اور ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مثل اسکے روایت کی ہے اور رجال اوسکے ثقات ہیں واللہ اعلم جیسے چاندی سونے حریر کا مردوں کو پہننا حرام ہے ویسے ہی لڑکوں کو پہنانا حرام ہے حنفیہ کے نزدیک اور بعضے علما کے نزدیک درست ہے جب تک لڑکا سات برس کا ہو وے چنانچہ آگے آتا ہے **ص** مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہے میخ سونے کی واسطے بند کرنے سوراخ نگینے کے اور حلال ہے عورتوں کو سب اور نہ انگوٹھی پہنے پتھر اور لوہے اور پیتل کی **ف** یعنی حلقہ ان چیزوں کا نہووے اور جو حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہے کذا فی الاصل اور ان چیزوں کی انگشتری پہننا اسواسطے منع ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہے اور پیتل کی دیکھکر فرمایا کہ میں تجھ سے بتوں کی بو پاتا ہوں روایت کیا اوسکو ابوداؤد و ترمذی و النسائی نے **ص** اور انگشتری نہ پہننا بہتر ہے مگر قاضی اور سلطان کے لیے **ف** یا جو کوئی مثل انکے کا مدار اور عہدہ دار ہووے اسواسطے کہ ان لوگوں کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہے بر خلاف اور لوگوں کے ہدایہ **ص** اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابوحنیفہ کے نزدیک **ف** اور محمد رحمہ اللہ کے نزدیک سونے سے بھی لاباس ہے حسن ابوداؤد میں ہے کہ عرفجہ بن سعد کی ناک جاتی رہی دن احد کے سو انھوں نے ایک ناک چاندی کی لگائی سو وہ بدبودار ہو گئی تو حکم کیا اونکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگاویں ایک ناک سونے کی **ص** اور لڑکے کو پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہے **ف** اسواسطے کہ پہننا اونکا حرام ہے تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اوسکے ماخوذ ہونگے

در بیان الوان

دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہو تو پلانا بھی اوسکا حرام ہو کذا فی الاصل علاوہ وہ مواخذہ اخروی ہوا غذہ دنیوی یہ ہو کہ اطفال خردسال کو زیور پہنانا باعث تلف جان اونکی کا ہوتا ہو کہ اکثر چور بدمعاش لڑکون کو قتل کر کے زیور اونکے اوتار لیتے ہین **ص** مکروہ نہین ہو رومال کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کے رینٹ پونچھنے کے لیے **ف** اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہو اسواسطے کہ اسمین ایک نوع کا تکبر ہو لیکن صحیح یہ ہو کہ اگر حاجت کے لیے رکھے تو مکروہ نہین ہو اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہو کذا فی الاصل جیسے چار زانو بیٹھنا کبر و نخوت سے مکروہ ہو اور بدون اسکے مکروہ نہین ہو ہدایہ معاذ بن جبل سے مروی ہو کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب وضو کر چکتے تھے تو مونہہ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور روایت کی ترمذی نے حضرت عائشہ رض سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہین ہو اور ابو معاذ راوی ضعیف ہو نزدیک اہل حدیث کے **ص** اور رتم **ف** یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لیے اونگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہین ہو اسواسطے کہ عبث نہین ہو بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لیے ہو اور اسکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض لوگون کی عادت یہ ہو کہ تاگے باندھ لیتے ہین اعضا پر اسی طرح زنجیرین وغیرہ اور یہ مکروہ ہو جب عبث ہو تو مصنف نے کہدیا کہ رتم اس قبیل سے نہین ہو کذا فی الاصل اسی طرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہین ہو اور جو غیر عربی مین ہو تو مکروہ ہو اگر تعویذ مین آیت یا حدیث یا دعا ہو تو پایخانہ جاتے وقت اوسکو اوتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اوتار لیوے عالمگیری

ص فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان مین

مرد مرد کے تمام اعضا کی طرف دیکھ سکتا ہو مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنون کے نیچے تک **ف** کہ اسقدر عورت ہو تو ناف امام کے نزدیک ستر مین داخل نہین ہو اور گھٹنا داخل ہو اور شافعی کے نزدیک اسکے برعکس ہو اور امام مالک کے نزدیک ران ستر نہین ہو اور احادیث متعلقہ اسکے کتاب الصلوۃ مین گذر چکے علاوہ اوسکے یہ ہو کہ حسن بن علی نے اپنی ناف کھولی تو ابوہریرہ نے اوسکو چوم لیا روایت کیا اوسکو احمد نے مسند مین اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہین ہو اور حضرت نے جرہد سے فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ ران عورت ہی روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور عبدالرزاق نے اخراج کیا مثل اسکے اور اوسمین ہو کہ فرمایا آپ نے چھپا تو اپنی ران کو اسلیے کہ وہ عورت ہو پس یہ حدیثین حجت ہین شافعی اور مالک رح پر **ص** اور اپنی زوجہ اور لونڈی کی جو اوسکو حلال ہو **ف** اس سے وہ لونڈی نکل گئی جسکی وطی اوسکو حرام ہو مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحہ غیر اور محرمہ برضاع یا مصاہرت درمختار **ص** فرج تک بھی دیکھ سکتا ہی **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنے عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہو تو نظر بطریق اولی درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہو کہ عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہو جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہون گدھون کے مانند روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم مین ابی امامہ سے اور ابن عدی نے روایت کی کہ فرمایا حضرت نے جس وقت جماع کرے کوئی تم مین کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اوسکی فرج کی طرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہی

اور ہدایہ مین ہی کہ نسیان پیدا کرتا ہی اور ابن عمرؓ سے منقول ہو کہ دیکھنا اولی ہی تاکہ لذت کامل ہووے ص اور نظر کرے آدمی اپنی محرم عورتون سے ف جنسے نکاح مدام حرام ہو خواہ نسبی بہن یا بیٹی جیسے رضاعی یا برشتہ مصاہرت اور ذکر اونکا کتاب النکاح مین گذرا ہدایہ ص طرف سر اور موہنہ اور سینے اور پنڈلی اور بازوُن کے اگر بے خوف ہو شہوت سے مالا بلا ف اور اصل اس باب مین قول ہو اللہ تعالی کا وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ الایۃ اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہین ص نہ اونکی پشت اور پیٹ اور ران کی طرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہی ف اگرچہ قیاس یہ تھا کہ مثل اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیان اکثر کام مین رہتی ہین اور اونسے کام پڑتا ہی تو دفع حرج کے لیے سر سینہ وغیرہ اون کا ستر نہوا ص اور جن جن جگہ نظر حلال ہو تو اون اعضا کا چھونا بھی درست ہی ف لبشرطیکہ شہوت سے نہو یا خوف شہوت کا نہو ورنہ نظر اور مس دونون حرام ہین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھون کی زنا دیکھنا ہی کانون کی زنا سننا ہی اور زبان کی زنا کلام ہی اور دونون ہاتھ زنا کرتے ہین اور زنا اونکی مس کرنا ہو اور پانوُن زنا کرتے ہین اور زنا اونکی چلنا ہی آخر حدیث تک روایت کیا اوسکو مسلم نے ابو ہریرہؓ سے ص اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضاے مذکورہ کا چھونا بھی درست ہی اگرچہ خوف ہو شہوت کا ف بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہی بعضون نے درمختار ص اور جب لونڈی جوان ہوجائے تو اوسکو بیچنے کے لیے صرف تہ بند باندھ کے نہ لیجاوینگے ف بلکہ کرتا بھی ضرور ہی اسلیے کہ اوسکے پیٹ اور پیٹھ کیطرف نظر نا درست ہی ہدایہ ص اور عورت اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہی مگر اوسکے موہنہ اور دونون ہتھیلیون کیطرف فقط ف یہ ظاہر الروایت مین ہی اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہی کہ اوسکے قدمون کی طرف بھی نظر حلال ہی اور تحقیق گذر چکا کتاب الصلوۃ مین کہ قدم عورت نہین ہی جواب اوسکا یہ ہو کہ نماز مین ضرورت ہی اور اجنبی کی نظر کرنے مین طرف قدمون کے کوئی ضرورت نہین ہی برخلاف موہنہ اور کف کے کذا فی الاصل اور اصل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہو وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہ مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے مراد سرمہ ہی اور انگشتری یعنی آنکھ اور ہاتھ دوسرے یہ کہ موہنہ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہی اسلیے کہ معاملہ ہوتا ہی مردون سے دین لین کا اور باقی اعضا کے کشف کی کوئی ضرورت نہین ہی اور درمختار مین ہی کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اوسکے قدم اور ہاتھون کو بھی دیکھنا درست ہو بسبب ضرورت کے ص اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہی اوس غلام سے ف اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک مالکہ بہ نسبت غلام کے مثل محرم کے ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ ہم کہتے ہین کہ یہ آیت لونڈیون کے حق مین ہی نہ ذکور کے حق مین چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہی اسواسطے کہ غلام ایک مذکر ہی غیر محرم اور نہ شوہر ہی اور نکاح اوس سے ہوسکتا ہی بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً ص مگر جسوقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے موہنہ کیطرف بھی نہ دیکھے ف درمختار مین ہی کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے موہنہ کیطرف اونکے زمانے مین تھا اور ہمارے زمانے مین جوان عورت کا موہنہ دیکھنا ہر طرح سے ممنوع ہو بسبب فساد زمان کے ہدایہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھیگا عورت اجنبیہ کے محاسن کیطرف شہوت سے تو اوسکی آنکھون مین دن قیامت کے سیسہ ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی البتہ اور حدیثین اسکی ممانعت اور وعید مین آئی ہین ص الا اوس صورت مین کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جسوقت شہادت

ف روایت کیا اسکو بیہقی نے شعب

اور اگر کوئی شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اوسکو اوس عورت کے موہنہ کیطرف دیکھنا درست ہی بہ قصد اداے سنت
نہ قضاے شہوت **ف** اسلیے کہ روایت کی ترمذی نے اور نسائی نے مغیرہ بن شعبہ رضسے کہ جب انھون نے پیغام دیا ایک
عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اوسکو تا تم دونون مین اصلاح اور محبت رہے **ص** اسیطرح
لونڈی کو خریدتے وقت اور طبیب کو واسطے دوا کے **ف** دیکھنا درست ہی باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا فی الاصل
ص تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے **ف** یہی حکم ہی احتقان مین کہ حقنہ کرنے والا مقام حقنہ کو دوسرے
مرد کے دیکھ سکتا ہی اور ایسا ہی حکم ہی دائی جنائی کا اور ختنہ کرنے والے کا اور حکیم کا واسطے نبض دریافت کرنے مریضۂ اجنبیہ
کے ہدایہ مین ہی کہ اگر کسی عورت کو اوس مرض کا علاج بتا دیوے تو بہتر ہی لیکن جب نہ ملے یا بدسلیقہ ہو تو دیکھے **ص** عورت کو
عورت سے اوسی قدر دیکھنا درست ہی جتنا مرد کو مرد سے **ف** یعنی زیر ناف سے زانو تک ضرور ہی کہ عورت دوسری عورت کو
نہ دکھاوے پس ہمارے زمانے مین اکثر عورات مین جو رواج ہی کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات مین
بالکل ننگی ہوجاتی ہین بالکل حرام ہی اونکے شوہرون کو ان امورات سے منع کرنا ضرور ہی **ص** اسی طرح عورت کو مرد سے
دیکھنا درست ہی اگر بے خوف ہو شہوت سے **ف** اور جو خوف ہو یا شک ہو تو درست نہین در مختار **ص** اور خصی
اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے مین مثل مرد کے ہین **ف** یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ
کیطرف درست نہین ہی ویسے ہی ان لوگون کو بھی نادرست ہی خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے اور مجبوب جسکا ذکر کاٹا گیا
اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہی
اور جماع کرسکتا ہی اور فرمایا حضرت عائشہ رضنے کہ خصی کرنا مثلہ ہی تو نہ مباح کریگا اوس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب سحق
کرکے انزال کرتا ہی اور مخنث تو مرد ہی فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنیٰ ہی بنص کلام اللہ سے ہدایہ در مختار مین ہی
کہ وہ مجبوب جسکی منی خشک ہوگئی ہو تو عورات کو اوسکے سامنے ہونا درست ہی لیکن جسنے اسکو جائز رکھا تو قلت امتحان
اور قلت دیانت سے اور طحطاوی مین ہی کہ مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کے مانند
نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہووے تو بعض فقہا کے نزدیک ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کیساتھ
رخصت ہی لیکن اصح قول یہ ہی کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہین **ص** اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اوسکی اجازت کے درست ہی
اور عورت حرہ سے باجازت اوسکے درست ہی **ف** عزل اوسکو کہتے ہین کہ وطی کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر نکال
لیوے اور فرج مین انزال نکرے مروی ہی ابو سعید خدری رضسے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس لونڈی ہی اور
مین عزل کرتا ہون اوس سے اور مین مکروہ جانتا ہون کہ حاملہ ہو وہ اور مین چاہتا ہون جو چاہتے ہین مرد اور یہود کہتے ہین
کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہی تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہین یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اوسکو جسکے پھیرنے کی تجھے طاقت
نہین روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور طحاوی نے اور راوی اسکے ثقات ہین اور روایت کی بخاری و مسلم نے
جابر رضسے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور قرآن اوترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ
قرآن اس سے منع کرتا اور ایک روایت مین ہی کہ عزل کی خبر پہونچی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت

۵ یعنی نقصان نہو

کی ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب رض سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اوسکے کے

فصل استبرا کے بیان مین

یعنی لونڈی کے رحم کی برات طلب کرنا اس طرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہو جاوے کہ حاملہ ہے یا نہین ہے ص جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اوس لونڈی کے محرم سے ف جو ذی رحم نہو ورنہ وہ لونڈی اوسی پر آزاد ہو گئی ہو گی تو خرید کیونکر ہو سکتی ہے مثل محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی ص یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اوس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی ف یعنی بوسہ مساس وغیرہ ص حرام ہون گے یہان تک کہ اوسکے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہو جاوے ایک حیض آنے سے اون عورتون مین جو حائضہ ہین اور ایک مہینے سے اون عورتون مین جنکو حیض نہین آتا اور وضع حمل سے حاملہ مین ف یعنی ایک حیض تک انتظار کرینگے اگر حیض آگیا تو معلوم ہو جاویگا کہ یہ حاملہ نہین ہے اور جو نہین آیا اور حمل متحقق ہو گیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑیگا اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیے اوسکو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت مین یعنی حاملہ عورتون سے دوسرا مرد جماع کرے اور نہین حلال ہے ایسے شخص کو کہ جماع کرے اون عورتون سے جو قید ہو کر لڑائی مین آئین یہان تک کہ استبرا کرے اونکا روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور ترمذی نے رویفع بن ثابت انصاری رض سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حسن کہا اوسکو بزار نے اور روایت کیا احمد اور ابو داؤد اور دارمی نے ابو سعید خدری رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق مین اون عورتون کے جو قید ہو کر آئی تھین غزوہ اوطاس مین کہ نہ جماع کی جاوین حمل والیان یہان تک کہ جنین اور نہ وہ جنکو حمل نہین ہے یہان تک کہ ایک حیض اونکو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور اوسکا ایک شاہد ہے ابن عباس رض سے سنن دارقطنی مین کذا فی بلوغ المرام ص اور استبرا مین وہ حیض شمار نہ کیا جاویگا جسمین اوسکا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہوگا استبرا اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے وقت لوٹ آنے اوس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھر آنے اوس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور استبرا ساقط کرنے کا حیلہ امام ابو یوسف رح کے نزدیک درست ہے ف جب معلوم ہو جاوے کہ مالک اول نے اس طہر مین اوس سے وطی نہین کی ہے اور حیلہ نکرے اسی کا فتوی ہے در مختار ص اور امام محمد رح کے نزدیک نادرست ہے اور قول ابو یوسف رح پر عمل کرے اگر اوسکے بائع کی وطی نکرنا اوس طہر مین معلوم ہووے ورنہ قول محمد رح پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ اگر اوسکے نکاح مین عورت حرہ نہین ہے تو اوس لونڈی سے نکاح کر کے اوسکو خرید لیوے ف اسواسطے کہ نکاح مین استبرا واجب نہین ہے اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہین کذا فی الاصل اور یہ قید لگائی کہ اگر اوسکے پاس عورت حرہ نہو سو اسلیے کہ عورت حرہ پر لونڈی سے نکاح درست نہین جیسا کہ گذرا ص اور جو اوسکے نکاح مین عورت حرہ ہے تو حیلہ یہ ہے کہ بائع قبل خرید سے مشتری کے یا مشتری بعد شرا کے قبل قبض کے اوسکا نکاح ایسے شخص سے کر دے

ف جسپر اوسکو طلاق دینے کا اعتماد ہووے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اوسکو طلاق دیدیوے
قبل وطی کے پھر مشتری اوس سے وطی کرے بغیر استبرا کے اور انتظار عدت کے اسلیے کہ طلاق قبل الوطی مین عدت نہین ہی لو ایک
مستحق نہین ہوتی ص ایک شخص کے پاس دو لونڈیان اسطرح کی ہین کہ وہ از روے نکاح کے جمع نہین ہو سکتین ف جیسے دونون
بہنین ہین یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی ص اور اوسنے شہوت سے دونون لونڈیون سے دواعی وطی کیے تو اب اوسکو ہر ایک
لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہین جبتک کہ ایک کو اون دونون مین سے اپنے اوپر حرام نہ کرے ف مثلا اوسکو بیچ ڈالے
یا کسی سے نکاح کر دے یا آزاد کر دیوے یا مکاتب کر دیوے مختار ص اور مکروہ ہی ف تحریما مختار ص بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا
ف لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطان عادل کے ہاتھ کا یا کسی شخص زاہد عابد کا واسطے تبرک کے تو بعضون کے نزدیک جائز ہی
اور بعضون کے نزدیک مسنون ہی ص یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہی اگر کرتہ یا جبہ پہنے ہو ف اسواسطے
کہ جب دونون صرف ازار پہنے ہین اور باقی بدن کھلا ہوا ہی تو بدن سے بدن معانقے مین ملیگا اور اسمین خوف شہوت کا ہی
برخلاف اوس صورت کے کہ کرتہ یا انگرکھا یا اور کوئی کپڑا پہنے ہون یہ مذہب ابو حنیفہ اور محمد کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا بوسہ
لینا اور معانقہ کرنا درست ہی اور یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ جب بوسہ اور معانقہ واسطے محبت کے ہو اور جو بطور شہوت ہو تو اوسکے
حرام ہونے مین شک نہین بالاتفاق کذا فی الاصل اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفر سے جب حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا
اونکی دونون آنکھون کے درمیان مین روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین ابن عمر سے اور طرفین کی دلیل ہی کہ حضرت نے منع کیا مکامعہ سے اور وہ معانقہ
ہی اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہی کذا فی الہدایہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی ریحانہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکامعہ
اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جبکہ دونون کے بیچ مین کوئی چیز حائل نہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب اون دونون کے
بیچ مین کچھ نہووے اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقہ کی اوسی صورت مین ہی جب دونون مین کوئی کپڑا حائل نہووے اور سفر سے جو
شخص آوے اوس سے معانقہ کرنا مسنون ہی اور باقی مقامات مین جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہین ہی ص اسیطرح جائز ہی
مصافحہ ف بلکہ مسنون ہی عند الملاقات بعد سلام کے روایت کی طبرانی نے حذیفہ بن الیمان سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب
ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کرکے سلام کرتا ہی اور اپنا ہاتھ اوسکے ہاتھ سے ملاتا ہی تو دونون کے گناہ جھڑ جاتے ہین جیسے درخت
کے پتے جھڑتے ہین اور ابو داود ترمذی ابن ماجہ نے مرفوعا روایت کی کہ جب دو مسلمان ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اونکے
جدا ہونے سے پہلے دونون کے گناہ بخشے جاتے ہین اور جامع ترمذی مین ابن مسعود سے مرفوعا مروی ہی کہ ہاتھ کا پکڑنا تمامی ہی تحیہ کی یعنی
سلام پورا نہین ہوتا بدون مصافحہ کے اور مصافحہ مسنون ہی دونون ہاتھون سے انگوٹھا پکڑکے وقت ملاقات کے اور سوا اسکے
اور مقامون مین جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہین ہی بلکہ بعضون نے اوسکو بدعت قرار دیا ہی

مسائل ملحقہ ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہین اسیطرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھ
جبکہ کوئی چیز حائل نہو اسیطرح لڑکے لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاوین تو اونکا بستر جدا چاہیے اور مراد اوس سے یہ ہی کہ ہم بستری
مع التجرد ممنوع ہی اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جدا گانہ ہو تو درست ہی اور لڑکا کبر و جب شہوت دار ہو جاوے تو حکم اوسکا نظر وغیرہ
کے مسائل مین حکم بالغ کے ہی اور حامی کو نظر شرمگاہ کی طرف درست ہی امام اعظم رح کے نزدیک جیسے ختنہ کرنیوالے کو

لیکن یہ روایت محمول ہی اوپر حالت ضرورت کے ایسا ہی کہا فقیہ ابو اللیث نے اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہی ورنہ اوسکے لیے ایک لونڈی جسکو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دین یا ختانہ سے نکاح کرا دیوین اور جو یہ صورتین نہو سکین تو ختنہ نہ کرے عالم یا زاہد کا پانوں چومنا اگر کوئی چاہے تو وہ اپنے پانوں کو بڑھاوے اور ایک روایت مین ہی کہ نہ بڑھاوے اور چومنے نہ دے اور اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہی وقت ملاقات کے مکروہ ہی اسی طرح زمین کا چومنا علما اور سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیہ اور آداب کے ہی تو فسق اور حرام ہی اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہی تو کفر ہی اور غیر خدا کے لیے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہی اور عالم کی تعظیم کے لیے یا اوستاد کی یا باپ کی قیام درست ہی جب یہ لوگ آوین اور بعض کے نزدیک ممنوع ہی اور حدیثین مختلف وارد ہین بعضون سے جواز اور بعضون سے ممانعت نکلتی ہی اور مصحف کا چومنا جائز ہی اور روٹی کا چومنا درست ہی اور روندنا اوسکا پانون سے یا کاٹنا اوسکا چھری سے ممنوع ہی کذا فی الدر المختار و عالمگیری

فصل مکروہات بیع کے بیان مین

ص مکروہ ہی بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہو دے تو درست ہی جیسے گوبر کی بیع ف اور لید اور مینگنی کی درست ہی ص صحیح قول مین ف اور وہ قول امام محمد کا ہی ہدایہ اور امام شافعی کے نزدیک نہین جائز ہی بیع گوبر کی کذا فی الاصل ص اور اوس سے ف یعنی آدمی کے گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہو دے ص نفع بھی لینا درست ہی نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہی اور کافر نے شراب بیچکر روپے اوسکے حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے اون شراب کے روپیون مین سے لینا درست ہی اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اوسکے روپے حاصل کیے تو صاحب دین کو اون روپیون سے اپنے قرض کے روپے لینا مکروہ ہی ف اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہی اور بیع اوسکی باطل ہی تو اوسکی قیمت بھی حرام ہی کذا فی الاصل ص اور جائز ہی آرایش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد مین جانا ف یہ ہمارے نزدیک ہی اور مالک اور شافعی کے نزدیک مکروہ ہی اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام اور ہم یہ کہتے ہین کہ اس آیت سے کفار کی نہی نہین مقصود ہی کیونکہ قول اللہ تعالی کا انما المشرکون نجس نہین موجب ہی حرمت کو بعد اوس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہی مسلمانون کو اس بات کی کہ اب اس سال کے بعد کفار قادر نہونگے اس مسجد کے دخول پر کذا فی الاصل اور دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ روایت کی ابو داود نے سنن مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ثقیف کے قاصدون کو جو کفار تھے مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہی عینی ص اور جائز ہی ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی ف اسلیے کہ آنحضرت صلعم عیادت مریض کی کیا کرتے تھے روایت کیا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور اس مین قید مسلمان کی نہین ہی اور بھی روایت کی بخاری نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہی خدا کا جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی ص اور جانورون کو خصی کرنا اور گدھون کو گھوڑیون پر کودانا واسطے جننے کے ف اسلیے کہ حضرت نے خصی دنبون کو ذبح کیا قربانی مین جیسا کہ اوپر گذرا اور اوسمین منفعت ہی جانور کی اور سوار ہوے آپ خچر پر روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے تو اگر یہ فعل ممنوع ہوتا ہرگز نہ سوار ہوتے آپ خچر پر ص اور ختنہ ف شی طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اوس صورت مین جب کوئی طبیب

[illegible]

مسلمان ہم کہدیوے کہ فلان شے نجس مین شفا ہو اور کوئی دوا مباح قائم مقام اوسکی نہ ملے درمختار ص اور تنخواہ قاضی کی ف
بیت المال مین سے یہ اسواسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین مگر یہ
درست ہے اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نکرینگے کذا فی الاصل دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا ہے حبس کی
یعنی قاضی اپنے حوائج سے جو رُکا رہتا ہے اوسکا بدلا ہے نہ قضا کا ص اور سفر لونڈی یا ام ولد کا ف اور مکاتبہ و معتقۃ البعض کا
ص بغیر محرم کے ف اسواسطے کہ لونڈی اجانب کی نسبت ایسی ہے جیسے محرم درمختار مین ہے کہ یہ حکم زمانہ سابق مین تھا اب
لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہین بسبب فساد زمانے کے ص اور صغیر کے واسطے خرید و فروخت کرنا ضروریات کا بھائی چچا
مان کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اونکی پرورش مین ہو ف اور صغیر کا اجارہ دینا صرف مان کو ف جائز ہے چچا
اور ون کو نہین درست ہے ص اور شیرۂ انگور بیچنا اوس شخص کے ہاتھ جو اوسکی شراب بناویگا ف اسواسطے کہ معصیت
نفس شیرہ سے متعلق نہین ہے بلکہ بعد اوسکے تغیر کے برخلاف سلاح کے کہ اوسکا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ درست نہین کیونکہ معصیت اونکی
عین سے متعلق ہے کذا فی الاصل اور ذمی کی شراب مزدوری لیکر اوٹھانا ف یہ امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک نہین درست ہے
اور مزدوری حلال نہین ہے کذا فی الاصل ص اور دیہات مین گھر کو کرایہ دینا آتشخانہ بنانے کے لیے ف پارسیون کی عبادت کے
واسطے ص یا کنیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانے کیواسطے یا شراب بیچنے کیواسطے ف درست ہے امام اعظم رح کے نزدیک اور صاحبین کے
نزدیک جائز نہین ہے لیکن شہرونمین بالاتفاق نادرست ہے اور ہدایہ مین ہے کہ مراد دیہات سے یہان دیہات کوفہ ہے جنمین اکثر گانون والے ذمی
رہتے تھے ص اور ہمارے ملک کے دیہات مین تو ان باتونکی قدرت اونکو نہ دیجاویگی اسلیے کہ نشانیان اسلام کی ظاہر مین یہی قول اصح
ہے اور درست ہے تکیے کے مکانونکی عمارت بیچنا ف یعنی بنا اور علیٰحدہ زمین امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک زمین کا
بھی بیچنا درست ہے اور اسی پر فتوی ہے درمختار امام کی دلیل ظاہر حدیث ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین مجاہد سے کہا کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ حرام ہے حرمت دی اوسکو اللہ تعالی نے نہین حلال بیع اوسکی زمین کی اور کرایہ دینا اوسکے گھر کو
ص اور غلام کے پانون مین بیڑی ڈالنا ف اگر اوسکے بھاگ جانے کا خوف ہو اور طوق ڈالنا گلے مین مکروہ ہے ہدایہ ص اور غلام کا ہدیہ
قبول کرنا اگر وہ تاجر ہو اور اوسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکے جانور کو عاریت لینا ف استحسانا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
قبول کیا ہدیہ سلمان کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اوسکو حاکم نے بریدہ سے اور ہدیہ بریرہ کا کذا فی الاصل لیکن حدیث کی کتابون سے معلوم ہوتا
ہے کہ حضرت صلعم نے جب ہدیہ بریرہ کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھین ص لیکن مکروہ ہے کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا دیوے یا روپیہ
اشرفی تحفے کے طور پر دیوے ف اسلیے کہ ان چیزون کی تجارت مین کچھ ضرورت نہین بخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجارون کے
ملانے اور معاملے کے جاری کرنے کے لیے ان باتون کی ضرورت ہوا کرتی ہے ص اور بھی مکروہ ہے خدمت لینا خصی سے ف اسواسطے
کہ اسمین ترغیب ہے انسان کے خصی کرنے کی اور وہ ممنوع ہے ص اور مکروہ ہے بقال کو ایک روپیہ قرض دینا یہ کہکر کہ اوس سے جو
چاہیے گا چیزین لیتا جاویگا یہان تک کہ روپیہ پورا ہو جاوے ف اسواسطے کہ اس قرض مین منفعت ہے اور ایسا قرض ممنوع
ہے ہان اگر اوس بقال پاس امانۃً روپیہ رہنے دیوے پھر اوسکے بدلے مین چیزین لیتا جاوے تو درست ہے ہدایہ ص اور شطرنج
یا چوسر کھیلنا ف اور اسی طرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک مباح ہے کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اس مین

ذہن تیز ہوتا ہی لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہو جاوے اور اوسمین شرط نہو ورنہ جوا ہو جاویگا اور وہ حرام ہی بنص کلام الٰہی
اور ہم یہ کہتے ہین کہ اگرچہ شرط نہین ہوتے جب بھی اوسمین ضائع کرنا ہو عمر کا اور خیال باطل کا غلبہ ہی یہان تک کہ بھوک پیاس بھی
جاتی رہتی ہی تو اور امورات کا کیا حال ہوگا کذا فی الاحیا دلیل اوسکے مکروہ ہونے کی یہ ہی کہ وہ لہو ہی اور ہر لہو نادرست ہی مگر تین لہو اور
شطرنج اون تین مین سے نہین ہی اور ہدایہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نردشیر کو تو گویا اوسنے اپنا ہاتھ
سور کے خون مین ڈبو دیا کہا زیلعی نے اس لفظ سے یہ حدیث غریب ہی اور موجود ہی صحیح مسلم مین یہ حدیث لیکن اوسمین
شطرنج کا لفظ نہین ہی اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین قاسم بن محمد سے کہ انھون نے کہا شطرنج کے باب مین کہ یہ
لہو ہی اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی سے اور نماز سے وہی میسر ہی جسکی حرمت کلام اللہ مین منصوص ہی ص اور اسیطرح ہر
لہو و لعب ف جیسے کنکوا یا تکل اور اڑانا آتشبازی چھوڑنا آرایش شادی مین بنانا ص اور غلام کے گلے مین طوق ڈالنا
اور مکے کی زمین کو بیچنا یا کرایہ دینا اور دعا مین یہ لفظ کہنا بمعقد العز من عرشك ف یا بمقعد العز من عرشك اول کے
معنی یہ ہین کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہی اور ثانی کے معنی یہ ہین کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہی دونون لفظ
کہنا مکروہ ہی اس لیے کہ لفظ اول سے حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہی کیونکہ عرش و فرش سب حادث ہین اور
عزت اور جلال الٰہی قدیم ہین اور دوسرے لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہی کہ شاید اللہ تعالی کا مکن عرش پر ہی اور یہ قول مجسمہ
خذلہم اللہ کا ہی جو اللہ تعالی کے لیے مکان اور جہت ثابت کرتے ہین نعوذ باللہ منہ در مختار مین ہی کہ ابو یوسف نے اسکے
عدم کراہت کو کہا ہی اور اسی کو پسند کیا ہی فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ یہ لفظ دعا ماثور مین وارد ہی جسکو روایت کیا بیہقی نے
عبد اللہ بن مسعود رض سے تو اس صورت مین لفظ عز صفت عرش کی ہوگا نہ صاحب عرش کی پھر صاحب درمختار کہتے ہین
کہ زیادہ تر احتیاط اس دعا کے نہ کہنے مین ہی اس واسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہی اور مخالف ہی اون آیات قطعیہ کے جنسے نفی
جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہی ص اور مکروہ ہی کہ دعا مین یہ کہے بحق فلان یا بحق رسلك و انبیائك
ف اسلیے کہ رسل اور انبیا اور ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہین اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہین ہی یعنی جو
کچھ اللہ تعالی اپنے بندون کو نعمتین اور راحتین عطا کرتا ہی اور کریگا اوسکو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیے ورنہ
اللہ تعالی کو کسیکا دینا نہین آتا البتہ یہ لفظ دعا ماثور مین وارد ہی تو مراد اوس جگہ حق سے حرمت اور عظمت اور
وجاہت ہی نہ حق وجوبی ص اور مکروہ ہی قرآن شریف پر بعد دس دس آیتون کے علامت بنانا یا اوسمین اعراب دینا
ف اس واسطے کہ ابن مسعود نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن مین اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین ص مگر اہل عجم کو درست ہی بلکہ مستحسن ہی ف اس واسطے کہ یہ لوگ اعراب بان عرب کو پہچان نہین سکتے تو حرج
واقع ہوگی اعراب نہ لکھنے مین اور قرآن کا حفظ اور مزاولت متروک ہو جاویگی ص اور مکروہ ہی بند کر رکھنا آدمی اور جانور
کی خوراک کو اوس شہر مین جہان پر روکنا ضرر کرتا ہو ف اس واسطے کہ حدیث مین ہی الجالب مرزوق والمحتکر ملعون
یعنی غلہ لانے والا اوس واسطے شہر والون کے رزق دیا گیا ہی یعنی خدا تعالی اوسکو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہی روایت
کیا اوسکو ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب رض سے اور روایت کی احمد نے مسند مین ابن عمر رض سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگون سے

چالیس دن تک تو مروی ہو اللہ سے اور اللہ بری ہوا اوس سے اور مراد یہ ہو کہ غلہ خرید کر کے اوسکو رکھ چھوڑے اور خلق خدا کے
ہاتھ نہ بیچے اس غرض سے کہ جب گران یا قحط ہوگا تو بیچینگے تو حاصل یہ ہو کہ یہ روکنا غلے کا اگر اہل شہر کو ضرر کرے تو مکروہ ہو اور امام ابو یوسف سے
مروی ہو کہ احتکار پھلے غلے پر منحصر نہیں ہو بلکہ جس چیز کے روکنے سے عامۂ خلائق کو ضرر پہنچے تو اوسکو احتکار کہتے ہیں اور امام محمد سے
مروی ہو کہ کپڑے میں احتکار نہیں ہو اور مدت حبس کی بعضوں کے نزدیک چالیس دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک ایک مہینا
لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہو اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روک رکھے اور واجب ہو کہ قاضی
محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل و عیال کی قوت سے فاضل ہو اوسکو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اوسکو تعزیر دیوے اور صحیح یہ ہو کہ اگر وہ
نہ بیچے تو قاضی جبرا اوسکو بیچ ڈالے کذا فی الہدایۃ والاصل **ص** نہیں مکروہ ہو اوس غلے کا روک رکھنا جو اوسکی زمین میں خاص پیدا
ہوا ہووے یا دوسرے شہر سے اوسکو لایا ہووے **ف** اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک جو چیز لائی جاوے مصر تک
اکثر حکم مصر میں ہو کذا فی الاصل **ص** اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اوس سے گھٹنے اور بڑھنے نہ پاوے **ف**
بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے **ص** مگر اوس صورت میں کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھا لیویں تو لوگوں کی صلاح اور مشورہ سے نرخ مناسب
مقرر کر دیوے **ف** اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ میں انس بن مالکؓ سے مروی ہو کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ
نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنیوالا ہو اور بند کرنیوالا ہو
اور کشایش کرنے والا ہو میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھسے مطالبہ نکرے کسی مظلمہ مالی یا خونی کا کہا
ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہو اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندوں میں اسکو روایت کیا ہو کذا فی العینی
مسائل ملحقہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ ملا کر بالتبع کہہ سکتا ہو آواز بلند کرنا ذکر اور
دعا میں مکروہ ہو کبوتروں کا پالنا استیناس اور دفع وحشت کے لیے درست ہو اور اونکا اوڑانا یا مرغ لڑانا حرام ہو کبوتر باز
اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہووے یا ڈھیلے مار کے لوگوں کے شیشے توڑتا ہووے تو تعزیر دیا جاوے اور
نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اوسکے ذبح کر ڈالے جاوین طیور خرید کر کے چھوڑ دینا
درست ہو اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہو اسواسطے کہ ضائع کرنا ہو مال کا گھوڑدوڑ درست ہو اگر شرط یک طرفہ ہو اور حرام ہو
اگر دونوں جانب شرط ہووے مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہو جاوے اور اوسکا گھوڑا اسطرح کا ہو کہ اوسکے آگے بڑھ جانے کا احتمال ہو
پھر اگر اوس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لیوے اور ان دونوں شخصوں میں جو آگے بڑھ جاوے
دوسرے سے مال مشروط بھر لے اور جو وہ دونوں تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لینگے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت
اور جہاد جائز ہو اور بقصد بازی مکروہ ہو قصص کاذبہ اور احادیث درج کا مذاکرہ مکروہ ہو ناخون کترنا مستحب ہو دن جمعے کے
بعد نماز کے مگر جب بہت بڑھ گئے ہوں اور غازی کو ناخون اور مونچھیں بڑھانا چاہیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ناخون کترنا شروع کیے اپنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے آدمی کی چھنگلیا تک پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے اپنے ہاتھ کے انگوٹھے
تک ہوتے زہار مونڈنا اور رہنا نا ہر جمعہ میں افضل ہو اور پندرھویں دن بھی موے زہار مونڈنا جائز ہو اور چالیس دن سے زیادہ گذارنا
مکروہ ہو داڑھی ایک مٹھی رکھنا مستحب ہو اس سے جو بڑھے اوسکو قطع کرے اگر بدنما معلوم ہو مونچھوں کو کتر لے یا منڈوا لے اگر

ف
تحکم و احتکار ... علامات وقف ... بدعت حسنہ ... ۱۲ عینی

کتر ائے تو اتنا کہ لب بالا کے کنارے کے برابر ہو جاوین عورت کو سر کے بال کاٹنا حرام ہی ایک شخص نے علم دو شخصون کو تعلیم کرنے کے لیے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کے لیے تو اول افضل ہی اور باہم تذکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہی بغیر اذن والدین کے علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا جائز ہی اگر امن ہو قاضی پر محکمہ مین آوے جو شخص مسجد مین بیٹھا ہو انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن مین مشغول ہی اور مذاکرہ علم کیوقت اور اذان و اقامت کے حال مین ہی جواب سلام کا دینا واجب نہین لڑکیون کے کان چھیدنے مین قباحت نہین ہی بعد دفن کے پھر میت کا نقل کرنا ناجائز ہی البتہ قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہی عاشورے کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن کے پڑھنے سے سننا اوسکا زیادہ ثواب ہی واللہ اعلم من الدر المختار و حاشیہ

ص کتاب احیاء الموات

ف یعنی ناآباد زمینون کے آباد کرنے کے بیان مین ص موات وہ زمین ہی جس سے نفع حاصل نہین ہوتا پانی نہونے یا پانی کی کثرت کے سبب سے یا مانند اسکے اور اسباب سے ف مثلاً زمین بہت نمدار ہوگئی یا شور ہوگئی کذا فی الاصل ص اور قدیم سے کسی کی مملوک نہین ہی یا مملوک ہی اہل اسلام کی لیکن اوسکا کوئی مالک معین نہین معلوم ہوتا اور بستی سے اسقدر دور ہی کہ اگر کوئی شخص انتہاے آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اوس زمین مین آواز نہ پہنچے ف امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہوگی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہین ہی پس اگر اوسکا مالک معلوم نہووے تو وہ عامہ مسلمین کی ہی اور جب اوسکا مالک ظاہر ہو جاوے تو اوسکو ردکی جاویگی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ مزارع کو دینا پڑیگا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ابو یوسفؒ نے نہ محمدؒ نے کذا فی الاصل ص جو شخص ایسی زمین کو آباد کریگا تو وہ زمین اوسی کی مملوک ہو جاویگی اگر امام کے اذن سے ہووے گو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے ہووے تو مالک نہوگا ف یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک امام کا اذن شرط نہین ہی کذا فی الاصل دلیل انکی قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اوسی کی ہی روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہی اور اختلاف ہی اوسکے صحابی مین بعضے جابر کہتے ہین اور بعضے عایشہؓ اور بعض عبداللہ بن عمرؓ اور راجح قول اول ہی اور روایت کی بخاری نے عروہ سے انھون نے عایشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی ملک نہووے سو وہ زیادہ حقدار ہی اوسکا کہا عروہ نے یہی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت مین دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ روایت کی طبرانی نے معاذ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نہین ہی واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اوسکا امام خوش ہو اور اوپر کی حدیث محمول ہی اوسی صورت پر جب اذن امام کا ہووے ص نہین جائز ہی آباد کرنا اوس زمین کا جسکا پانی ہٹ گیا ہو لیکن وہان آسکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہو گیا ہو کہ پھر اوسکا عود نہو سکے تو آباد کرنا اوسکا درست ہی اگر زمین موات امام کے اذن سے لی اور اوسمین پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اوسکو آباد نہین کیا تو امام اوس سے زمین لیکر دوسرے کے حوالے کرے اور جسنے ایک کنوان زمین موات مین کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنوان عطن کے لیے ہو ف یعنی پانی اوسمین سے ہاتھ سے بھرا جاتا ہو اور اونٹ اوسکے گرد بیٹھ کے پانی پیتے ہون ص یا ناضح ہو ف بیر ناضح وہ کنوان ہی جس سے پانی بھرا جاتا ہی اونٹون سے کھیت سینچنے کے لیے ص تو گرداگرد اوس کنوین کے چالیس گز

ہر طرف سے اوسکا حق ہوگا برقول امام کے ف اور برقول صاحبین کے حریم اوسکا چالیس گز ہی ہر طرف سے دس گز اور صاحبین کے نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہوگا ہر جانب سے اور گز سے مراد گز شرعی ہی جو چوبیس انگل کا ہوتا ہی اور ہر انگل بقدر چھ جو کے جب آپسمین ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہو کذا فی الاصل دلیل امام صاحب کی حدیث ہی عبداللہ بن مغفل کی روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کنوان کھودے تو اوسکو چالیس گز ہی واسطے پانی پینے اوسکے جانورون کے روایت کی امام احمدؒ نے مسند مین ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنوین کا چالیس گز ہی سب طرف سے اوسکے واسطے پانی پینے اونٹ اور بکریون کے ص اور حریم چشمے کا پانسو گز ہی ہر جانب سے ف اسواسطے کہ ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج مین روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانسو گز ہی اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہی اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہو کذا فی العینی شرح الہدایہ یہی حدیث دلیل ہی صاحبین کی بیر ناضح کے حریم مین زیلعی نے تخریج ہدایہ مین اسکو غریب کہا ہی ص تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنوان کھودنے کا ارادہ کریگا تو منع کیا جاویگا بنا بر حریم کے اگر حریم کی منتہی پر ایک اور شخص نے کنوان کھودا تو اوسکا حریم تین جانب سے ہوگا نہ پہلے کنوئین کی جانب سے ف اسلیے کہ وہ ملک پہلے کنوین والے کی ہی ص اور کاریز ف یعنی مجری پانی کا زمین کے نیچے درمختار ص کا حریم بقدر اوسکی اصلاح کے ہی ف اندر کی مٹی ڈالنے کے لیے یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور بعضون نے کہا کہ جب اوس مین پانی نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہی اوسکا حریم نہین ہی اور جو پانی نکلے تو حکم اوسکا مثل چشمے کے ہی یعنی پانسو گز اوسکا حریم ہوگا کذا فی الاصل ص نہر کا حریم نہ ملیگا دوسرے کی زمین مین امام صاحب کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبین کے نزدیک اوسکو نہر کی مینڈ ملیگی چلنے کے لیے اور مٹی ڈالنے کے لیے ملے گا اور ایسی ہی زمین موات مین تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے بیچ مین واقع ہو اور کسی کی اون دونون مین سے اوس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہین ہی تو وہ مینڈ صاحب زمین کی ہوگی امام صاحب کے نزدیک اور جو کسی کی علامت اوسپر موجود ہو تو اوسی صاحب علامت کی ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حریم نہر کا بمقدار نصف بطن نہر کے ہوگا ہر جانب سے اور محمدؒ کے نزدیک مقدار پوری بطن نہر کا ہر جانب سے ف درمختار مین ہی کہ قول ابو یوسفؒ پر فتوی ہی اور حریم درخت کا جو ارض موات مین بوے پانچ گز ہی ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہی حدیث مین اخراج کیا اوسکا ابوداؤد نے

فصل شرب کے مسائل میں

ص شرب بالکسر عبارت ہی پانی کے حصے سے ف یعنی پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت سینچنے کے لیے یا جانورون کے پلانے کے لیے درمختار ص اور شفعہ کہتے ہین آدمی یا چارپایون کے پانی پینے کو لبون سے تو ہر شخص کو حق شفعہ پہونچتا ہی ہر پانی مین جو کسی برتن کے اندر رکھا گیا ہو ف اسلیے کہ جب پانی کسی برتن مین رکھا گیا تو وہ رکھنے والے کا مملوک ہوگیا اب کوئی شخص بے اجازت اوسکے اوسمین سے نہین پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہ مین ہی جیسے کنوان یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو ہر شخص کو اوس سے پینا یا جانورون کو پلانا پہونچتا ہی اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آدمی شریک ہین تین چیزون مین ایک پانی دوسری گھاس تیسری آگ روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ص اسیطرح ہر شخص کو پہونچتا ہی کہ دریا یا نہر عظیم جیسے دجلہ اور جو مانند اسکے نہرین ہین ف دجلہ نام ہی نہر بغداد کا اور مانند دجلے کے اور ا[illegible]

عظام ہین مثل گنگا جمنا گھاگھرہ وغیرہ ص اپنی زمین کو سینچے یا اوسمین سے ایک نہر اپنی زمین کی طرف نکالے سینچنے کے
لیے یا چکی کے لیے اگر عامۂ خلق کو اوس سے مضرت نہ پونچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کنوین سے جائز نہین کہ اپنے جانورون کو
پانی پلاف اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانورون کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت مین پانی ڈالے
مگر اوسکی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہو کہ گھڑے مین پانی بھر کر اپنے گھر مین لاکر درخت یا سبزہ مین ڈالے صحیح تر قول مین ف
اور بعضون کے نزدیک یہ بھی درست نہین مگر مالک کے اذن سے آو بخانیہ اور وجیز مین اسی قول کو صحیح کہا ہو طحاوی ص
جو نہر کسی کی مملوک نہین ہو اوسکی کھدوائی بیت المال مین سے دیجاویگی اور اگر بیت المال مین روپیہ نہووے تو رعایا سے
لی جاویگی ف اور اگر وہ نہ دین تو امام اون سے جبراً لیوے جیسے تیاری لشکر اسلام کیواسطے (یعنی ساز گرانی وغیرہ ۱۲) حموی ص اور جو وہ نہر
مملوک ہی تو نہر والون سے لی جاویگی نہر کے اوپر کی جانب سے نہ پانی پینے والون سے ف یعنی جو اوس نہر مین پانی پینے پر
اونسے کھدوائی نہ لیجاویگی اسلیے کہ وہ نہر والے نہین ہین ص اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاوینگے تو اوسپر باقی
نہر کی کھدوائی لازم نہ آویگی ف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سب شریکون پر پوری نہر کی اول سے آخر تک
کی کھدوائی مقرر کرکے حصہ رسد سب سے لی جاویگی ص صحیح ہو دعوی شرب کا بغیر دعوی زمین کے ف یہ استحسان ہو اسلیے کہ کبھی
پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہو ارثاً اور کبھی زمین بیچڈالی جاتی ہو اور شرب بائع کے لیے رہتا ہو کذا فی الاصل ص ایک
جماعت نے شرب مین جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کر دینگے اور اوپر کی جانب والا نہر روک نہین سکتا اگرچہ اوسکی
زمین سیراب نہین ہوتی ہو بغیر روکے ہوے مگر اور شرکا کی رضامندی سے اور کوئی اوس نہر مین سے دوسری نہر نکال نہین سکتا
یا اوسپر چکی کھڑی نہین کرسکتا یا دولاب یا پل بنا نہین سکتا (یعنی رہٹ) مگر شرکا کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک مین رکھے ف
اسطرح سے کہ بطن نہر اور دونون کنارے اوسکے مملوک ہون اور دوسرے شریک کو صرف پانی بہانے کا حق ہووے کذا
فی الاصل ص اور نہر اور پانی کو اوس سے ضرر نہ پونچے تو ہوسکتا ہو اسی طرح نہر کے مونہ کو چوڑا نہین کرسکتا یا اگر نہر کا
پانی بطور سوراخون کے منقسم تھا اور وہ دنون کے حساب سے بانٹے تو یہ نہین ہوسکتا یا اوس زمین مین پانی لیجاوے جہان کی
باری مقرر نتھی حق شرب موروث ہوتا ہو اور اوس سے نفع اوٹھانیکے لیے وصیت بھی ہوسکتی ہو اور اوسکی بیع یا اجارہ
یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہین ہوسکتی اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا ف موافق عادت کے
ورنہ ضامن ہوگا درمختار ص اور اوس سے دوسرے کی زمین مین تری پہونچکے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان
نہ دیگا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی سینچی تو تاوان نہ دیگا ف اسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہو اور یہی قول ہو
امام خواہرزادہ کا اور جامع صغیر بزدوی مین ہو کہ ضامن ہوگا کذا فی الاصل ودرمختار مین ہو کہ فتوی قول اول پر ہو واللہ اعلم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہو شرابون کے احکام کے بیان مین حرام ہو خمر اور وہ کچا پانی ہو انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ اوٹھاوے
اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو ف یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اوسکا حرام ہو اسلیے کہ وہ نجس عین ہو مثل پیشاب کے
فرمایا اللہ تعالی نے خمر کے حق مین اِنَّهُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ یعنی وہ پلید ہو شیطان کا کام ہو اور لساوینا اوسکی

حرمت مین بکثرت وارد ہوئی ہین منجملہ ایت کی حاکم اور ابو داؤد نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اللہ تعالی نے لعنت کی خمر پر اور اوسکے پینے والے پر اور اوسکے نچوڑنے والے پر اور اوسکے پلانے والے پر اور اوسکے اوٹھانے والے پر
اور اوسکی قیمت کھانے والے پر اور اوسکے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابو حنیفہ اور نسائی اور دارقطنی نے ابن عباسؓ
سے کہ خمر حرام ہو قلیل اور کثیر اوسکا اور اور شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابو حنیفہؒ کا ہو اور باقی ایمہ کے نزدیک جو چیز
عقل کو زائل کر دیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہو دلیل اونکی حدیث ہو ایمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے ہر مسکر خمر ہو اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے خمر ان دو درختون سے
ہوتا ہو یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہ نے دلیل امام کی یہ بیان کی ہو کہ خمر باتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہین
اور حدیث اول مین یحیی بن معین نے طعن کیا ہو اور حدیث ثانی سے بیان حکم منظور ہو نہ بیان معنی خمر اور ایلہ حدیث نے
اسکو رد کیا ہو اسطرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخان اور ایمہ اربعہ نے پس یہ اعلی مراتب صحیح مین ہوئی اور طعن یحیی
ابن معین کا اوس حدیث مین ثابت نہین ہو کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ مینے اس طعن کو کسی کتاب حدیث مین نہین
دیکھا اور ایمہ لغت مختلف ہین خمر کی حقیقت مین بعض نے خاص کیا ہو انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام کہا
ہو اور قاموس مین قول ثانی کو اصح کہا ہو اور دلائل اوسکی صحت کے بہت ہین ایک قول حضرت عمرؓ کا بر سر منبر روبرو جماعت صحابہ
کے کہ خمر پانچ چیزون سے ہوتا ہو انگور اور کھجور اور شہد اور گیہون اور جو سے اور خمر وہ ہو جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو
روایت کیا اوسکو بخاری نے اور ظاہر ہو کہ عمرؓ اور صحابہ کرام عرب عربا اور اعلم باللسان تھے دوسری روایت کی بخاری نے
انسؓ سے کہ جس وقت خمر حرام ہوا سو خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسری روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے
نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہون سے خمر ہوتا ہو اور جو سے خمر ہوتا ہو اور تمر سے خمر ہوتا ہو
اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہو اور شہد سے خمر ہوتا ہو اور اون لوگون مین سے جنھون نے اطلاق کیا خمر کا غیر انگور پر
عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسیؓ اور ابو ہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عایشہؓ ہین صحابہ سے اور تابعین
سے سعید بن المسیب اور حسن اور سعید بن جبیر ہین اور اور لوگ ہین کہا طحاویؒ نے کہ جب تعارض واقع ہوا حدیث ابو ہریرہ
اور حدیث نعمان اور حدیث ابن عمرؓ مین کہ جب خمر حرام ہوا مدینے مین تو ان خمرون مین سے کوئی خمر وہان نہ تھا روایت کیا
اوسکو بخاری نے اور صحابہ اوسکی تعریف اور ماہیت مین مختلف ہو گئے چنانچہ عبد اللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی
ساتھ انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ تھے درمیان ایمہ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی
جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہو تو اسی کو اختیار کیا حنفیہ نے اسلیے کہ امر حرمت کا عظیم ہو جیسے
امر حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہو اور منکر اوسکی حرمت کا کافر ہو برخلاف اوسکے جو اور اشربہ کی حرمت کا منکر ہو بیسے
اسلیے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اوسکے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا
اور سوا اوسکے اور مسکرات بھی حرام ہین لیکن حرمت اونکی ظنی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب ص اور جھاگ ہونا شرط ہو امام
اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جب شدید ہو گیا اور مسکر ہو گیا اب جھاگ اوٹھنا ضرور نہین ہو بہر خمر کا عین

حرام ہی اگرچہ قلیل ہو اور بعض لوگون کا قول یہ ہی کہ بقدر سکر او سمین سے حرام ہو ف لیکن یہ قول مردود ہی اس لیے کہ
اللہ تعالی نے خمر کو رجس فرمایا ہی جیسا کہ گذرا اور اوسپر اجماع امت کا ہو گیا کذا فی الاصل ص پھر خمر کا حلال جاننے والا
کافر ہی ف اسلیے کہ منکر ہی نص قطعی کا ہدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق مین ساقط ہی
نہ مالیت اوسکی ف تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کر دیا تو ضمان لازم نہ آویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
لعنت کی خمر کے بائع اور اوسکی قیمت کھانے والے پر اور روایت کی مسلم نے اور محمد نے آثار مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جسنے حرام کیا خمر کو سواوسی نے حرام کیا اوسکی بیع اور ثمن کھانے کو ص اور حرام ہی مسلمان کو نفع اوٹھانا خمر سے ف
اسلیے کہ انتفاع نجس سے حرام ہی در مختار مین ہی کہ خمر کا جانورون کو پلانا یا اوس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے
کے واسطے یا دوا مین یا اوسکا ڈالنا یا تیل مین یا کھانے مین یا اوسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہی مگر سرکہ بنانا یا پیاس
کے سبب سے جان نکلتی ہو اور پانی وغیرہ نملے تو پینا بقدر ضرورت درست ہی اور جو ضرورت سے زیادہ پیےگا تو اوسپر حد ماریجاویگی
ص اور جو کوئی خمر کو پیےگا اگرچہ اوسکو نشہ نہو ویگا لیکن حد مارا جاویگا ف چنانچہ دلیل اسکی کتاب الحدود مین گذری
اور سوا خمر کے اور شرابون کے پینے سے حد نہ پڑیگی جب تک نشہ نہوے لیکن محمد کے نزدیک پڑیگی اور اوسی پر فتوی ہی اس
زمانے مین عالمگیریہ ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اوسکی حرمت نجاویگی ف اسلیے کہ بعد خمر ہو جانیکے پکانا مؤثر
نہین ہی ہدایہ ص اور جائز ہی سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہی وہ سرکہ اسی طرح اگر خود بخود سرکہ ہو جاوے اور شافعی کے نزدیک
جائز نہین دلیل شافعی کی حدیث ہی انس کی ابی طلحہ سے کہ پوچھا انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیمون کا خمر
میرے پاس ہی تو آپ نے فرمایا کہ بہا دے اوسکو تو کہا مینے کہ سرکہ بنالون اوسکا کہا آپ نے نہین ہم یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث
قریب تر ہی اوس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اوائل مین آپنے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنون کا استعمال
بھی منع کر دیا تھا بعد اوسکے بالاتفاق درست ہو گیا اسی واسطے شافعی نے بھی ایک قول مین یہ سرکہ جائز رکھا ہی دوسرے یہ کہ
حضرت نے فرمایا کیا اچھا سالن سرکہ ہی روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر سے اور سرکہ اس حدیث مین مطلق ہی تیسرے یہ کہ
علت حرمت خمر کی سکر ہی تو جب سکر زائل ہو گیا تو حرمت بھی جاتی رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہو گیا تو جہان تک سرکہ پہنچا وہان تک برتن
پاک ہو گیا اور اوسکے اوپر کی جانب جہان سے خمر گھٹ گیا ہی تبعاً پاک ہو جاویگا یہی مفتی بہ ہی اور ایک روایت مین پاک نہوگا مگر
جب وہ سرکہ وہان ڈالا جاویگا تو علی الفور پاک ہو جاویگا ہدایہ ص اسیطرح حرام ہی طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور
دو تہائی سے کم جلایا جاوے ف طلا اوسکو اسلیے کہتے ہین کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہی اونٹ کی طلا کے اور صحیح یہ ہی کہ اسکا
نام باذق ہی اور جو نصف جل جاوے تو اوسکا نام منصف ہی یہ دونون اوزاعی کے نزدیک مباح ہین اور ائمہ اربعہ کے نزدیک
حرام ہین ص اور سکر یعنی کھجور کا پانی اور نقیع زبیب یعنی خشک انگور کا پانی جب ان مین جوش اور شدت پیدا ہو جاوے ف یعنی طلا
اور سکر اور نقیع زبیب جب ہی حرام ہین کہ ان مین جوش اور نشہ پیدا ہو جاوے اور شریک بن عبد اللہ کے نزدیک سکر درست ہی اسواسطے کہ
فرمایا اللہ تعالی نے تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا اور ہماری دلیل احادیث اور اجماع صحابہ کا ہی اوسکی حرمت پر اور یہ آیت
ابتداے اسلام کی ہی جب خمر حلال تھا اور بعضون نے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہی کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور رزق حسن کو

ترک کرتے ہو کذا فی الاصل والہدایۃ ص اور نجاست اسکی غلیظہ ہو ف اور ایک روایت مین خفیفہ ہی پہلی آور حرام ہونا نکا
امام صاحب کے نزدیک جب ہی جسوقت جوش کرے اور شدید ہو اور جھاگ لاوے اور صاحبین کے نزدیک فقط اشتداد کافی ہی شل
شراب کے کذا فی الاصل ص لیکن حرمت انکی ظنی ہی تو منکر اوسکا کافر نہوگا اور خمر کی حرمت قطعی ہی تو منکر اوسکا کافر ہوگا اور درست
ہی مثلث انگور کا اگرچہ اوسمین شدت ہوجاوے ف یعنی سکر پیدا ہوجاوے مثلث انگور کا اوسکو کہتے ہین کہ انگور کا پانی لیکر پکایا جاوے یہانتک
کہ اوسکی دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی رہ جاوے پھر اوسکو رکھ چھوڑین یہان تک کہ اوسمین شدت ہوجاوے اور جھاگ اوٹھنے لگے اسیطرح
اگر اوسمین بعد جلانے کے پتلا کرنیکے لیے تھوڑا سا پانی ڈالکر پھر پکا دین اور اوسکو رکھ چھوڑین یہان تک کہ جوش کرے اور شدید ہو اور
جھاگ اوٹھنے لگے اور درست ہی یہ مثلث امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک بالکل حرام ہی کذا
فی الاصل اور طلا در حقیقت اسی کا نام ہی در مختار مین ہو کہ پینا مثلث کا کبار صحابہ سے ثابت ہی ص اسیطرح نبیذ چھوہارکا یا انگور خشک کا
جب تھوڑا سا پکایا جاوے اگرچہ اوسمین شدت ہوجاوے لیکن ان تینون کا اس مقدار تک پینا درست ہی کہ نشہ نکرے اور لہو و طرب کے قصد سے
نپیے بلکہ قوت کے لیے استعمال کرے ف ورنہ امام صاحب کے نزدیک بھی حرام ہی دلیل امام اعظم کی حدیث ہی علی کی کہ فرمایا حضرت نے
حرام کیا اللہ تعالی نے خمر کو بالکل اور اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اوسکو عقیلی نے اور کہا کہ اسناد مین اوسکی عبدالرحمن مجہول ہی
اور حدیث اوسکی غیر محفوظ ہی البتہ یہ ابن عباس سے موقوفا مروی ہی روایت کیا اوسکو ابوحنیفہ اور دارقطنی نے جیسا گذرا اور
روایت کیا نسائی نے حلت کو مثلث کی حضرت عمر سے تو حرام امام صاحب کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہی جس سے نشہ ہوا اور محمد
اور شافعی اور مالک کے نزدیک یہ سب حرام ہین قلیل اور کثیر ان کا اسلیے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو
سو اوسکا قلیل بھی حرام ہی روایت کیا اوسکو احمد اور چارون عالمون نے جابر سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور روایت
کی ابو داود اور ترمذی نے عایشہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہووے تو اوسکا ایک
کف بھر بھی حرام ہی اور بہت سے علما نے فتوی دیا ہی محمد کے قول پر اس زمانے مین اسلیے کہ فاسق ان چیزون کا استعمال
کرتے ہین واسطے سکر کے اور شاید امام اعظم کو یہ حدیثین نہین پہونچین واللہ اعلم ص اسیطرح درست ہی خلیطان یعنی چھوہارا اور انگور
خشک کو ملاکر بھگو دین اور تھوڑا سا پکا کر اوسکو چھوڑ دین یہان تک کہ جوش مارے اور شدید ہوجاوے جب اوسکو پیے بغیر لہو و طرب کے
ف دلیل حلت کی وہ حدیث ہی جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا عایشہ صدیقہ سے کہ ہم مٹھی بھر تر اور مٹھی بھر انگور خشک بھگو
رکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سو جو صبح کو تر کرتے تھے تو آپ شام کو اوسکو پیتے تھے اور جو شام کو تر کرتے
تھے تو آپ صبح کو اوسکو پیتے تھے اور محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین پلانا ابن عمر کا ابن زیاد کو خلیطان روایت کیا ہی اور وہ جو حدیث
جابر مین جسکو روایت کیا ائمہ ستہ نے ممانعت اسکی منقول ہی تو محمول ہی ابتداء اسلام کے ہی ص اسیطرح درست ہی نبیذ
شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا اگرچہ پکایا نجاوے بغیر لہو و طرب کے ف امام صاحب کے نزدیک ہدایہ مین ہی کہ انکے پینے
والیکو حد نپڑیگی اگرچہ مست ہوجاوے اور محمد کے نزدیک یہ سب حرام ہین مطلقا اور یہی مفتی بہ ہی اور اوسکے پینے والے کو حد پڑیگی اگر
مست ہوجاوے بقول مختار مشایخ زمانہ کذا فی الدر المختار ص اور درست ہی سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اوسمین ڈالکر بناوے اور نبیذ انار
تو نبوت اور سبز گھڑون اور مرتبان اور روغن قیر مالش کیے ہوے برتنون اور کدو کے برتنون مین ف اسواسطے کہ محمد نے

کتاب الآثار میں بسند صحیح روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں نے تمکو دبا اور حنتم اور مزفت میں نبیذ بنانے سے منع کیا تھا سوائے پیو ہر برتن میں اسواسطے کہ برتن کسی چیز کو حرام یا حلال نہیں کرتا ہو و نہ پیو مسکر کو اور وہ جو حدیث ابن عباس میں ہو صحیحین میں کہ آپ نے وفد عبد القیس کو دبا اور حنتم اور مزفت اور نقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سو منسوخ ہو اس حدیث سے ص اور مکروہ ہو تمر کی تلچھٹ کا پینا اور اوسکو کنگھی میں کر کے بالون کو لگانا ف مراد کراہت سے حرمت ہو کذا فی الاصل ص لیکن تلچھٹ کا پینے والا جبتک مست نہو وے تو اوسکو حد نہ پڑیگی ف اور خمر میں شرب قلیل سے حد ہو اسلیے کہ قلیل اوسکا داعی ہوتا ہو طرف کثیر کے اور یہ امر تلچھٹ میں نہیں ہو تو اوس میں حقیقت سکر معتبر ہو گا کذا فی الاصل مسائل ملحقہ در مختار میں ہو کہ بھنگ اور افیون اور اجواین خراسانی اور جائپھل حرام ہو لیکن حرمت خمر سے اِن کی حرمت کمتر ہو سو اگر کوئی شخص ان میں سے کھاوے تو اوسپر حد نہیں اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور ہدایہ وغیرہ سے اجواین اور افیون کی حلت مفہوم ہوتی ہو اگر قلیل ہو جس سے سکر نہووے اور تنباکو کے باب میں علما مختلف ہو گئے بعض کے بیان سے حلت اور بعضون کے قول سے کراہت تنزیہی اور بعضون کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہو لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجوح ہو اور کراہت تنزیہی اقرب ہو طرف حلت کے پس حلت کا قول راجح ہو اور یہی مستفاد ہو کتب شافعیہ سے اور وہ موافق ہو اس اصل کے کہ اشیا میں اباحت اصل ہو اور وہ جو حدیث میں وارد ہو کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر سے اور مفتر سے روایت کیا اوسکو احمد نے ام سلمہ سے تو اوس سے ممانعت تنباکو کھانے کی جو واسطے دوا کے ہو وے اور قلیل ہو کہ اوس سے فتور پیدا نہو وے نہیں نکلتی اور یہی حکم ہو حقے کا واللہ اعلم بالصواب زبان یاور جسمین خمر مخلوط ہووے حرام ہو اور جو اور کوئی چیز مسکر مخلوط ہو وے تو بنابر مذہب امام صاحب کے درست ہو اور موافق مذہب امام محمد کے نادرست ہو اور اسی پر فتوی ہو

ص کتاب الصید

ف یہ کتاب ہو شکار کے بیان میں صید وہ حیوان متوحش ہو جسکا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ اور حلت صید کی غیر محرم کے لیے کلام اللہ سے ثابت ہو فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور فرمایا حرام کیا گیا تم پر شکار خشکی کا جب تم احرام میں ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ کر مار ڈالے تو کھا اور جو وہ اوسمین سے کھالیوے تو نہ کھا روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور منعقد ہوا اوسکی حلت پر اجماع ص حلال ہو شکار ہر دانت کچلی والے جانور کا اور ہر پنجے والے پرند سے جیسے کتا باز وغیرہ ف بیان ہو معنی دانت والے اور پنجے والے جانور کے کتاب الذبائح میں پھر جان تو کہ سور مستثنی ہو اس سے اس لیے کہ وہ نجس العین ہو اور امام ابو یوسف نے استثنا کیا شیر کا بسبب اوسکے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور بعض نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا ہو خساست میں اور ظاہر یہ ہو کہ کچھ حاجت استثنا کی نہیں ہو اسلیے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم نہیں ہو سکتی اسلیے کہ شیر عالی ہمت ہو وہ کسی کا کام نہیں کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہو وہ بھی کسی کا کام نہیں کرتا تو حلت صید کی شرط نہیں پائی جاتی کذا فی الاصل دلیل اسباب میں قول اللہ تعالی کا ہو وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ یعنی حلال ہو تمھارے واسطے شکار جانوروں کا جو زخمی کرتے ہیں جنکو تعلیم کیا تم نے اور یہ مطلق ہو شامل ہو ہر جانور کو دوسری

حدیث عدی بن حاتم مین لفظ کلب کا وارد ہوا اور کلب کا اطلاق زبان عرب مین ہر درندے پر ہوتا ہی یہان تک کہ شیر پر بھی ہدایہ ص بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہون ف اسلیے کہ کلام اللہ مین وَمَا عَلَّمْتُم کی قید ہی دوسرے یہ کہ ابی ثعلبہ خشنی نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہین اپنے کتے معلم اور غیر معلم سے تو فرمایا آپ نے کہ جو تو شکار کرے اپنے کتے معلم سے بسم اللہ کہکر سو کھا اوسکو اور جو تو شکار کرے غیر معلم کتے سے اور اوس جانور کو ذبح کر لے تو کھا اوسکو یعنی غیر ذکات اوسکا شکار درست نہین ہی روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ص اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگا دین ف اسواسطے کہ کلام اللہ مین جوارح کا لفظ وارد ہی جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جراحت ضرور ہی اور یہی ظاہر الروایت ہی اور اسی پر فتوی ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جراحت شرط نہین ہی ص اور اونکو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہکر چھوڑے ف اسواسطے کہ حدیث عدی مین بسم اللہ کہنے کا امر ہی اور اوسی حدیث مین ہی کہ عدی نے کہا یا رسول اللہ مین اپنا کتا بسم اللہ کہکر چھوڑتا ہون اور اوسکے ساتھ ایک اور کتا آجاتا ہی اب مین نہین جانتا کہ شکار کو کس کتے نے پکڑا تب فرمایا آپ نے کہ نہ کھا اوسکو اسلیے کہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہی نہ دوسرے کتے پر تو اگر کتا چھوڑنے والا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن عمداً بسم اللہ ترک کر دیوے تو درست نہین ہی ص اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو پانون سے یا پرون سے اور وحشی ہو حلال ہو ف ذکات اختیاری اوسمین نہو سکے تو جو جانور لوگون سے انس پکڑ لگیا ہی ممتنع ہی لیکن متوحش نہین ہی اور جو شکار جال مین پھنس گیا یا کنوین مین گر گیا یا سست کیا ہو اوسکو کسی متوحش نے تو وہ متوحش ہی لیکن غیر ممتنع ہی کذا فی الاصل تو ایسے جانورون مین ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے لیے ضرور ہی صرف ارسال جانور اور زخم سے حلال نہونگے ص اور اوس کلب معلم کے ساتھ دوسرا کلب جسکا شکار نہین درست ہی ف جیسے وہ کلب غیر معلم ہووے یا مجوسی کا ہووے یا شکار کے لیے چھوڑا نہ گیا ہووے یا بسم اللہ عمداً ترک کر کے چھوڑا گیا ہووے کذا فی الاصل ص شریک نہووے ف بسبب اوسی حدیث عدی بن حاتم کے جو اوپر گذری ص اور وہ کلب معلم وقفہ نکرے بعد ارسال کے ف تا کہ اوسکا شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب رہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال کے آرام کے لیے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہین اسلیے کہ یہ شکار ارسال سے نہوگا بلکہ گویا کلب نے بطور خود شکار کیا برخلاف اوسکے کہ چیتے کو شکار کے لیے چھوڑا اور وہ چھپ بالطریق چلے اور گھات لگے شکار کی فکر مین نہ بطریق استراحت اور آرام کے پھر شکار کو پکڑا کہ یہ درست ہی اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کر لے تو بھی درست ہی در مختار و طحطاوی ص اور کتا تعلیم یافتہ ہو جاتا ہی اگر تین بار شکار کرے اور اوسمین سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہی جب پکارنے سے آنے لگے ف یہی مضمون ماثور ہی ابن عباس رض سے کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ اثر غریب ہی مین کہتا ہون روایت کی امام محمد رح نے آثار مین بسند صحیح ابن عباس رض سے کہ کہا انھون نے جس جانور کو پکڑے تیرا کتا تو اگر معلم ہو تو کھا اوسکو اور جو وہ اوسمین سے کھا لیوے تو نہ کھا اوسکو اور لیکن باز اور شاہین تو کھا اگرچہ وہ اوسمین سے کھا لیوے اسلیے کہ تعلیم اوسکی یہ ہی کہ پکارنے سے چلا آوے اور تو اوسکو مار نہین سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمد رح نے کہ ہم اسی قول سے اخذ کرتے ہین اور یہی قول ہی ابو حنیفہ رح کا ص تو اگر باز شکار مین سے کھا لیوے تو وہ شکار کھانا درست ہی

نہ جب کتا اوسمین سے کھالیوے اسی طرح اگر کتے نے تین بار نکھایا پھر چوتھی دفعہ کے شکار مین سے کھالیا تو وہ شکار حرام ہوجاویگا اور اوسکے بعد جتنے جانور شکار کرے گا سب حرام ہونگے یہان تک کہ پھر تعلیم یافتہ ہوجاوے اسی طرح قبل اوس جانور کے جتنے جانور شکار کیے ہین اگر وہ صیاد کے پاس موجود ہین حرام ہونگے **ف** اور جو صیاد اونکو کھاگیا ہو تو اب حرمت کے ثبوت سے کیا فائدہ ہو **ص** اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اوس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہو کہ بسم اللہ کہکر تیر مارے **ف** اور جو بھول جاویگا تو بھی درست ہو اور جو قصداً ترک کرے گا تو وہ شکار حرام ہوجاویگا **ص** اور وہ تیر اوس شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھائے ہوئے بھاگ کر کہین غائب ہوجاوے تو اوسکی جستجو سے بیٹھ نرہے **ف** یعنی اوسنے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھاکر آنکھ سے غائب ہوگیا بعد اوسکے شکاری نے اوسکو مردہ پایا تو اگر اوسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہین اور جو اوسکے ڈھونڈھنے مین مصروف تھا تو حلال ہو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شکار مین جو غائب ہوجاوے شکاری سے کہ تو نہین جانتا شکاری نے قتل کیا اوسکو یا زمین کے جانوروں نے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی رزین سے اور روایت کی مسلم اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب ہوا تجھ سے تین دن پھر تو نے اوسکو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہین ہوا **ص** اگر تیر مارنے والے نے یا کتے یا باز سے شکار کرنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو ضرور ہو کہ اوسکو ذبح کرے **ف** یعنی جب اوسکو زندہ پاوے اسقدر کہ مذبوح سے زیادہ اوسمین حیات ہووے تو ذکات ضرور ہو **ص** تو اگر ترک کریگا عمداً ذکات کو حرام ہوجاویگا **ف** یعنی باوجود قدرت تذکیہ کے اگر ذکات نہ کریگا تو حرام ہوگا اور جو قادر نہو ذکات پر تو حلال ہو یہی مروی ہو امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے اور یہی قول ہو شافعی کا اور ظاہر الروایۃ مین ہو کہ حرام ہوجاویگا اور جو اوسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اوسکا اعتبار نہوگا پس تذکیہ واجب نہوگا لیکن جو جانور اوپر سے گر پڑے یا مثل اوسکے اور جو بکری بیمار ہو تو فتوی اس پر ہو کہ اوسمین حیات قلیل بھی معتبر ہو یہانتک کہ اگر اوسکو ذبح کرلیگا اور اوسمین تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہوجاویگا بسبب قول اللہ تعالی کے الا ما ذکیتم کذا فی الاصل **ص** اگر مجوسی نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اوس کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا شور کرکے سو وہ تیز ہوا اور اوسنے شکار مارا تو وہ شکار حرام ہو **ف** اسواسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہو نہ بھڑکانے اور تیز کرنے کا **ص** اسی طرح اگر معراض نے اوس شکار کو قتل کیا اپنے عرض کی جانب سے نہ طول کی جانب سے جدھر دھار ہو **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اوس تیر کو کہتے ہین جو بے پر کا ہووے اور نام اوسکا معراض اسلیے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جاکر لگتا ہو نہ نوک سے اور جو اوسکی نوک مین تیزی ہووے اور وہ نوک کی جانب سے لگے تو شکار حلال ہو کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدی بن حاتم کی حدیث مین کہ پوچھا مین نے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپ نے جب لگے وہ نوک کی طرف سے جدھر تیزی ہو تو کھا اور جو عرض کی جانب سے لگے تو نہ کھا اسلیے کہ وہ موقوذہ ہو روایت کیا اوسکو بخاری نے اور موقوذہ حرام ہو بنص کلام اللہ سے موقوذہ اوس جانور کو کہتے ہین جسکو لکڑی یا ڈھیلے یا پتھر سے پھینک کر مارین **ص** یا قتل کیا اوسکو بھاری

[illegible]

تھے نے اگرچہ وہ غلہ دھار دار ہووے **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جانور اوس غلے کے بوجھ سے مر گیا ہووے نہ زخم سے یہان تک کہ اگر غلہ ہلکا ہووے اور دھار دار ہووے تو حلال ہوگا اسلیے کہ موت بالیقین جراحت سے ہوگی کذا فی الاصل ہدایہ مین ان مسائل کا قاعدہ کلیہ مذکور ہے کہ جب موت جراحت سے ہو یقیناً تو شکار حلال ہوگا اور جو اوسکے بوجھ اور وزن سے ہووے یقیناً تو حرام ہوگا اور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے **ص** یا اوس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی مین گر پڑا **ف** تب بھی شکار حرام ہوگا اس لیے کہ شک ہے کہ وہ تیر سے مرا یا پانی مین ڈوبنے سے مرا اور حدیث عدی بن حاتم مین ہے کہ اگر شکار تیرا پانی مین گر پڑا تو نہ کھا اوسکو اسواسطے کہ تو نہین جانتا کہ پانی نے قتل کیا اوسکو یا تیرے تیر نے روایت کیا اوسکو مسلم نے **ص** یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر پھر وہان سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہے اسی طرح حلال ہے اگر مسلمان نے کتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہو گیا یا کسی نے اوسکو نہین چھوڑا لیکن مسلمان نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہو گیا تو ان صورتون مین شکار حلال ہے **ف** جاننا چاہیے کہ جہان پر ارسال اور زجر دونون پائے جاتے ہون تو اعتبار ارسال کا ہے تو اگر ارسال مجوسی سے ہو اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور جو ارسال مسلمان سے ہووے اور زجر مجوسی سے تو شکار درست ہے اور جو ارسال وہان بالکل نہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان سے ہو تو شکار حلال ہے اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہے کذا فی الاصل **ص** اگر کتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اوسنے دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہے **ف** یہ ہمارے نزدیک ہے اسواسطے کہ اس قسم کی تعلیم نہین ہو سکتی کہ جس جانور کو معین کر دیوین اوسی کو پکڑے اور امام مالک کے نزدیک حلال نہین ہے اور اگر کتے کو بسم اللہ کہکر ایک شکار پر چھوڑا اور اوس نے جاکر اوسکو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا دونون حلال ہین جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگ کے پھر دوسرے کو لگ گیا تو دونون حلال ہونگے اسی طرح اگر کتے کو بہت سے جانورون پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہکر اور اوسنے کئی جانورون کو مارا تو سب حلال ہین لیکن اگر دو بکریون کو ایک بار بسم اللہ کہکے ذبح کریگا تو دوسری بکری درست نہوگی کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہکے تیر مارا اور اوسکا کوئی عضو جدا ہو گیا تو شکار حلال ہے لیکن وہ عضو نہ کھایا جاویگا **ف** اور امام شافعی رح کے نزدیک دونون کھائے جاوینگے دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جدا کیا جاوے جانور زندہ سے تو وہ عضو میت ہے روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی نے ابی واقد لیثی سے کذا فی الاصل **ص** اور اگر وہ جانور اسطرح کٹ گیا کہ اوسکے دو ٹکڑے ہو گئے اثلاثاً یعنی دو حصے پیٹ کیطرف اور ایک حصہ سر کیطرف یا اوسکا سر آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونون ٹکڑے کھائے جاوینگے **ف** اسواسطے کہ ان صورتون مین حیوۃ اوسکی ممکن نہین زیادہ حیوۃ مذبوح سے اور اوسکا اعتبار نہین تو حدیث مذکور اسکو شامل نہوگی برخلاف اوس صورت کے کہ دو حصے اوسکے سر کی جانب مین ہووے اور ایک حصہ سرین کی جانب مین کیونکہ یہان حیوۃ ممکن ہے تو سرین والا حصہ حرام ہوگا اور سر کی جانب کے دو حصے درست ہونگے اور برخلاف اوس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہان بھی حیوۃ کا احتمال ہے زیادہ حیوۃ مذبوح سے **ص** تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا اور مار ڈالا تو اگر اول کے

ان دونون صورتون مذکورہ مین وہ عضو جدا کیا ہوا جانور زندہ سے پس مردار ہی ملک فی الحدیث ۱۲

تیر مارنے سے وہ جانور سست ہوگیا تھا تو جانور پہلے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حرام ہوجاویگا اور دوسرا تیر مارنے والا پہلے شخص کو ضمان دیگا اوسکی قیمت کا جو بعد زخمی ہونیکے ہووے اور جو پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین ہوا تھا تو وہ جانور دوسرے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حلال ہوگا ف اول صورت مین حرام اسواسطے ہوگا کہ جب پہلے تیر سے وہ سست ہوگیا تو اب ذکات اختیاری پر قدرت ہوگئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہوگی اور دوسری صورت مین حلال ہیگا اسلیے کہ پہلے تیر سے وہ جانور سست نہین ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہین ہوئی تھی پس ملک ثانی کا ہوگا اسلیے کہ اوسنے شکار کیا اوسکا کذا فی الاصل ص اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اوسکا حلال ہووے یا حلال ہووے ف جیسے لومڑی بھیڑیا ریچھ سوئر وغیرہ تو سوا سوئر کے اور جانورون کی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہوجاویگا کذا فی الاصل

ص کتاب الرہن

ف یہ کتاب ہے رہن یعنی گرو رکھنے کے بیان مین رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ یعنی اگر ہو تم سفر مین اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی اور حدیث سے روایت کی بخاری مسلم نے عایشہ رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک یہودی سے غلہ اور رہن کردی اوسکے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اسپر ص رہن کے معنی شرع مین یہ ہین کہ چیز کو روک دینا بعوض اوس حق کے جسکا حاصل کرلینا ممکن ہو اوس شی مرہون سے مثل دین کے ف پس دین کا وصول کرلینا شی مرہون سے ممکن ہے اوسکو بیچکر برخلاف عین کے کہ وہان صورت مطلوب ہوتی ہے اور تحصیل صورت دوسری شی سے نہین ہوسکتی کذا فی الاصل جاننا چاہیے کہ شی مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہین یعنی جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اوسکو مرتہن کہتے ہین اور جس چیز کو رہن رکھتے ہین اوسکو مرہون اور رہن کہتے ہین ص اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے لیکن لازم نہین ہوتی تو راہن کو شی مرہون کا تسلیم کردینا اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے ف کیونکہ ابھی رہن تمام نہین ہوئی اسلیے کہ تمام اوسکا قبض سے ہے اور امام مالک رح کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہوجاتی ہے اور دلیل ہماری آیت ہے کلام اللہ کی جو اوپر گذری اوسمین قبضے کی قید ہے ص پھر جسوقت راہن نے شی مرہون کو تسلیم کردیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کرلیا اور وہ شی مرہون مقسوم تھی شائع نتھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نتھی فارغ تھی ف یہان تک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہوگی تو رہن جائز نہوگی جیسے رہن کرنا زمین کا بدون اشجار کے جو اوسمین ہین یا رہن کرنا شجر کا بدون پھلون کے جو اوسپر ہین یا رہن کرنا اوس گھر کا جسمین اسباب راہن کا ہے بدون اسباب کے کذا فی الاصل ص اور تمیز تھی ف یعنی اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے پھل اوپر درخت کے تو واجب ہے کہ اوس کو جدا کردیوے تو فراغ سے مقصود یہ ہے کہ محل حال سے خالی ہو جب حال مرہون نہو برابر ہے کہ اتصال محل کا ساتھ حال کی خلقت سے ہووے یا مجاورت سے اور تمیز سے غرض یہ ہے کہ حال جدا ہو اوس محل سے جو غیر مرہون ہے یعنی اتصال خلقی نرکھتا ہووے یہان تک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہوگا تو وہ مضر نہین ہے جیسے رہن اوس اسباب کا جو راہن کے مکان مین ہے درست ہے اگرچہ وہ اسباب حال ہے مکان مین

اور مکان اوسکا محل مرہون نہین ہی اسواسطے کہ یہ اتصال خلقی نہین ہی کذا فی الاصل مع تفصیل ص تو اب رہن لازم
ہو گئی اور تخلیہ رہن مین قبض ہی بمنزلہ بیع کے ف تخلیہ یہ ہی کہ راہن شی مرہون کو ایسے مقام مین رکھ دیوے کہ مرتہن اوسکے
لینے پر قادر ہو جاوے یہ ظاہر الروایۃ مین ہی اور ابو یوسف رح سے منقول ہی کہ شی منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا مگر نقل سے اسواسطے کہ رہن
قبض موجب ہی واسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے اور امام مالک رح کے نزدیک لازم ہو جاتا ہی رہن بدون قبض کے کذا فی الاصل ص
تو جب شی مرہون مرتہن کے قبضے مین آ گئی تو اب مرتہن اوسکا ضامن ہو گیا ف اور شافعی رح کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہین
ہی بلکہ شی مرہون اوسکے پاس امانت ہی اور شی مرہون کے تلف ہو جانے سے دین ساقط نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے نہین روکی جاویگی رہن جسنے اوسکو رہن رکھا اوسی کے لیے ہین منافع اوسکے اور اوسی پر ہی تاوان اوسکا روایت
کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین ابو ہریرہ رض سے اور کہا ابو داؤد نے کہ نہین روکی جاویگی رہن اسی قدر
ہی کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید بن المسیب کا ہی نقل کیا اسکو زہری نے اونسے اور کہا کہ یہی صحیح ہی
اور روایت کیا اوسکو شافعی رح نے مرسلاً سعید بن المسیب رض سے کہا شافعی رح نے کہ معنی اس حدیث کے یہ ہین کہ تاوان مرہون کا راہن
پر ہی اور دین اوسکے ہلاک سے ساقط نہوگا اور دلیل ہماری قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے
جب اوسکے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہو گیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دین ساقط ہو گیا روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے مراسیل مین
عطا سے اور بھی روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین اوزاعی سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض
اوس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور نکالا طحاوی نے ابو الزناد سے بسند
صحیح کہ کہا انھون نے پایا مین نے اون فقہا کو کہ جنکے قول کا اعتبار ہی اون مین سے سعید بن المسیب اور عروۃ بن الزبیر
اور قاسم ہین کہ کہا ان سبھون نے رہن بعوض اوس چیز کے ہی جسمین وہ رہن ہی یعنی جب مرہون ہلاک ہو جاوے اور قیمت
اوسکی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اجماع
کیا سب صحابہ اور تابعین نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا انھون نے کیفیت ضمان مین تو قول شافعی رح کا
مخالف ہی اجماع کے اور مراد اوس حدیث سے یہ ہی کہ رہن کو مرتہن روک نہین سکتا اسطرح پر کہ راہن اوسکو چھڑا نہ سکے
یہی منقول ہی سلف سے جیسے طاؤس اور ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالک رح نے موطا مین اس حدیث کو مرسلاً
سعید بن المسیب سے اور کہا کہ تفسیر اوسکی یہ ہی کہ راہن ایک شی کو رہن کرے اور قیمت اوسکی دین سے زیادہ ہووے
تو مرتہن یہ کہے کہ اگر تو دین اس میعاد پر ادا نکرے گا تو وہ چیز میری ہو جاویگی یا راہن یون کہدیوے کہ اگر مین دین
فلان مدت تک ادا نکرونگا تو وہ شی تیری ہو جاویگی تو منع کر دیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
پس اگر راہن بعد میعاد کے بھی زر رہن لیکر آوے تو مرہون اوسکو ملیگی ص پس اگر تلف ہو جاویگی تو مرتہن پر
تاوان لازم ہوگا کمتر کا دین اور قیمت مین سے ف یعنی اگر دین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دین سے
ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونون برابر ہونگے تو بھی دین سے جیسا بیان اوس کا ہوتا ہی
ص تو اگر دین اور قیمت مرہون کی دونون برابر ہین تو دین ساقط ہو جاویگا اور اگر قیمت مرہون کی زیادہ

[illegible]

ہو اور دین کم ہو تو جسقدر دین سے زیادہ ہو وہ مرتہن کے پاس امانت ہی ف پس ضمان او سکا مرتہن کو صورت ہلاک کچھ نہ دینا ہوگا ص اور جو دین زیادہ ہی اور قیمت کم ہی تو بقدر قیمت دین ساقط ہو جاویگا اور جسقدر دین او سکی قیمت پر زائد ہی اوتنا مرتہن راہن سے اور لیگا ف مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا سو روپیہ پر اب وہ گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپئے تھی تو برابر برابر دونون چھوٹ جاوینگے نہ زید عمرو سے کچھ لیگا نہ عمرو کچھ زید سے اور اگر جو گھوڑے کی قیمت سوا سو روپیہ تھی تو بھی سو روپیہ تو دین کے ساقط ہو گئے اور پچیس زید کے گویا امانت تھے عمرو پاس تو او سکا تاوان عمرو نہ دیگا اور جو قیمت او سکی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لے لیگا اور پچھتر ساقط ہو جاوینگے ص اور مرتہن کو جائز ہی اپنا دین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دین کے بدلے مین اور محبوس رکھنا شی مرہون کا بعد فسخ ہو جانے عقد رہن کے یہان تک کہ اپنا دین وصول کر لے یا معاف کر دیوے اور نہین جائز ہی مرتہن کو نفع اوٹھانا مرہون سے مثلاً غلام لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون مین سکونت کرنا یا پارچہ مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا ف اسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیب مین ہی کہ شی مرہون کے منافع راہن کے ہین روایت کیا او سکو ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اوٹھانے کی تو درست ہی اور بعضون نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت سے بھی راہن کی درست نہین اسلیے کہ یہ ربوا ہی در مختار اور طحطاوی مین ہی کہ قول اول مفتی بہ ہی اور قول ثانی محمول ہی تقوی پر ص پھر اگر مرتہن نے او س سے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہو گیا لیکن رہن باطل نہو گی اس تعدی سے اور جب مرتہن اپنا دین طلب کرے تو او سکو شی مرہون کے حاضر کرنیکا حکم ہوگا ف مگر جب شی مرہون کے حاضر کرنے مین دقت ہو بوجہ بوجھ کے یا کسی معتمد پاس رکھنے کے سبب سے در مختار ص پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو او سکا پورا دین او سکو دیا جاویگا پہلے پھر شی مرہون راہن کو دیجاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا کسی اور شہر مین سوا او س شہر کے جہان عقد رہن ہوا تھا تو اگر مرہون کے لانے مین باربرداری کی مشقت نہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑیگا ورنہ نہ پڑیگا اور دین او سکو دیدیوینگے بغیر حاضر کرنے مرہون کے ف اور قہستانی نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو او سے حاضر کرنیکا حکم نہوگا لیکن اگر راہن دعوی تلف ہو جانے مرہون کا کرتا ہوگا تو مرتہن سے حلف او سکے عدم تلف پر لے سکتا ہی اور اگر ادا بدل رہن باقساط ٹھہرا ہووے تو ہر قسط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا بعضون کے نزدیک ضرور ہی اور بعضون کے نزدیک اگر راہن دعوی ہلاک مرہون کا کرتا ہی تو احضار ضرور ہی ورنہ بے فائدہ ہی در مختار و طحطاوی ص اور مرتہن کو حکم نہوگا احضار رہن کا جب وہ دین طلب کرے او س صورت مین کہ او سنے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہووے اسی طرح حکم نہوگا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچ ڈالا ہوگا جب تک سب کل دین اپنا وصول نکرے اگر مرتہن نے قبض ثمن نکیا ہوگا اور جو قبض ثمن کیا ہوگا تو او سکو احضار ثمن کا حکم ہوگا اسیطرح مرتہن کو حکم نہوگا کہ راہن کو شی مرہون بیچنے دیوے جب تک اپنا دین وصول نکر لے اسی طرح اگر راہن نے کچھ دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہوگا کہ بقدر او سکے اسباب مرہون پھیر دیوے جب تک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پا لے اور مرتہن کو یہ ضرور ہی کہ حفاظت شی مرہون کی آپ کرے یا اپنے

اہل و عیال سے کرائے مثل جورو اور لڑکا اور اوس خادم کے جو اوسی کے پاس رہتے ہین اور جو ان کے سوا اہل و عیال ہین اون سے حفاظت کرا دیگا تو ضامن ہوگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا **ف** یا عاریت دیگا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا ہو مختار **ص** یا اوس پر تعدی کریگا تو ضامن ہوگا **ف** درصورت ہلاک مرہون کل قیمت کا در مختار **ص** اگر انگشتری مرہونہ کو اپنی چھنگلیا مین پہنا اور وہ تلف ہوگئی تو ضمان ہوگا اور جو اور کسی انگلی مین پہنے تو ضمان نہوگا **ف** اسلیے کہ چھنگلیا مین پہنا استعمال ہو اور دوسری اونگلی مین رکھنا استعمال نہین ہو بلکہ حفاظت کے واسطے ہو بحسب عادت کے کذا فی الاصل حاصل اس مسائل کا یہ ہو کہ اگر شی مرہون کو اسطرح اپنے پاس رکھے کہ عرف مین استعمال اوسکو نہین تو تلف سے ضمان کل قیمت کا نہوگا اور جو عرف مین استعمال کہلائے جیسے دو تلوارین مرہون باندھنا تین تلوارین تو ضمان لازم ہوگا **ص** اخراجات حفاظت شی مرہون کے جیسے بیت الحفظ کا کرایہ اور نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہونگے اسیطرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ جاوے اوسکے لانے والے کی اجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہو جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر ہو یا کم ہو و یا مرہون کا کوئی جز نکلجاوے جیسے عضو مجروح مرہون کا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر یا کم ہو اور جو ان دونون صورتون مین قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے تو اوسکی تقسیم کرینگے مضمون اور امانت پر تو جسقدر مضمون ہو اوسقدر خرچ مرتہن پر ہی اور جسقدر امانت ہو اوسقدر خرچ راہن پر ہو **ف** مثلاً دین سو درم ہو اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درم ہین اور اوسکے علاج مین یا پکڑ لانے مین دس درم صرف ہوے تو پانچ راہن پر ہونگے اور پانچ مرتہن پر **ص** برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جسمین حفاظت شی مرہون کی کی جاتی ہو کہ وہ کل مرتہن پر ہونگے اگرچہ قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے اور اخراجات بقاے ذات مرہون کے اور اوسکی اصلاح منافع کے جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا چرائی کی اجرت یا دایہ کی اجرت یا سینچائی باغ کی اور مثل اسکے اور امور راہن پر ہونگے **ف** راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہین ہو اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی ہو جو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا در مختار

ص باب بیان مین اون چیزون کے جنکا رہن رکھنا درست ہی اور جنکا درست نہین اور جن چیزون کے بدلے رہن رکھنا جائز ہی یا نہین

صحیح نہین ہی رہن مشاع کا **ف** مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس یا غیر شریک پاس قسمت پذیر ہو یا نہو در مختار **ص** اور پھلون کا اوپر درخت کے بدون درخت کے اور درختون کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون زمین کے اسیطرح زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدون پھلون کے اور حر اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا **ف** اور وقف کا در مختار **ص** اسیطرح صحیح نہین ہی رہن بدلے مین امانت کے **ف** جیسے ودیعت یا مال مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اسکی یون ہو کہ زید نے امانۃ یا شرکۃ یا مضاربۃ یا عاریۃ کچھ مال لیا عمرو سے اب زید اوسکے عوض مین کوئی شی اپنی عمرو پاس گرو کردے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہین ہو **ص** اور رہن بدلے درک **ف** صورت اسکی یہ ہو کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو خوف ہو کہ شاید یہ گھر کسی اور کا نکلے اور اوسوقت ثمن زید سے وصول نہو سکے تو بکر نے عمرو کی تسکین کے لیے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کردی تو یہ رہن باطل ہو اسیطرح اگر رہن لیا کسی چیز کو بعوض اوس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہین جائز ہی

لیکن یہ ضمانت اسطرح درست ہی کذافی الاصل **ص** اور رہن بعوض اوس عین کے جو مضمون لغیرہا ہی یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل یا قیمت سے نہین ہی جیسے رہن بعوض اوس مبیع کے جو بائع کے قبضے مین ہی **ف** یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن اوسکو تسلیم نہین کیا مشتری کو اب بائع مشتری کی تسکین کے لیے کوئی چیز بدلے مین مبیع کے گرو کردیوے تو یہ رہن ناجائز ہی اسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہوجاوے تو بائع اوسکا ضمان نہ دیگا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہوجاویگا اور وہ بائع کا حق ہی کذافی الاصل **ص** اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے **ف** یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی گرو کردی تو یہ رہن باطل ہی اور جو مال ضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کے لیے کوئی چیز اوس پاس گرو کردے تو درست ہی کذافی المنح **ص** اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا ما دون النفس **ف** یعنی زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کردیوے اسلیے کہ قصاص سے نہین دیکے گا **ص** اور شفعہ کے **ف** مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شی گرو کردی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑدے تو یہ رہن باطل ہی اسلیے کہ شفیع کا کوئی دین بائع اور مشتری پر نہین ہی **ص** اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والے کی اجرت کے بدلے مین **ف** اسواسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہین اور انکی اجرت کچھ لازم نہین ہی **ص** اور غلام جانی یعنی جس سے کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے مین **ف** اسواسطے کہ مولی پر اوسکا ضمان نہین ہی کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہوجاوے تو مولی کو کچھ دینا نہ پڑیگا تو جب ان صورتون مین رہن صحیح نہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہی اور اگر قبل طلب راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہوجاوے تو مفت تلف ہوجاویگا اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کوئی حکم ضمان کا نہین ہی تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے کذافی الاصل **ص** اور نہین صحیح ہی رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہوگیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہین ہی اور جو ذمی نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مسلمان پر ضمان آویگا **ف** اسواسطے کہ خمر ذمیون کے حق مین مال متقوم ہی نہ مسلمان کے حق مین کذافی الاصل **ص** اور صحیح ہی رہن عوض مین اوس عین کے جسکا ضمان مثل یا قیمت سے لازم آتا ہی جیسے عوض مین منصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے **ف** اسلیے کہ یہ چیزین اگر بعینہا قائم ہوتی ہین تو عین واجب ہوتا ہی اور جو تلف ہوجاتی ہین تو مثل یا قیمت دینا پڑتی ہی تو رہن انکے عوض مین صحیح ہوگا کذافی الاصل **ص** اور بدلے مین دین کے اگرچہ دین موعود ہو **ف** یعنی مرتہن اوسکا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک چیز اپنی گرو کردی عمرو پاس تا عمرو اوسکو اسقدر روپیہ قرض دیوے **ص** تو اگر اس صورت مین رہن ہلاک ہوگیا مرتہن پاس تو مرتہن پر جسقدر روپے کا اوسنے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا **ف** جب دین موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہووے اور جو کم ہووے تو قیمت دینی لازم آویگی اور اس قید کا ذکر متن مین اسلیے نہین کیا کہ ظاہر یہی ہی کہ دین موعود قیمت مرہون سے زیادہ نہوگا اور جو بطور نادر زیادہ ہو تو حکم اوسکا سابق سے معلوم ہی پس اسی پر اعتماد کر کذافی الاصل **ص** اور بدلے مین راس المال اور مسلم فیہ کے عقد سلم مین اور ثمن کے عقد صرف مین صحیح ہی تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے مین رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہوگیا قبل جدا ہونے متعاقدین کے تو عقد سلم اور صرف تمام ہوگئے اور مرتہن اپنا حق پاچکا اور جو متعاقدین جدا ہوگئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف اور مرہون کے ہلاک ہونے کے تو صرف اور سلم باطل ہوگئے **ف** اور جو رہن بدلے مین مسلم فیہ کے ہوا ہو تو مطلقاً صحیح ہی تو جب کہ

تلف ہوجاویگا تو وہ عوض ہوجاویگا مسلم فیہ کا یعنی رب السلم اپنا حق پاچکا کذا فی الاصل **ص** اگر مسلم فیہ کے عوض مین مسلم الیہ
نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اوسکے عقد سلم فسخ ہوگیا تو رب السلم شے مرہون کو روک سکتا ہے جب تک اپنا راس المال نہ پالیوے اور جو وہ
شے مرہون رب السلم پاس تلف ہوگئی بعد فسخ سلم کے تو رب السلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے **ف**
اسواسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہوگیا تو گویا مسلم فیہ اوسکو پہونچ گئی اور عقد فسخ ہوچکا ہے تو اوسپر مسلم فیہ کا پھیر لوجب ہے
اسلیے مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے کذا فی الاصل **ص** باپ کو لینے دین کے عوض مین صغیر کا غلام
رہن رکھنا درست ہے **ف** اور ابو یوسف و زفر کے نزدیک صحیح نہین اور یہی قیاس ہے واسطے اعتبار حقیقت ایفا کے اور وجہ استحسان
یہ ہے کہ اعتبار حقیقت ایفا مین ازالہ ملک صغیر ہے بلا عوض فی الحال اور جواز رہن مین مقرر کرنا حافظ کا ہے اوسکے مال کے لیے باوجود
بقاے ملک کے کذا فی الاصل اسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہوجاوے تو بقدر دین باپ یا وصی صغیر کے لیے ضامن ہونگے نہ زیادہ کے
در مختار **ص** اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا جانور مذبوح خریدا اور اوسکے ثمن کے عوض مین بائع پاس کوئی چیز گرو کردی بعد اوسکے وہ غلام
آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مردار نکلا اور شے مرہون بائع پاس تلف ہوگئی تو بائع پر اوسکا ضمان لازم آویگا **ف** تو اگر
قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہے یا اوس سے زیادہ تو بقدر ثمن بائع کو ضمان دینا ہوگا اور جو اوس سے کم ہے تو بقدر قیمت **ص** ایک شخص
منکر تھا دین کا لیکن اوسنے صلح کرلی مدعی سے اور بدل صلح کے بدلے مین کوئی چیز گرو کردی پھر مدعی نے تصدیق کی کہ واقع مین
دین نتھا تو شے مرہون راہن کو پھروا دیجاویگی اور جو وہ شے مرتہن پاس تلف ہوگئی تو اوسکا ضمان مرتہن پر آویگا مثل مذکور کے
اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور مکیل اور موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزون کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہوگیا
تو ہلاک ہوگا بمقابلہ مثل اوسکے دین مین سے از روے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے **ف** یعنی جودت اور رداءت کا
اعتبار نہوگا یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین کے نزدیک جودت و رداءت کا اعتبار ہے اور اعتبار قیمت کا ہے تو قیمت مرہون کی لگاکر
خلاف جنس سے اوسکو رہن کردینگے بعوض مرہون کے مثلاً ایک ابریق چاندی کی جسکا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض مین
رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہوگئی تو امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک دین کے مقابلے مین ہلاک ہوگئی یعنی دین ساقط ہوگیا اور صاحبین کے
نزدیک اگر قیمت ابریق کی دس درم ہے یا زیادہ ہے تو ایسا ہی حکم ہے اور جو قیمت اوسکی دس درم سے کم ہو مثلاً آٹھ درم ہین تو اون
آٹھ درم کے بدلے مین سونا خرید کرکے بعوض اون دس درم کے رہن کردینگے کذا فی الاصل **ص** جس شخص نے کوئی چیز اپنی
بیچی اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اوسکے ثمن کے بدلے مین رہن کردیوے یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوے تو یہ عقد صحیح ہے
استحساناً **ف** اور مقتضاے قیاس یہ ہے کہ جائز نہو اسلیے کہ یہ صفقہ ہے صفقہ مین وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ شرط مناسب ہے اسواسطے کہ
رہن اور کفالت اسواسطے مضبوطی کے ہے اور مضبوطی مناسب واجب کے اور جو مرہون یا کفیل معین نہووے تو عقد فاسد ہے کذا فی الاصل
ص لیکن مشتری پر جبر نہ کیا جاویگا رہن رکھنے پر **ف** اسواسطے کہ رہن اور وعدہ رہن لازم الوفا نہین ہے اور زفر کے نزدیک
جبر ہوگا **ص** البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن مبیع کا نقد نہ دیوے یا اوس شے کی قیمت جسکے رہن کرنیکا وعدہ
کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نکرے تو اگر کسی نے ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ اسکو تو اپنے پاس رہنے دے جبتک
مین اسکا ثمن ادا کرون تو وہ شے ثمن کے عوض مین بائع پاس رہن ہوجاویگی **ف** اسواسطے کہ معنی رہن پاے گئے گو الفاظ

رہن کے منافی ہیں پھر اگر مشتری ملی وسکو نہ چھوڑ لے اور اوس شی کے بگڑ جانیکا خوف ہو جیسے وہ چیز گوشت ہو یا اور کوئی کھانا ہو تو بائع کو درست ہے کہ کسی غیر کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اگر ثمن اول سے زیادہ پر بیچے تو زیادتی خیرات کردیوے درمختار ص اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونوں کے قرضے کی بابت مین دونون پاس ایک چیز کو رہن کردیا تو صحیح ہے اور ہر ایک کے پاس مین پوری شی رہن ہوگی ف یعنی یہ نہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس ہو اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصون کو امام کے نزدیک نادرست ہو ص تو اگر عمرو اور بکر نے اوس شی کے رکھنے کی باری مقرر کرلی یعنی مثلاً ایک دن وہ شی عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری مین مثل عدل کے ہوگا اور جو وہ شی ہلاک ہوجاویگی تو ہر ایک پر ضمان اوسکا بقدر حصہ دین کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کردیا تو وہ شی پوری کی پوری بکر پاس رہیگی جبتک اوس کا قرضہ ادا نہو لیوے اور جو عمرو و بکر زید کے مقروض تھے اون دونون نے اپنے قرضے کے عوض مین ایک شی زید کے پاس گرو کردی تو صحیح ہے وہ چیز کل دین کے عوض مین گرو رہیگی جبتک زید پورا قرضہ دونون سے نہ پالیگا جبتک وہ شی نہ دے گا اگر دو شخصون نے دعوی کیا زید پر اسطرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو آج بالفعل زید کے قبضے مین ہے میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کرکے پھر لے گیا ہے اور دونون نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے ف اور تاریخ رہن کسی نے بیان نہ کی اسلیے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولی ہوگا درمختار ص تو دونون گواہیان لغو اور باطل ہوجاوینگی ف اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہان نہین ہے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ آدھا غلام اسکے پاس رہن ہووے اور آدھا اوسکے پاس رہن ہووے اور نہ کوئی اون دونون مین سے اوس غلام پر قابض ہے تا قبضے سے ترجیح ہو اوسکے رہن کو ص اور جو راہن مرگیا ہووے اور غلام مرہون دونون کے قبضے مین ہووے اور ہر ایک اسی طرح اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا ف یہ قول ہے طرفین کا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفین کی اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہے مسائل ملحقہ میعاد مقرر کرنا رہن مین مفسد رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے اگر راہن ایسا غائب ہوجاوے کہ اوس کا پتہ نہ ووے اور مرتہن قاضی کے پاس شی مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اوسکو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کرسکتا ہے درمختار

ص باب شی مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان مین

اگر راہن اور مرتہن نے شی مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شی مرہون پر قبضہ کرلیا تو رہن تمام ہوجاویگی اور امام مالک کے نزدیک تمام نہوگی اور راہن اور مرتہن دونون مین سے کسی کو اوسکے لے لینے کا اختیار نہوگا اور اگر عدل شی مرہون کو حوالے راہن یا مرتہن کے کریگا تو تاوان دیگا ف اسلیے کہ دونون کا حق اوس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانت دار ہے عین کے حق مین اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق مین اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اگر وہ اجنبی کو دیوے کذا فی الدرر ص اگر وہ شی مرہون عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو مرتہن کے ضمان مین ہلاک ہوگی ف یعنی حکم اوسکا ایسا ہے گا جیسے وہ شی مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہوجاتی ص اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو ف جیسے مرتہن یا اور کسی کو درمختار ص مرہون کے فروخت کرنیکے لیے وکیل کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقد رہن مین

مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مرجانے سے یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاویگا تو وکالت جاتی رہیگی ف اور اوسکا وارث یا وصی قائم مقام اوسکے نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی اوسکا بیع کر سکتا ہو کذا فی الاصل و در مختار مین ہو کہ وکیل بالبیع اس مقام مین جبر کیا جاویگا اوپر بیع کے یعنی حاکم اوسکو قید کریگا تین روز اگر اسپر بھی نہ بیچے تو حاکم اوسکو بیچ ڈالیگا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اسکا بھی حکم یہی ہو ص تو اگر راہن مرگیا تو اوس وکیل کو شی مرہون کی بیع ورثہ کی غیبت مین بھی درست ہو ف اسلیے کہ وکیل کو راہن کی حیات مین بھی بغیر موجودگی اوسکی کے بیع درست تھی در مختار ص راہن اور مرتہن مین سے کسیکو شی مرہون کا بیچنا بدون دوسرے کی رضامندی کے نہین ہوسکتا اگر مدت قرضے کے وعدے کی پوری ہوجاوے اور راہن غائب ہووے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کے مشروط ہوا ہو صحیح تر قول مین جیسے وکیل بالخصومۃ پر جب موکل غائب ہووے واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شی مرہون کو عدل نے بیچ ڈالا تو اوسکا زر ثمن رہن رہیگا اب اگر زر ثمن عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو حکم اوسکا ایسا ہوگا جیسے شی مرہون تلف ہوجاوے سو اگر عدل نے زر ثمن مرہون کا مرتہن کو دیدیا اب وہ شی مرہون سوا راہن کے اور کسیکی نکلی اور شی مرہون مشتری پاس تلف ہوگیا ہو تو شخص مستحق کو اختیار ہو اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ غاصب ہو تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے اسواسطے کہ راہن شی مرہون کا مالک ہوگیا بوجہ ادائے ضمان کے اور چاہے وہ تاوان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ متعدی ہو بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہوجاوینگے یا وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن اوسی عدل کا ہوجاویگا اور مرتہن اپنا دین راہن سے وصول کر لیوے اور جو شی مرہون مشتری پاس موجود ہو تو مستحق اپنی شی اوس سے لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنا ثمن وصول کر لیوے پھر عدل کو اختیار ہو خواہ وہ راہن سے ثمن بھر لیوے تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہوجاویگا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دین بھر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اوس صورت مین ہو کہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہوا ہو اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو ف صورت اوسکی یہ ہو کہ عدل نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور قیمت عدل پاس جاتی رہی بغیر اوسکی تعدی کے بعد اوسکے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل بھریگا عدل اوسکا رجوع راہن پر کریگا کذا فی الاصل ص اگر مرہون تلف ہوگیا مرتہن پاس بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اوس شخص مستحق نے قیمت اوسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دین کے ف یعنی راہن ادائے ضمان سے مالک ہوگیا اوس شی مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پا چکا ص اور جو مستحق نے قیمت اوسکی مرتہن سے بھر لی تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھی وصول کر لیوے

باب بیان مین تصرف و جنایت کے مرہون مین

اگر بلا اجازت مرتہن کے راہن نے شی مرہون کو بیچ ڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن اجازت دیدی تو قیمت مرہون کی مرہون رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت ندی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہوگی صحیح تر قول مین پس مشتری کو چاہیے کہ صبر کرے یہانتک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اوس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک تا وہ بیع کو فسخ

کردیوے ف جاننا چاہیے کہ مرتہن جب فسخ کرے بیع راہن کو تو ایک روایت مین بیع فسخ ہوجاتی ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ فسخ نہوگی اسواسطے کہ حق اوسکا حبس مرہون کا ہے اور وہ باطل نہین ہوتا انعقاد اس عقد سے پس باقی رہینگے عقد موقوف کذا فی الاصل ص اور صحیح ہے راہن کو آزاد کر دینا اور مدبر کر دینا اور ام ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار ہے اور مرتہن کا دین بلا میعاد ہووے تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے لیوے اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اوسکو میعاد تک رکھ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہے تو آزاد کرنیکی صورت مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کرکے اور جو دین کم ہو تو دین ادا کرے اور جب مالک روپیہ والا ہو جاوے تو غلام اوس سے بھر لیوے اور مدبر اور ام ولد کی سعی کرے کل دین کے ادا کرنے مین اور مولی پر رجوع نہین کر سکتا اور مثل اعتاق کے ہے اگر راہن مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مالدار ہو تو دین اگر بلا میعاد ہے تو اوسی وقت مرتہن لے لیگا اور جو میعادی ہے تو اوسکی قیمت لیکر رکھ چھوڑیگا میعاد تک اور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کر ڈالے تو مرتہن قیمت اوسکی اوس شخص سے وصول کرکے رکھ چھوڑے اور یہ قیمت رہن رہیگی دین کے وصول تک بجاے مرہون کے اگر مرتہن شی مرہون کو عاریتاً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شی تلف ہو جاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریتاً دیوے اور اوسکے نزدیک وہ شی ہلاک ہو جاوے تو ضمان شی مرہون کا ساقط ہو جاویگا ف یعنی اوسکی ہلاک سے دین مرتہن کا ساقط نہوگا ص اور مستعیر کے پاس وہ شی مفت تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ پھر بدستور سابق اوس شی کو لیکر رہن کر دیوے تو اگر راہن نے شی مرہون کو رد نہین کیا مرتہن پر اور مر گیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اوس شی مرہون کا اور قرضخواہون سے راہن کے ف اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہے کہ جب راہن مر جاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اوس شی کو بیچکر دینگے بعد اسکے جو بچے گا وہ اور قرضخواہون کو راہن کے ملیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہے اور غیر مضمون ہوتا ہے اوسکا دلیل غیر مرہون ہونے کی نہین پس تحقیق کہ رہن مرہون ہوتا ہے اور مضمون نہین ہوتا کذا فی الاصل ص اور اگر راہن مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن نے راہن سے مرہون کو عاریتاً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہو جاوے تو مرتہن اوسکا ضامن ہوگا ف مثل رہن کے ص اور جو حالت استعمال مین ہلاک ہو جاوے تو ضامن نہوگا ف اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا بطور امانت واسطے قائم ہونے قبضہ عاریت کے در مختار ص صحیح ہے عاریت لینا شی کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہونچتا ہے کہ اوسکو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہو اور اگر معیر نے مقید کر دیا ہو اوسکے رہن کرنیکو ساتھ مقدار دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن معین یا شہر معین کے تو رہن اوسی قید کے ساتھ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اوسکے برخلاف کرے اور رہن ہلاک ہو جاوے تو معیر اوس سے تاوان لیوے گا اور عقد رہن درمیان مین مستعیر اور مرتہن کے تمام ہو جاویگا ف اسلیے کہ مستعیر اولے ضمان سے اوس شی کا مالک ہو گیا ص اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن اپنا دین اور جسقدر تاوان معیر کو دیا ہے دونو راہن سے بھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شی مرتہن پاس تلف ہو گئی تو مرتہن اپنا دین پاچکا اگر قیمت اوسکی مثل دین کی ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اوس دین کے جتنا اوسنے مرتہن سے پایا ہے معیر کو دیگا نہ قیمت اوس شی کی اور جو قیمت اوس شی کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پاچکا اور باقی راہن سے اور لیگا ف یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شی مرہون مرتہن پاس ہلاک ہو گئی تو اگر قیمت اوسکی دین سے کم

اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو ضمان دیگا جو مرتہن سے پائے ہین اور جو قیمت اوسکی پندرہ درم
تھی اور دین دس درم تھا تب بھی مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لیے تھے اگرچہ
قیمت اوسکی پندرہ درم ہین لیکن پندرہ کا ضمان ندیگا اسلیے کہ موافق اوسکے کہنے کے رہن کیا تھا اور جو قیمت اوسکی دس درم ہو اور دین پندرہ
درم ہین تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت مین بھی مستعیر معیر کو
دس درم دیگا اسلیے کہ معیر کی شی سے اسیقدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذا فی الاصل **ص** اور جو اس صورت مین معیر نے روپیہ دین کا
لاکر مرتہن کو دیا اور شی مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن جبر کیا جاویگا واسطے قبول زر رہن کے اور شی مرہونہ معیر کو دینا پڑیگی بعد اوسکے معیر جسقدر روپیہ دین کا
اوسنے دیا ہی مستعیر سے پھر لیگا اور جو مرہون ہلاک ہوگیا مستعیر کے پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ مستعار سے خدمت
یا سواری لے چکا ہووے **ف** اسواسطے کہ وہ امین ہی جسنے مخالفت کی صاحب امانت کی اور پھر موافقت کی پس ضمان نہوگا اور امام شافعیؒ
کے نزدیک اس صورت مین ضمان ہی کذا فی الاصل اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مامور بہ مین دین سے تو قول معیر کا مقبول ہی اور جو شی مرہونہ
ہلاک ہوگئی بعد اسکے راہن اور مرتہن نے نزاع کی دین مین اور قیمت مین بھی شی مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہی قدر دین اور قدر قیمت مین مختار
ص اگر راہن کسی قسم کی جنایت شی مرہون پر کرے تو اوسپر تاوان ہوگا اور جنایت مرتہن کی صورت مین بقدر جنایت کے دین اوسکا ساقط
ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا اون دونون کے مال پر تو وہ ہدر ہی یعنی باطل ہی اوسکا کچھ عوض نہین ہی اور کہا صاحبین
نے جنایت رہن کی مرتہن پر معتبر ہی **ف** اور دلیل دونون کی اصل مین مذکور ہی **ص** اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپے کی قیمت
کا رہن رکھا ہزار روپے میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اوسکی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اوس غلام کو کسی نے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا
تاوان دیا اب مرتہن کی مدت آپہنچی تو مرتہن اوسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اوسکا ساقط ہوگیا **ف** بخلاف امام
زفرؒ کے اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی یہی حکم ہی اگر وہ غلام مرجاوے مرتہن پاس درمختار **ص** اور جو مرتہن نے اوسکو راہن کے
حکم سے سو روپیہ کو بیچ ڈالا جب اوسکا نرخ سو کا ہوگیا تھا اور قیمت پر اوسکی قبضہ کرلیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اوس
غلام کو ایک ایسے غلام نے مار ڈالا جسکی قیمت سو روپے تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے مین مرتہن پاس آیا تو راہن
اوس غلام کو کل دین ادا کرکے چھوڑا دیگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اوسکا فدیہ دیا تو وہ راہن سے
نہ پھیریگا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اوس غلام کو دیدیگا یا اوسکی طرف سے فدیہ دیوے اور دونون
صورتون مین دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اوسکا رہن کو بیچکر پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اوسکا
کوئی وصی نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے ایک وصی مقرر کردیوے **ف** یہ جب ہی کہ اوس میت کے ورثہ
کبار نہون ورنہ فک رہن اون کے ذمے ہی اور رہن باطل نہوگا راہن اور مرتہن کے مرجانے سے درمختار

ص فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان مین

ایک شخص نے شیرۂ انگور گرو رکھا کہ قیمت اوسکی دس درم ہی دس درم پر پھر وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہی تو
وہ سرکہ اوس دس درم کے بدلے مین رہن رہیگا اور جو ایک بکری رہن رکھی دس درم پر اور اوسکی قیمت بھی دس درم تھی پھر وہ
مرگئی اور اوسکی کھال دباغت کی گئی بعد دباغت کے اوس کھال کی قیمت ایک درم ٹھہری تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی

[illegible]

اور شیٔ مرہون کی بڑھوتی جیسے اولاد و دودھ بالفعل یہ سب راہن کے ہین اور یہ چیزین اصل شیٔ مرہون کے ساتھ بتعار رہن رہینگی اور جو ہلاک ہو جاوین تو کچھ دین انکے بدلے مین ساقط نہوگا اور جو اصل شیٔ ہلاک ہو جاوے اور یہ رہ جاوین تو دین کو ان چیزون کی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہوے اور اصل شیٔ کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کرکے اصل شیٔ کے حصے کو ساقط کر دینگے اور یہ چیزین بعوض اپنے حصہ دین کے فک کی جاوینگی ف مثلاً دین دس درم تھا اور قیمت اصل شیٔ کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہو تو دو ثلث دین کے حصہ اصل کا ہے وہ ساقط ہو جاویگا اور ایک ثلث دین کا حصہ بڑھوت کا ہے وہ دیکر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور زیادہ کر دینا مرہون مین صحیح ہے ف مثلاً ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اوسکے ایک اور کپڑا دیا اب دونون دس درم پر رہن ہوگئے ص اور دین مین پس اگر رہن رکھا ایک غلام کو جو ہزار روپے کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام رہن رہیگا جب تک مرتہن اوسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام مین امین رہیگا یہان تک کہ اوسکو بجاے اول کے کر لیوے اسطرح کہ غلام اول راہن کو پھیر دیوے پس اسوقت دوسرا غلام مضمون ہوگا اور اگر مرتہن نے راہن کو دین سے بری کر دیا یا وہ دین ہبہ کر دیا اور پھر راہن کو اب شیٔ مرہون تلف ہو گئی مرتہن پاس تو مفت تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دین لے لیا یا بعض دین راہن یا غیر راہن سے یا اوس دین کے عوض مین کوئی چیز راہن سے خرید لی یا صلح کر لی اوس دین سے اوپر ایک مال کے یا راہن نے اپنے دین کا حوالہ کر دیا ایک اور شخص کو بعد اسکے وہ شیٔ مرہون تلف ہو گئی تو تلف ہوئی بعوض دین کے تو مرتہن نے جو لیا ہے پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہو جاویگا یہی حکم ہے اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دین نہین ہے پھر مرہون تلف ہو گیا یعنی اب بھی بمقابلے دین کے تلف ہوگا ف جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا رہن کا باطل ہے خواہ اوسکو راہن رہن رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہن کو راہن جائز رکھے گا تو باطل نہوگا طحطاوی و در مختار

ص کتاب الجنایات

ف یہ کتاب ہے جان اور اعضا تلف کرنے کے مسائل کے بیان مین ص قتل کی پانچ قسمین ہین ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچوین قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جداگانہ بیان کیے قتل عمد مارنا ہے قصداً اوس چیز سے جو اجزاے بدن کو پھاڑ ڈالے جیسے ہتھیار سے ف مثل تلوار بندوق چھری تیشہ قینچی تیر تبر نیزہ بھالا بلم جنبیہ خنجر کٹار توپ وغیرہ ص یا تیز چیز سے یعنی دھاردار سے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو ف اور جو چیز ہتھیار نہو اور دھاردار بھی نہو جیسے پتھر بے دھار کا یا لوہے کے بانٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کے سبب سے مار ڈالے مثلاً موسل کلہاڑی کی یا گدر وغیرہ تو قتل اوس سے قتل عمد نہوگا بموجب مذہب امام صاحب کے اور اسی پر فتوی ہے اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے ہدایہ مین دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہے کہ عمد ایک امر باطنی ہے اوسپر اطلاع ممکن نتھی تو آلے کو قائم مقام کیا اسکے ص قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اوسکی جہنم ہے ہمیشہ رہیگا اوسمین اور غصہ ہوا اللہ اوپر اوسکے اور لعنت کی

اوسکو او رتیار کیا اوسکے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہوجانا دنیا کا آسان تر ہو اوپر اللہ تعالی کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور نسائی نے عبد اللہ بن عمرو سے اور وقف اسکا صحیح ہو اور روایت کی ترمذی نے ابو سعید اور ابو ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان والے زمین کے لوگ شریک ہون ایک مومن کے خون مین البتہ سرنگون کرے گا اللہ اون سب کو آگ مین اور روایت کی ابو داؤد و نسائی نے ابو الدرداء اور معاویہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخش دیگا اوسکو مگر جو شخص مشرک مرا یا کسی مومن کو قصداً قتل کرے اور مثل مومن کے قتل ذمی کا ہی اور جسکو امن دی گئی ہو اسلام مین روایت کی بخاری نے عبد اللہ بن عمرو سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اوس کافر کو جس سے عہد ہوگیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا جنت کی اور بیشک بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہی **ص** اور اوس پر قصاص واجب ہوتا ہی فقط **ف** یہ ہمارے نزدیک ہی اور شافعی کے نزدیک قصاص غیر معین ہی بلکہ ولی کو اختیار ہی چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت اور ہم یہ کہتے ہین کہ دیت وارد ہی صرف قتل خطا مین نہ عمد مین تو عمد مین قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہی لیکن ولی جب قصاص کو چھوڑ دیتا ہی تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہی بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالی کا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى یعنی فرض کیا گیا اوپر تمھارے قصاص بیچ مقتولون کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمد هو القود الا ان يعفو ولي المقتول یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہی مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کر دے کذا فی العینی شرح الہدایہ **ص** نہ کفارہ **ف** اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ قتل عمد مین بھی واجب ہی اور ہم یہ کہتے ہین کہ کفارہ اوس گناہ کو محو کرتا ہی جو خفیف ہو اور قتل خطا خفیف ہی برخلاف قتل عمد کے کذا فی الاصل **ص** قتل شبہ عمد **ف** اور اسکو خطائے عمد بھی کہتے ہین چونکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان مین ہی **ص** مارتا ہی قصداً غیر اون چیزون سے جو قتل عمد مین مذکور ہوئین **ف** یعنی ہتھیار اور دھاردار تیز چیز سے نہو **ص** جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا **ف** اور صاحبین وغیرہما کے نزدیک یہ بھی عمد ہی اور دلیل امام اعظم کی حدیث ہی حسن کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتیل مقتول کا لکڑی یا کوڑے سے قتل شبہ عمد ہی اور اوسمین سو اونٹ واجب ہین روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین **ص** قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہی اور اوسپر کفارہ واجب ہوتا ہی اور دیت مغلظہ اوسکی عاقلہ پر لازم ہوتی ہی نہ قصاص **ف** یعنی قصاص نہین آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہون اور دیت مغلظہ اور عاقلہ کا بیان آگے آوے گا انشاء اللہ تعالی **ص** اور جو شبہ عمد ما دون النفس مین ہووے تو وہ عمد ہی **ف** یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس مین ہی اور ما دون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے مین شبہ عمد اور عمد یکسان ہی بلکہ وہان شبہ عمد کچھ نہین ہو سب عمد ہی **ص** قتل خطا اسکی دو صورتین ہین ایک خطا فی القصد **ف** جسکو خطا فی المحل بھی کہتے ہین **ص** یعنی قاتل کے گمان اور قصد مین خطا واقع ہووے جیسے مسلمان کو تیر مارا شکار یا حربی یا مرتد سمجھکر اگرچہ وہ مسلمان کسی کا غلام ہو **ف** تو محل مین خطا ہوئی اسلیے کہ قاتل نے اپنے گمان مین محل کو مباح سمجھکر

تیر مارا پھر وہ محقون الدم نکلا ص دوسری خطا فی الفعل جیسے اوسنے تیر نشانے کو مارا ہو وہ آدمی کے لگ گیا ف یا کوئی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہی کہ قتل خطا دو قسم ہو ایک خطا فی القصد اور ایک خطا فی الفعل تو خطا فی الفعل یہ ہی کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اوس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطا فی القصد یہ ہی کہ خطا فعل مین نہوے مگر قصد مین ہووے مثلاً اوسنے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اوسکا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا کذا فی الاصل صاحب درمختار نے صدر الشریعۃ پر خطا فی الفعل کی تعریف مین یہ اعتراض کیا ہی کہ قصد خطا فی الفعل مین ضرور نہین مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسی کے ہاتھ سے سوا اوسکے صدمے سے کوئی مر گیا تو یہ قتل خطا فی الفعل ہی حالانکہ مطلقاً اسمین قصد نہین ہی جواب اوسکا یہ ہی کہ یہ قتل خطا فی الفعل نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا ہی اور اوسکا بیان آگے آویگا کذا قال العلامۃ الطحطاوی پس نسبت خطا کی طرف صدر الشریعۃ کے خطا فی الفعل ہی صاحب درمختار سے واللہ اعلم ص قتل جاری مجرای خطا جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر پلٹ کے گر پڑے اور اوسکے صدمے سے وہ مر جاوے ف مثلاً سونے والا آدمی چبوترے یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ پر ہو وہان سے وہ کروٹ لینے مین نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اوسکے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مر گیا تو یہ قتل خطا نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا یعنی قائم مقام خطا اور اوسکے مشابہ ہو ایسا ہی ہی اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اوسکے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اوسکے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہین عالمگیری ص قتل خطا اور جاری مجرای خطا مین قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہی اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہی ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہی سپرد کیجاوے اوسکے گھر والون کو ص اور قاتل پر گناہ نہین ہوتا قتل کا ف مگر ترک احتیاط سے گنہگار رہتا ہی اسی لیے کفارہ واجب ہوا ہدایہ ص قتل بالسبب یہ ہی کہ آدمی اپنی زمین غیر مملوک مین ف بغیر اذن حاکم کے درمختار ص کنوان کھودے یا پتھر رکھے اور اوس کنوین مین گر کے یا پتھرون سے ٹھوکر کھا کے کوئی مر جاوے تو اسمین دیت واجب ہوتی ہی عاقلہ پر اور کفارہ نہین لازم ہوتا ف اور شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہو ص جمیع اقسام قتل مین سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہی میراث سے مقتول کی ف اور شافعی کے نزدیک قتل بالسبب مین بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب مین قول ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل نہین وارث ہوتا ہی اور نہین ہی واسطے قاتل کے میراث مین سے کچھ روایت کیا اوسکو نسائی اور دار قطنی نے اور قوت دی اسکو ابن عبد البر نے اور معلول کیا اسکو نسائی نے اور صواب موقوف ہونا ہی اوسکا عمر پر کذا فی بلوغ المرام

ص باب بیان مین اوس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہی اور جس سے لازم نہین آتا

واجب ہوتا ہی قصاص قتل سے اوس شخص کے جو محقون الدم ہی ہمیشہ جب قتل عمد ہووے ف اور محقون الدم دائمی مسلمان ہی یا ذمی اور اس سے احتراز ہوا مستامن اور حربی اور مرتد سے کہ انکے قتل سے قصاص واجب نہوگا منح الغفار ص تو قتل کیا جاویگا حر عوض مین حر کے اور عبد کے اور عبد عوض مین حر اور عبد کے ف بسبب اطلاق آیت

اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ کے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے مین حر نہ قتل کیا جاویگا اسلیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہی یہ امر کہ حر عبد کے عوض مین قتل نکیا جاویگا ہم یہ کہتے ہین کہ اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہی کہ حر بدلے مین حر کے اور عبد بدلے مین عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر کا قتل بدلے مین عبد کے اور عبد کا بدلے مین حر کے سو آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے معلوم ہوگیا اور اگر آیت اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ حر بدلے مین عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عبد بدلے مین حر کے قتل نکیا جاوے حالانکہ اسکے شافعی بھی قائل نہین ہین دوسری دلیل ہماری حدیث سے ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کریگا اپنے عبد کو یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کرینگے ہم اوسکو روایت کیا اوسکو احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی اور نسائی نے سمرہ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہی قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے ایک زانی محصن دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاویگا تیسرے جو شخص نکلجاوے اسلام سے روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے حضرت عائشہؓ سے اور اسمین قید حر کی نہین ہی واللہ اعلم **ص** اور مسلمان بدلے مین ذمی کے **ف** اور ذمی بدلے مین مسلمان کے اور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے مین ذمی کے قتل نکرینگے اور دلیل شافعیؒ کی حدیث ہو کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاویگا مسلمان بدلے مین کافر کے روایت کیا اوسکو بخاری اور احمد اور ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علیؓ سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا عبدالرزاق نے عبدالرحمن بن بیلمانی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے مین ذمی کے اور فرمایا بہتر وہ ہو جسنے پورا کیا ذمی کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہی اور عبدالرحمن یہ تابعی ثقہ ہی ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے موصولاً ابن عمرؓ سے اور صحیح مرسل ہی اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بھی مذکور ہی اور حدیث علیؓ مین کافر سے مراد کافر حربی ہی تا دونون روایتون مین موافقت ہو جاوے دوسرے یہ کہ بعد اوسکے وَلَا ذُوْعَهْدٍ فِي عَهْدِهٖ ہی جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہی کہ کافر سے مراد حربی ہی اسلیے کہ معطوف اور معطوف علیہ مین تغایر ضرور ہی واللہ اعلم **ص** اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مین مستامن کے بلکہ مستامن بدلے مین مستامن کے قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل بدلے مین مجنون کے اور بالغ بدلے مین نابالغ کے اور صحیح تندرست بدلے مین اندھے اور لنجے اور لولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے مین عورت کے اور عورت بدلے مین مرد کے اور فرع **ف** یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی **ض** بدلے مین اصول کے **ف** یعنی باپ اور دادا اور نانا نانی ماں دادی **ص** اور قتل نہ کیے جاوینگے اصول بدلے مین فروع کے **ف** یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہین لیا جاویگا اسی طرح ماں نانی دادی کا حکم ہی اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین قتل کیا جاوے والد بدلے مین ولد کے روایت کیا اوسکو احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے عمر بن الخطابؓ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارود اور بیہقی نے **ص** اور نہ قتل کیا جاویگا مولی بدلے مین اپنے غلام کے **ف** اسواسطے کہ غلام اوسکا مملوک ہی تو یہ ملک شبہ ہوگئی دفع قصاص مین

جیسے باپ اور بیٹے مین ص اور بدلے مکاتب کے اور مدبر کے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اوس غلام کے بدلے مین جسکے
ایک حصے کا وہ مالک ہو اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا جب تک راہن
اور مرتہن جمع نہو لین ف اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہوا اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو
تو مرتہن کا حق دین مین باطل ہوتا ہو لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن اوسکی رضامندی
سے ساقط ہو جاوے کذا فی الاصل ص اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت
اوس سے پورا ادا ہو سکے اور وارث بھی اوسکے ہون اور مولی بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا ف اس لیے کہ
اختلاف کیا صحابہؓ نے ایسے مکاتب مین کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہو تو ولی اوسکا وارث ہو ورنہ مولی ہو تو صاحب حق
مشتبہ ہو گیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور مولی دونون مجتمع ہون کذا فی الاصل ص اور جو سوا
مولی کے اور کوئی وارث نہو یا وارث ہو لیکن مال اسقدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولی قصاص قاتل سے
لے سکتا ہو[1] اور ساقط ہو جاویگا وہ قصاص جسکو کوئی شخص اپنے باپ[2] پر وراثۃً پاوے ف بسبب حرمت ابوت کے مثالین
اسکی بہت ہین مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اوس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے
قصاص نہین لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اوس شخص کی قبل استیفاے قصاص کے مر گئی اب
اوسکا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہی قائم مقام ہوا اوسکا یا ایک شخص نے اپنی ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتولہ کی
بیٹی تھی قبل استیفاے قصاص کے مر گئی اب بیٹا اوسکا جو قاتل کے نطفے سے ہو وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر
یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور اوسکا کوئی وارث سواے زوجۂ قاتل کے نہین ہو بعد اوسکے زوجۂ قاتل قبل استیفاے
قصاص کے مر گئی اب بیٹا اوسکا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتون مین قصاص ساقط ہو گا ص
اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے ف یعنی تلوار سے یا جو اسکے مثل ہو[3] اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل
کیا ہو در مختار اور شافعیؒ کے نزدیک قاتل کو اوسی طرح قتل کرینگے جس طرح اوسنے مقتول کو قتل کیا پس اگر وہ اس فعل سے
مر گیا فبہا ورنہ قطع کیجاویگی گردن اوسکی واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
لا قود الا بالسیف یعنی نہین قصاص ہی مگر تلوار سے کذا فی الاصل روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے سنن مین حضرت صدیق اکبرؓ سے
اور دار قطنی نے علی مرتضیؓ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا قود فی النفس وغیرھا الا بحدیدۃ
یعنی قتل نفس وغیرہ مین قصاص نہین مگر لوہے سے ص معتوہ ف یا صغیر ص کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا خود
معتوہ کے ہاتھ یا پانؤن یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اوس معتوہ کے پہونچتا ہو کہ اوسکے قاطع یا قاتل سے قصاص
لیوے یا صلح کر لیوے ف مقدار دیت پر اور اوس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر در مختار ص اور معاف نہین کر سکتا
اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح پہونچتی ہی اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہی اور قاضی مثل باپ کے ہی یہی صحیح ہو ف تو اگر
مقتول کا کوئی وارث نہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہی اور صلح کر سکتا ہو نہ عفو در مختار ص اگر مقتول کے چند وارث
ہون بعض اونمین سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثہ کبار کو پہونچتا ہو کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لے لیوین

[1] یہ امام اعظم اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے بخلاف امام محمدؒ کے کذا فی الاصل ۱۲
[2] یعنی اصول خواہ باپ ہو یا دادا یا نانا یا ماں یا دادی یا نانی یا پردادی وغیرہ
[3] [illegible]

ف اور صاحبین کے نزدیک نہین پہونچتا اور فتوی امام صاحب کے مذہب پر ہی دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ ابن ملجم لعین قاتل حضرت علی مرتضی کا قتل کیا گیا حالانکہ اونکے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے واقع ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہو گیا لیکن یہ شرط ہی کہ وارث کبیر اجنبی نہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اور اوسکے ایک لڑکا ہی نابالغ زوجہ اولی سے اور ایک زوجہ ثانیہ ہی تو زوجہ ثانیہ اوس لڑکے سے اجنبیہ ہی اوسکو استیفاء قصاص نہ پہونچے گا بلکہ انتظار کیا جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہی اور اوسکی مان موجود ہی تو مان کو استیفاء قصاص پہونچے گا اور بعض فقہا کے نزدیک صورت اول مین بھی زوجہ ثانیہ کو صغیر کیطرف سے استحقاق استیفاء قصاص حاصل ہی اسواسطے کہ قرابت سے مراد عام ہی جو شامل ہی زوجیت کو بھی تو اس مقام مین تامل کرنا چاہیے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہون لیکن بعض موجود ہون اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہین پہونچتا جب تک سب وارث جمع نہو لین کذا فی الہدایہ ص اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہان تک کہ مر گیا ف اسواسطے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہراً بشرطیکہ مجروح بیچ مین اچھا نہو گیا ہو ثابت ہوا یہ امر مشاہدہ سے یا حجت سے اور جو قاتل نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہو کر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہونگے درمختار ص اور قصاص لیا جاویگا اگر قاتل نے مقتول کو پھاوڑے سے مارا اوسکی دھار کیطرف سے اور جو اوسکی پشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی ڈرشقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق کیا پانی مین یا کوٹھے مانند کے اوتار دیا تو ان صورتون مین قصاص لیا جاویگا ف اسلیے کہ یہ صورتین قتل شبہ عمد کی ہین جیسا کہ گذرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کر لے یعنی ایکبار سے زیادہ اوسکا مرتکب ہو تو اوسکا قتل سیاستاً حاکم کو پہونچتا ہی درمختار ص اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف مین مشرک سمجھکر تو اوسپر قصاص نہین بلکہ کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اوسکو زخمی کیا پھر شیر نے اوسکو مجروح کیا پھر سانپ نے اوسکو کاٹ کھایا اور ان سب صورات کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مر گیا تو زید پر تیسرا حصہ دیت کا لازم آویگا اور جس شخص نے مسلمانون پر تلوار کھینچی تو واجب ہی اوسکا قتل کرنا اور اوسکے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اوٹھایا دوسرے مسلمانون پر رات کو یا دن کو شہر مین یا باہر شہر کے یا لٹھ اوٹھایا مارنے کے لیے رات کو شہر مین یا رات یا دنکو بیرون شہر مین اور دوسرے شخص نے اس ہتھیار اوٹھانیوالیکو یا لٹھ اوٹھانیوالیکو مار ڈالا تو اوسپر کچھ نہین ہی ف جاننا چاہیے کہ ہتھیار اوٹھانیوالیکا قتل مطلقاً درست ہی اور لاٹھی اوٹھانے والے مین اگر رات کو اوٹھاوے تو خواہ شہر مین ہووے یا بیرون شہر مین قتل اوسکا درست ہی اور جو دن کو اوٹھاوے باہر شہر کے تب بھی قتل کرنے والے پر کچھ نہین ہی اور جو دن کو اندر شہر کے اوٹھاوے تو اوسکا قتل درست نہین اسلیے کہ شہر مین بہت سے لوگ فریادرس ہین کہ وہ اوس سے بچا لیوینگے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص اگر چور مال لیکر گھر سے چلا اور مالک مال نے اوسکا پیچھا لیکر اوسکو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہین ہی ف یہ جب ہی کہ مالک مال اپنا مال نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقاتلہ کر تو اپنے مال کے لیے یہان تک کہ تو شہدائے آخرت سے ہووے یا اپنا مال بچا رکھے روایت کیا اوسکو نسائی نے مخارق سے اسی طرح جائز ہی مالک کو قتل کرنا

چور کا جب وہ اوسکے مال لینے کا قصد کرے اور اوسکے دفع پر بدون قتل کے قادر نہو یا کوئی اوسکے مکان مین مسلح گھس آوے اور اوسکو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کے لیے آیا ہی تو اوسکا قتل حلال ہی کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کے لیے اوٹھائی شہر کے اندر دن کے وقت اور زید نے اوس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاویگا قصاصاً **ف** اسواسطے کہ لاٹھی مارنے سے فوراً آدمی نہین مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریادرس پہونچ سکتا ہی شہر مین اور اسمین خلاف ہی صاحبین کا کذا فی الاصل **ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مار بھی دی لیکن عمرو مرا نہین بعد اوسکے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جاکر اوسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاویگا **ف** اسلیے کہ جب زید نے تلوار ماردی اور عمرو مقتول نہین ہوا اور زید لوٹ گیا تو اوسکی عصمت پھر آئی پھر جو اوسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید لوٹا نہین اور پھر مارنے کا ارادہ رکھتا ہی تو اوسکا مار ڈالنا درست ہی کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اوٹھائی مارنے کے لیے اور اوس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اوسپر دیت لازم آویگی اوسکے مال مین اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اوسپر حملہ کیا اور اوس شخص نے اوس جانور کو مار ڈالا تو اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی **ف** اور شافعی کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی مین اور نہ قیمت جانور مین اسلیے کہ اوسنے قتل کیا دفع شر کے لیے تو امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہی ضمان مثل دابہ مین اور دیت قتل صبی و مجنون مین کذا فی الاصل اور دلیل ہماری اصل کتاب مین مذکور ہی

مسائل ملحقہ اگر کوئی شخص کسیکو عمداً قتل کرے اور اوسپر قتل عمد ثابت ہوجاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہی کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جب تک کہ ان شروط مین غور نکر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسری یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسری یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہون چوتھی یہ کہ سب وارث قصاص کے خواہان ہوویں اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہان ہو جاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہوجاویگا پانچوین یہ کہ ورثہ بالغ ہون یا بعض نابالغ ہون اور بعض بالغ قصاص چاہتے ہون اور جو سب نابالغ ہونگے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کرتے ہون گے یا کسی قدر رقم دیت کم کے خواہان ہونگے تو ورثہ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹی یہ کہ قاتل مقتول کے اصول مین سے نہووے جیسے باپ دادا پردادا نانا پرنانا یا مان دادی نانی پردادی پرنانی وغیرہ ساتوین یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون قتل مین شریک نہووے ورنہ قاتل کے ذمے پر سے بھی قصاص ساقط ہوجاویگا آٹھوین یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اوسکے اصول مین سے شریک قتل نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہوگا نوین یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل مین ایسا شخص شریک نہووے جسکا قتل شبہ عمد یا خطا ہی دسوین یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلہ سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئین بچانے کے لیے اوسکو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہوگا گیارھوین یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جسسے اوسکا قتل مباح ہوجاوے جیسے مال قاتل کا چورا یا ہو یا لوٹتا ہووے یا اوسکی جورو سے زنا کر رہا ہووے یا اوسکے گھر مین بے اذن باوجود منع کے جبراً گھس آیا ہو بارھوین یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول مین سے نہووے تیرھوین یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھوین یہ کہ وارث مقتول نے حکم نکیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً پندرھوین

یہ کہ قاتل وارث مقتول مین سے کسی کا وارث نہو جاوے قبل استیفاے قصاص کے تیسری یہ کہ مقتول قبل قتل قاتل کے ایسی حالت نزع مین نہو جس سے اوسکی زندگی کی امید نہو ستر ہوین یہ کہ قاتل تا سپرد کرنے قاتل کے طرف ولی کے واسطے استیفاے قصاص کے مجنون نہو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنیکے مجنون ہو جاوے تو قصاص ساقط نہو گا واللہ اعلم

مسالہ اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلا دیا تو یہ قتل شبہ عمد ہے تو اسکی کئی صورتین ہین پہلی یہ کہ زہر دینے والے کو اوس چیز کے زہر ہونے کا علم نہو تو اس صورت مین زہر کھلانے والے پر کچھ لازم نہ آویگا دوسری یہ کہ اوسکو علم ہو اوس چیز کے زہر ہونیکا تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز مین ملا کر دیا اور اوسنے خود کھالیا تو نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ قید رکھا جاویگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی اور مدت قید کی امام کی راے پر مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اوسکے حلق مین ڈالا یا تو دیت واجب ہوگی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر المختار وعالمگیری

مسالہ اگر کوئی شخص کسی کو پانی مین ڈبوے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہین مرتا اور نجات ممکن ہے وہان سے تیر کر اور وہ مر گیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اوس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر جیسے اوسکے ہاتھ پانوں کھلے ہین اور وہ تیر جانتا ہے اور اگر مر گیا تو بھی شبہ عمد ہے ورنہ عمد ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک شبہ عمد ہے عالمگیری

مسالہ اگر کسی نے دوسرے کو حجرے مین بند کر دیا اور وہ بھوک کے مارے وہان مر گیا یا اوسکے ہاتھ پانوں باندھ کر اوسکو شیر کے سامنے یا اور کوئی درندے کے ڈالدیا اور اوسنے اوسکو مار ڈالا یا اوسکو اور سانپ یا بچھو یا کسی موذی کو ملا کر ایک حجرے مین بند کر دیا اور اوس آدمی کو اوسنے قتل کیا تو ان سب صورتون مین قصاص اور دیت نہین ہے لیکن اوس شخص پر تعزیر واجب ہے اور حبس مادام الحیات درمختار

مسالہ فتاوے عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قتل کرے اسطرح پر کہ اوسپر نہ قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم

مسلہ اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اوس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اسکے عمرو نے اوسکو ایک زخم مارا تو قاتل بکر کا زید سمجھا جاویگا یہ جب ہے کہ دونون جراحتین آگے پیچھے ہون اور جو ایک ساتھ دونون نے زخم پہونچاے تو دونون قاتل ہین اگرچہ ایک شخص دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی الخلاصۃ

مسالہ اگر کسی نے کسی کو زندہ دگور کر دیا اور وہ مر گیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتوی ہے اور محمد کے نزدیک قتل کیا جاویگا کذا فی الظہیریہ

مسالہ اگر کوئی کسی کے گھر مین دروازے سے جھانکا اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا اگر صاحب خانہ اوسکو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہین کر سکتا اور جو دفع کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا درمختار

مسالہ کئی آدمی ایک کے بدلے مین قتل کیے جاوینگے اگر ہر شخص مقتول کو جراحت مہلک مارے ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے مارین پھر وہ مر جاوے اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ اسپر اطلاع ہونا متعذر ہے اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کسکا کاری ہے اور کسکا غیر کاری اور نہو گا یہ مگر قبل مرجانے مقتول کے تو قصاص اوس شخص سے ہوگا جسکا زخم کاری ہے اور جن لوگون کا کاری نہین ہے اون پر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسیکا زخم کاری نہو لیکن مقتول سب زخمون سے مر جاوے تو کسی پر قصاص نہوگا لیکن دیت اون پر آویگی کذا فی الشامی اور جو لوگ قتل مین شریک نہو وین لیکن تماشا بین ہون یا قاتل کو در غلاتے ہون یا قاتل کے مددگار ہون یا مقتول کو روکے ہوے ہون تو اون پر تعزیر ہے اور قصاص اور دیت نہین ہے کذا فی الشامی

مسالہ ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے

اور توبہ اوسکی مقبول نہین ہی اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ مینے فلان شخص کو دعا کیا یا منی تیرون سے یا سورۂ انفال کی قرأت سے مار ڈالا تو اوسپر کچھ لازم نہ آویگا اسلیے کہ یہ محض جھوٹ ہی اور مُؤدّی ہو طرف علم غیب کے شامی

ص باب قصاص ما دون النفس کے بیان مین

قصاص ما دون النفس اوسی جگہ ہی جہان رعایت مماثلت کی ہو سکے تو اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جوڑ سے تو اوسکا بھی ہاتھ کاٹ ڈالینگے اوسی جوڑ سے ف اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ یعنی زخمون مین قصاص لیا جاویگا کذا فی الہدایہ اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ یہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہی کذا فی الاصل حاصل یہ ہی کہ جب عضو جوڑ سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاویگا اور جو بیچ مین کاٹ لی ہو تو اوسمین قصاص نہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اوسمین کوئی خلل زیادہ پیدا ہو جاوے کذا فی الطحاوی ص اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہو مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہی پاؤن مین اور زرنبینی مین ف ناک مین بانسے کے نیچے جسقدر گوشت نرم ہی وہ نرمہ بینی کہلاتا ہی اور عربی مین اوسکو مارن کہتے ہین تو مارن مین قصاص ہی اور بانسے مین نہین ہی اسواسطے کہ وہان حفظ مماثلت ممکن نہین ہی کذا فی الاصل ص اور کان مین اور اوس آنکھ مین جسکی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہو وے اور آنکھ قائم ہو تو اوسکے قصاص کی یہ شکل ہی کہ ضارب کے موںہ پر بھیگی روئی ڈالیجاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل مین گرم آئینہ رکھا جاوے ف یہ حکم خلافت عثمانؓ مین علی مرتضیٰؓ کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام واقع ہوا تو روایت کی عبدالرزاق نے مصنف مین حکم بن عیینہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا اسواوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہؓ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علیؓ آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ص اور اگر آنکھ حلقے مین سے نکالی جاوے تو اوسکا قصاص نہین ف بسبب متعذر ہونے مساوات کے ص اور قصاص ہوگا اوس زخم مین جسمین مماثلت ہو سکتی ہی جیسے جراحت موضحہ ف موضحہ اوس جراحت کو کہتے ہین جسمین کھل اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے ص اور نہین قصاص ہی ہڈی مین سوا دانت کے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیۃ ص تو دانت اوکھاڑا جاویگا اگر اوسنے اوکھیڑا ہی اور جو اوسنے توڑ ڈالا ہی تو اوسکا دانت ریتا جاویگا اور نہین ہی قصاص ما دون النفس درمیان مین عورت اور مرد کے اور غلام اور آزاد کے اور دو غلامون مین اور ساوی تمیز اور نہین ہی قصاص جائفہ مین ف جائفہ وہ زخم ہی جو اندر پیٹ کے پہونچ گیا ہو سینے کیطرف سے یا پشت کیطرف سے اسمین قصاص نہین جب اچھا ہو جاوے اسلیے کہ تندرستی اس جراحت سے نادر ہی اور ظاہر ہی کہ اگر جائفہ نصف ساعد سے کاٹا جاوے اور جائفے مین جو اچھا ہو جاوے یا حکم یا پشت کیطرف سے اسمین قصاص نہین جب اچھا ہو جاوے اسلیے کہ تندرستی اس جراحت سے نادر ہی پس جب جائفہ مجروح کا اگر اچھا نہوا اور سرایت کر گیا اور مجروح مر گیا تو قصاص جارح سے قصاص یون لیا جاویگا یعنی قتل کیا جاویگا اور جو نہین مرا تو انتظار کرنا چاہیے اوسکی صحت یا موت کا کذا فی الاصل ص اور نہین قصاص ہی زبان مین اور ذکر مین مگر جب حشفہ کاٹا جاوے ف یہ ہمارے نزدیک ہی اسلیے کہ انقباض و انبساط ان دونو کا جاری ہی پس رعایت مماثلت نہین ہو سکتی ہی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہی کہ جو قطع جڑ سے ہو تو قصاص لیا جاویگا کذا فی الاصل

ص ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہین اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا ایک انگلی اوسکی کم ہو یا سر اوسکا بڑا ہو کہ زخم
تمام سر پر نہ پہونچے اور مجروح کے ہاتھ اوسکی انگلیان سالم ہین اور سر اوسکا چھوٹا ہی کہ تمام سر کو پہنچا ہی تو مجروح کو اختیار ہی خواہ
جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور ساقط ہو جاتا ہی قصاص قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کے عفو سے اور اونکی
صلح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر اوسکی میعاد یا نقد ہونیکی تصریح نہوئی ہو
اور قتل دیت کے موجل ہوگا اور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کر لیگا تو قاتل کے ذمہ سے قصاص ساقط ہو جاویگا اور باقی
وارثون کو حصہ دیت ملیگا اگر ایک آزاد اور غلام نے ملکر ایک شخص کو مار ڈالا بعد اوسکے اوس شخص آزاد نے اور اوس غلام کے مولی
نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیجیے اور اوسنے صلح کرا دی تو مولی کو اور اوس شخص آزاد کو
دونون کو پانسو پانسو روپیہ دینا ہونگے اور چند آدمی قتل کیے جاوینگے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیون کے اور
شافعی کے نزدیک اول کے بدلے قتل کیا جاویگا اور واجب ہوگا مال دیت باقی مقتولون کیلیے اور جو اول مقتول معلوم نہو تو
سب کے عوض قتل کیا جاویگا اور تقسیم کیجاویگی دیت سبکو اور بعض نے کہا ہی کہ قرعہ ڈالا جاوے اور جسکے نام قرعہ نکلے اوسکے بدلے قتل
کیا جاوے تو اگر اون مقتولون کے وارثون مین سے ایک مقتول کے وارث نے اگر قصاص لیلیا تو باقی مقتولون کے ورثہ کو
اب کچھ نہ ملیگا اگر دو شخصون نے ملکر ایک کا ہاتھ کاٹا اگرچہ اسطرح پر کہ ایک چھری دونون نے لیکر اوسکے ہاتھ پر چلا دی تو اوسکے
عوض مین اون دونون کے ہاتھ نہ کاٹے جاوینگے بلکہ دیت اون دونون سے دلائی جاویگی اور امام شافعی کے نزدیک دونون کے
ہاتھ کاٹے جاوینگے مثل قتل نفس کے اور جو ایک شخص نے دو شخصون کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اون دونون کو پہونچتا ہی کہ اوسکا داہنا
ہاتھ کاٹین اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر آدھون آدھ بانٹ لین اگر دونون ساتھی حاضر ہون اور جو پہلے ایک حاضر ہوا اور اوسکے
ہاتھ کے عوض مین قطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اوسکو دیت ملیگی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اوسکو
قتل کرینگے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو قصداً تو وہ تیر اوس مرد کو لگکے پار نکل کے دوسرے کے لگ گیا اور دونون مر گئے تو اول
شخص کے بدلے مین قصاص لیا جاویگا کیونکہ وہ قتل عمد ہی اور دوسرے کے بدلے مین دیت آویگی اسلیے کہ وہ قتل خطا ہی ف ہرچند
یہ فعل واحد ہی لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا زیلعی ص زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اوسکو مار ڈالا تو اسکی آٹھ صورتین ہین
اسواسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہی اسی طرح قتل یا عمد ہی یا خطا ہی پھر چارون صورتون مین عمرو بیچ مین تندرست ہوا ہی یا نہین تو اگر دونون
فعل عمداً کیے پس اگر بیچ مین عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونون فعلون کا زید سے لیا جاویگا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت
مابین مین حاصل نہین ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہی کہ قطع ید کے بعد قتل ہوگا اور صاحبین کے نزدیک فقط قتل ہوگا
و قطع تو جزائے قطع قتل کی جزا مین داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر درمیان مین صحت ہو گئی ہو تو قطع و
قتل دونون کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان مین صحت نہوئی ہو تو فقط قتل کی
دیت کافی ہوگی اور اگر قطع عمد ہی اور قتل خطا ہی خواہ درمیان مین صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی دینا
ہوگی اور جو قطع خطا ہی اور قتل عمد ہی خواہ صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا
زید نے عمرو کو سو کوڑے مارے اسطرح کہ پہلے نوے مارے اوس سے وہ چنگا ہو گیا بعد وہ دس مارے اوس سے مر گیا تو ایک ہی دیت

یعنی زخم کا اور نشان باقی نر ہا

لازم آویگی ف اسواسطے کہ وہ جب چنگا ہو گیا نوے کوڑے سے تو اوسکا مارنا معتبر نرہا اگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہو اور ایسا ہی صلح غیر مشہور
ہی قصاص میں ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اوسکا نشان باقی نرہا ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک اوسکے مانند میں
حکومت عدل ہی اور محمد سے روایت ہی کہ طبیب کی اجرت اور دوائیون کا خرچ واجب ہو گا کذا فی الاصل ص اور جب پہلے نوے کوڑے مارے
اوس سے وہ زخمی ہو گیا اور اثر اوسکا باقی رہا بعد اوسکے دس کوڑے لگائے اوس سے مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس دونون واجب
ہونگے ف باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر المختار اور حکومت عدل کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الدیات میں آویگا ص
ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اور اوسنے معاف کر دیا پھر اوس قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو قاطع کو دیت دینا پڑیگی ف یہ مذہب امام ابوحنیفہ
کا ہی اور صاحبین کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہو گا اسلیے کہ عفو قطع سے عفو ہو اوسکے موجب سے اور وہ قطع ہی اگر سرایت نکرے اور قتل ہی
اگر سرایت کرے اور امام صاحب یہ کہتے ہین کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع
پس دیت واجب ہوگی اسلیے کہ قصاص بسبب شبہ عفو کے ساقط ہو گیا کذا فی الاصل ص اور جو اوسنے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے
اور جو اوس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قطع خطا سے ہو تو ثلث مال سے معتبر ہو گا اور جو
عمد ہو تو کل مال سے یہی حکم ہی سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اوسنے اوس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر
یعنی اپنے ہاتھ کی دیت کے بدلے میں پھر وہ مر گیا تو مرد پر اوس عورت کا مہر مثل واجب ہی اور اوسکے ہاتھ کی دیت عورت کے مال
میں سے دیجاویگی اگر اوسنے عمداً ہاتھ کاٹا اور اوسکے عاقلہ پر ہی اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اوس سے ہاتھ پر اور جو اوس سے
پیدا ہو یا جنایت پر پھر مر گیا تو عمد میں مہر مثل ہی اور کچھ عورت پر لازم نہو گا بسبب قتل کے اور خطا میں عورت کے عاقلہ سے بقدر
مہر ساقط ہو کر باقی اونکے لیے بطور وصیت کے سمجھا جاویگا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہو گا ورنہ بقدر ثلث
ساقط ہو گا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اوسکے عوض میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو
مر گیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی ف یہ جب ہی کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبین کے نزدیک زید کو کچھ
نہ دینا ہو گا اسلیے کہ اوسنے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اوسکے اختیار میں نہین ہی اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو
یا معلم باپ کے اذن سے لڑکے کو تعلیم کے لیے ضرب معتاد کرے اور وہ مر جاوے تو اوسپر ضمان نہین البتہ اگر حد معروف سے
زیادہ ماریگا اور لڑکا ہلاک ہو جاویگا تو اوسکو تاوان دینا ہو گا در مختار ص اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا
ہاتھ کاٹا پھر عفو کر دیا قتل سے تو اوسکو دیت دینا پڑیگی ہاتھ کی اور صاحبین کے نزدیک نہ دینا پڑیگی

ص باب قتل کی گواہی اور حالت قصاص کے اعتبار میں

حق استیفاے قصاص وارثون کے لیے ثابت ہوتا ہی ف یعنی ورثہ مقتول کے لیے حق حاصل ہوتا ہی اس بات کا
کہ قاتل سے قصاص لیوین اور یہ حق ثابت ہوتا ہی وارثون کے لیے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکہ کا مستحق ہی
اوسکو یہ حق بھی حاصل ہی اور جو ترکہ سے محروم ہی وہ اس حق سے بھی محروم ہی مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہی تو بھائی بھتیجے چچا
ماموں محروم ہونگے اسی طرح باپ دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ اقربا ماں سے نانی محروم ہونگی و علی ہذا القیاس ص
ابتدا سے نہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہیں ہو سکتا پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے اور ین

سے ایک حاضر اور موجود تھا اوسنے گواہون سے قتل عمد قاتل پر ثابت کردیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہون کی گواہی کا اعادہ ضرور ہی ف امام صاحب کے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک ص اور جو قتل خطا ہووے یا دعوی دین کا تو دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالاجماع ضرور نہین ہی پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کردیے تو وارث حاضر اوسکا خصم ہوجاویگا اور قصاص ساقط ہوگا یہی حکم ہی اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثون نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہوگی لیکن یہ شہادت اون دونون کیطرف سے عفو قصاص ہوگی تو اگر قاتل نے ان دو وارثون کی تصدیق کی تو تینون وارثون کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اگر دونون کی تکذیب کی تو ان دو وارثون کو کچھ نملے گا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملیگا اور جو اونکی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اوسکو تہائی حصہ دیت کا ملیگا ف لیکن یہ تیسرا حصہ اون دونون وارثون کو دیا جاویگا استحسانا درمختار اور ایک چوتھی صورت ہی اوسکو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہی کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونون نے تصدیق کی اون دونون وارثون کی تو اس صورت مین تیسرے وارث کو کچھ نملیگا اور اون دونون کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اصل کتاب مین اسکے دلائل تفصیل مذکور ہین ص اگر اختلاف کیا قتل کے گواہون نے زمان قتل مین یا مکان قتل مین یا آلہ قتل مین یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے نے کہا کہ مجکو معلوم نہین کس ہتھیار سے مارا ف یا ایک نے گواہی دی معاینہ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر درمختار ص تو ان سب صورتون مین شہادت لغو ہو جاویگی اور جو شاہدون نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلہ قتل ہمکو معلوم نہین تو دیت واجب ہوگی ف اور قیاس یہ ہی کہ کچھ واجب نہو اسلیے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہی باختلاف آلہ وجہ استحسان کی یہ ہی کہ گواہون نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہین ہی تو ثابت ہوگا اقل موجب اوسکا اور وہ دیت ہی اور واجب ہوگی دیت مال مین قاتل کے اسلیے کہ اصل قتل مین عمد ہی اور عاقلہ نہین بار اوٹھاتے ہین عمد کا کذا فی الاصل ص اگر قتل مقتول کا دو شخصون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونون نے اوسکو مارا ہی تو دونون قتل کیے جاوینگے اور جو ایک شہادت گذری کہ زید کو عمرو نے مارا ہی اور دوسری شہادت یہ گذری کہ زید کو خالد نے مارا ہی اور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونون نے مارا ہی تو دونون شہادتین لغو ہو جاوین گی ف اسواسطے کہ ولی کا قول تکذیب اور تفسیق ہی شہود کی یا مقر کی اور وہ مبطل شہادت ہی ص اور اعتبار وجوب و عدم وجوب دیت وغیرہ مین حالت تیر اندازی کی ہی نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہو گیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی مولی کو جب تیر مارا غلام کے اور وہ قبل تیر لگنے کے آزاد ہو گیا اور جزا اوس محرم پر جسنے تیر مارا حالت احرام مین اور قبل تیر لگنے کے حلال ہو گیا اور نہ واجب ہوگی جزا اوس حلال پر جسنے تیر مارا بعد اوسکے محرم ہو گیا قبل تیر لگنے کے اور نہین ضمان دیگا وہ شخص جس نے تیر مارا اوسکو جسکے سنگسار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہونچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاوین اور حلال ہی شکار کہ تیر مارا اوسکو مسلمان نے پھر مجوسی ہو گیا قبل تیر پہونچنے کے نہ وہ شکار جسکو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قبل تیر لگنے کے

ص کتاب الدیات

مقدار دیت سونے سے ایک ہزار دینار ہین اور چاندی سے دس ہزار درم اور اونٹ سے سو اونٹ ف اسواسطے کہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے مین دیت سو اونٹ کی ہی اور سونے والون پر ہزار دینار ہین روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے مراسیل مین اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان نے اور روایت کی بیہقی نے طریق شافعیؒ سے کہ کہا شافعیؒ نے کہا محمد بن الحسنؒ سے پونہچا ہمکو حضرت عمرؓ سے کہ انھون نے مقرر کیا سونے والون پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم کہا محمد بن الحسن نے اور خبر دی ہمکو ثوری نے مغیرہ ضبیؒ سے انھون نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اونٹون سے پھر ہر اونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس[۱۲] درم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہوگئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درم ہوے اور روایت کی محمد بن الحسن نے انا ابو حنیفۃ عن الہیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال علی اہل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درہم وعلی اہل الذہب الف دینار الحدیث یعنی کہا عمر بن الخطابؓ نے کہ چاندی والون پر دیت دس ہزار درم ہین اور سونے والون پر ہزار دینار ہین اور شافعیؒ کے نزدیک بارہ ہزار درم ہین اسواسطے کہ حدیث ابن عباس مین ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اوسکو چارون عالمون نے اور جواب اس حدیث سے بچند وجوہ ہی ایک یہ کہ اس حدیث کا ارسال مرجح ہی ترجیح دیا اوسکے ارسال کو نسائی نے اور ابو حاتم نے اور حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج نہین دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہین جنکا وزن وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم چھ مثقال کے برابر تھے بدلیل اوسکے جو روایت کی محمد بن الحسن نے ابراہیم سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مین کوئی مقدار دیت معین نہین ہوئی تھی تو کبھی آپنے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباس مین ہی اور کبھی آٹھ ہزار درم جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص مین ہی اخراج کیا اوسکا ابو داؤد نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباس مین صرف حکایت ہی ایک واقعہ کی اور قرار داد عمرؓ مقدار دیت مین بغیر سمع شارع کے نہین ہوسکتی اور تھی یہ محضر مین صحابۂ کرام سے تو انکو ساتھ اسکے اولیٰ ہوا واللہ اعلم ص اور یہ دیت قتل شبہ عمد کی سو اونٹ ہین اس طرح کہ پچیس بنت مخاض ہون اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہی ف اسواسطے کہ روایت کی ابو داؤد نے علقمہ اور اسود سے کہ کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے شبہ عمد کی دیت مین پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ص اور قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہین لیکن اس طرح پر کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض ف یعنی نر اونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہین ص اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا یہ ہی کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے

ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کفارہ خطا مین وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ الآیہ **ص** تو اگر اس سے عاجز ہو دو مہینے پے در پے روزہ رکھے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ **ص** کفارہ قتل مین کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہین ہی **ف** اسلیے کہ اطعام بیان نص کلام اللہ مین وارد نہین ہوا **ص** اور صحیح ہی آزاد کرنا اوس شیر خوار کا جسکے ماں یا باپ مسلمان ہوں اوس بچے کا جو شکم مین ہی اور عورت کی دیت نصف ہی مرد کی دیت کے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضا کی **ف** یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعیؒ کے نزدیک ما دون الثلث دیت مرد اور عورت کی برابر ہی اور جو ثلث سے زیادہ ہو تو وہ نصف ہی عورت کی دلیل شافعیؒ کی حدیث ہی نسائی کی کہ دیت عورت کی برابر ہی مرد کی دیت کے یہان تک کہ پہونچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا بیہقی نے معاذ بن جبل سے مرفوعاً دية المرأة على النصف من دية الرجل یعنی دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور حدیث مطلق ہی شامل ہی ثلث کو اور ما دون ثلث کو اور بھی روایت کی بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھون نے دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور روایت کی شافعیؒ نے ابراہیم سے انھون نے عمر بن الخطابؓ اور علی بن ابی طالبؓ سے کہ دونون نے کہا دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی **ص** اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہی **ف** ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہین اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہین اور امام مالک کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی نصف ہی دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی اونکے نزدیک بارہ ہزار درم ہین دلیل امام شافعی کی حدیث ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیا اوپر ایک مسلمان کے کہ قتل کیا تھا اوسنے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اور اسمین ذکر مجوسی کا نہین ہی اور روایت کی شافعی نے پھر بیہقی نے منصور بن المعتمر سے انھون نے ثابت بن الحداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ عمر بن خطابؓ نے فیصلہ کیا دیت مین یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم کا اور مجوسی مین آٹھ سو درم کا دلیل امام مالک کی حدیث ہی عمرو بن شعیب کی عن ابیہ عن جدہ کہ فرمایا حضرتؐ نے دیت کافر کی نصف ہی دیت مسلمان کی اور ایک روایت مین ہی کہ دیت ذمیون کی نصف ہی دیت اہل اسلام کی روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے دلیل ہماری قول اللہ تعالی کا وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ دیت اوسکی مثل دیت مسلمان کے ہی اور حدیث ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہی روایت کیا اوسکو امام اعظمؒ نے مسند مین زہری سے انھون نے سعید بن المسیب سے انھون نے ابو ہریرہؓ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہی اور روایت کی طبرانی نے معجم اوسط مین ابن عمر سے باسناد حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی کہا صاحب تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہی اور اسی سے اخذ کیا ابو حنیفہؒ اور جماعت علما نے اور روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین سند صحیح سے ابن المسیب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اوسکے عہد مین ہزار دینار ہی اور نقل کیے ابن عبد البر نے تمہید مین اپنی سند سے بہت سے آثار ایک جماعت سے اونمین سے ہین ابن المسیب کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان

کے ہی اور روایت کی طحاوی نے بسند حسن ابن المسیب سے مثل روایت ابوداؤد کے پس یہ روایت ابن المسیب معارض ہی
اوس روایت ابن المسیب کے جس سے تمسک کیا شافعی نے باوجود اسکے کہ روایت شافعی موقوف ہی اور یہ مرفوع
ہی اور روایت کیے ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کئی آثار اس باب مین ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن
عتبہ اور اسمعیل اور صالح اور عطا اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہی کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان
کے ہی اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن مسعود سے کہ کہا انھون نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی اور زہری نے کہا کہ دیت یہودی اور
نصرانی اور مجوسی اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور ابوبکر
اور عمر اور عثمان کے عہد مین یہان تک کہ ریاست ہوئی معاویہ کی سو انھون نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال مین رکھا اور ولی
مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبدالرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمر سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمان
مین سو حضرت عثمان نے نہین قتل کیا اوس مسلمان کو لیکن دیت دی اوسپر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاوی نے باسناد
حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکم سے کہ رفاعہ بن سموال یہودی قتل کیا گیا شام مین تو حضرت عمر نے دیت اوسکی ہزار دینار مقرر
کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کے ہی سوا ابن منقذ کے اور وہ ثقہ ہی روایت کی اوس سے حاکم
نے مستدرک مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور روایت کی عبدالرزاق نے بسند صحیح انس بن مالک سے کہ وہ حدیث
بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اوسمین حضرت عمر نے بارہ ہزار درم کا دیت کے تو روایت شافعی اور بیہقی
کی ثابت حداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ حکم کیا حضرت عمر نے یہودی اور نصرانی کی دیت مین چار ہزار درم کا
قابل التفات کے نہین ہی کئی وجہون سے ایک تو اسوجہ سے جو ہمنے بیان کیا کہ اوس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمر سے
دوسری وہ جو ذکر کیا مالک اور ابن معین نے کہ ابن المسیب نے نہین سنا عمر سے تیسری ثابت الحداد مجہول ہی نہین پہچانا
جاتا اور اسی واسطے کہا ذہبی نے اپنے مختصر مین اور کون ہی ثابت الحداد اور ذکر کیا اوسکو حافظ ابن حجر نے تقریب مین
کہ وہ ثابت بیٹا ہی ہرمز کوفی کا کنیت اوسکی ابوالمقدام الحداد ہی مشہور ہی اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہی لیکن وہم کرتا
ہی تو ضعیف کیا اوسکو بسبب علت وہم کے چوتھی ابن المسیب سے اوسکے خلاف اخراج کیا ابوداؤد نے اور طحاوی نے
اور مراسیل ابن المسیب کے شافعیہ کے نزدیک بھی مقبول ہین کہا احمد بن جریر طبری نے تہذیب مین کہ نہین خلاف ہی اس امر
مین کہ کفارہ قتل مسلمان اور ذمی مین یکسان ہی پس دیت بھی برابر ہونی چاہیے اور رد کیا اوس شخص پر جسنے واجب کیا
کم کو دیت سے ہذا خلاصۃ ما فی شرح المسند للامام **ص** اور ہی قتل نفس مین اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے مین پوری دیت ہی
ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بیشک مار ڈالنے مین جان کے دیت
ہی اور ناک مین جب پوری کٹے پوری دیت ہی اور ذکر مین پوری دیت ہی الحدیث روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے مراسیل
مین اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان اور احمد نے اور اختلاف کیا ہی اوسکی صحت مین **ص**
اور جو ایسی طرح مارے کہ مضروب کی عقل اوس سے جاتی رہے تو ضارب پر پوری دیت ہی **ف** بسبب فوت ہو جانے
منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہی معاش اور معاد مین ہدایہ **ص** اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ

یا سامعہ یا باصرہ جاتی رہے تب بھی پوری دیت لازم ہوگی **ف** اسلیے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جدا گانہ مقصود ہے
ابن ابی شیبہ نے مصنف مین روایت کی عوف اعرابی سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانے مین
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے تو مضروب کے سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتے رہے تو نہ قریب ہو سکتا تھا عورتون سے
تو حکم کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اوسمین چار دیتون کا ہدایہ مین اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہو کہ جب جنس منفعت کی بالکل
فوت ہو جاوے یا جمال و حسن ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی **ص** یا زبان پوری کاٹ ڈالی یا اسقدر
کہ گویائی اوس سے جاتی رہے یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہو گئے تو پوری دیت واجب ہوگی **ف** اسواسطے
کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہو کہ زبان مین پوری دیت ہو **ص** اگر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے
بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پوری دیت واجب ہوگی **ف** اور امام مالک اور شافعی رح کے نزدیک حکومت
عدل واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** جو عضو انسان کے بدن مین دو دو ہین **ف** جیسے ہاتھ اور آنکھ اور کان اور
پانون اور ہونٹ اور فوطے ہدایہ **ص** تو اگر دونون کو تلف کر دیوے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر ایک کو تلف
کرے تو نصف دیت واجب ہوگی **ف** مثلاً اگر دونون آنکھین پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف
دیت واجب ہوگی حدیث عمرو بن حزم مین ہو کہ دونون آنکھون مین پوری دیت ہو اور دونون ہونٹون مین پوری دیت ہو اور دونون
بیضون مین پوری دیت ہو اور ایک آنکھ مین اور ایک پیر مین نصف دیت ہو کذا فی شرح النقایہ **ص** اور پلکون مین اگر چارون تلف
ہو جاوین تو پوری دیت ہو اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہو **ف** اسلیے کہ پلکین چار ہین ہدایہ **ص** اور ہر ہر انگلی مین خواہ
ہاتھ کی ہووین یا پانون کی دسوان حصہ دیت کا ہو **ف** اسلیے کہ انگلیان بھی دس ہین اور حدیث عمرو بن حزم مین ہو کہ ہر انگلی
مین خواہ ہاتھ کی ہووے یا پانون کی دس اونٹ ہین اور روایت کی ترمذی اور ابن حبان نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مثل اسکے
ص اور جس انگلی مین تین جوڑ ہین سو اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا ثلث ہو اور جسمین دو جوڑ ہین
اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسوین حصہ کا نصف ہو **ف** اسواسطے کہ انگلی کی دیت جوڑون پر تقسیم کر دی گئی
ہدایہ **ص** جیسے ہر ہر دانت مین بیسوان حصہ دیت کا ہو **ف** اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہو کہ دانت مین
پانچ اونٹ ہین اور روایت کی ابو داؤد نے ابو موسی اشعری سے مثل اسکے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ہین پھر
ہر دانت مین بیسوین حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہو بلکہ چاہیے تھا کہ بتیسوان حصہ لازم آتا جواب اوسکا یہ ہو کہ دانتون کا
عدد اگرچہ بتیس ہو لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی داڑھین تو بعض آدمیون کے نہین نکلتین اور بعض آدمیون مین چار پر نہ
ہوتی ہین اور بعضون مین کم تو عدد متوسط دانتون کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہین ایک زینت اور خوبصورتی
دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہو گیا تو اوسکی منفعت تو بالکل زائل ہو گئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا بھی گیا اور اوسکے
پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد متوسط دانتون کا
تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسوان حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی جاتی رہی اوسکی نصف دیت
ساٹھوان حصہ ہوا اور تیسوان اور ساٹھوان حصہ ملا کر بیسوان حصہ ہوا اسلیے ایک دانت کے تلف ہونے مین بیسوان حصہ

واجب ہو واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ مین وجہ اسکی یہ بیان کی
ہے کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہین کبھی بتیس ہوتے ہین اور ایک کی نسبت نکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی
محتاج تھی طرف غور وخوض کے حساب مین تو مقرر کر دیا شارع نے بیس کو اور واجب کیا ہر دانت مین نصف عشر دیت
واللہ اعلم ص جس عضو کا نفع بالکل سے جاتا رہے تو اوسمین دیت اوس عضو کی واجب ہوگی مثلاً ہاتھ
شل ہو جاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سر اور چہرے کے زخمون مین قصاص نہین ہے مگر جراحت موضحہ
مین جب عمداً ہووے ف موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے کذا فی الاصل ص اور جو جراحت موضحہ
خطاسے ہووے تو اوسمین بیسوان حصہ دیت کا واجب ہے اور ہاشمہ مین ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے ص دسوان حصہ
دیت کا ہے اور منقلہ مین ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کر دیوے ص دسوان حصہ اور نصف دسوین
حصہ کا یعنی بیسوان حصہ دیت کا واجب ہے اور آمہ مین ف یعنی جو زخم بھیجے کی کھال تک پہونچ جاوے ص اور جائفہ مین
ف یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کیطرف سے یا پشت کیطرف سے یا سینے کیطرف سے یا گردن کیطرف سے
یا اور طرف سے ص ثلث دیت کا واجب ہے اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اوسمین دو ثلث دیت کے ہین ف
اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم مین ہے کہ آمہ مین ثلث دیت ہے اور جائفہ مین ثلث دیت ہے اور منقلہ مین پندرہ اونٹ ہین اور
موضحہ مین پانچ اونٹ ہین اور اوسمین ذکر ہاشمہ کا نہین ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف مین زید بن ثابت سے کہ ہاشمہ
مین دسوان حصہ دیت کا ہے شرح نقایہ ص اور حارصہ ف یعنی کھرونچا جس سے کھال فقط چھل جاوے ص اور
دامعہ ف یعنی جو خون کو ظاہر کر دیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے ص اور دامیہ ف جو خون کو بہاوے ص اور
باضعہ ف یعنی جو جلد کو قطع کر دیوے ص اور متلاحمہ ف یعنی جو گوشت مین پہونچ جاوے ص اور سمحاق
ف یعنی جو زخم سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان مین ہے ص ان مین
حکومت عدل ہے یعنی مجروح کو غلام فرض کر کے بلا جراحت اوسکی قیمت لگا وینگے بعد اوسکے بجراحت تو جسقدر تفاوت دونون
قیمتون مین ہوگا وہی دیت ہے اسی پر فتوی ہے ف یہ احتراز ہے قول سے کرخی کے کہ مقدار اس زخم کی جراحت موضحہ سے پھر
بقدر اوسکے بیسوین حصے مین سے واجب ہوگی ص اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیون کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتیلی کے یا ہتیلی سمیت
تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اوس
ہتیلی کو کاٹا جسمین ایک ہی انگلی تھی تو دسوان حصہ دیت کا واجب ہوگا اور جو دو انگلیان تھین تو پانچوان حصہ اور
کف کا بدلا نہ واجب ہوگا اگر کسی نے زائد انگشت کو قطع کر ڈالا یا لڑکے کی آنکھ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضا کی
منفعت وسلامتی معلوم ہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اوسنے ایسا فعل ابھی نہین کیا تھا جس سے دیکھنا اوسکا سمجھا جاتا یا ذکر نے
اوسکے جنبش نہ کی تھی اور زبان سے بات نہین کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک
دیت کامل واجب ہوگی اسلیے کہ غالب صحت ہے اور جو صحت اوس عضو کی معلوم ہو تو دیت کامل واجب ہے بالاتفاق
اگر جراحت موضحہ سے اسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اسکی پوری دیت مین داخل ہو جاویگی

ایک سو دینار ہونگی اور جو سماعت یا بصارت یا بول چال اوسکی جاتی رہی تو داخل نہوگی اور جو موضحہ اوسکی دونون آنکھین جاتی رہین تو موضحہ اور آنکھون کی دونون کی دیت واجب ہوگی یہ نہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھون کی دیت جیسا مذہب صاحبین کا ہے اور قصاص نہین اوس اونگلی کے قطع مین جسکے پاس کی اونگلی خشک ہوگئی بلکہ دونون کی دیت واجب ہوگی **ف** یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین اور زفر کے نزدیک پہلی اونگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی کذا فی الاصل **ص** اور قصاص نہین اوس اونگلی مین جسکا اوپر کا جوڑ کٹ گیا سو باقی اونگلی بھی خشک ہوگئی بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہوگی اور اوس دانت مین جسکا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہوکر رہ گیا بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو اوسپر دیت واجب ہوگی اسیطرح اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اوکھاڑا اوسنے اوٹھاکر جما لیا اور گوشت اوسپر جم آیا تو دیت اوکھیڑنے والے پرسے ساقط نہوگی البتہ اگر دوسرا دانت اوسکے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسیطرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا مونہ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہوگیا یا مارنے سے جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اسطرح اچھا ہوگیا کہ اثر اوسکا باقی نرہا **ف** اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے اور امام محمد رح کے نزدیک اجرت طبیب کی اور دوا کی دینا پڑیگی کذا فی الاصل **ص** اور کسی زخم کا قصاص لیا جاویگا جب تک وہ تندرست نہولے **ف** اسلیے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا زخم کے صدمے سے پس اوسوقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اسلیے انتظار چاہیے صحت کا اور روایت کی امام احمد اور دار قطنی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جب تک اچھا نہو زخمی اوسکا اور شافعی رح کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیے جیسا قصاص نفس میں اور حجت اونکی یہ حدیث ہے **ص** اور صبی اور مجنون کا عمد مثل خطا کے ہے تو دیت اونکی عاقلہ پر واجب ہوگی **ف** اور شافعی رح کے نزدیک اوسکے مال مین واجب ہوگی اور ہماری دلیل روایت ہے بیہقی کی حضرت علی رض سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہے **ص** اور کفارہ اونپر نہوگا اور محروم نہونگے میراث سے **ف** اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہوگیا تو قتل کیا جاویگا کذا فی الدر المختار

ص فصل دیت جنین کے بیان مین

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ مین ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسوان حصہ دیت کا پانسو درم لازم آویگی **ف** اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے حدیث ابی ہریرہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا جنین مین غرہ کا غلام ہو یا لونڈی لیکن اوسمین پانسو درہم کا ذکر نہین ہے البتہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین زید بن اسلم سے کہ عمر ابن الخطاب رض نے قیمت لگائی غرہ کی پچاس دینار اور ہر دینار دس درم کا اور روایت کی بزار نے بریدہ سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے بچے مین پانسو کا اور روایت کی ابو داود نے سنن مین ابراہیم نخعی سے کہ غرہ پانسو درہم ہین کذا فی شرح النقایہ **ص** ایک سال کے عرصے مین **ف** اور امام مالک رح کے نزدیک غرہ قاتل کے مال مین سے واجب ہوگا اور شافعی رح کے نزدیک تین سال مین وصول کیا جاویگا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی اوپر عاقلہ کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود نے اور مرفوعی ہے صحیحین مین مانند اسکے اور ہدایہ مین ہے کہ کہا محمد ابن الحسن نے پہنچا ہمکو یہ امر کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایک سال مین **ص** اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا

پھر مرگیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر ماں بھی اوسکی مرگئی تو غرہ اور دیت دونون واجب ہونگے **ف** غرہ جنین کے لیے اور دیت اوسکی ماں کی روایت کی بخاری مسلم نے ابوہریرہؓ سے کہ ہذیل کی دو عورتین آپسمین لڑین تو ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مرگئی وہ اور جو اوسکے پیٹ مین تھا مرگیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت جنین کی غرہ ہی خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اوسکی عاقلہ پر **ص** اور جہان مرگئی پھر بچہ مردہ اوسکے پیٹ مین سے گر پڑا تو ایک دیت واجب ہوگی **ف** یعنی صرف دیت ماں کی اسلیے کہ ممکن ہی کہ موت جنین کی ضرب سے نہوئی ہو بلکہ دم گھٹنے سے بعد موت اوسکی ماں کے ہوا اور شافعیؒ کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا **ص** اور جہان مرگئی پھر بچہ اوسکا زندہ پیٹ سے گر کر مرگیا تو دو دیتین نفس کی پوری واجب ہونگی اور جنین کی دیت سب ورثہ اوسکے پاوینگے سوا ضارب کے **ف** اسلیے کہ ضارب قاتل اوسکا ہی اور قاتل کو میراث نہین ملتی **ص** اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اوسکی قیمت حالت حیات کی لگا کر بیسوان حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسوان حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر ایک لونڈی کو ضرب پڑی پھر مولی نے اوسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اوسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہو کر مرگیا تو قیمت اوسکی حالت حیات کی واجب ہوگی نہ دیت **ف** اسلیے کہ موت اوس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اوس وقت مین وہ غلام تھا آزاد نہین ہوا تھا **ص** اور جنین کے قتل مین کفارہ قاتل پر نہین ہی اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہی اور جو جنین ایسا ہو کہ اوسکے بعض عضا بن گئے ہون تو وہ مثل پورے جنین کے ہی جس عورت نے عمداً جنین کو مردہ گرایا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر کے تو اوسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اور جو عورت کا عاقلہ نہووے تو اوسکے مال پر لازم آویگا ایکسال مین اور جو خاوند کے اذن سے یا بلا قصد گرایا تو غرہ واجب نہوگا **ف** جاننا چاہیے کہ جس جنین کے اعضا ظاہر نہوئے ہون تو اوسکے اسقاط سے عورت گنہگار نہوگی ورنہ گنہگار ہوگی درمختار

باب راہ مین کوئی امر جدید کرنے کے بیان مین **ص**

جو شخص شارع عام مین سنڈاس یا پرنالہ یا برج یا مٹھری یا چبوترہ یا دکان بنا دے تو ہو سکتا ہی اگر لوگون کو ضرر نکرے **ف** یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہی اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہین کذا فی الاصل سواسطے کہ روایت کی طبرانی نے معجم اوسط مین کہ فرمایا حضرتؐ نے نہین ضرر پونہچانا ہی اسلام مین **ص** باوصف اسکے ہر شخص کو **ف** اگرچہ ذمی ہو درمختار **ص** اوسکا توڑ ڈالنا پونہچتا ہی **ف** اسلیے کہ یہ تصرف ہی حق مشترک مین پس ہر واحد کو دفع اوسکا جائز ہی جیسا کہ ملک مشترک مین اگرچہ ضرر نکرے کذا فی الاصل کیونکہ شارع عام مین ہر شخص کو حق مرور حاصل ہی تو خواہ ضرر کرے یا نکرے ہر حال مین اوسکا توڑ ڈالنا جائز ہی ہر شخص کو **ص** اور کوچہ غیر نافذہ مین یہ امور کرنا درست نہین ہین مگر اور شرکا کی اجازت سے درست ہین اگرچہ ضرر نکرین پس اگر ان چیزون کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مرجاوے تو بنانے والے کی عاقلہ پر اوسکی دیت لازم آویگی جیسے کوئی پتھر راہ مین رکھدیوے یا کنوان راہ مین کھودے اور اوسمین کوئی گر کر مرجاوے اور جو کوئی چوپایہ گر کر مرجاوے تو اوسکا ضمان بنانے والے پر آویگا یہ سب صورتین جب ہین کہ اوسنے بغیر اذن امام کے ان چیزون کو بنایا ہووے **ف** اور اپنے نفس کیلیے بنایا ہو اور جو مسلمانون کے نفع کے لیے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ تاوان نہوگا درمختار **ص** جو امام کے اذن سے بنایا ہووے یا راہ کے کنوین مین گرنے والا گرنے سے نہ مرے بلکہ بھوک سے یا دم کے گھٹنے سے مرجاوے

تو ضمان نہ آویگا ف امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہو در مختار اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک غم سے مرجانے مین ضمان واجب ہو کذا فی الاصل ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اوٹھا کر دوسری جگہ پر رکھا اوسکے سبب سے کوئی آدمی تلف ہو گیا تو اوٹھا کے رکھنے والا ضامن ہو گا نہ پہلا رکھنے والا اسلیے کہ فعل اوسکا فسخ ہو گیا دوسرے کے فعل سے جیسے ضامن ہو گا وہ شخص جسنے بوجھ لادا اپنے سر یا پیٹھ پر راہ مین اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھر یان غیر کی مسجد مین لے گیا یا مسجد مین سوا نماز اور فعل کے لیے بیٹھا اور ان امورات سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا ف مثلاً اوس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریون کے ٹھوکر کے گرنے سے کوئی مر گیا یا سوائے نماز کے اور کام کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا اس مین ایک اندھا آیا اور اوسپر گر پڑا اور مر گیا تو ضامن ہو گا ص ضامن نہو گا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوے تھا اوسکی چادر کے سبب سے کوئی مر گیا یا قندیل بوریا پتھریان وغیرہ اپنے محلے کی مسجد مین لے گیا یا نماز کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا سو اوسکے سبب سے کوئی مر گیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل مین ص

اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کیطرف ف یا کسی کے مکان کیطرف لیکن اس صورت مین حق طلب وہی مکان والونکا ہو گا ص اور اوسکے توڑنے کے لیے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اوس شخص سے کہدیوے جسکو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ فک رہن کرکے توڑ سکتا ہو یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا غلام تاجر سے کذا فی المتن ص اور وہ اوسکو نہ توڑے اوس زمانے تک جسمین توڑ ڈالنا اوسکا ممکن ہو تو ضامن ہو گا اوس نفس کا یا مال کا جو اوس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اوسکی اور بعض کتابون مین یہ مذکور ہو کہ گواہ کرا دینا بھی ضرور ہو لیکن صحیح یہ ہو کہ اشہاد شرط نہین ہو بلکہ اسواسطے چاہیے تا کہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اوس سے انکار کرے تو یہ احتیاطاً ہو کذا فی الاصل ص اور ضامن نہ ہو گا اگر بعد اشہاد کے اوس نے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اوسپر قبضہ کر لیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اوس سے کی گئی جو توڑنے پر قادر نہین ہو جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مودع اور گھر مین رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جھکی ہوئی ہو تو اوس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہونچتی ہو اور اوسکو مہلت دینے اور ضمان معاف کر دینے کا اختیار ہو اور جو شارع عام کی طرف جھکی ہو پس قاضی یا طالب کو مہلت دینا یا معاف کرنا جائز نہین اسلیے کہ اسمین حق عامۂ خلق ہو پس اونکو باطل کرنا اسکا درست نہین اور جو اوس سے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہو گا بدون درخواست کے چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین ف یا پاخانے یا پرنالے مین کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیون مین مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اوسکے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر تو جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اوسکی عاقلہ پر پانچوان حصہ دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آوینگے جب تین شریکون مین سے ایک نے مکان مشترک مین کنوان کھدوایا یا دیوار اوٹھائی اور اوس کے سبب سے کوئی ہلاک ہو گیا ف اور صاحبین رح کے نزدیک نصف دیت کا ضامن ہو گا اور دلیل دونو کی اصل مین مذکور ہو

ص باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان مین

اگر سوار کی سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے تلف کرے یا مونہ سے کاٹ کھاوے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دیوے تو سوار پر ضمان لازم آویگا اور جو لات یا دُم سے مارے تو سوار اوسکا ضمان نہ دیگا ف کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دُم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعی رح کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہو طرف سوار کے کذا فی الاصل ص اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اوس سے کچھ تلف ہوگیا یا اوسکو کھڑا کیا لید یا پیشاب کے لیے تو ضمان نہوگا اور جو کسی اور کام کے لیے کھڑا کریگا تو ضامن ہوگا اسیطرح اگر جانور نے چلتے مین ہاتھ یا پاؤن سے کنکری یا گٹھلی اوڑائی یا غبار اوڑایا یا چھوٹا پتھر اور اوس کے سبب سے کسی کی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہوگا اور جو بڑا پتھر اوڑایا تو ضامن ہوگا ف اسلیے کہ بڑے پتھر کے اوڑانے سے بچاؤ ممکن ہی نہ کنکری اور پتھری کے اوڑانے سے کذا فی الاصل ص جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار ہی ضمان اور عدم ضمان مین لیکن سوار پر کفارۂ قتل بھی لازم آویگا نہ اون دونون پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونون اگر دو سوار آپسمین ایک دوسرے کے دھکے سے مرجاوین تو ہر ایک کی دیت کامل دوسرے کی عاقلہ پر ہوگی اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اوسکا زین کسی پر گرا وہ مرگیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اوسمین ایک اونٹ نے کسی کو روند ڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونون پر دیت آویگی اگر زید اونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے بے اوسکی اطلاع کے آکے اور اونٹ باندھ دیا اور اوس اونٹ نے کسیکو روندکر تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کا عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھر لیگا اگر کسی نے کتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے اوسکو ہانکا سو اوس کتے نے اوسیوقت جاکر کچھ تلف کیا تو اوس پر ضمان لازم ہوگا اور جو اوس کتے کو ہانکا نہین یا پرندہ چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اوسنے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہوگا ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری ابوداؤد ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العجماء جرحها جبار یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رایگان ہی ص اگر کسی شخص نے اوس جانور کو مارا جسپر زید سوار ہی یا کونچی سے اوسکو کونچا تو اوسنے ہاتھ یا پاؤن سے کسی کو مارا یا بھڑک کر کسی کو صدمہ دیا اور مار ڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہی نہ سوار پر ف یہ مذہب ہمارا ہی اور امام ابویوسف کے نزدیک دونون پر ضمان نصفا نصف ہی یہ حکم جب ہی کہ بغیر اذن سوار کے یہ فعل کیا ہو اور جو اوسکے اذن سے ہو تو ضمان نہوگا اور جو وہ جانور اوسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اوسکا رایگان گیا یعنی کسی پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا درمختار ص اگر قصاب کی بکری کی ایک آنکھ پھوڑی جسقدر قیمت مین اوسکی نقصان ہوگیا دینا ہوگا اور گائے بیل اونٹ کی اگر آنکھ پھوڑی خواہ قصاب کے ہووین یا اور کسیکے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہی خچر اور گھوڑے مین

ص باب لونڈی غلام کی جنایت اور اون پر جنایت کرنیکے بیان مین

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہی خواہ اوس غلام کو حوالہ کر دیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اوسکا مالک ہوجاویگا یا دیت اوس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کیطرف سے ادا کرے فی الاصل لیکن اگر مالک نے فدیہ دیا لیکن غلام

اور دوسری جنایت کی تو پھر ویسا ہی غلام ہو گا کرے البتہ اگر غلام نے دو شخصون کی دو جنایتین کین تو مولی کو اختیار ہو
خواہ ان دونون جنایتون کے بدلے مین غلام کو دیدیوے دونون ولی جنایت کو تقسیم کر لیوین دونون اوسکو موافق اپنے اپنے حق کے
یا ہر ایک کی دیت جدا گانہ دیوے پس اگر مولی نے اوسکو ہبہ کر دیا یا آزاد یا مدبر یا ام ولد بنایا اور اوسکو جنایت کی خبر نتھی تو دیت اور قیمت
غلام مین سے کمتر کا تاوان دیوے اور جو خبر تھی تو دیت کامل دیوے جیسے مولی نے اوس غلام کی آزادی کو معلق کر دیا زید کے قتل یا
زخم پر اور اوس غلام نے وہ کام کیا تو مولی کو فقط دیت دینا آویگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اوسکو دیا گیا سو اوسنے
آزاد کر دیا پھر ہاتھ کے زخم سے وہ مرگیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے اور جو اوسنے آزاد نہین کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مر گیا تو
غلام پھیر دیا جاویگا مولی کو سو وہ قتل ہو گا قصاص مین یا معاف کیا جاویگا اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور
مالک کو اسکا علم نہو اور وہ اوسکو آزاد کر دیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دین مین قرضخواہون کو اور تاوان کمتر کا قیمت اور دیت
مین ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضہ مین اوسکے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت مین بچہ لونڈی کے ساتھ
نہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اوسنے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا نہ غلام سے نہ اوسکے
مولی سے اگر غلام نے کہا کہ مینے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہین بلکہ بعد آزادی کے تو قول
غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید نے اپنی لونڈی سے کہا کہ مینے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی کے
تو قول لونڈی کا مقبول ہو گا مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین کہ اسمین قول مولی کا مقبول ہو گا اگر غلام محجور نے یا صبی نے ایک صبی کو
کسی کے قتل کے لیے کہا اور اوس صبی نے قتل کر ڈالا تو دیت قاتل کی عاقلہ پر ہو گی اور وہ عاقلہ قاتل اوس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لیوینگے
نہ صبی آمر سے اور جو غلام محجور نے غلام محجور کو حکم کیا قتل کا تو قاتل کا مولی اوس غلام کو حوالے کر دیوے یا فدیہ دیدیوے قتل خطا مین اور آمر پر رجوع
اب نہین ہو سکتا لیکن بعد آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ مین سے لے سکتا ہے ایسا ہی قتل عمد مین اگر غلام قاتل صغیر سن ہو اور جو بالغ ہو گا تو قصاصاً
قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصون کو قصداً مار ڈالا اور ہر مقتول کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اون مین سے عفو کر دیا تو باقی
دو وارثون کو چاہیے مالک نصف غلام دیدیوے یا ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو عمداً اور دوسرے کو خطاً قتل کیا اور
عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کر دیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثون کو اور نصف دیت قتل عمد کے اوس وارث کو
جسنے عفو نہین کیا یا غلام کو اون تینون کے حوالے کر دیوے تو اوس غلام کے تین حصے کر کے بانٹ دینگے تینون مین امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور
صاحبینؒ کے نزدیک چار حصے کر کے تین حصے خطا کے وارثون کو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر دو شخصون مین ایک غلام مشترک
تھا اوسنے اون دونون کے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا اور ایک نے عفو کر دیا تو سب باطل ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ
اپنا دوسرے کو دیدیوے یا ربع دیت فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اوسکی قیمت ہے پس اگر قیمت اوسکی آزاد شخص کی دیت تک پہونچ جاوے گی
یا قیمت لونڈی کی دیت حرہ تک پہونچے تو ہر ایک کی قیمت سے دس درم کم کر لینگے **ف** امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ایسی ہی روایت
کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور ابو یوسف اور شافعیؒ کے نزدیک جہان تک قیمت اوسکی ہو گی دینا پڑیگی **ص** اور
غصب مین کچھ نہ کم کرینگے بلکہ جسقدر قیمت ہو گی دینا پڑیگی باجماع سب علما کے اور شخص آزاد مین جو حصہ دیت کا جنایت مین مقرر ہے غلام
مین حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اوسکی لازم آویگی **ف** پس اگر اوسکی قیمت

دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچہزار درم دینا ہونگے کذا فی الاصل **ص** اگر غلام کا ہاتھ عمدًا کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعدہٗ کو اوس زخم سے مرگیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث صرف مولی ہو ورنہ نہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا پھر دونون غلام مجروح ہوئے بعد اوسکے مولی نے مقرر کیا کہ مراد میری فلانا غلام تھا تو دونون کی دیت مولی کو ملیگی اور جو اون دونون غلامون کو کسی نے مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت اون دونون کی لازم آویگی اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونون آنکھین پھوڑ ڈالین تو مولی کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی کے حوالے کرے اور اوس سے پوری قیمت اوسکی لے لیوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہین لے سکتا **ف** اور صاحبین کے نزدیک نقصان لے لیگا اور شافعیؒ کے نزدیک پوری قیمت لیگا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑیگا کذا فی الاصل **فصل** اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی کمتر کا تاوان دیگا دیت اور قیمت مین سے تو اگر مولی نے قاضی کے حکم سے تاوان پہلی جنایت کو دیدیا بعد اسکے پھر اونھون نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا شریک ہوجاویگا اوس قیمت مین جو اوسکو قاضی کے حکم سے ملی ہے اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا کرے خواہ مولی کا **ف** لیکن اگر مولی سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کرلیگا اسواسطے کہ مولی پر صرف ایک قیمت واجب ہے درمختار **ص** مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اوسکو غصب کیا ایک شخص نے اور زخم کی سرایت سے وہ غلام مرگیا غاصب پاس تو غاصب تاوان دیگا ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولی نے اوسکا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام غاصب کے پاس تھا پس اوس زخم کی سرایت سے غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب بری ہوگیا تاوان سے اگر غلام محجور نے غلام محجور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب پاس مرگیا تو غاصب پر تاوان آویگا **ف** اسلیے کہ محجور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال مین پس اگر غصب ظاہر ہوگا تو وہ اوسمین بیع کیا جاویگا اور جو غصب صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اوس سے بعد آزادی کے کذا فی الاصل **ص** اگر مدبر نے اپنے غاصب پاس جنایت کی پھر مولی پاس آنکر دوسری جنایت کی یا اسکا اولٹا ہوا تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیوے دونون ولی جنایت کو اور نصف قیمت پھر غاصب سے اور حوالے کرے اوسکو پہلی جنایت والون کے پھر رجوع کرلیوے اوسکا غاصب پر صورت اولی مین نہ ثانی مین اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مدبر کے ہے دونون صورتون مین لیکن مولی یہان خود غلام کو حوالے کرے جیسے مدبر مین اوسکی قیمت دیتا ہے اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اوسنے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے رد کردیا اوسکو طرف زید کے بعد اوسکے پھر غصب کیا پھر اوسنے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اوس مدبر کی دونون اولیاے جنایت کے لیے لازم آویگی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے بھر لیگا اور اوس مین سے نصف پہلی جنایت والون کو دیکر پھر وہ نصف غاصب سے بھر لیگا اگر زید نے کسی کا آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آکر ناگہان یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی **ف** آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اوس کے لے جانے سے کیونکہ غصب شخص آزاد مین متصور نہین ہے درمختار مین ہے کہ کبیر کا حکم بھی اس صورت مین مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اوسکو ایسے مکانات کی طرف جبرًا لے گیا کہ اوسکو حفاظت اپنی ممکن نہین ہے اور اگر کسی نے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اوسکے پاس سے غائب ہوگیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہان تک کہ اوس صغیر کو لا دیا اوسکی موت معلوم ہوجاوے اگر خناق سے

ف اور نقصان ... [illegible] ... کذا فی الاصل
[illegible]

صغیر کا ہے کہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مر گیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت اور یہ جواب ہی چہستان کا کہ وہ کون ساجانی ہو کہ اگر اوسکی جنایت سے مجنی علیہ مر جاوے تو نصف دیت ہو اور جو نہ مرے تو پوری دیت ہو ص جیسے ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اوس لڑکے نے اوس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی آویگی اور اگر لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اوسپر ضمان ہو اور جو اوسکے پاس ایداع ہوا یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اوسنے تلف کیا تو ضمان نہین ہو ف یہ احکام جب ہین کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقا تاوان نہین ہے درمختار

ص باب قسامت کے بیان مین

وہ مُردہ جسپر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہووے یا گلا دابنے کا نشان ہو یا خون بہتا ہو اوسکے کان یا آنکھ سے کسی محلہ مین پایا گیا اور اوسکا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھہ ملا اور اوسکا قاتل معلوم نہین ہو اور ولی مقتول دعوی قتل کا رکھتا ہو کل اہل محلہ پر یا بعضون پر تو ولی پچاس آدمیون کو محلہ والون مین سے چھانٹے اور اونسے یہ قسم لیجاوے کہ واللہ ہمنے اسکو قتل نہین کیا اور نہ اوسکے قاتل کو ہم جانتے ہین ف یعنی ہر ہر شخص اون مین سے اسطرح قسم کھاوے کہ مین نے اسکو قتل نہین کیا اور نہ مین قاتل کو اسکے جانتا ہون اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنی اونمین سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اسکا شاہد ہو مثلاً مقتول سے اونکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات پر کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہی تو اولیاے مقتول کو پچاس حلفین دیجاویںگی اس امر پر کہ واللہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہو پھر حکم کیا جاویگا دیت کا مدعی علیہم پر برابر ہے کہ دعوی قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالکؒ نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعوی قتل عمد کا ہووے اور یہ بھی ایک قول ہی شافعیؒ کا اور اگر لوث نہو تو مذہب مالک کا مثل ہمارے مذہب کے ہو مگر فرق اتنا ہو کہ وہ ایمان کو مکرر نہین کرتے اہل محلہ پر بلکہ رد کرتے ہین اونکو اولیاے مقتول پر پس اگر حلف کر لیوین اہل محلہ تو وہ دیت نہین دلاتے اون سے اور دلیل ہماری قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر روایت کیا اوسکو بیہقی نے ابن عباسؓ سے اور صحاح ستہ والون نے مانند اوسکے تو قسمین اہل محلہ پر اسلیے مقرر ہوئین تا اگر انھون نے قتل کیا ہو تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کرین قتل کا پس واجب ہووے قصاص اور جو حلف کر لیوین تو قصاص سے برات ہو جاویگی لیکن دیت واجب ہوگی اون پر اسواسطے کہ مقتول اونکے بیچ مین ہو اور جمع کیا آنحضرتؐ نے درمیان دیت اور قسامت کے روایت کیا اسکو سہل نے اور زیاد بن مریم نے اور اسیطرح جمع کیا حضرت عمرؓ نے کذا فی الاصل ص پس جب اہل محلہ حلف کر لیوین تو اون پر دیت کا حکم کیا جاویگا ف اسواسطے کہ روایت نسائی مین ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اونکے دروازون پر مقتول پایا گیا اور روایت کی بزار نے سعید بن المسیب سے کہ آنحضرت صلعم نے شروع کیا یہود کے ساتھہ قسامت کو اور مقرر کی اون پر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے اور شافعیؒ نے عمر بن الخطاب سے کہ انھون نے پچاس آدمیون کو حلف کا حکم کیا قسامت مین پس حلف دلایا انکو اور مقرر کی اونپر دیت ص اور اگر ولی نے دعوی کیا قتل کا اوس شخص پر جو اہل محلہ سے نہین ہو تو قسامت باطل ہو گئی اہل محلہ سے ساقط ہو جاویگی اور اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہون تو مکرر اونسے قسم لیجاوے یہان تک کہ پچاس قسمین پوری ہو جاوین ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے مکرر کین قسمین یہان تک کہ پوری ہو گئین اور روایت کی عبدالرزاق نے کہ حضرت عمرؓ نے

ایک عورت کو پچاس قسمین دلائین جب اوسکا مولی مارا گیا تھا پھر اوسپر دیت مقرر کی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریح سے اور عبد الرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اسکے ص اور جو شخص اہل محلہ مین سے انکار کرے قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے یہان تک کہ قسم کھاوے اور قسامت مین صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہونگے اور نہین ہے قسامت اور نہ دیت اوس نعش مین جسپر اثر زخم کا نہین ہے یا خون اوسکے مونہ یا دُبر یا ذکر سے نکلا ہے ف اسواسطے کہ ان اعضا سے خون نکلتا ہے خود بخود بھی برخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اونمین سے نہین نکلتا کذا فی الاصل ص اور جو بچہ پوری خلقت کا مردہ پایا گیا تو حکم اوسکا مثل بڑے کے ہے اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور ساتھ اوسکے ایک ہانکنے والا ہے یا کھینچنے والا ہے یا سوار ہے تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی اور جو تینوں ہوں تو اون سب کو دیت دینا ہوگی اور اگر ایک جانور پایا گیا دو قریون کے درمیان مین اور اوسپر ایک مقتول ہے تو جو گانون وہان سے قریب تر ہوگا اوسپر قسامت اور دیت ہے ف اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا تھا روایت کیا اوسکو ابو داود طیالسی اور اسحق بن راہویہ اور بزار نے اپنے مسانید مین اور بیہقی نے اپنے سنن مین اور حضرت عمر نے بھی ایسا ہی حکم کیا تھا اس واقعہ مین اخراج کیا اوسکا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین زیلعی ص اور جو مقتول کسی کے گھر مین ملا تو گھر والے پر قسامت ہے اور اوسکے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ امر کہ گھر اوسی کا مملوک ہے حجت سے اور جو مقتول اپنے ہی گھر مین ملے تو دیت اوسکی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی ف امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین اور زفر کے نزدیک کچھ اس صورت مین لازم نہ آویگا اور یہی حق ہے اسلیے کہ گھر اوسی مقتول کا حال ظہور قتل ہے گویا اوسنے اپنے تئین آپ قتل کیا کذا فی الاصل ص اور دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہے ف جنکو امام نے سند کے عہد ملکیت کی ابتدائے فتح اسلام کیوقت اگرچہ اونمین سے ایک ہی شخص باقی ہو درمختار ص نہ رہنے والون اور خریدارون پر پھر اگر سب مالکون نے اوسکو بیع کیا ہو تو دیت اور قسامت خریدارون پر ہے ف باجماع سب علما ہمارے کے درمختار ص اگر مقتول مکان مشترک مین پایا گیا اور بعضون کا حصہ زیادہ ہو تو قسامت اور دیت شرکا کی شمار کے موافق ہوگی ف نہ حصون کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت مین برابر ہونگے ص اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے مین نہین آیا تھا کہ اوسمین مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے اور بیع بالخیار مین صاحب قبض کی عاقلہ پر اور کشتی مین اہل کشتی پر یعنی جو اوسمین سوار ہین یا ملاح اور مسجد محلہ مین اہل محلہ پر اور دو گانون کے بیچ مین قریب گانون والون پر اور بازار خاص مین جو کسیکی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قیدخانہ اور جامع مسجد ف اور جو مکان عامہ مسلمین سے متعلق ہووے درمختار ص مین اگر مقتول ملے تو قسامت نہین ہے اور دیت اوسکی بیت المال مین سے ملیگی اور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑکر جدا ہوگئی تو اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمے ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اون مین سے کسی شخص معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اگر مقتول جنگل مین یا آب جاری مین بہتا ہوا ملے تو خون اوسکا رایگان ہوگا اور دیت اوسکی کسی پر نہوگی اگر جن لوگون سے حلف طلب ہو قسامت مین اونمین سے ایک نے کہا کہ مقتول کو زید نے مارا ہے تو اوس سے یون حلف لیا جائیگا واللہ مین نے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو سوا زید کے

ہو کسی کو جانتا ہون لیکن یہ انکار اوسکا زید پر قبول نکیا جاویگا اور باطل ہی شہادت اہل محلہ کی اور لوگون پر بابت قتل کے یا اپنے مین سے کسی پر اور جو شخص کسی محلہ مین مجروح ہوا پھر وہان سے اوٹھا یا گیا لیکن صاحب فراش رہ کر مر گیا تو دیت اور قسامت اونھین محلہ والون پر ہوگی جہان پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان مین صرف دو ہی شخص تھے ایک اونمین سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسف رح کے نہ محمد رح کے اور جو مقتول کسی عورت کے گانون مین ملا تو اوس عورت پر قسمین مکرر کی جاوینگی اور دیت اوسکی عاقلہ پر ہوگی **ف** یہ مذہب طرفین کا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اون لوگون پر ہی جن سے نصرت متصور ہے اور عورت اسکی اہل نہین ہے واللہ اعلم کذا فی الاصل

ص کتاب المعاقل

ف یہ کتاب ہی اون لوگون کے بیان مین جن پر دیت واجب ہوتی ہی یعنی معاقل کے بیان مین جو جمع ہی عاقلہ کی **ص** جو شخص لشکری ہو تو اوسکے عاقلہ وہ لوگ ہین جنکے نام دیوان مین مرقوم ہین **ف** دیوان عبارت ہی اون اوراق سے جن مین اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہی یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کے عاقلہ بھی لشکری لوگ ہین **ص** اور یہ ہمارے نزدیک ہی اور شافعی رح کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اوسکے کنبے والے ہین اسلیے کہ ایسا ہی تھا زمانے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے **ف** روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے مرسلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر **ص** اور نسخ نہین ہو سکتا بعد زمانہ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہی کہ عمر رض نے ہرگاہ دفاتر مرتب کیے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی بمحضر صحابہ مین **ف** روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے اور شعبی سے کہ اول جسنے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطاب رض ہین اور مقرر کی دیت اوسی عطا مین تین سال مین اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین عمر رض سے کہ انھون نے دیت مقرر کی عطاؤن مین تین سال کے اندر اور ایک روایت مین ہی کہ حضرت عمر رض نے حکم کیا دیت کا تین سال مین ہر سال مین ایک ثلث اوپر اہل دیوان کے اونکی عطاؤن مین **ص** اور یہ فعل حضرت عمر رض کا نسخ نہین ہی بلکہ تقریر ہی اس معنی کو کہ دیت اوپر مددگارون کے ہی اور مددگاری کی صورتین مختلف ہین مثل قرابت کے اور مانند اسکے تو حضرت عمر رض کے زمانے مین نصرت دیوان سے ٹھہری اسی طرح اگر نصرت حرفہ سے ہو تو اہل حرفہ اوسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اونکی عطاؤن سے تین سال کے عرصے مین **ف** اسی طرح جو دیت قاتل کے مال مین واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصے مین لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمدا قتل کرے اور امام شافعی رح کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذا فی الاصل **ص** پھر اگر عطائین تین سال سے زیادہ یا کم مین بیت المال مین سے نکلین تو اوسیطرح دیت لیجاویگی **ف** مثلا اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال مین مشکل مل گئی تو کل دیت اوس سے لیجاویگی اور جو چار برس مین ملی تو چار سال مین دیت وصول کیجاویگی **ص** اور جو شخص لشکری نہین ہو تو اوسکے عاقلہ اوسکے کنبے والے ہین اور دیت اون پر تقسیم کیجاویگی اسطرح پر کہ ہر ایک سے تین سال مین تین درم لیے جاوینگے یا تین سال مین چار درم ہر سال مین ایک درم یا ایک درم اور تہائی درم کسی پاس سے زیادہ کسی سے نہ لینگے یہی صحیح ہی پس اگر کنبے والے اسقدر نہون کہ دیت پوری اون سے وصول ہو سکے تو اونکے قریب تر دوسرے کنبے والون کو پھر بیسے کنبے والون کو اسطرح ملاتے جاوینگے یہان تک کہ دیت پوری ہو جاوے اور قاتل

عاقلہ مین سے ایک شخص کے مانند ہی ف یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہوگا اور اوسی قدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی عاقلہ مین سے دیتا ہی اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اوسکا عاقلہ نہین ہی اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے چمار جولاہہ وغیرہ جسکے اہل حرفہ مددگار ہون تو عاقلہ اوسکا اوسکے حرفہ والے ہین تو جسکا عاقلہ نہین ہی اگر وہ مسلمان ہی تو دیت اوسکی بیت المال مین ہی اور اگر وہ ذمی ہو تو دیت اوسکے مال مین سے دیجاویگی اور بعضون کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب اوسکا عاقلہ نہو تو دیت اوسکے مال مین ہی تین برس کے اندر اوس سے وصول کیجاویگی کذا فی الدر المختار ص اور غلام آزاد کا عاقلہ اوسکے مالک کا قبیلہ ہی اور مولی الموالاۃ کا اوسکا مولی اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آویگی جسکو قتل موجب ہو ف جیسے دیت قتل خطا کی اور قتل شبہ عمد کی ص اور بیسوین حصے سے دیت کے کم نہین ہی بلکہ بیسوان حصہ یا زائد ہی ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا اونھون نے نہین دیت دیگا عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دیگا عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعی علیہ کے اور ہدایہ مین ہی کہ ابن عباس سے موقوفًا اور مرفوعًا مروی ہی کہ عواقل دیت نہ دینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسوین حصے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ اس حدیث کو موقوفًا تو امام محمد نے روایت کی ہی اور مرفوعًا غریب ہی ص اور نہ وہ دیت جو صلح یا اقرار سے مدعی علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اوسکے اقرار کی تصدیق کرین اور نہ وہ دیت جو قتل عمد مین واجب ہوئی بسبب ساقط ہو جانے قصاص کے کسی شبہ سے یا قرابت سے اور جنایت عبد یا عمد سے اور بیسوین حصے سے کم کی دیت بلکہ یہ سب جانی کے مال مین واجب ہونگی

ص کتاب الوصایا

ف یہ کتاب ہی وصیتون کے بیان مین ص وصیت کہتے ہین ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہی وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہون یا جسقدر حصہ اونکو بعد وصیت کے ملے اوس سے غنی ہو جاوین ورنہ ترک وصیت اولی ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہی جو اپنے ناتے والے پر ہو روایت کیا اوسکو امام احمد نے ابی ایوب انصاری سے اور جواز وصیت کا ثابت ہی کلام اللہ اور احادیث اور اجماع امت سے ص حمل کے لیے وصیت کرنی مثلاً یون کہنا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کے ساتھ وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلان شخص کو ملے درست ہی بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہو اسی طرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا اور اوسکے حمل کو مستثنی کرنا درست ہو ف مثلاً یون کہے کہ یہ لونڈی فلان کو دینا مگر حمل اوسکا لے لینا ص مسلمان اگر ذمی کے لیے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کے لیے تو درست ہی ف اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات مین مثل مسلمانون کے ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ یعنی نہین منع کرتا ہی تمکو اللہ تعالی اس بات سے کہ جن لوگون نے تمسے قتال نہین کیا دین مین اور تمکو تمھارے شہرون سے نہین نکالا تو تم اونکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اونسے ص وصیت درست ہی یعنی کے لیے بقدر ثلث مال کے نہ ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دیدیوین ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ مین مالدار ہون اور وارث میرا سوا ایک بیٹی کے کوئی نہین تو مین

صدقہ دوں دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہیں پھر کہا میں نے صدقہ دوں میں نصف مال کا فرمایا نہیں کہا میں نے صدقہ کرون
تیسرے تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہے بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثوں کو غنی بہتر ہے اس سے کہ چھوڑ جاوے تو انکو مفلس
ہاتھ پھیلاوین لوگون کے سامنے اور معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی نے
صدقہ مقرر کیا تیسرا تہائی مال کا تمہارے مرتے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیوں کے روایت کیا اوسکو دار قطنی نے اور امام احمد نے
اور بزار نے ابو الدردا کی حدیث سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے لیکن یہ سب روایتیں ضعیف ہیں اور قوی کرتی ہے ایک
روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم بلوغ المرام **ص** اور درست نہیں ہے وصیت وارث کے لیے مگر باجازت باقی ورثہ
کے **ف** یعنی جو شخص میت کے ترکے میں سے حصے کا مستحق ہوا اوسکے لیے وصیت درست نہیں ہے اور جو وہ محروم ہو جاوے
جیسے بھائی کے لیے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہے دلیل اس باب میں حدیث ہے ابی امامہ باہلی کی کہا کہ سنا میں نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے دیدیا ہر حقدار کو اوسکا حق پس نہیں ہے وصیت وارث کے
لیے روایت کی اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے مگر نسائی نے اور حسن کہا اوسکو احمد نے اور ترمذی نے اور قوی کہا اوسکو
ابن الخزیمہ اور ابن الجارود نے اور روایت کیا اوسکو دار قطنی نے ابن عباس سے اور زیادہ کیا اوسکے آخر میں مگر یہ کہ چاہین
سب وارث اور اسناد اوسکی حسن ہے بلوغ المرام اور آیت کُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا
الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ منسوخ ہے اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا اقوال ہے **ص** اور قاتل کے لیے جو
مباشر ہو قتل کا لاکن باجازت ورثہ جائز ہے **ف** اسواسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے
وصیت قاتل کے لیے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ اخراج کیا اس حدیث کا دار قطنی نے مبشر بن عبید سے انھون نے حجاج
ابن ارطاۃ سے انھون نے حکم سے انھون نے ابن عیینہ سے انھون نے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی ابن ابیطالب
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں درست ہے قاتل کے لیے وصیت کہا دار قطنی نے کہ مبشر بن عبید متروک ہے بنا تا ہے حدیث
کو انتہی مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعی کے نزدیک قاتل کے لیے وصیت درست ہے اور
اسی خلاف پر ہو اگر ایک شخص کے لیے وصیت کی پھر اوسنے موصی کو مار ڈالا کذا فی الاصل **ص** وصیت نہیں درست ہے اگر موصی مدیون
ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور مقدم ہوگا ادائے دین وصیت پر **ف** اسواسطے کہ ادا کرنا دین کا ضروری فرض
ہے اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لیے مستحب ہے اور قرآن شریف میں اگرچہ وصیت ذکر میں مقدم ہے دین پر لیکن حکم میں مؤخر ہے
باجماع مفسرین کے **ص** اور وصیت قبول کیجاتی ہے بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہے قبول ورد اوسکا حیات میں موصی کے اور موصی لہ
مالک نہیں ہوتا وصیت کا جب تک اوسکو قبول نکرے مگر ایک صورت میں وہ یہ ہے کہ موصی لہ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت
موصی لہ کے وارثوں کو ملیگی اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کردیتا ہو منصوب سے
ف مثلاً موصی بہ میں ایسا تصرف کرے کہ اوسکے نام بدل جاوین اور اعظم منافع جاتے رہیں **ص** یا ایسے فعل سے کہ موصی بہ میں
زیادتی ایسی کرے کہ بغیر اوسکے تسلیم موصی بہ کی ممکن نہو مثلاً موصی بہ ستو کو گھی میں لت کر ڈالے یا موصی کے گھر میں عمارت بنالے
یا ایسے تصرف سے جو موصی کی ملک کو زائل کردے مثلاً موصی بہ کو بیچ یا ہبہ کردیوے اور کپڑے موصی بہ کا دھلانا رجوع نہوگا وصیت سے

اسی طرح انکار کرنا وصیت سے ف اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہے اور دونون قول مفتی بہین
در مختار ص اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہے اوس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور
ہبہ کے اسی طرح باطل ہے اقرار اور وصیت اور ہبہ اوسکا اپنے کافر بیٹے کے لیے یا غلام کے لیے اگر لڑکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد
کردیا بعد اسکے اور جائز ہے ہبہ اوس شخص کا جسکے پانون رہ گئے یا اوسکو فالج نے مارا یا اوسکے ہاتھ رہ گئے یا اوسکو سل ہوگئی
تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ امراض ممتد ہوے اور موت کا خوف نرہا ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر کئی قسم کی وصیتین
جمع ہوئین اور تہائی مال اون سب کو کافی نہین ہے تو جو وصیت فرض ہے اوسکو مقدم کرینگے نفل پر اور جو سب وصیتین یکسان
ہووین تو جسکو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کی جاویگی تو اگر اوس نے وصیت کی حج کی تو اوس کی طرف سے
ایک شخص کو سوار کرکے موصی کے شہر سے حج کرا دینگے اور جو خرچ اس قدر کافی نہو تو جس شہر سے کافی ہو وہان سے کرا دینگے
اور جو حج کرنے والا راستے مین مرگیا اور وصیت کی اوسنے حج کی تو اوسکے شہر سے حج کرایا جاویگا ف امام ابو حنیفہؒ کے
نزدیک اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کرا دینگے اور صاحبین کے نزدیک جہان پر مرا ہو وہان سے کرا دینگے
اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کرا دینگے اور یہ قول امام معتمد ہے اور اسی پر متون ہین کذا فی الدر المختار

ص باب ثلث مال کی وصیت کے بیان مین

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثون نے اجازت
نہ دی زیادہ تہائی سے تو تہائی مال دونون شخصون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے لیے اور
سدس مال کی عمرو کے لیے تو ثلث مال کے تین حصے کرکے دو زید کو دینگے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت کی بکر کے
لیے اور کل مال کی وصیت کی خالد کے لیے تو امام صاحب کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف بکر اور خالد بانٹ لینگے اور صاحبین
کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کرکے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دینگے ف امام صاحب نے کہا کہ وصیت
ثلث سے زیادہ کی جب اوسکو ورثہ نے جائز نرکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی بکر اور خالد کے لیے تو
ثلث کو نصفا نصف بانٹ دینگے اور صاحبین نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہے اس معنی کرکہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین
ہے بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہے اس باب مین کہ موصی لہ ثلث مین سے بقدر اوسکے حصہ لیگا اسلیے کہ اسکے باطل ہونے
کی کوئی وجہ نہین ہے تو کل کے تین ثلث ہوے اور تین ثلث اور ایک ثلث ملکر چار ہوے تو اسی طرح ثلث مال چار حصون پر تقسیم
ہوگا کذا فی الاصل ص امام اعظمؒ کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے زیادہ نہ ٹھہرایا جاویگا ف یعنی ثلث سے زیادہ مین
ضرب نہوگی مراد ضرب سے ضرب اصطلاحی محاسبین یہان نہین مراد ہے پس جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کے لیے اور کل مال کی ایک کے
لیے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہوے ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو ضرب دینگے ثلث مین تو نصف ثلث
یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت چار ہونگے اور چار کا ایک ربع ہے تو ربع کو
ثلث مال مین ضرب کرینگے حاصل ہوگا ربع ثلث کا وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہین چار مین سے یعنی تین
ربع ثلث کے وہ اوسکو ملینگے یہی معنی ہین ضرب کے اور اسمین بحث سے علما حیران ہوگئے ہین کذا فی الاصل ص اگر تہائی

غلامون مین محاباة اور سعایت اور دراہم مرسلہ مین **ف** محاباة کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک تیس درم
کا ایک ساٹھ درم کا سو اوسنے وصیت کی کہ تیس درم کا غلام زید کے ہاتھ دس درم کو بیچا جاوے اور ساٹھ والا عمرو کے
ہاتھ تیس درم کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلامون کے اور کوئی جایداد موصی کی نتھی تو زید کے حق مین بیس درم کی وصیت
ہوئی اور عمرو کے حق مین چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونون موصی لہ مین تین تہائی تقسیم ہوگا پس تیس والا غلام زید کو
بیس مین دیا جاویگا اور دس درم اوسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو چالیس مین ملیگا اور بیس درم اوسکی
وصیت مین ٹھہرے تو عمرو نے ثلث مین سے بقدر اپنی وصیت کے لیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہان پر امام اعظم نے
زید اور عمرو کو برابر حصہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصون کے تقسیم ہوا اور اگر اوس طرح پر یہان عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور صورت
سعایت کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلامون کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال اوسکے پاس نہین ہے
تو اول غلام کے لیے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونون غلامون کے لیے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت کے سہام تین تہائی
ہوگئے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسی طرح اونمین تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ
دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم مین اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درم ہے تو وہ سعی کرے
چالیس درم مین تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور صورت دراہم مرسلہ کی یہ ہے کہ ایک
شخص نے زید کے لیے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کے لیے ساٹھ درم کی اور کل مال موصی کا صرف اسی قدر ہے پس اول کا حصہ
ایک ثلث ہوگا ثلث کل مال سے اور دوسرے کے دو ثلث ثلث کل مال سے تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے نوے درم آدر
دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہے کہ مطلق ہین اون مین قید نصف اور ثلث کی نہین ہے کذا فی الاصل مع اختصار **ص** اور صحیح ہے وصیت
بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنے بیٹے کے حصے کی **ف** اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہے برخلاف مثل حصے
کے **ص** تو اگر موصی کے دو بیٹے ہین تو ثلث مال موصی لہ کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جز کی تو اوسکا بیان وارثون
کی طرف ہے **ف** تو وارثون سے کہا جاویگا کہ جسقدر تمھارا جی چاہے اوسکو دیدو اسواسطے کہ جز و مال مجہول ہے اور جہالت
صحت وصیت کو مانع نہین ہے تو بیان اوسکا وارثون کی طرف ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو وصیت کی ایک سہم کی اپنے
مال مین سے تو مراد اوس سے سدس مال ہوگا عرف مین عرب کے اور سہم مثل جز کے ہے ہمارے عرف مین پھر اگر موصی نے
کہا کہ میرے مال کا سدس فلان شخص کے لیے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے لیے ہے اور وارثون نے اجازت دی تو موصی لہ
کو ثلث ملیگا **ف** یعنی سدس داخل ہوجاویگا ثلث مین **ص** اور جو سدس مال کی دو بار وصیت کی تو اوسکو سدس ہی
ملیگا اور جو وصیت کی اپنے تہائی روپیون کی یا تہائی بکریون کی یا تہائی کپڑون کی جو مختلف ہین یا تہائی غلامون کی
پھر دو ثلث تلف ہوگئے تو باقی کل روپے اور بکریان اوسکو مل جاوینگی اور کپڑون اور غلامون مین ثلث باقی کا ثلث ملیگا
اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہے اور دین بھی ہے لوگون پر تو اگر ہزار درم عین مال کے ثلث مین سے
نکل سکینگے تو دیدیے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکالکر باقی جو رہیگا دین مین سے وصول کرکے دیا جاویگا اگر وصیت
کی ثلث مال کی زید اور عمرو کے لیے اور عمرو مردہ ہے تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان مین زید اور عمرو کے ہے

تو زید کو نصف ثلث ملیگا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اوسوقت محتاج ہو تو موصی لہ کو ثلث اوس مال کا ملیگا جو موصی کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہووے اور جو وصیت کی تہائی بکریون کی اور موصی کے پاس بکریان نہین ہین یا تھین لیکن قبل موت موصی کے مرگئین تو وصیت باطل ہوگئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال مین سے تو قیمت اوسکی اوسکے مال مین سے دلائی جاویگی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریون مین سے اور اوسکے پاس بکریان نہین ہین تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی وصیت کی اپنی امہات اولاد کے لیے اور فقیرون اور مسکینون کے لیے حالانکہ ام ولد اوسکے تین ہین تو ثلث مال کے پانچ حصے کرکے تین حصے امہات اولاد کو اور دو حصے فقرا اور مساکین کو دینگے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کے لیے تو نصف زید کو اور نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپے کی وصیت کی زید کے لیے اور سو روپے کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے شخص کو اون دونوکا شریک کردیا تو تیسرے کو ہر سیکڑے کی تہائی ملیگی **ف** اسواسطے کہ پہلے ہر دو حصہ برابر ہے اور ایک تیسرا انکے ساتھ شریک ہوگیا تو ممکن ہوگئی تینونکی برابری تو ہرایک کو سو کی دو تہائیان ملیگی **ص** اور جو سو کی وصیت کی زید کے لیے اور پچاس کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے کو اونکا شریک کردیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملیگا **ف** یعنی پچہتر روپے **ص** اگر اپنے وارثون سے کہا کہ فلانے کا مجھپر قرض ہے تم اوسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق کیجاویگی مقدار دین مین ثلث مال تک اور جو اسکے سوا وصیتین بھی ہین تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت کے لیے اور دو تہائیان وارثون کے لیے اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو پھر جسقدر کا اہل وصایا اقرار کرین اوسکا ثلث اونکے حصے مین سے لیا جاوے اور جو بچے وہ اونکو ملے اور جسقدر کا ورثا اقرار کرین اوسکے دو ثلث ورثہ کے حصے مین سے لیے جاوین جو بچے اونکو ملے اور اصحاب وصایا اور وارث اوسنے حلف لیا جاوے اگر مدعی دعوی زیادہ کا کرتا ہو اونکے علم اور دانست پر **ف** یعنی اپنے علم پر قسم کھاوین کہ واللہ ہم اسی قدر دین کو جانتے ہین **ص** اگر وصیت کی کسی شی عین کی وارث اور اجنبی کے لیے تو نصف اوس شی کا اجنبی کو ملیگا اور وارث کو کچھ نہ ملیگا **ف** اجنبی کے واسطے نصف اس صورت مین ملا اسلیے کہ وارث قابل ہے وصیت کے برخلاف اوس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کے لیے کیونکہ میت اہل نہین ہے وصیت کے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانون کپڑے کی اونمین ایک عمدہ ہو دوسرا متوسط تیسرا ناقص تین شخصون کے لیے اسطرح پر کہ عمدہ زید کا ہے اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہوگیا اور معلوم نہین کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور ہر وارث ہرایک سے یہ کہتے ہین کہ تیرا حق تلف ہوگیا تو وصیت باطل ہوگئی لیکن اگر وارث درگذر کرکے باقی دو تھانون کو تینون کے حوالے کردین تو زید اون دونون تھانون مین سے جو عمدہ ہے اوسکے دو ثلث لیوے اور بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہرایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان مین سے جو اوسکے اور بکر کے درمیان مین مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کے لیے تو اوس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ کوٹھری زید کے حصے مین آوے تو عمرو لے لیگا اور جو بکر کے حصے مین آوے تو اوسقدر جگہ گزون سے ناپ کر زید کے حصے مین سے عمرو کو مل جاویگی یہی حکم اقرار مین ہے **ف** یعنی اگر وصیت کی جگہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مقر کے حصے مین ہوا تو مقر لہ کو مل جاویگا اور جو مقر کے حصے مین نہ آیا تو اوسکے برابر زمین

تا پیدا ہووے بیچا ہووے گی **ص** اگر ہزار درمِ معین کی جو غیر کے مملوک ہیں وصیت کی تو اوس غیر کو جائز ہے کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کرسکتا ہے اگر متروکہ تقسیم ہو گیا میت کا اور اوسکے دو لڑکون مین پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے مین سے ثلث ادا کرے اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اوسکا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے تو لونڈی اور اوسکا لڑکا دونون موصی لہ کے ہون گے اگر دونون ثلث مال سے نکل آوین ورنہ موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اوسکے ولد سے **ف** یہ مذہب امام کا ہے اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین کے نزدیک دونون مین سے برابر حصہ لیگا مثلاً موصی کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اوس کا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے یہان تک کہ مال اوسکا بارہ سو کا ہو گیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوئے پس امام صاحب کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لے لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث لونڈی کے اور لڑکے کے لیگا کذا فی الاصل

ص باب بیماری مین آزاد کرنے کے بیان مین

اگر تصرف منجز یعنی نفوذ اوسکا فی الحال ہووے سو اوسمین اعتبار حالت عقد کا ہے پس اگر صحت مین ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال ہی سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت مین ہووے **ف** تصرف منجز وہ ہے جسکا حکم فی الحال ثابت ہو جاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہے کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے کہ تو آزاد ہے بعد میری موت کے یا یہ زید کا ہے بعد میری موت کے پس منجز مین حالت تصرف کا اعتبار ہے تو اگر اوس وقت صحیح اور تندرست ہے نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہے نافذ ہوگا ثلث سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہے جسمین انشا اور احداث ہے ایک عقد کا اور اوسمین معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہین یہان تک کہ اگر اقرار کیا کسی کے دین کا مرض مین تو وہ نافذ ہوگا کل مال مین سے اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض مین مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے اور لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت مین کرے یا مرض مین کذا فی الاصل **ص** جو بیماری کہ اوسکے بعد صحت ہو جاوے وہ مثل صحت کے ہے اور مریض کا اعتاق اور محاباۃ **ف** یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خریدکرنا **ط ص** اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہین تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہوا تو محاباۃ مقدم ہے اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونون برابر ہین **ف** محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہے کہ ایک غلام کو جسکی قیمت دو سو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال نہین رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کی طرف صرف کرینگے اور جسین غلام کو آزاد کیا ہے وہ اپنی کل قیمت مین سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دو سو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونون مین نصفا نصف تو جس غلام کو آزاد کیا ہے نصف اوسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو مین لیگا کذا فی الاصل **ص** اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباتون کے بیچ مین ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلے محاباۃ کی طرف اور باقی دونون کی طرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقون کے بیچ مین ہوئی تو نصف محاباۃ مین اور نصف دو عتقون مین صرف

کیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک ان دونون صورتون مین بھی عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم اوسمین سے تلف ہوگیا تو باقی سے وصیت نافذ نہوگی لیکن صاحبین کے نزدیک نافذ ہوجاویگا اگر غلام کی آزادی کی وصیت کی پھر اوسنے جنایت کی اور وہ اوسمین دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہوگی اگر وصیت کی زید کے لیے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام چھوڑا بعد اوسکے زید مدعی ہو کہ میت نے یہ غلام صحت مین آزاد کیا تھا تا اوسکی وصیت صحیح ہو کہ ثلث مال سے نافذ ہوجاوے اور وارث یہ کہتے ہین کہ اوس غلام کو مرض مین آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم ہی وصیت پر تو قول وارثون کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملیگا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جسقدر زائد ہی وہ زید کو ملیگا یا زید گواہ لاوے اس بابت پر کہ عتق صحت مین ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعوی کیا دین کا میت پر اور اوسکے غلام نے دعوی کیا اپنے عتق کا صحت مین اور وارث نے دونون کی تصدیق کی تو غلام قرضخواہ کے حوالے کیا جاوے گا اور وہ اپنی قیمت مین سعی کرکے آزاد ہوجاوے گا

ص باب وصیت اقارب وغیرہ کے بیان مین

ہمسایہ وہ شخص ہی جسکا مکان ملا ہوا ہو ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو ایک محلے مین رہتے ہین اور ایک مسجد اونکو جامع ہو قول امام صاحب کا موافق قیاس کے ہو اسلیے کہ شفعہ مین وہی جار مستحق ہی جو ملاصق ہو ص صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو اوسکی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہین ف جیسے باپ دادا چچا ماموں اوسکی بہنین وغیرہ ہدایہ مین اسکی دلیل یہ لکھی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہ سے تو اوسکے محرم قرابت دارون کو اونکے مالکون سے آزاد کردیا واسطے اکرام اونکے کے اور وہ اصہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہان پر سہو ہوا ہی صاحب ہدایہ سے بجاے صفیہ کے جویریہ بنت حارث کہنا چاہیے روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے سنن مین ص ختن یعنی داماد وہ لوگ ہین جو اوسکے قرابت والی محرم عورتون کے خاوند ہین ف یہ سب اونکے عرف مین ہی اور ہمارے عرف مین صہر خسر کو کہتے ہین اور ختن بیٹی کے شوہر کو در مختار ص اور اہل عبارت ہو اوسکی زوجہ سے ف اور صاحبین کے نزدیک شامل ہی اوسکے سب عیال کو دلیل امام صاحب کی آیت ہی کلام اللہ کی جیسے وَسَارَ بِاَهْلِهٖ اور عرف اہل عرب کا کہ تاہل فلان کہتے ہین جسکی زوجہ ہو ص اور آل عبارت ہی اوسکے اہل بیت سے اور اوسکے باپ دادا بھی اوسمین داخل ہین اور اقارب اور اقربا اور ذوی قرابت یا ذوی انساب اوسکے دو یا تین یا زیادہ ذی رحم محرم ہین قریب تر پھر قریب تر سوا والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب مین اگر اوسکے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونون چچاؤن کو ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہین تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونون ماموؤن کو ملیگا اور جو ایک ہی چچا ہی تو اوسکو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی برابر ہین اگرچہ پھوپھی وارث نہین ہوتی اگر وصیت کی زید کی اولاد کے لیے تو لڑکا لڑکی اوسکے برابر ہونگے حصے مین اور جو وصیت کی اوسکے ورثہ کے لیے تو فرزند کو دونا حصہ ملیگا لڑکی کا اگر وصیت کی کسی شخص کے یتیم فرزندون کے لیے یا اونکے اندھون کے یا لنگڑون کے لیے یا اونکے مسکین محتاجون کے لیے تو اگر وہ لوگ محصور اور معدود ہون تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت اونکے سب داخل ہونگے ورنہ اونکے فقیرون کو ملیگا اور جو فلان شخص کے فرزندون کے لیے وصیت کی تو اوسمین عورتین داخل ہونگی ف جب فلان عبارت ہو قبیلے یا فخذ سے ورنہ تو نہ داخل ہونگے در مختار ص وصیت کی کسی شخص کے موالی

کے لیے اور اوسکے آزاد کرنے والے بھی موالی ہوں اور ازانکے باعتبار بھی ہین تو وصیت باطل ہوگی **ف** اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک ہے معتق بالکسر اور معتق بالفتح مین اور لفظ عام نہین اور کوئی قرینہ ایک پر دلالت نہین کرتا اور بعض کتب شافعیہ مین ہے کہ وصیت کل کے لیے ہوجاویگی

ص باب خدمت اور سکونت اور پھلون کی وصیت کے بیان مین

صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر تہائی مال سے نکل آوے تو موصی لہ کو تسلیم کیے جاوین واسطے اجراے وصیت کے اور جو ثلث سے نہ نکل سکین تو گھر کی تقسیم کیجاے **ف** یعنی موصی لہ کو گھر مین سے بقدر ثلث مال حوالے کر دیوین کہ اوس مین اجراے وصیت ہووے **ص** اور غلام مین مہایاة کرین **ف** یعنی باری باری نفع مین تو موصی لہ خدمت لیوے اوس قدر غلام سے جس مین وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیوین اوس مقدار مین جس مین وصیت صحیح نہین ہوئی کذا فی الاصل **ص** اگر موصی لہ موصی کی زندگی مین مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثون کو پھر آوے گی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ مین پھل موجود ہین تو موصی لہ کو صرف یہی پھل وقت موت موصی کے ملین گے نہ آیندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابدًا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اوسکو یہ پھل بھی ملین گے اور آیندہ بھی ملا کرینگے جیسے غلہ باغ کی وصیت مین خواہ ابدًا کا لفظ کہے یا نہ کہے یہ پھل بھی ملین گے اور آیندہ بھی ملا کرینگے اور بھیڑون کے بال کی وصیت مین اور اونکے بچون اور دودھ کی وصیت مین وہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدًا کا لفظ کہے یا نہ کہے **ف** ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالون مین فرق یہ ہے کہ غلہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہین خواہ بالفعل ہو یا آیندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہین گے مگر جب اوسنے ابدًا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہوگیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہین موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدومہ پر عقد صحیح ہے جیسے مساقاة مین بخلاف صوف معدوم اور ولد معدوم کے کذا فی الاصل **ص** کافر نے اپنی صحت مین عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اوسکے اوسکے وارثون کو ملے گی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ کے بنانے کے لیے خواہ معین لوگون کے لیے یا غیر معین لوگون کے لیے تو صحیح ہے جیسے وصیت مستامن کی جس کا کوئی وارث نہین ہے دار الاسلام مین ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لیے صحیح ہے

ص باب وصی کے بیان مین

عرب کہتے ہین اوصی الی فلان جب اوسکو اپنے مال مین اختیار دیا تصرف کا بعد اپنی موت کے اور اوسکو موصی الیہ اور وصی کہتے ہین زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہوگیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوجاوے گی ورنہ رد نہوگی **ف** یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہوگا بلکہ وصایت باقی رہیگی اسلیے کہ موصی نے اوسپر بھروسا کیا اب وہ اگر اوسکی غیبت مین رد کرے تو فریب دہی ہووے کذا فی الاصل **ص** اور جو زید نے سکوت کیا یہان تک کہ موصی مرگیا تو زید کو رد اور قبول دونون جائز ہین بعد اسکے پس اگر وصی نے ترکہ مین سے کوئی چیز بیچی تو بیع لازم ہوگئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے سے ناواقف ہووے بخلاف وکیل کے جب بیچی کوئی چیز بے علم اپنی وکالت کے

پھر اگر وصی نے قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہو مگر جب قاضی نے اوسکے رد کرنے کو نافذ کر دیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی اونکے بدلے میں اور کسی کو کرے اور جو اپنے غلام کو وصی کیا تو صحیح ہو اگر وارث موصی کے نابالغ ہین ورنہ نہین اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو قاضی اوسکے ساتھ دوسرے کو ملا وے پس اگر وصی امین ہو اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہو تو قاضی اوسکو معزول نکرے بلکہ واجب ہو وصی رکھنا اوسکا ف اور جو قاضی نے باوجود اسکے اوسکو معزول کر دیا تو عزل نافذ ہو لیکن قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا اور مختار ص اگر وصی میت کے دو شخص ہین تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہین کر سکتا مگر میت کے واسطے کفن خرید کر سکتا ہو اور اوسکی تجہیز کر سکتا ہو اور اوسکے حقوق کی خصومت اور اوسکے قرضے کا ادا کرنا اور اوسکے قرضے کا تقاضا اور مطالبہ اور اوسکے طفل کیواسطے خرید نا حوائج کا اور اوسکے لیے ہبہ قبول کرنا اور غلام معین کا آزاد کرنا جسکی آزادی کی موصی نے وصیت کی ہو اور ودیعت معین کا پھیر دینا اور وصیت معینہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جسکے تلف ہونیکا خوف ہو اوسکا بیچنا یہ سب کام ایک وصی بغیر دوسرے کے کر سکتا ہو ف امام ابو حنیفہ اور محمد کا یہ مذہب ہو اور ابو یوسف کے نزدیک سب کام کر سکتا ہو کذا فی الاصل ص وصی کا وصی خواہ وصی نے اوسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو دونون صورت دونون ترکون مین وصی ہو اور صحیح ہو تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار یا صغار کی طرف سے جب غائب ہون پھر جب وصی نے موصی لہ کا حصہ ترکے مین سے دیکر وارثون کا حصہ لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہو گیا تو وارث موصی لہ سے کچھ پھیر نہین سکتے ف اسواسطے کہ قسمت صحیح ہو گئی ص اور وصی کی قسمت موصی لہ غائب کیطرف سے ساتھ ورثہ کے درست نہین ہو تو اگر وصی نے موصی لہ غائب کا حصہ لیا اور وہ اوسکے پاس تلف ہو گیا تو موصی لہ مابقی مال مین سے پھر ثلث لیوے البتہ قاضی موصی لہ کیطرف سے تقسیم کر سکتا ہو اور حصہ اوسکا لے سکتا ہو اگر وصی نے وارثون کے ساتھ قسمت کی وصیت حج مین اور حج کی وصیت کا مال نکال لیا اب وہ مال تلف ہو گیا خواہ وصی کے پاس سے یا جسکو حج کرنے کو دیا تھا اوسکے پاس سے تو پھر حج کرایا جاوے مابقی مال کے ثلث مین سے اور وصی کو درست ہو کہ ایک غلام کو ترکے مین سے بیع کر ڈالے اگرچہ میت کے قرضخواہ حاضر نہو وین ف اسلیے کہ قرضخواہون کا حق مالیت سے متعلق ہو نہ عین ترکے سے مختار ص اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچکر اسکی قیمت تصدق کرنا پس وصی نے اوس غلام کو بیچا اور قیمت اوسکی لے لی بعد اوسکے وہ قیمت وصی کے پاس سے جاتی رہی اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے مین سے لے لیوے اسیطرح اگر متروکہ تقسیم ہوا اور نابالغ کو ایک غلام حصے مین پہونچا اور اوسکو وصی نے بیچکر قیمت اوسکی لے لی پھر قیمت وصی کے پاس سے جاتی رہی بعد اوسکے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لیوے اور وصی نابالغ کے مال مین سے لیوے اور نابالغ اور وارثون سے حصہ رسد پھیر لیوے اور وصی کی بیع اور شرا غبن سے صحیح نہین ہو مگر اوسی قدر غبن سے جو لوگون کو خرید و فروخت مین ہوا کرتی ہو نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہو اور حوالہ قبول کر سکتا ہو اوسپر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہین دے سکتا اور وصی وارث کبیر کا مال جو غائب ہو اوسکی بیع کر سکتا ہو مگر عقار کی کہ اوسکی حفاظت ضرور نہین ہو اور نہ اوسکے مال مین تجارت نہین کر سکتا

اور وصی باپ ہزار درم زیادہ ہی مال صغیر مین اور سکے وارث سے اگر تو وصی پس نہ ادا ہو بو باطل ہی گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے ملا ہو یا اور کسی طرح سے اور وارث کبیر کے حق مین مال ترکہ مین اوسکے سوا اور جگہ ہو جیسے صحیح ہی گواہی دو مردون کی اور دو شخصون کے لیے ہزار درم دین ہونیکی میت پر اور پھر ان شخصون مشہود لہم کی پہلے دونون مردون کے لیے ہزار درم دین ہونے کی میت پر **ف** یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم میت پر آتے ہین اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہین تو دونون شہادتین صحیح ہین **ص** اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لیے اس بات کی کہ میت نے اون کے لیے ہزار درم کی وصیت کی ہی تو یہ شہادت باطل ہی یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لیے ایک غلام کی وصیت کی ہی اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہی تب بھی باطل ہی

ص کتاب الخنثی

ف یہ کتاب ہی خنثی کے احکام مین **ص** خنثی وہ ہی جو فرج اور ذکر دونون رکھتا ہو پس اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہی اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہی **ف** اسلیے کہ روایت کی ابن عدی نے کامل مین ابن عباس سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اوسکی میراث سے تب فرمایا آپ نے کہ جہان سے پیشاب کرتا ہی اوسکا اعتبار ہوگا اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین حضرت علیؓ سے مثل اسکے کذا فی تخریج الہدایۃ **ص** اور جو دونون جگہ سے پیشاب کرتا ہی تو جہان سے اول پیشاب نکلتا ہی اوسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونون جگہ سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہووے تو وہ خنثای مشکل ہی اور اعتبار کثرت پیشاب کا نہوگا **ف** اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاوے گا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہی **ص** یہ سب باتین قبل بلوغ کے ہین پھر جب بالغ ہوا اور اوسکی ڈاڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اوسنے جماع کیا تو وہ مرد ہی اور جو اوسکے پستان ابھر آئے یا دودھ اوتر آیا یا حیض آگیا یا حمل رہ گیا یا اوس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہی اور جو کوئی علامت ان مین سے ظاہر نہین ہوئی یا دونون قسم کی علامتین پائی گئین مثلاً ڈاڑھی بھی نکلی اور پستان بھی ابھر آئے تو وہ خنثای مشکل ہی **ف** آگے اوسی کے احکام مذکور ہوتے ہین وہ احکام یہ ہین **ص** اگر عورتون کی صف مین کھڑا ہووے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردون کی صف مین کھڑا ہووے تو اوسکے داہنے بائین والا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرلے اور نماز پڑھے سر ڈھانپ کر اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اوس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم کے اور مرد یا عورت کو اوسکا ختنہ کرنا مکروہ ہی بلکہ اوسکو ایک لونڈی خرید دین کہ وہ اوسکا ختنہ کرے اگر اوسکے پاس مال ہو ورنہ بیت المال سے خرید دین پھر بیچکر روپیہ اوسکا بیت المال مین داخل کر لین اور جو قبل اوسکے حال کھلنے کے کہ مرد ہی یا عورت مر جاوے تو اوسکو غسل نہ دیوین بلکہ تیمم کرا دیوین **ف** اور یہان پر اوسکے غسل کرانے کے لیے لونڈی خرید نہین سکتے کیونکہ لونڈی اول تو میت کی مملوک نہین ہو سکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل موت درست نہین ہی اور خنثی جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہی اوسکی قبر پر پردہ کرنا

اور جو خنثی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کے لیے آئے تو امام کے قریب پہلے مرد کو رکھیں پھر خنثی کو پھر عورت کو **ف** واسطے رعایت ترتیب کے تاکہ عورت کا جنازہ دور تر ہووے لوگوں کی آنکھ سے پھر خنثی کا کذا فی الاصل **ص** اگر خنثای مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثی کو چھوڑا تو بیٹے کو دو حصے اور خنثی کو ایک حصہ ملیگا **ف** یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ خنثی کو اونکے نزدیک اقل النصیبین ملیگا اسی پر فتوی ہی در مختار اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہی اور اختلاف ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا بیان کیا ہی جس کا جی چاہے دیکھ لیوے **مسائل متفرقہ** گونگے کا لکھنا اور اشارہ کرنا اوسطرح پر کہ اوس سے نکاح یا طلاق یا بیع یا شرا یا قصاص اوسکی معلوم ہووے مثل زبان سے کہنے کے ہی **ف** لیکن کتابت تین قسم ہی ایک غیر مستبین یعنی جو معلوم نہین ہوتی جیسے کتابت صفحۂ ہوا پر یا پانی پر تو اسکا اعتبار نہین ہی دوسری مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے یہ مثل کتابت کے ہی ضرور ہی اسمین نیت یا قرینے سے مثل اشہاد کے مثلا تیسری مستبین مرسوم بایں طور کہ کاغذ پر ہووے اور معنون ہو جیسے فلان کیطرف سے فلان کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے ہی خواہ غائب سے ہو یا حاضر سے کذا فی الاصل **ص** لیکن گونگے پر اشارہ سے حد نہ پڑیگی اور جسکی زبان بند ہو گئی ہو تو اگر یہ امر ایک مدت تک رہے اور اوسکے اشارے معلوم ہونے لگین تو مثل گونگے کے اوسکا حکم ہی ورنہ نہین **ف** اور مقدار امتداد بعضون کے نزدیک ایک سال ہی اور بعضون کے نزدیک یہ ہی کہ زمانہ موت تک رہے اور اسی پر فتوی ہی کذا فی الاصل **ص** چند بکریان ذبح کی ہوئی ہین اور اوسمین بکریان مردار بھی ہین لیکن مردار کم ہین تو سوچ کر کھاوے اگرچہ اضطرار نہ ہووے **ف** اسواسطے کہ حالت اضطرار مین تو مردار بھی کھانا حلال ہی اور اس مین امام شافعیؒ کا خلاف ہی اور دلیل شافعیؒ کی اور ہماری اصل کتاب مین مذکور ہی فقط

الحمد للہ والمنۃ کہ جلد رابع نور الہدایہ ترجمۂ شرح وقایہ بھی اختتام کو پہونچی خدا اس کتاب کو مقبول فرماوے اور مصنف اور مترجم اور کاتب اور مصحح اور اسکے چھاپنے والے کو اور سب مسلمانون کو توفیق خیر عطا فرماوے اور خاتمہ سب کا نیک کرے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَغَفَرَ لَنَا مَعَھُمْ اَجْمَعِیْنَ

تمت

الحمد للہ والمنہ کہ اب مدعای دلی حاصل ہوا یعنی ترجمہ شرح وقایہ مع چارون جلدون کے بعد تصحیح اغلاط وتحشیۂ ضروریہ چھپکر باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور مطبع نظامی واقع کانپور مین ماہ محرم ۱۳۰۳ھ مین طبع ہوا

وجہ مہر و دستخط

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی کی ہی مہر و دستخط مہتمم کے آخر مین ثبت کیے گئے

محمد روشن خان حنفی سنہ ۱۲۸۳

محمد عبد الرحمن بن حاجی

فہرست جلد چہارم نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ

اشتہار

واضح ہو کہ یہ نسخہ نور الہدایہ یعنی ترجمۂ شرح وقایہ

کئی بار اس مطبع نظامی مین چھپا - اور ہر مرتبہ طالبون کی کثرت سے ہاتھون ہاتھ بکا - چنانچہ یہ چوتھی مرتبہ ہو کہ پہلے نسخون سے یہ نسخہ نہایت عمدہ طیار ہوا - اور اسکی تکمیل و درستی مین محنت و مشقت کے ساتھ ایک زمانہ گذرا - اور اصل نسخۂ عربی کی عبارت سے جانچکر اسکے تمام مسائل و دلائل کو ملانے اور جا بجا عبارات گھٹانے اور بڑھانے اور جدید حواشی چڑھانے مین صرف زر کثیر ہوا - اور بہت خرچ پڑا - اب کامل طور سے جیسا کہ جی چاہتا تھا صحیح اور درست ہو گیا - تصدیق اس کلام کی ناظرین کو وقت مطالعے کے ہوگی - اور خود یہ کتاب اس دعوے کی شہادت دیگی - پس جن صاحبونکو مطلوب ہو بارسال زر قیمت راقم سے یہ کتاب منگوالین - لیکن کوئی صاحب نفع دنیا کی طمع سے اس دین کی کتاب کو بلا اجازت راقم کے چھپوا کر مواخذۂ سرکاری کا بار نقصان نہ اوٹھائین - اسواسطے کہ حق تالیف اسکا حسب منشاے قانون بستم ۱۸۴۷ع داخل رجسٹری ہو کر مطبع ہذا مین محفوظ رکھا گیا ہے

راقم

محمد عبد الرحمن مہتمم مطبع نظامی کانپور محلہ پٹکاپور

مدائن الادب فارسی
انشای بہار عجم
اخلاق یوسفی
تشریح الحروف اردو
افصح الانشا
خرد افروز
تحفۂ حامدیہ
بستان التہذیب

کتب فقہ

شرح وقایہ اردو کامل
ظل الغمام
راہ نجات
تعلیم العبادت
ترجیح الکبیل
غایت التحقیق
بدر الکمال
تحفۃ المصلین
بدائع منظوم
نام حق
شفاء العلیل
آداب القرآن
مفتاح القرآن
شرح التمرین
گلزار نعت
امداد احسانی
مقاصد الصالحین
مغازی آنحضرت
فتوح الشام

تاریخ المصر
تاریخ بھوپال اردو
ایضاً تاریخ بھوپال فارسی
فتوحات ہند
تاریخ سید سالار مسعود غازی
وزیر نامہ تاریخ اودھ

فہرست کتاب مرآۃ النساء

مقدمہ اس بیان مین کہ مرد اور عورتکو کون کون سی بات کرنا چاہیے۔
۱ح اس بیان مین کہ آدمی فریبی آخر کو ذلیل ہوتا ہی۔
۲ح اس بیان مین کہ مرد اور عورتکو جفاکشی کی عادت کرنا بہت فائدہ بخشتی ہو
۳ح اس بیان مین کہ عورت کو اپنے شوہر کو ناراض کرنا نچاہیے۔
۴ح اس بیان مین کہ آدمی کو خلاف شرع کام کرنا جائز نہین۔
۵ح اس بیان مین کہ جو عورتین دانشمند ہین وہ زیور پہننے کا شوق نہین رکھتی ہین۔
۶ح اس بیان مین کہ آدمی عورتونکے کہنے پر گمراہ ہوجاوے۔
۷ح اس بیان مین کہ ہندوستانکے اکثر مسلمان افعال شرک کے عمل مین لاتے ہین۔
۸ح اس بیان مین کہ عاقل کامل اللہ پر بھروسا رکھتا ہی۔

۹ح اس بیان مین کہ رزق مقسوم پر قناعت کرنا ضرور ہو
۱۰ح اس بیان مین کہ آدمی اپنا کام آپ بہ کبھی نہ چھوڑے۔
۱۱ح اس بیان مین کہ بعضی عورتین مردون سے بہتر ہوتی ہین۔
۱۲ح اس بیان مین کہ آدمی کو پردہ پوشی دوسرکی لازم ہو۔
۱۳ح اس بیان مین کہ اولادکو لازم ہی کہ اپنے ماں باپ کا حق ادا کیا کرے۔
۱۴ح اس بیان مین کہ والدین کی پرورش کا خیال کرکے اونکی خدمت کرے۔
۱۵ح اس بیان مین کہ جو حکم استادی کی نسبت دیتا ہو وہ بہتر ہوتا ہی اگرچہ بظاہر اوسکو برا جانتا ہی۔
۱۶ح اس بیان مین کہ آدمی ناشکر کبھی خوش نہین رہتا
۱۷ح اس بیان مین کہ آدمی بسبب اتفاق کے نیچ خویش بگانے سے بہت آفات سے محفوظ رہتا ہو
۱۸ح اس بیان مین کہ بدسرشت عورت اپنے نفس کی آسائش کیلیے بہت فریب کرتی ہی۔
۱۹ح اس بیان مین کہ جو شخص خدا اور رسول کے فرمانے سے انحراف کرتا ہو وہ شیطان کے پنجے مین گرفتار ہوتا ہی۔
۲۰ح اس بیان مین کہ جوان بیوہ کا نکاح کرنا بڑی مصلحت ہی۔
۲۱ح اس بیان مین کہ صاحب غیرت سے جور و کا طعنہ نہین سہا جاتا ہی۔ ۴

اعلان

واضح ہو کہ یہ نسخہ نور الہدایہ یعنی
ترجمہ شرح وقایہ کئی بار اس مطبع نظامی مین چھپا اور
ہر مرتبہ طالبون کی کثرت سے ہاتھون ہاتھ بکا چنانچہ یہ چوتھی مرتبہ ہی کہ پہلے سے
یہ نسخہ نہایت عمدہ طیار ہوا اور اسکی تکمیل و درستی مین محنت و مشقت کے ساتھ ایک
زمانہ گذرا اور اصل نسخہ عربی کی عبارت سے جا بجا اسکے تمام مسائل و دلائل کو ملانے
اور جا بجا جملات گھٹانے اور بڑھانے اور جدید حواشی چڑھانے مین صرف زر کثیر ہوا اور
بہت خرچ پڑا اب کامل طور سے جیسا کہ چاہتا تھا صحیح اور درست ہو گیا تصدیق اس
کلام کی ناظرین کو وقت مطالعہ کے ہوگی اور خود یہ کتاب اس دعوے کی شہادت دیگی جن
صاحبون کو مطلوب ہو بارسال زر قیمت راقم سے یہ کتاب منگوالین لیکن کوئی صاحب
نفع دنیا کی طمع سے اس مین کی کتاب کو بلا اجازت راقم کے چھپا کر ماخوذہ سرکاری
کا بار نقصان نہ اٹھائین اسواسطے کہ حق تالیف اسکا حسب قانون سرکاری تا [illegible]
بابت سنہ ۱۸۴۷ء داخل رجسٹری ہو کر مطبع ہذا مین
محفوظ رکھا گیا ہو فقط

الراقم
محمد عبد الرحمن مہتمم مطبع نظامی کانپور
محلہ پٹکاپور

مطبوعہ [illegible] اکتوبر سنہ ۱۸۸۶ء